اسلام کا نظام بہبود محنت کشاں

(حکومت پاکستان کی لیبر پالیسی سے تقابل)

مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی، علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

تفسیر عباس

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ

رجسٹریشن نمبر: 612-PhD/IS/S16

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

جنوری 2022ء

اسلام کا نظام بہبود محنت کشاں

(حکومت پاکستان کی لیبر پالیسی سے تقابل)

مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی، علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

تفسیر عباس

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ

رجسٹریشن نمبر: 612-PhD/IS/S16

نگران مقالہ

ڈاکٹر ارم سلطانہ

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ

نمل، اسلام آباد

معاون نگران مقالہ

ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ

نمل، اسلام آباد

یہ مقالہ پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ کی جزوی تکمیل کیلئے پیش کیا گیا ہے۔

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **اسلام کا نظام بہبود محنت کشاں (حکومت پاکستان کی لیبر پالیسی سے تقابل)**

Translation of Title in English & Roman:

Labour Welfare System of Islam (Comparative study with the labour policy of Pakistan)

Islam ka Nizam-e-Behbood-e-Mehnat Kashan (Hakumat-e-Pakistan ki labour policy say taqabul)

نام ڈگری: ڈاکٹر آف فلاسفی علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: تفسیر عباس

رجسٹریشن نمبر: 612-PhD/IS/S16

ڈاکٹر ارم سلطانہ
(نگران مقالہ) — دستخط نگران مقالہ ________________

ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری
(معاون نگران مقالہ) — دستخط معاون نگران مقالہ ________________

ڈاکٹر نور حیات خان
(صدر شعبہ علوم اسلامیہ) — دستخط صدر، شعبہ علوم اسلامیہ ________________

پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی
(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) — دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز ________________

پروفیسر ڈاکٹر محمد سفیر اعوان
(پرو- ریکٹر اکیڈمکس) — دستخط پرو- ریکٹر اکیڈمکس ________________

میجر جنرل (ر) محمد جعفر
(ریکٹر نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد) — دستخط ریکٹر ________________

تاریخ: ________________

حلف نامہ فارم

(Candidate Declaration Form)

میں تفسیر عباس ولد محمد اقبال

رول نمبر:PD- S16-072 رجسٹریشن نمبر: 612-PhD/IS/S16

طالب علم، پی اِیچ ڈی ، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ مقالہ بعنوان: **اسلام کا نظام بہبود محنت کشاں (حکومت پاکستان کی لیبر پالیسی سے تقابل)**

Labour Welfare System of Islam (Comparative study with the labour policy of Pakistan)

Islam ka Nizam-e-Behbood-e-Mehnat Kashan (Hakumat-e-Pakistan ki labour policy say taqabul)

پی اِیچ ڈی علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، نگران مقالہ **ڈاکٹر ارم سلطانہ** اور معاون نگران **ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا یہ مقالہ راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کرایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لیے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

میں اس بات کو جانتا ہوں کہ ایچ ای سی (HEC) اور نمل (NUML) علمی سرقہ (Plagiarism) کے حوالے سے عدم برداشت کی پالیسی پر سختی سے عمل پیرا ہے۔ اس لئے میں بطور مقالہ نگار اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ یہ میرا ذاتی علمی کام ہے۔ اس مقالہ کا کوئی حصہ بھی سرقہ شدہ نہیں ہے اور میں نے جہاں سے بھی کسی علمی کام کو اپنے مقالے میں شامل کیا ہے اس کا باقاعدہ حوالہ دیا ہے۔ میں اس بات کا بھی اقرار کرتا ہوں کہ اگر میرے مقالے میں کسی بھی قسم کا باقاعدہ علمی سرقہ پایا جائے تو یونیورسٹی میری ڈگری کو ختم کرنے / واپس لینے کا اختیار رکھتی ہے۔

نام مقالہ نگار: تفسیر عباس

دستخط مقالہ نگار: ____________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

ABSTRACT

Practical examples of labour welfare system are embedded in Islamic history such as Prophetic Declaration of Human Rights, Laws and policies in Prophetic Era and different steps taken in the era of Rightly guided Caliphs to protect and guide both the employers and employees. Islamic Republic of Pakistan has its own labor law and policy. The major law regarding laborer in Pakistan is the Labor Policy of Pakistan 2010 that covers some rights and duties of Pakistani workers and employers.

A comparative study of Pakistani labor policy with the welfare conventions and recommendations relates to the analysis of factors that have lead and still contain the ingredients for building a strong welfare system as it has been considered the core value of human life. Our Holy Prophet (PBUH) was an ideal advocate of Labor rights not only of his times but for the future generations as well.

Descriptive method has been used to explain the role models of hard work from the history of earlier Prophets of Allah (SWT). It also comprises of the practical steps taken for labour welfare by the authority of Quran and Sunnah. Detailed picture of strategies of The Holy Prophet (PBUH) for implementation of labor welfare and practical steps taken are discussed.

Labor policy (2010) of Government of Pakistan has been compared with Islamic model of labour welfare which shows the similar and opposite aspects of Pakistan’s Labor policy with Islamic Teachings. At the end an action plan in the light of Quran and Sunnah for Government and Policy makers regarding labor welfare system has been presented. The Islamic foundations of the relationship between capitalist and labor are also explained at the end.

Keywords: Labor Welfare in Islam, Rights and Responsibilities of Laborer, Labor Welfare in Prophetic Era, Labor Policy of Pakistan and Islamic, Utility of Islamic Labor welfare system in contemporary age.

فہرست مضامین

کلماتِ تشکّر

یہ بات مستحسن نہیں کہ میں اپنے اُن محسنین کا شکریہ ادانہ کروں جن کی پیہم مہربانیوں کی وجہ سے یہ کام مکمل ہوا۔ بالخصوص پروفیسر ڈاکٹر مستفیض علوی، ڈاکٹر نور حیات خان اور نگران مقالہ ڈاکٹر ارم سلطانہ اور ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس ناچیز کی کاوشوں کو سراہا اور نہایت پر مغز اور قیمتی مشورے عنایت فرما کر مقالے کی قدر وقیمت بڑھائی۔

مادرِ علمی نمل اسلام آباد کے وہ تمام اساتذہ کرام جن کی علمی وفکری راہنمائی قدم بہ قدم میرے شامل حال رہی اور میرے لئے تحقیق کے مراحل آسان ہوئے۔ ڈاکٹر امجد حیات ملک، ڈاکٹر عافیہ مہدی، ڈاکٹر ریاض سعید، ڈاکٹر ریاض محمود، ڈاکٹر حافظ راؤ فرحان، ڈاکٹر مظفر علی اور ڈاکٹر انعام الحق کا ممنون احسان ہوں جنہوں نے نہایت فراخ دلی سے استفادہ کے مواقع فراہم کئے۔ پاکستان ورکرز فیڈریشن کے ذمہ دار برادر شبیر حسین، ورکنگ ویمن آرگنائزیشن کی ترجمان پروین عاشق اور نیشنل لیبر فیڈریشن کے رانا محمود علی اور دیگر عہدیداران نیز مزدور یونینز کے تمام ممبران کا شکر گزار ہوں جنہوں نے میری درخواست پر اپنے اداروں کی تحقیقی رپورٹس اور دیگر لٹریچر فراہم کیا۔ پروفیسر ڈاکٹر عرفان شُکر، استاذہ ڈاکٹر فرحت نثار اعوان، بچپن کے بزرگ استاد ماسٹر محمد اقبال، ہندوستانی بھائی ریاض احمد قادری، برادر عزیز کاشف اعظم، ہم جماعت نوید اقبال، کتاب دوست ابو الوفا عبد اللہ اور ڈاکٹر سیدہ میمونہ خوش بخت کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری بھرپور حوصلہ افزائی کی اور اپنی نماز شب کی دُعاؤں میں بندۂ ناچیز کو یاد رکھا۔(فجزاهم الله خير الجزاء)

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو انسانیت کے نجات دہندہ، آخری حرفِ تسلی بہرِ محنت کشاں , ,،بانیءِ قوانینِ محنت

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے منسوب کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلاۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین وعلیٰ اٰله واصحابه و اهلِ بیته وذریته اجمعین۔

مقدمہ

موضوعِ تحقیق کا تعارف

تاریخ انسانیت پر نگاہ ڈالی جائے تو ہمیں مختلف اسلوب و انداز، متبائن اسباب و ذرائع اور متنوع نقاب اور پیکر نظر آتے ہیں۔ لیکن نوع انسان اصولی طور پر دو گروہوں میں منقسم دکھائی دیتی ہے۔ ایک گروہ محنت کشوں کا اور دوسرا گروہ اُن کی محنت کے ماحصل کو غصب کرنے والوں کا۔ ایسے نظامِ معیشت و تمدن میں محنت کشوں کو صرف اتنا دیا جاتا تھا کہ اس سے وہ محنت کر کے کما کر دینے کے قابل رہیں، اس سے زائد ان کے پاس کچھ نہ پہنچنے پائے اور غاصبین کے پاس ان کی ضرورت سے فاضل دولت جمع ہوتی رہے۔ یہ فاضلہ دولت تمام فسادات کی جڑ تھی جس سے یہ طبقہ اقتدار حاصل کرتا اور اس اقتدار کی رُو سے، محنت کشوں کو ان کی پست ترین سطح پر رکھنے پر مجبور کیے رکھتا۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ انسانیت میں زمامِ اقتدار کبھی محنت کشوں کے ہاتھ میں نہیں آنے پائی، یہ ہمیشہ غاصبین کے قبضے میں رہی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل محنت کشوں کی حیثیت زر خرید غلام سے زیادہ نہ تھی، اس لئے ان کے کوئی حقوق نہ تھے۔ عرب اور بیرون عرب، دُنیا بھر کے معلوم معاشرے محنت کشوں سے بھرے ہوئے تھے اور ان قوموں کا سارا معاشی اور معاشرتی نظام انہی کے سہارے چل رہا تھا لیکن ان کے اپنے حقوق پائمال ہو رہے تھے۔ دُنیا ایک ایسے رہبر فرزانہ کی تلاش میں تھی جو بے بس، مجبور، مقہور اور پستیوں میں گری ہوئی انسانیت کو ظلم کی اتھاہ گہرائیوں سے نکال کر عظمتِ انسان کی نشاۃِ ثانیہ کا اہتمام کرے۔ اسلام نے اس مسئلے کو اس حد تک حل کیا جس حد تک ایسے مسائل، جو دو قوموں کے درمیان ہوں، حل کئے جاسکتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کے اُسوہ کی صورت میں محنت کشوں کی فلاح و بہبود کی ایک قابل تقلید راہ بھی اپنے ماننے والوں کو سُجھا دی۔ آپ ﷺ نے جاہلانہ امور کو منسوخ کرتے ہوئے فرمایا:

((الا! کل شی من امر الجاهلية تحت قدمی موضوع)) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ، حدیث نمبر:۸۱۲۱

"خبر دار! دور جاہلیت کا سارا (ظالمانہ اور استحصالی) نظام میں نے اپنے پاؤں تلے روند ڈالا ہے۔"

موجودہ دُنیا سمٹ کر ایک گلوبل ویلج بن چکی ہے۔ یہ فلک بوس عمارتیں، بندرگاہیں، ہوائی اڈے، برقیات، مواصلات، شاہرات الغرض دُنیا کی ساری عملی ترقی جس طبقے کے خون پسینے سے مکمل ہوئی، یہ وہی محنت کش طبقہ ہے جو آج بھی جبر و استحصال، مظلومیت اور طبقاتی و گروہی تقسیم کا شکار ہونے کی وجہ سے بنیادی انسانی حقوق سے بھی محروم ہے۔

مغربی ممالک میں سرمایہ داری نظام کی عملداری میں محنت کش طبقے کا خوب استحصال ہوا، عوامل پیدائش پر سرمایہ داری کی گرفت مضبوط ہوتی گئی، سرمایہ چند ہاتھوں میں سمٹ آیا۔ محنت کش کو وہ کچھ نہ ملا جو اس کا حق تھا۔ اس کے ردعمل میں بغاوت پیدا ہوئی جس نے اشتراکیت کا راستہ ہموار کیا۔ جب یہ نیا نظام وجود میں آیا تو اس اشتراکی نظام میں یہی سرمایہ مزید سکڑ کر چند ہاتھوں کی بجائے ایک پارٹی کی تحویل میں چلا گیا۔ محنت کش کی حالت وہی رہی۔ اسلام چونکہ دین فطرت ہے لہٰذا اس نے نہایت عادلانہ طرز پر سرمایہ دار اور محنت کش کے منصب میں توازن قائم کیا ہے، جس کی بنا پر مسلم معاشرہ طبقاتی کشمکش کا شکار نہیں ہوتا۔ زیرِ نظر تحقیق میں اسلام کے عطا کردہ نظام بہبود محنت کشاں کی روشنی میں حکومت اور پالیسی ساز اداروں کے لئے لائحہ عمل مرتب کیا گیا ہے۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ

☆...... اسلام میں معاشی فلاح کا تصور، تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ، مقالہ نگار: عصمت عظیم بلوچ، نگران: ڈاکٹر ممتاز احمد سالک، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور، 1986ء

☆...... معاشرتی بہبود کا تصور: اسلام اور عصری افکار کی روشنی میں، تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ، مقالہ نگار: طاہرہ بشارت، نگران: ڈاکٹر امان اللہ خان، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور، 1988ء

☆...... انسانی فلاح و بہبود میں شریعت اسلامیہ کا کردار، تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ، مقالہ نگار: محمد زاہد، نگران: ڈاکٹر سعید اللہ قاضی، شعبہ اسلامیات، پشاور یونیورسٹی، پشاور، 1998ء

☆...... اسلام میں زراعت کا تصور، تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ، مقالہ نگار: عبد الرؤف، نگران: ڈاکٹر سعید الرحمٰن، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان، 2004ء-2006ء

☆...... قوانینِ پاکستان میں اسلامی اصلاحات (1947ء تا 2000ء)، تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ، مقالہ نگار: طلعت صدیقی، نگران: ڈاکٹر حسام الدین، کلیہ معارف اسلامیہ، کراچی یونیورسٹی، کراچی، تکمیل: 2006ء

☆...... اقبالؒ اور تصورِ محنت، تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ، مقالہ نگار: سبحان الدین، نگران: پروفیسر احسان اکبر، شعبہ اقبالیات، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، 2006ء

☆...... بنیادی انسانی حقوق: خلافت راشدہ اور عصر حاضر، تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ، مقالہ نگار: محمد طاہر ضیاء، نگران:ڈاکٹر مدثر احمد، شعبہ علوم اسلامیہ وعربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد، 2005ء-2007ء

☆...... محنت کشوں کے حقوق اسلام کی روشنی میں، تحقیقی مقالہ برائے ایم اے علوم اسلامیہ، مقالہ نگار: ریحانہ کمال، نگران:ڈاکٹر نور الدین جامی، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاؤالدین زکریایونیورسٹی ملتان، 2007ء

☆...... اصلاح معیشت اور تعلیمات نبویہ، تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ، مقالہ نگار: مہوش اعظم، نگران: ڈاکٹر ممتاز احمد سالک، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور، 2008ء

☆...... لاہور کی صنعتوں میں لیبر قوانین کی تنفیذ اور اسلامی تعلیمات، تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ، مقالہ نگار: سائرہ خانم،، نگران:ڈاکٹر سعدیہ گلزار، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور کالج فار ویمن یونیورسٹی لاہور، 2016ء

☆...... خانہ بدوش اور بھٹہ مزدوروں کے حقوق اسلام کی روشنی میں، تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ، مقالہ نگار: عبدالشفیق،، نگران:ڈاکٹر حافظ افتخار احمد، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، 2019ء

مندرجہ بالا تحقیقات نے محنت کشی کے قوانین اور بہبود مزدور پر تو بحث کی ہے لیکن اسلام کے نقطۂ نظر سے محنت کشوں کے نظام بہبود کا مفصل تجزیہ کسی ایک تحقیق میں منظر عام پر نہیں آیا۔ نیز کچھ تحقیقات صرف بھٹہ مزدور، صنعتی لیبر وغیرہ پر بحث کرتی ہیں اور دیگر محنت کشوں کو چھوڑ دیتی ہیں۔ وطن عزیز پاکستان میں محنت کشوں کے حقوق متعین کرنے کیلئے موجودہ لیبر پالیسی 2010ء کا تجزیاتی و تقابلی جائزہ تا حال پیش نہیں کیا گیا جو اس تحقیق کا نمایاں حصہ ہے۔

سابقہ تحقیقی کام میں موجود خلا

محققین نے محنت کشی کے قوانین اور بہبودِ مزدور پر تو بحث کی لیکن اسلام کے نقطہ نظر سے محنت کشوں کے نظام بہبود کا مفصل تجزیہ کسی مستقل تحقیق کی صورت میں اس سے قبل منظر عام پر نہیں آیا۔ عہد نبوی میں محنت کشی اور بہبود محنت کشاں کے عملی اقدامات کی تفصیل بھی کسی تحقیق میں یکجا پیش نہیں کی گئی۔ نیز حکومت پاکستان کی موجودہ لیبر پالیسی کا اسلام کے نظام بہبود محنت کشاں سے تقابل اور قابل اصلاح پہلوؤں کی نشاندہی بے حد اہمیت کا حامل کام تھا تو تاحال تشنۂ تحقیق تھا۔

موضوع تحقیق کی اہمیت

کسی ملک کی مجموعی قومی ترقی اور خوشحالی کا انحصار بڑی حد تک اس ملک کے زرعی، صنعتی اور تجارتی شعبوں کی کارکردگی پر ہے اور ان تینوں شعبوں میں بنیادی کردار "محنت کش" ہی ادا کرتے ہیں۔ گویا کہ معاشی ترقی اور محنت کشوں کی فلاح و بہبود ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ وطن عزیز پاکستان جو ترقی کے ارتقائی دور سے گزر رہا ہے یہاں محنت کشوں کے اس مثبت کردار کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اسلامی مملکت ہونے کے ناتے ضروری تھا کہ حکومت پاکستان کی لیبر پالیسی کا جائزہ لیا جائے اور اسے اسلام کے نظام بہبود محنت کشاں سے ہم آہنگ کرنے کیلئے سفارشات پیش کی جائیں۔ عصری تقاضوں کے مطابق محنت کشوں کی بہبود کیلئے یہ تحقیق اہمیت کی حامل ہے۔

مقاصدِ تحقیق

تحقیق کا اولین مقصد ذاتِ باری تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا اور اُس کی رحمت کے سائے میں جگہ پانا ہے۔ تاکہ اللہ تعالی اس مبارک عمل کے ذریعے اسلام کے نظام بہبود محنت کشاں کی عملی تنفیذ کیلئے ہمارے اندر عزم اور حوصلہ پیدا کرے اور ہم کارخانوں اور دفاتر میں ہر طبقہ کے ملازمین اور عام محنت کشوں کی بہبود اور ان میں فکر و شعور کی تعمیر کا فریضہ صحیح طور پر ادا کر سکیں۔ تحقیق کے ذیلی مقاصد حسب ذیل ہیں:

☆...... محنت اور بہبود محنت کشاں کے دائرہ کار، فضیلت، اہمیت اور برکات کا تفحص کیا گیا ہے۔

☆...... انبیائے کرام علیہم السلام کے اُسوۂ محنت کے ذریعے مسلمانوں میں وہ جذبہ اور لگن پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس کے ہوتے ہوئے کٹھن ترین لمحات میں بھی محنت کشی اور تعمیری سرگرمیوں سے کنارہ کش نہ ہوں۔

☆...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی تعلیمات اور بہبود محنت کشاں کے عملی اقدامات کا جائزہ لے کر ان سے استفادہ کی صورت پیدا کی گئی ہے۔

☆...... اسلامی نظام بہبود محنت کشاں اور حکومت پاکستان کی لیبر پالیسی کے تقابل کے بعد قابل اصلاح پہلوؤں کی نشاندہی اور سفارشات پیش کی گئی ہیں۔

☆...... عصر حاضر میں محنت کشوں کو درپیش مشکلات کا حل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔

سوالاتِ تحقیق

☆...... قرآن و سنت میں محنت اور بہبود محنت کشاں کا دائرہ کار کیا ہے؟

☆...... نبی کریم ﷺ اور انبیائے سابقین علیہم السلام کے اُسوہ محنت میں ہمارے لئے کیا دروس اور حکمتیں پوشیدہ ہیں؟

☆...... اسلام نے محنت کشوں کے کیا حقوق و فرائض متعین فرمائے نیز عہد نبوی میں محنت کشوں کی فلاح و بہبود کے لئے کیا کیا عملی اقدامات کئے گئے؟

☆...... کیا حکومت پاکستان کی لیبر پالیسی اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہے؟

☆...... عصر حاضر میں محنت کشوں کے مسائل کو اسلام کے نظام بہبود محنت کشاں کی روشنی میں کیسے حل کیا جاسکتا ہے؟

اسلوب تحقیق

اس مقالہ کی تیاری میں جو اسلوب پیش نظر رکھا گیا ہے اُس کا تعارف درج ذیل ہے:

☆...... تحقیق کی تمام اقسام اپنی علیحدہ حیثیت رکھنے کے باوجود ایک مشترکہ پہلو بھی رکھتی ہیں۔ وہ یہ ہے کہ یہ تمام اقسام اکثر اوقات تحقیقی عمل کے دوران اکٹھی ہو جاتی ہیں۔ کوئی محقق کسی ایک قسم کو مد نظر رکھ کر اپنی تحقیق مکمل نہیں کر سکتا بلکہ اسے بسا اوقات دو اقسام کو ملا کر اور اکثر اوقات اس سے زیادہ اقسام کو ملا کر اپنی تحقیق مکمل کرنی پڑتی ہے۔ مقالہ ہذا کو تحریر کرتے ہوئے کیفیاتی تحقیق (Qualitative Research) کا طریقہ اپنایا گیا ہے۔ اکثر مقامات پر بیانیہ تحقیق (Descriptive Research) کو بھی ساتھ ملایا گیا ہے۔ حکومت پاکستان کی لیبر پالیسی کا اسلامی تعلیمات سے تقابل اور موازنہ کرنے کیلئے تقابلی منہج تحقیق (Comparative Research) اختیار کیا گیا ہے۔ لیبر قوانین کے حوالے سے جمع شدہ معلومات کا تجزیاتی مطالعہ کر کے آخر میں نتائجِ تحقیق مرتب کئے گئے ہیں۔

☆...... قرآن کریم، کتب احادیث اور کتب سیر و مغازی کے ساتھ ساتھ تاریخ کے مصادر اور بعض ثانوی کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے۔ تحقیق میں جہاں مناسب سمجھا گیا وہاں صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث کے ساتھ ساتھ امامیہ کی اصول اربعہ اور دیگر کتب سے روایات بھی لی گئی ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کے اُسوۂ محنت کشی اور بہبودِ محنت کشاں کے لئے نبوی منصوبہ بندی پر روشنی ڈالی جائے اور ان سے ٹھوس نتائج اخذ کئے جائیں۔

☆...... اس مقالہ میں مزدور، کاشتکار، ملازم اور نوکر وغیرہ کے لئے ایک ہی اصطلاح "محنت کش" استعمال کی گئی ہے۔ اسی اصطلاح کے ذریعے ان تمام الفاظ کے متعلق مسائل و مباحث کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ اجیر (اُجرت لینے والا) کا لفظ کئی مقامات پر انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے کیونکہ قرآن و حدیث میں محنت کش کے لئے اس لفظ کا استعمال عام ہے۔

احادیث مبارکہ میں بعض غلاموں کے متعلق باتیں بھی محنت کش کے معنوں میں ہی حوالے کے طور پر دی گئی ہیں۔ عہد رسالت میں عام طور پر اسی طبقہ سے ذاتی ملازمت اور محنت و مزدوری کا کام لیا جاتا تھا اس لئے ان کے بارے میں جو احکامِ نبوی ہیں ان کے مصداق ہمارے زمانے کے ذاتی ملازم، اجیر، مزدور اور تمام محنت کش افراد ہیں۔

☆...... متن میں جہاں اقتباسات آئے ہیں، انہیں واوین (Inverted Commas) میں درج کیا گیا ہے جبکہ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کو انڈینٹ (Indent) دے کر نمایاں کیا گیا ہے۔

☆...... قرآنی آیات، احادیث نبویہ اور واقعات سیرت و مغازی کی تخریج کا اہتمام اس طرح کیا گیا ہے:

(ا) قرآن کریم: سورت کا نام، نمبر اور آیت کا نمبر مثلاً: سورۃ القصص:28/ 26

(ب) احادیث: صحیحین اور سنن اربعہ کا حوالہ دیتے ہوئے مجموعۂ حدیث کا نام، کتاب کا نام، باب کا نام اور حدیث نمبر درج کیا گیا ہے، جبکہ امامیہ کے اصول اربعہ اور دیگر کتب احادیث کی تخریج میں کتاب کی جلد نمبر، صفحہ نمبر اور بعض اوقات حدیث کا نمبر بھی دیا گیا ہے۔ تکرار سے بچنے کیلئے ہر کتاب کی مکمل تفصیل ایک مرتبہ دے دی گئی ہے۔ اس کے بعد حوالہ اس انداز سے دیا گیا ہے۔ مثلاً: صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ذکر الخیاط، حدیث:2092

(ج) شروحات احادیث اور کتب سیرت میں سے جو کتاب ایک جلد میں ہے، وہاں کتاب کا نام اور صفحہ نمبر درج ہے اور متعدد جلدوں والی کتاب میں اس کا نام، جلد نمبر اور صفحہ نمبر لکھ دیا گیا ہے۔

☆...... حوالہ جات کا اندازِ تحریر درج ذیل ہے: (عنوان کتاب، نام مصنف، ناشر، مقام اشاعت، سن اشاعت، جلد نمبر، صفحہ نمبر)۔ مثلاً: بصائر الدرجات، علامہ ابو جعفر حسن بن فروخ الصفارؒ، منشورات الشریف الرضی، 1398ھ، ص:2/177

☆...... حوالہ میں جس مصنف اور کتاب کی مکمل تفصیل ایک دفعہ دے دی گئی ہے تو آئندہ کے صفحات میں تکرار سے بچنے کے لئے کتاب کا مختصر نام، جلد نمبر، اور صفحہ نمبر ہی درج کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اگر کتاب کی تاریخ اشاعت درج نہیں ہے تو حوالہ میں اس کے لئے (سن ندارد) لکھا گیا ہے۔ اگر حوالہ میں صفحہ نمبر 3 سے 5 تک درج کرنا مقصود تھا تو (ص ص 3 – 5) درج کیا گیا ہے۔ اسی طرح صفحہ نمبر کے لئے (ص)، سن ہجری کے لئے (ھ)، اور سن عیسوی کے لئے (ء) لکھا گیا ہے۔ حوالہ جات کو ہر صفحہ کے نیچے فُٹ نوٹس پر درج کرنے کا التزام کیا گیا ہے۔

☆...... اقتباسات سے استفادہ مقالہ کا حصہ ہے۔ براہِ راست اقتباس کی صورت میں کسی جگہ نامطلوب عبارت کو اگر حذف کیا گیا ہے تو اس کے لئے یہ علامت (---) لگائی گئی ہے۔ مذکورہ ہر دو طریقوں کے اقتباسات کے حوالہ جات کے اندراج کو یقینی بنایا گیا ہے۔

☆...... مقالہ میں جسمانی محنت کرنے والے مزدوروں پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان محنت کشوں کیلئے بھرپور راہنمائی مہیا فرمائی جو جسمانی مشقت اور ہاتھوں کی محنت سے اپنی معاش حاصل کرتے تھے۔ اس حوالے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تقریباً چالیس مختلف شعبوں سے وابستہ تھے جن پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ حکومت پاکستان کی لیبر پالیسی بھی صنعت وزراعت کے جسمانی محنت کشوں پر ہی بحث کرتی ہے۔

☆...... مقالہ کے مختلف موضوعات کے متعلق قرآن و سنت سے راہنمائی کے ساتھ ساتھ حسب استطاعت انبیائے سابقین علیہم السلام اور رسول کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے واقعات درج کیے گئے ہیں۔ نیز اہل بیت و اصحاب رضی اللہ عنہم اور دیگر سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال حسب ضرورت تحریر کیے گئے ہیں۔

بابِ اوّل: اسلام میں محنت کشی کا مقام و مرتبہ اور بہبودِ محنت کشاں کی اہمیت و دائرہ کار

فصل اوّل: محنت کشی اور بہبودِ محنت کشاں کا مفہوم و تعارف
فصل دوّم: محنت کشی کی اہمیت و فضیلت
فصل سوّم: بہبود محنت کشاں کی اہمیت

فصل اوّل: محنت کشی اور بہبودِ محنت کشاں کا مفہوم و تعارف

محنت کی تعریف:

لفظ "محنت" اگرچہ عربی زبان ہی کا ہے، مگر نہ قرآن مجید میں اس معنی میں استعمال ہوا ہے، نہ حدیث نبوی میں اور نہ ہی موجودہ فصیح عربی میں یہ اس معنی میں مستعمل ہے۔ قرآن و حدیث کی اصل اصطلاح "عامل" ہے، یعنی عمل کرنے والا اور دوسرا لفظ "اجیر" استعمال ہوتا ہے۔

اُردو لغت میں محنت کا معنی ہے آزمائش، بلا، مشقت، ریاضت، کوشش، سرگرمی، مزدوری، کام کاج، روزینہ، کام کی اُجرت، رنج، دکھ، تکلیف سہنا، اپنی وسعت کے مطابق پوری پوری کوشش کرنا۔[1] ڈاکٹر محمد اقبالؒ اپنی معروف کتاب "علم الاقتصاد" میں محنت کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"دولت کی پیدائش کا دوسرا وسیلہ محنت ہے جس سے مراد وہ جسمانی یا غیر جسمانی سعی ہے جو کسی مقصد کے حصول کے لئے کی جاتی ہے قطع نظر اس خوشی یا لذت کے جو اس سعی کے دوران حاصل ہو۔"[2]

جدید معاشیات میں "محنت" سے مراد عرف عام اور علمی دُنیا دونوں میں افراد کی جسمانی یا دماغی کاوش ہے جس کے معاوضہ میں انہیں روپیہ پیسہ ملتا ہے۔ کاشتکار، کان کن، لوہار، ترکھان، ڈرائیور، قلی، مزدور، ماہی گیر وغیرہ جسمانی محنت کرتے ہیں۔ ڈاکٹر، پروفیسر، جج، اکاؤنٹنٹ، کلرک وغیرہ ذہنی محنت کرتے ہیں۔ پروفیسر ایستھم (Esthum) کا کہنا ہے:

"محنت کی اصطلاح میں وہ تمام انسانی خدمات شامل ہوتی ہیں جن کے بدلے معاوضہ ادا کیا جائے۔ یہ معاوضہ براہ راست اُجرت کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے یا کسی قابل خرید و فروخت شے کی صورت میں بھی۔"[3]

پروفیسر مارشل (Marshel) کہتا ہے:

"محنت سے مراد وہ ذہنی یا جسمانی کاوش ہے جو جزوی یا کلی طور پر کسی ایسے مقصد کے لئے کی جائے جو اس لذت سے مختلف ہو جو اس کام کے کرنے میں براہ راست حاصل ہو۔"[1]

1۔ نور اللغات، مولوی نور الحسن نیر کاکورویؒ، جنرل پبلشنگ ہاؤس، کراچی، 1959ء، ص:4/ 316

2۔ علم الاقتصاد، علامہ محمد اقبالؒ، (م1938ء)، اقبال اکادمی، لاہور، 1977ء، ص:72

3۔ آسان علم معاشیات، پنڈت دیاشنکر دوبے، الہٰ آباد یونیورسٹی، لالہ رام نرائن لعل بکسیلر، الہٰ آباد، 1941ء، ص:31

لیکن اگر پروفیسر گھر میں اپنے بچوں کو پڑھاتا ہے، ڈاکٹر گھر میں اپنے بچوں یا رشتہ داروں کا علاج کرتا ہے یا اکاؤنٹنٹ اپنے گھر کے اخراجات کا حساب کتاب کرتا ہے تو اگرچہ یہ بھی ذہنی کام کرتے ہیں مگر انہیں کوئی معاوضہ نہیں ملتا لہٰذا ہماری مذکورہ تعریف کے مطابق یہ محنت نہیں۔ اسی طرح مزدور اپنے گھر کی دیوار تعمیر کرتا ہے اگرچہ وہ سخت جسمانی محنت کرتا ہے مگر معیشت دان اس کو بھی محنت نہیں کہیں گے۔

وسائل پیداوار (Factors of production) میں "محنت" بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ جسمانی محنت میں وہ تمام قسم کی کوششیں شامل ہیں جو حصول زر کے لئے کی جاتی ہیں اور ذہنی محنت میں ایک کلرک کے کام سے لے کر تنظیم اور منصوبہ بندی تک شامل ہیں۔ یہ جدید معاشیات کا محنت کے بارے میں تصور ہے جسے اسلامی معاشیات کی جزوی حمایت حاصل ہو سکتی ہے مگر اسلامی معاشیات میں محنت کا مفہوم بڑا جامع ہے اور جدید معاشیات کی تنگ دامنی سمجھئے کہ جدید معیشت دانوں نے اسے محدود کر دیا ہے اور اسے حصولِ زر کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ اس کے علاوہ معاشرہ میں دماغی کام کرنے والوں (ڈاکٹرز، پروفیسرز، سرکاری افسران وغیرہ) کو ان کے عہدوں کی وجہ سے عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جبکہ مزدور، ترکھان، موچی، حجام، دھوبی وغیرہ کو کم تر سمجھا جاتا ہے اور ان کا معیار و مقام ان کے پیشوں کی وجہ سے متعین کیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ بھی دوسروں کی طرح معاشی جدوجہد (Economic Activity) میں حصّہ لے رہے ہوتے ہیں۔ یہ سوچ غیر اسلامی ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

اگرچہ اسلام کا اصلی ہدف لوگوں کی ہدایت اور ان کی فکر و روح اور روحانی فضائل کی ترقی ہے لیکن وہ ایک صحیح اور آبرومندانہ معیشت کو بھی جو اس ہدف کے حصول کے حتمی مقدمات میں سے ہے، بے حد اہمیت دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام ان دونوں کو باہم مربوط سمجھتا ہے اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اقتصادی وضع کی ترقی سے روح کی ارتقاء کی بھی بہتر کوشش کی جا سکتی ہے اور اس کے برعکس ایک نادار شخص جلد ہی طرح طرح کی سرکشیوں میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلامی معاشیات نے مذکورہ بالا تصورِ محنت کو نہایت کوتاہ اور قابل اصلاح سمجھا۔ اسلام کی نگاہ میں دُنیوی زندگی محنت کرنے اور اس کے نتیجہ میں اس دُنیا اور آخرت کی زندگی کو بنانے کے لئے ہے۔ لہٰذا انسان جو بھی جسمانی یا ذہنی محنت کرے گا اس کا بدلہ یا تو دُنیا میں مادی صورت میں ملے گا یا آخرت میں رضائے الٰہی اور جنت کی صورت میں ملے گا۔ اس لئے اسلام نے محنت کو عبادت سے تعبیر کیا ہے۔

1۔ آسان علم معاشیات، ص:32

اسلامی معاشیات میں "محنت" ہر اس ذہنی اور بدنی جدوجہد کا نام ہے جس کے بدلے دنیا میں مادی معاوضہ ملے، جس کے ذریعے انسان اپنی اور اپنے متعلقین اور معاشرہ کے مستحق اور ضرورتمند افراد کی معاشی ضروریات پوری کرسکے، معاشی خوشحالی کا ذریعہ بنے یا اس کے بدلے میں ثواب ملے جو دنیا و آخرت دونوں کے لئے ذریعۂ کامیابی و خوشحالی ہو۔[1]

کسی شخص کا ملازمت کر کے روپیہ کمانا اور اس سے والدین، اولاد اور حقداروں کی ضروریات پوری کرنا، گھر پر رہ کر اپنے بچوں کو پڑھانا اور والدین کی خدمت کرنا محنت اور نیکی ہے۔ اسی طرح ایک پروفیسر کا یونیورسٹی میں پڑھا کر ہر ماہ کے خاتمہ پر کچھ روپے گھر لانا اور اپنے خاندان پر خرچ کرنا بھی محنت اور نیکی ہے۔ کیونکہ ان دونوں محنتوں میں سے وہ ایک طرف انسانی سرمایہ تیار کر رہا ہے اور دوسری طرف نیکی اور ثواب بھی کما رہا ہے جو بندگانِ خدا کی زندگی کا اصل مقصد ہے۔ قرآن کریم اس طرف یوں اشارہ فرماتا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُون ﴾[2]

ترجمہ: میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لئے پیدا کیا کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔

انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔ اسلام میں عبادت کا مفہوم بڑا وسیع ہے چنانچہ معاشی میدان میں خواہ جسمانی محنت ہو یا ذہنی کاوش، اگر وہ یہ جدوجہد احکامِ خداوندی اور رسول کریم ﷺ کی ہدایات کے مطابق کرتے ہیں تو یہ بھی عبادت شمار ہوگی۔ محنت میں ایمانداری، سچائی اور احساسِ ذمہ داری نہ صرف حصولِ مال کا ذریعہ اور معاشرہ میں عزت و تکریم کا باعث ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کا ذریعہ بھی ہوگا اور آخرت میں اجر و ثواب ملنے کی ضمانت بھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً﴾[3]

ترجمہ: جس نے موت اور حیات کو اس لئے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے۔

محنت کے ذریعے ثواب، دُنیوی زندگی کی خوشحالی اور کامیابی کا ذریعہ بننا اس طرح ہے کہ ثواب نیکی کے کاموں میں ملتا ہے اور نیکی بذاتِ خود انسان میں نشاط، پابندیٔ وقت اور دیانتداری کے جوہر پیدا کرتی ہے جو کسی بھی معاشی سرگرمی کی کامیابی کی ضمانت ہیں۔ قرآن کریم محنت کے اس جامع تصور کو یوں بیان فرماتا ہے:

﴿وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوا وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴾[1]

1۔ اسلام کا معاشی نظام، ڈاکٹر نور محمد غفاری، شیخ الہندؒ اکیڈمی، کراچی، 1992ء، ص:219

2۔ سورۃ الذاریات: 51 / 56

3۔ سورۃ الملک: 67 / 2

ترجمہ: اور ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کے مطابق درجے ملیں گے تاکہ وہ انہیں ان کے اعمال کے پورے بدلے دے اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

اسلامی معاشیات کے جامع تصورِ محنت میں ہر فرد کی ہر جدوجہد محنت ہے جو دُنیوی یا اُخروی فائدہ کا ذریعہ بنے۔ دراصل محنت ہی وہ کلید ہے جس کے ذریعے انسان، انسانی سرمایہ اور دیگر وسائل دولت کو استعمال کر کے یا اُنہیں کارآمد بنا کر معاش پیدا کرتا ہے، دولت کماتا ہے اور پیدائشِ دولت کے عمل کو جاری رکھتا ہے۔ اس طرح اسلام کا تصورِ محنت نہایت جامع، خوش کن اور آخرت کی کامیابی کا ضامن ہے اور معاشی و معاشرتی فوائد فراہم کرتا ہے۔

محنت کی اقسام:

جسمانی محنت:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں محنت کی جسمانی قسم کا ذکر ایک نبی علیہ السلام کے مبارک عمل سے کرتے ہیں۔ اس سے جہاں جسمانی محنت کا ثبوت قرآن کریم سے ملتا ہے وہاں محنت کی عظمت کو بھی چار چاند لگ جاتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب مصر سے ہجرت فرما کر مدین پہنچے تو سیدنا شعیب علیہ السلام نے ان سے اپنی دُختر کا نکاح اس شرط پر کرنے کی آمادگی ظاہر کی کہ وہ آٹھ سال ان کے ہاں رہ کر ان کی بکریاں چرائیں۔ گویا کہ بیٹی کا حق مہر آٹھ سال کی جسمانی محنت ٹھہرایا، جسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے شرف قبولیت بخشا۔ قرآن کریم اس واقعہ کی منظر کشی ان الفاظ میں فرماتا ہے:

﴿قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَى أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ﴾[2]

ترجمہ: اس بزرگ نے کہا: میں اپنی ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کو آپ کے نکاح میں دینا چاہتا ہوں اس پر کہ آپ آٹھ سال تک میرا کام کریں۔ ہاں اگر آپ دس سال پورے کریں تو یہ آپ کی طرف سے بطور احسان ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس معاہدہ محنت کو قبول کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ذَلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَاللَّهُ عَلَى مَا نَقُولُ وَكِيلٌ﴾[3]

1۔ سورۃ الاحقاف:46/19

2۔ سورۃ القصص:28/27

3۔ سورۃ القصص:28/28

ترجمہ: تو یہ بات میرے اور آپ کے درمیان پختہ ہو گئی، میں ان دونوں مدتوں میں سے جسے پورا کروں مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو، ہم یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس پر اللہ کارساز ہے۔

اسی طرح سیدنا خضر علیہ السلام کی جسمانی محنت کا تذکرہ قرآن کریم نے یوں فرمایا:

﴿فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ﴾[1]

ترجمہ: پس دونوں نے وہاں ایک دیوار پائی جو گرا ہی چاہتی تھی۔ اس نے اسے ٹھیک اور درست کر دیا۔

مغربی معاشیات میں محنت سے مراد صرف انسانی جسمانی جدوجہد ہے جو کسی معاوضہ کے بدل کی جائے۔ نیز اس میں محنت کرنے والے جانوروں کا ذکر نہیں۔ مثلاً بیل، اُونٹ، گھوڑے وغیرہ۔ لیکن اسلامی معاشیات میں ان جانوروں کو بھی شامل کیا گیا ہے جو محنت میں کام آتے ہیں، اُن کے حقوق کا خیال رکھا گیا ہے اور اُن سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((افلا تتقی فی ھذہ البھیمی التی ملک اللہ ایاھا انک جیعه و تدبئنه؟))[2]

ترجمہ: اس جانور کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے کہ اس نے اپنے فضل سے اس کو تمہارا محکوم بنا دیا ہے، اس سے کام زیادہ لیتے ہو اور بھوکا رکھتے ہو؟

دماغی محنت:

عام لوگ محنت کے نام سے صرف جسمانی محنت کو جانتے ہیں مگر محنت کی زیادہ بڑی قسم وہ ہے جس کا نام دماغی محنت ہے۔[3] سیدنا یوسف علیہ السلام کو جب عزیزِ مصر (ریان بن ولید) نے اپنے خواب کی تعبیر کی خوشی میں جیل خانہ سے نکالا اور ان سے گفتگو کی تو ان کی دماغی صلاحیتوں کو بھانپ کر کہنے لگا:

﴿إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِين﴾[4]

ترجمہ: یقیناً آج کے دن سے آپ ہمارے نزدیک ذی عزت اور امانت دار ہیں۔

1۔ سورۃ الکہف: 18/77

2۔ سنن ابی داؤد، ابی داؤدؒ، الحافظ سلیمان بن الاشعث السجستانی، کتاب الجہاد، باب فی نزول المنازل، دارالسلام، الریاض، 1999ء، حدیث: 2551

3۔ سرمایہ و محنت، شوکت سبز واری، ماہنامہ فکر و نظر اسلام آباد، جنوری 1972ء، شمارہ ۷، ص: 500

4۔ سورۃ یوسف: 12/54

گویا عزیزِ مصر، سیدنا یوسف علیہ السلام کو اپنا مصاحب اور مشیر خاص بنانا چاہتا تھا۔ آپ علیہ السلام نے یہ خیال فرمایا کہ اگر عہدہ قبول کرنا ہی ہے تو پھر کیوں نہ ایسا عہدہ لیں جس میں ملک اور قوم کی خدمت کا پہلو نمایاں ہو۔ لہٰذا آپ علیہ السلام نے وزیر خزانہ و خوراک کا منصب پسند فرمایا۔ جیسا کہ قرآن کریم اُن کی زبانی فرماتا ہے:

﴿اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيم﴾[1]

ترجمہ: آپ مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے، یقیناً میں حفاظت کرنے والا اور باخبر ہوں۔

سیدنا یوسف علیہ السلام اچھی طرح جانتے تھے کہ ظلم سے بھرے اس معاشرے کی پریشانیوں کی ایک اہم بنیاد اس کے اقتصادی مسائل ہیں۔ لہٰذا انہوں نے سوچا کہ اب جب کہ انہیں مجبوراً آپ علیہ السلام کی طرف آنا پڑا ہے تو کیا ہی اچھا ہے کہ مصر کی اقتصادیات کو اپنے ہاتھ میں لے لیں اور محروم و مستضعف عوام کی مدد کے لئے آگے بڑھیں، جتنا ہو سکے طبقاتی تفاوت اور اُونچ نیچ کو کم کریں، مظلوموں کا حق ظالموں سے لیں اور اس وسیع ملک کی بدحالی کو دور کریں۔

اکثر کام ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لئے دماغی محنت کی ضرورت ہوتی ہے جیسے وزیر، مشیر، پروفیسر، ڈاکٹر، وکیل، اکاؤنٹنٹ، کلرک وغیرہ ذہنی کام کر کے تنخواہ کی شکل میں روپیہ پیسہ حاصل کرتے ہیں۔ احادیث مبارکہ میں جہاں "ہاتھ کی کمائی" کا ذکر آیا ہے علماء نے اس سے "محنت کی کمائی" مراد لی ہے، وہ محنت خواہ ہاتھ پاؤں سے ہو یا دماغ سے۔ چنانچہ حساب کتاب، منصوبہ بندی اور انتظامی و دفتری نوعیت کے کام بھی اسی میں داخل ہیں۔

استقلالی محنت:

اس سے وہ محنت مراد ہے جو انسان اپنے نجی کاروبار پر کرتا ہے۔[2] مثلاً اپنی ذاتی تجارت کرتا ہے، دوکانداری کرتا ہے، ورکشاپ چلاتا ہے، زراعت کرتا ہے یا صنعت و حرفت کے ذریعے اپنا کام خود کرتا ہے۔

اُجرتی محنت:

وہ محنت ہے جو اُجرت اور مزدوری پر دوسروں کے کارخانوں، دوکانوں اور دفتروں میں سرانجام دی جاتی ہے، اُجرتی محنت کہلاتی ہے۔[3] آج کل کی اصطلاح میں محنت کش صرف اُجرتی مزدوروں کو کہا جاتا ہے اور اُنہی کے حقوق کی

1۔ سورۃ یوسف: 12/55

2۔ اسلام کا قانون محنت، ریاض حسین (ایم اے)، اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، لاہور، مئی 1990ء، ص18

3۔ اسلام کا قانون محنت، ص19

باتیں ہوتی ہیں۔ جبکہ محنت کے اسلامی تصور میں ہر طرح کی محنت کرنے والے محنت کش کہلاتے ہیں، اسلام دونوں قسم کے محنت کشوں کو مقام اور درجہ دیتاہے اور دونوں کے حقوق تسلیم کرتاہے۔

محنت کش کی تعریف:

محنت کے اساسی ارکان میں سے ایک اہم رکن اجیر ہے۔ اس سے مراد وہ محنت کش جس سے اُجرت پر کام لیا جائے۔ محنتی، جفاکش، کوشاں، ساعی، مزدور، اجیر، اُجرت پانے والا۔[1] جب ہم لفظ "محنت کش" استعمال کرتے ہیں تو اس سے مراد وہ انسان ہے جس کی جدوجہد کا ثمر قوم کی بہتری اور مجموعی مفاد کے لئے ہوتا ہے۔ ناجائز کاروبار میں محنت اور حصول حرام میں کاوش انسان کو محنت کش نہیں بناتے بلکہ یہ اعمال محنت کش کی محنت کا استحصال کرتے ہیں۔

محنت کش معاشرے کا معزز فرد ہے۔ ایک ایسا فرد جس کی زندگی کا ہر سانس معاشرے کے لئے توانائی اور قوت کا سرمایہ ہے۔ قوموں کے عروج وزوال کی داستانیں محنت کش کی مثبت یا منفی رُوداد ہیں۔ قرآن کریم میں محنت کش کے لئے ایک اور اصطلاح اجیر بھی استعمال ہوئی ہے، جیسا کہ سیدنا موسیٰ اور سیدنا شعیب علیہما السلام کی بیٹیوں کے قصے کے تحت مذکور ہے:

﴿قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِين﴾[2]

ترجمہ: ان میں سے ایک (لڑکی) نے کہا: اے (میرے) والد گرامی! انہیں اپنے پاس اُجرت پر رکھ لیں بیشک بہترین شخص جسے آپ مزدوری پر رکھیں وہی ہے جو طاقتور امانتدار ہو۔

اسی طرح قرآن کریم میں اجیر کے لئے چند مخصوص اصطلاحات بھی استعمال کی گئی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ الکاسب: کاسبٌ سے مراد حصول رزق کے لئے کوشش کرنے والے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے بھی اجیر کے لئے "الکاسب" کی اصطلاح استعمال فرمائی ہے۔

۲۔ فقیر: قرآن کریم میں ایک مقام پر لفظ "فقیر" ایک ایسے مزدور کے لئے استعمال ہوا ہے جو جسمانی حیثیت سے تو تندرست وتوانا ہے اور امانت دار بھی ہے لیکن زمانے نے اسے بے روزگار بنا رکھا ہے۔ چنانچہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں مذکور ہے:

﴿فَسَقَى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّى إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ ﴾[1]

1۔ سرہندی، وارث، قاموس مترادفات، اُردو سائنس بورڈ، لاہور، 1986ء، ص:275

2۔ سورۃ القصص:28/ 26

ترجمہ: پس آپ (سیدنا موسیٰ علیہ السلام) نے خود اُن کے جانوروں کو پانی پلا دیا، پھر سائے کی طرف ہٹ آئے اور کہنے لگے: اے پروردگار! تو جو کچھ بھلائی میری طرف اُتارے، میں اُس کا محتاج ہوں۔

اس آیت کریمہ میں "فقیر" کا لفظ ایک تنومند اور امانتدار لیکن بے روزگار محنت کش کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

۳۔ مسکین: محنت کش کے لئے ایک اور اصطلاح "مسکین" بھی استعمال کی گئی ہے جو کہ "مساکین" کا واحد ہے۔ امام بیضاویؒ کے مطابق مسکین کا لفظ "سکون" سے ماخوذ ہے، جس کو عجز نے ساکن کر دیا ہو۔[2]

۴۔ لیبر (Labour): جدید معاشیات میں لفظ "لیبر" عام محنت کش کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے اور اس سے مراد ہے ایسا محنتی شخص جسے عام ماہرانہ یا غیر ماہرانہ کام یا خدمت کے صلے میں معاوضہ دے کر رخصت کر دیا جائے۔

"Productive activity paid for by someone else"[3]

مفردات القرآن میں ہے:

((الذی یقهر فیتسخر بارادته))[4]

ترجمہ: جو اپنی ضرورتوں سے مجبور ہو کر اپنی خوشی یا ارادے سے کام میں لگ جائے۔

ان سب اصطلاحات میں ایک بات مشترک ہے کہ اس میں تحصیل معاش کے لئے انسانی توانائی کا عمل دخل کار فرما ہوتا ہے۔ ہر وہ شخص جو اپنے وقت اور ذہنی و جسمانی صلاحیتوں کے عوض اُجرت لے رہا ہو محنت کش کہلائے گا۔ محنت کش کے مترادف ہی استعمال ہونے والا ایک لفظ "مزدور" ہے مگر ان میں ایک لطیف سا فرق پایا جاتا ہے۔ "مزدور" فارسی زبان کا لفظ ہے اور "مُزد" اور "وَر" سے مرکب ہے۔ "مُزد" بمعنی اُجرت اور "وَر" بمعنی صاحب۔ اُردو میں م بالفتح مستعمل ہے۔ مزدوری کرنے والا، اُجرت پر کام کرنے والا، بوجھ اٹھانے والا۔[5]

جیسے فارسی کا مقولہ ہے۔ "مزدور خوش دل کند کار بیش" یعنی کام کا اچھا صلہ پانے والا مزدور محنت سے کام کرتا ہے۔ اپنے معنی کے اعتبار سے تو اس کا اطلاق ہر نوع کی ذہنی و جسمانی محنت کرنے والے پر ہو سکتا ہے مگر ہمارے ہاں مزدور اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنے ہاتھ سے کام کرتا ہو اور اس میں فنّی صلاحیت کو قطعی دخل نہیں ہوتا۔ لہٰذا کام کی

1۔ سورۃ القصص: 28/ 24

2۔ انوار التنزیل و اسرار التاویل، امام بیضاویؒ نول کشور پریس، لکھنوء، ص: 1/ 338

3۔ سرمایہ و محنت، ص:500

4۔ مُفردات القرآن، امام حسین بن محمد بن مفضل بن محمد راغب اصفہانیؒ، ترجمہ و حواشی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدہُ فیروز پوریؒ، اسلامی اکادمی، لاہور، 1390ھ، ص:2/59

5۔ نور اللغات، ص:2/ ۵۳۵

نگرانی کرنے والے بھی مزدور کی تعریف میں نہیں آتے۔[1] ہمارے ہاں لیبر قوانین میں صنعتی مزدوروں کو ہی مزدور کہا گیا ہے اور سرکاری ملازمین کے لئے سول سرونٹ (civil servant) کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔

محنت کش کی صفات میں سے اہم ترین قدرت اور امانتداری ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ ﴾[2]

ترجمہ: بیشک بہترین شخص جسے آپ مزدوری پر رکھیں وہی ہے جو طاقتور امانتدار ہو۔

امام بخاریؒ نے "باب استئجار الرجل الصالح" (کسی نیک مرد کو مزدوری پر لگانا) باب قائم کر کے اس کے تحت مندرجہ بالا آیت کریمہ لائی ہے۔

محنت کشوں کی اقسام:

عام طور پر جو انسان دوسروں کا کام کر کے اپنی روزی کماتے ہیں، وہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔

اجیر خاص:

ایسا محنت کش جو صرف آپ کے لئے محنت کرے اور آپ کے سوا کسی اور کے لئے محنت نہ کرے اور اس کے ساتھ معاہدہ وقت اور کام کی بنیاد پر طے پائے۔ جیسے کاتب، دفتروں اور کارخانوں کے کلرک، نوکر اور کسی محکمہ کے ذمہ دار وغیرہ۔ سرکاری ملازمین بھی اجیر خاص کے زمرے میں آتے ہیں۔ اجیر خاص اپنے آپ کو آجر کے سپرد کر دینے پر اُجرت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

اجیر عام:

وہ محنت کش جو آپ کے لئے بھی محنت کرے اور دوسروں کے لئے بھی اور کسی خاص آدمی کے کام میں مقید نہ ہو۔ مثلاً حجام، دھوبی، درزی، الیکٹریشن، سنار اور بڑھئی وغیرہ۔ یہ لوگ کام کر کے ہی اُجرت کے مستحق ہوتے ہیں، لہٰذا کام کریں گے تو اُجرت پائیں گے ورنہ نہیں۔ ان کو اجیر مشترک بھی کہا جاتا ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ہے:

﴿إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَى أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ﴾[3]

1۔ اُردو جامع انسائیکلوپیڈیا، مولانا حامد علی خانؒ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، 1987ء، ص:1519

2۔ سورۃ القصص: 28/ 26

3۔ سورۃ القصص: 28/ 27

ترجمہ: میں اپنی ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کو آپ کے نکاح میں دینا چاہتا ہوں اس پر کہ آپ آٹھ سال تک میرا کام کاج کریں۔ ہاں اگر آپ دس سال پورے کریں تو یہ آپ کی طرف سے بطور احسان کے ہے۔

اس سے علماء نے اجارے کے جواز پر استدلال کیا ہے، یعنی کرائے اور اُجرت پر مرد کی خدمات حاصل کرنا جائز ہے۔ اور مرد کے لئے نوکری اور مزدوری کرنے میں کوئی قباحت، شرمندگی اور عار نہیں ہے۔ ماہرینِ اقتصادیات نے محنت کے حوالے سے افراد کی تین اقسام بیان کی ہیں:

(۱) وہ افرادِ معاشرہ جو اس کام کی سر انجام دہی میں جو ان کے سپرد کیا جائے اپنی وسعت کے مطابق پوری پوری کوشش کریں۔ ان تمام افراد کے معاوضت یکساں ہوں گے فرق اکتسابی استعداد کا ہو گا۔

(۲) وہ لوگ جو وسعت کے باوجود محنت نہ کریں کسی معاوضے کے مستحق نہ ہوں گے۔ اگر وہ وسعت کے باوجود کم محنت کرتے ہیں تو وہ کم معاوضے کے مستحق ہوں گے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى﴾[1]

ترجمہ: اور یہ کہ ہر انسان کے لئے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اُس نے کی۔

یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص محنت نہ کرے اور اس کی ذمہ داری اور بوجھ دوسرے لوگ اٹھائیں۔

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى﴾[2]

ترجمہ: اور کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔

اور یہی عدل کا تقاضا ہے۔

(۳) تیسری قسم کے لوگ جو کسی حادثے یا پیدائشی نقص کی وجہ سے محنت سے معذور ہوں۔، عدل کی رو سے تو کسی معاوضے کے مستحق نہیں لیکن قرآن کریم کے نظمِ ربوبیت میں عدل کے ساتھ احسان بھی ہے۔ احسان کے معنی یہ ہیں کہ معاشرے میں جہاں کہیں کسی شخص میں کوئی کمی آجائے تو اس کمی کو پورا کر کے توازن (حسن) کو قائم رکھا جائے۔

بہبود محنت کشاں کا مفہوم اور دائرہ کار

فلاح و بہبود کا مفہوم:

1۔ سورۃ النجم: 53/39

2۔ سورۃ الانعام: 6/164

ہر علم و فن کی تفصیلی کلیات و جزیات بیان کرنے سے پہلے مفہوم بیان کرنا ضروری ہے تاکہ اس کا دائرہ کار، ڈھانچہ اور شکل سامنے آئے۔ رفاہِ عامہ اور بہبود سے وہ کام مراد ہیں جن سے لوگوں کو خوشی، راحت اور آرام پہنچے اور ان کی خوشحالی میں اضافہ ہو۔ عام لوگوں کی بھلائی اور جمہور کی فلاح و بہبود اسی مفہوم میں داخل ہیں۔[1]

رفاہ: زندگانی فراخ و بہ عیش زیستن۔ لسان العرب اور تاج العروس میں اس لفظ کے مختلف صیغوں سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ "رفاہ" کے لفظ میں کسی کام کے باقاعدہ اور آزادی سے ہونے کے ساتھ ساتھ طلب منفعت اور دفع ضرر کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ معاشرہ میں رفاہِ عامہ کے کام مسلسل ہوتے رہنے چاہیئیں، اس کا مقصد عوام الناس کو فائدہ پہنچانا اور نقصان سے بچانا ہو۔ علاوہ ازیں فکری آزادی کا شعور بیدار کرنا بھی رفاہِ عامہ کا ایک اہم پہلو ہے۔[2]

فلاح کے معنی کامیابی اور مطلب وری کے ہیں اور یہ دو قسم پر ہے۔ دُنیوی اور اُخروی۔ فلاحِ دُنیوی اُن سعادتوں کو حاصل کر لینے کا نام ہے جن سے دُنیوی زندگی خوش گوار بنتی ہو۔ یعنی بقائے مال اور عزت و دولت۔ چنانچہ شاعر نے اسی معنی کے مد نظر کہا ہے:

((افلح بما شئت فقد یدرک بالضعف۔۔۔ و قد یخدع الاریب))[3]

ترجمہ: جس طریقہ سے چاہو خوش عیشی کرو کبھی کمزور کامیاب ہو جاتا ہے اور چالاک دھوکہ کھا جاتا ہے۔

اور فلاحِ اُخروی چار چیزوں کے حاصل ہو جانے کا نام ہے۔ بقا بلا فنا، غنا بلا فقر، عزت بلا ذلت اور علم بلا جہل۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

((اللھم لا خیر الا خیر الآخرۃ))[4]

ترجمہ: اے اللہ! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔

1۔ اُردو لغت، عبد المالک غوری والآخرون، اُردو لغت بورڈ، (وزارت اطلاعات، نشریات و ثقافتی ورثہ، حکومت پاکستان) کراچی، ص:10/ 659

2۔ لسان العرب، علامہ محمد بن مکرم بن منظور افریقیؒ، دار صادر، بیروت، 1374ھ، ص: 13/ 492 و تاج العروس من جواھر القاموس، علامہ محمد بن محمد بن عبد الرزاق المرتضیٰ الحسینی الزبیدیؒ، مطبعۃ حکومت الکویت، 1965ء، ص:9/ 388 / لاروس کے مولف نے الرفھۃ کا مفہوم الرحمۃ والرافۃ لکھا ہے (بذیل مادہ)

3۔ کتاب الاغانی، ابو الفرج الاصفہانیؒ، مطبعۃ دار الکتب المصریۃ، القاھرۃ، ص:2/ 438

4۔ صحیح البخاری، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل الجعفی البخاریؒ، کتاب الصلاۃ، باب ھل تنبش قبور مشرکی الجاھلیۃ و یتخذ مکانھا مساجد ا صحیح، دار السلام، الریاض، 1999ء، حدیث نمبر:428

گویا رفاہِ عامہ سے مراد عوام الناس کو آرام و آسائش پہنچانے اور ان سے رنج و محن دور کرنے کے لئے سرانجام دیئے جانے والے کام ہیں جن کے نتیجہ میں یہ زمین جنت نظیر بنتی ہے اور آخرت میں مومنین انعامات الٰہیہ کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ماہرِ سماجیات پروفیسر ٹٹمس (Prof. Titmuss) نے "سماجی بہبود" کے مفہوم کو اس طرح ادا کیا ہے[1]:

All collective interventions to meet certain needs of individual and /or to serve the wider interests of society; (these) may be broadly grouped into three major categories of welfare: Social Welfare, Fiscal Welfare and Occupational Welfare.

"لوگوں کی انفرادی ضروریات کو پورا کرنے یا معاشرے کے وسیع تر مفادات کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی تمام مشترکہ کاوشیں سماجی بہبود کے زمرے میں آتی ہیں۔بڑے پیانے پر ان سرگرمیوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔سماجی بہبود، مالی بہبود اور پیشہ ورانہ بہبود۔ "

پروفیسر فرائیڈ لینڈر (Fried Lander) نے ان الفاظ میں بہبود کی تعریف کی ہے:

"فلاح و بہبود سے مراد سماجی خدمات اور اداروں کا وہ منظّم نظام ہے جس کا مقصد افراد اور گروہوں کی مدد کرنا ہے، تاکہ وہ ایک بہتر اور صحت مند زندگی گزار سکیں اور ساتھ ہی اُن کے ذاتی و سماجی تعلقات ایسے خوشگوار ہو جائیں جو ان کی صلاحیت بڑھانے اور اُن کے خاندان اور جماعت کی ترقی کے ضامن ثابت ہوں۔"[2]

اس تعریف اور مقصد پر سماجی بہبود کے تمام ماہرین متفق ہیں۔ مغرب میں ویلفیئر اسٹیٹ کی اصطلاح پہلی بار 1909ء میں متعارف ہوئی اور اس کا عمومی استعمال 1930ء کی دہائی میں ہوا جبکہ اسلام نے پہلے دن ہی سے فلاح عامہ اور سماجی بہبود کی طرف خاص توجہ دی۔ نظام فلاح و بہبود، لوگوں کو خدمت بہم پہنچانے کا ایک ذریعہ ہے جو اُن کی شخصیت اور اُن کے ذاتی مسائل و وسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے اُن کی انفرادی اور اجتماعی سطح پر مدد کرتا ہے۔اس کی غرض وغایت یہ ہے کہ وہ ایک کار آمد شہری بن کر اپنے کنبے، جماعت، ملک و قوم اور انسانیت کے لئے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں۔

نظام بہبود محنت کشاں:

1۔ International Encyclopedia of Social Sciences, Pg: 12/142

2۔ اسلام میں رفاہ عامہ کا تصور اور خدمت خلق کا نظام، پروفیسر امیر الدین مہر، نشریات، لاہور، 2009ء، ص:54

کسی تصور سے متعلق قواعد وضوابط کی آپس میں اس طرح کی ترتیب و تشکیل کہ ان میں گہرا ربط قائم ہو جائے نظام کہلاتا ہے۔ لغوی و اصطلاحی اعتبار سے کسی تصور کے اجزائے ترکیبی اور اصل وضوابط کو اس طرح مرتب کرنا کہ ان میں وحدت کا عنصر نمایاں ہو جائے نظام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ کسی بھی نظام کو کامیابی سے چلانے کے لئے اس کے اصول وضوابط ایک بنیادی حیثیت رکھتے ہیں جن کی غیر موجودگی میں اس نظام کے مطلوبہ مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے اور وہ نظام بیکار ثابت ہوتا ہے۔

نظام بہبود محنت کشاں کے مفہوم اور مضمرات میں وقت، علاقے، صنعت، ملک، معاشرتی اقدار، رسوم و رواج، لوگوں کی عام اقتصادی ترقی اور رائج سیاسی نظریات کے لحاظ سے تبدیلی آسکتی ہے۔ تاہم ماہرین سماجیات نے اپنے اپنے انداز میں اس کے تصور کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ انسانی وسائل کے انتظام کے ماہر رچرڈ ٹاڈ (Richard Todd) لکھتے ہیں:

"Employee Welfare means anything done for the comfort and improvement, intellectual or social, of the employees over and above the wages paid."[1]

"کوئی بھی کام جو محنت کشوں کے ذہنی آرام و سکون اور معاشرتی مفاد کیلئے اُن کو دی جانے والی اُجرت کے علاوہ کیا جائے بہبود محنت کشاں کہلاتا ہے۔"

پروفیسر ایچ ایس کرکلڈے (H.S. Kirkalday) لکھتے ہیں:

"The whole field of welfare is one in which much can be done to combat the sense of the frustration of the industrial workers, to relieve them of the personal and family worries, to improve their health, to offer them some sphere in which they can excel others and to help them to a wider conception of life."[2]

1۔ www.bmmanhum1115.blogspot.com, August 01, 2021 at 09:35 PM

2۔ www.yourarticlelibrary.com/management/labour-welfare, August 01, 2021 at 10:13 PM

"بہبود محنت کشاں وہ میدان ہے جس میں صنعتی مزدوروں کے مایوسی کے احساسات کو دور کرنے، اُنہیں ذاتی اور خاندانی پریشانیوں سے نجات دلانے اور اُن کی صحت کو بہتر بنانے کے لئے وسیع پیمانے پر عملی اقدامات کئے جاتے ہیں۔ انہیں ایسا دائرہ کار مہیا کیا جاتا ہے جس میں وہ دوسروں سے آگے بڑھ سکیں۔ نیز انہیں زندگی کے وسیع تر تصور سے آشنا کرنے کے لئے کوششیں کی جاتی ہیں۔"

لیبر انوسٹی گیشن کمیٹی کے مطابق فلاح محنت کش کا مفہوم کچھ اس طرح ہے:

"Anything done for the intellectual, physical, moral and economic betterment of the workers, whether by the employers, by government or by other agencies over and above what is laid down by law or what is normally expected on the part of the contractual benefits for which worker may have bargained."(1)

"(فلاحِ محنت کش سے مراد) کارکنوں کی فکری، جسمانی، اخلاقی اور معاشی بہتری کیلئے دی جانے والی وہ تمام سہولیات ہیں جو قانون میں درج ہیں یا محنت کشوں سے کئے جانے والے معاہدے سے متوقع ہیں۔ چاہے وہ آجروں کی طرف سے ہوں، یا حکومت کی طرف سے یا دیگر اداروں کے ذریعے ہوں۔"

مندرجہ بالا تعریفات کے تجزیے کے بعد فلاح و بہبودِ محنت کش کی ایک جامع تعریف ان الفاظ میں کی جاسکتی ہے کہ آجر، حکومت یا دیگر اداروں کی جانب سے کوئی بھی اقدام یا سہولیات مہیا کرنے کے کم از کم مطلوبہ معیارات جو محنت کشوں کو علمی، جسمانی، اخلاقی اور معاشی فائدہ پہنچانے کے لئے کیے جائیں۔ تاکہ صحت، خوراک، لباس، مکان، طبی امداد، تعلیم، انشورنس، جاب سیکیورٹی، تفریح کے حوالے سے انہیں دلی اطمینان نصیب ہو۔ ایسے اقدامات محنت کش اور اس کے خاندان کو اس قابل بناتے ہیں کہ وہ ایک اطمینان بخش خاندانی اور معاشرتی زندگی گزار سکے۔

1۔ www.yourarticlelibrary.com/management/labour-welfare, August 01, 2021 at 10:19 PM

فصل دوم: محنت کشی کی اہمیت و فضیلت

اسلام میں اقتصاد کی اساس محنت پر رکھی گئی ہے۔ محنت کی عظمت کا اصول اسلام کی بنیاد ہے جس کی کارفرمائی اس انداز سے ہے کہ ہر وہ شخص جو محنت کر کے کسبِ معاش کرتا ہے قابلِ عزت ہے۔ خواہ وہ ایک گھریلو ملازم ہو یا کسی اعلیٰ منصب پر فائز بااختیار افسر۔ یہ اسلام کے غیر طبقاتی نظام ہی کی برکت تھی جو انسانی مساوات کے عظیم اصول کے ساتھ منسلک ہو کر مختصر سے عرصے میں انسان کو اس کی عظمت سے روشناس کر گئی۔ اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے لہٰذا اس نے نہایت عادلانہ طرز پر آجر اور اجیر کے منصب میں معتدل توازن قائم کیا جس کی بنا پر مسلم معاشرہ طبقاتی کشمکش کا شکار نہیں ہوتا۔

اسلام محنت کا داعی ہے۔ اسلام کے نزدیک محنت کشی وقتی عمل یا لمحاتی ہیجان نہیں بلکہ یہ پوری زندگی کا طریق ہے۔ انسانی زندگی میں عظمت و شرافت کا مرکز محنت ہے۔ انسان پیدائش کے دن سے واپسی تک کسی نہ کسی عمل میں مصروف رہتا ہے۔ یہ مصروفیت اعضاء کے حوالے سے بھی ہوتی ہے اور ذہنی و روحانی وابستگیوں کے حوالے سے بھی۔ جزا، سزا کا تصور بھی محنت سے عبارت ہے۔ جزا نیک اعمال کا نتیجہ تو سزا بد عملی کا انجام۔ عمل اور پیہم عمل بہر صورت موجود ہے۔ محنت کشی کی اہمیت و فضیلت کے حوالے سے چند مطالب ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

محنت کشی، سنت انبیائے کرام علیہم السلام:

محنت کشی کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام نے حلال روزی کمانے کی خاطر کئی پیشوں کو اختیار کیا۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((کان آدم علیہ السلام حراثا و کان نوح نجارا و کان ادریس خیاطا و کان صالح تاجرا و کان ابراهیم زراعا و کان شعیب راعیا و کان داؤد زرادا و کان سلیمان ملکا و کان عیسی لا یخبا شیئا لغده و کان نبینا یرعی غنما لاهل بیته بجیاد و کانت حواء تغزل الشعر فتحوکه بیدها فتکسو نفسها))[1]

ترجمہ: سیدنا آدم علیہ السلام ہل جوتتے، سیدنا نوح علیہ السلام بڑھئی، سیدنا ادریس علیہ السلام درزی، سیدنا صالح علیہ السلام تاجر، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کھیتی باڑی، سیدنا شعیب اور سیدنا موسیٰ علیہما السلام بکریاں چرانے اور سیدنا داؤد علیہ السلام زرہ بنانے کا کام کرتے تھے،

1۔ المنتظم فی تاریخ الامم والملوک، امام ابو الفرج عبد الرحمٰن ابن جوزی البغدادیؒ، دار المعرفۃ، بیروت، 1385ھ، ص:2/146

جبکہ سیدنا سلیمان علیہ السلام بادشاہ تھے، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کل کے لئے کوئی چیز چھپا نہیں رکھتے تھے، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقام اجیاد پر اپنے گھر والوں کے لئے بکریاں چراتے تھے اور اماں حوا علیہا السلام اپنے ہاتھ سے کپڑا بن کر پہنتی تھیں۔

اسی طرح سیدنا موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من خیر اعمالکم الحرث والغنم وھو عمل من الانبیاء))[1]

ترجمہ: تمہارے کاروبار میں سب سے بہتر کاروبار کھیتی اور بکریاں پالنا ہے۔ یہ انبیائے کرام علیہم السلام کا طریق ہے۔

محنت کشی، اعلیٰ ترین انسانی صفت:

اسلام میں رزقِ حلال کے لئے جدوجہد کا مقام بڑا اُونچا ہے کہ اس کو مجاہدین کے ساتھ شمار کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾[2]

ترجمہ: اور بعض اللہ کے فضل (یعنی معاش) کی تلاش میں ملک میں سفر کرتے ہیں اور بعض اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔

اس ضمن میں مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ایک روایت نقل کی ہے کہ جو شخص ایک شہر سے خوراک کا سامان کسی دوسرے شہر میں لے آتا ہے اور اس دن کے بھاؤ کے مطابق فروخت کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہداء کے مرتبہ کے برابر ہے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ بالا آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔[3] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ ہے:

((من سعی علی عیالہ وفی سبیل اللہ))[4]

ترجمہ: جو شخص اپنے اہل وعیال کے گزر اوقات کے لئے کمانے کی کوشش کرے وہ اللہ کے راستے میں ہے۔

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ان کان خرج یسعی علی ولدہ صغارا فھو فی سبیل اللہ وان کان خرج یسعی علی ابوین شیخین کبیرین فھو فی سبیل اللہ وان کان خرج یسعی علی نفسہ یعفھا فھو فی سبیل اللہ وان کان خرج ریاء ومفاخرۃ فھو فی سبیل الشیطان))[5]

1۔ رسائل فی الزھد والرقائق والورع، امام ابن ابی الدنیا القرشی البغدادیؒ، جمعھا: ابو بکر سعد اوی، المرکز العربی للکتاب، ص: 91

2۔ سورۃ المزمل: 73/ 20

3۔ ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، مئی 2011ء، ص: 5/ 410

4۔ کتاب المومن والزہد، الشیخ حسین بن سعید اہوازیؒ، دار الثقافہ الاسلامیۃ، کراتشی، ص: 41

5۔ اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین، ص: 5/ 415

ترجمہ: اگر آدمی اس لئے کمانے میں محنت کر رہا ہے کہ اس کے چھوٹے بچے ہیں تو یہ اللہ کے راستہ میں ہے۔ اگر اس لئے کمانے میں محنت و سعی کر رہا ہے کہ اس کے بوڑھے والدین ہیں تو یہ اللہ کے راستہ میں ہے اور اگر یہ کمانے میں سعی کر رہا ہے کہ یہ اپنی ضرورت پوری کرے تا کہ لوگوں کا محتاج نہ رہے تو یہ اللہ کے راستہ میں ہے اور اگر اس لئے کمانے کی سعی کرنے نکلا ہے کہ لوگ اس کے مال دار ہونے کو دیکھیں اور مال کی وجہ سے لوگوں پر فخر کرے، بڑائی ظاہر کرے تو یہ شیطان کا راستہ ہے۔

ایک مرتبہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"جہاد فی سبیل اللہ کے بعد اگر کسی حالت میں جان دینا مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے تو وہ یہ حالت ہے کہ میں اللہ کا فضل تلاش کرتے ہوئے کسی پہاڑی دَرّے سے گزر رہا ہوں اور وہاں مجھ کو موت آ جائے۔"[1]

امام جعفر بن محمد الصادقؑ اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مومن کی شناخت یہ ہے کہ مرتے وقت بھی اُس کی پیشانی محنت کے پسینے سے تر ہوتی ہے۔"[2]

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَسَلَكَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا﴾[3]

ترجمہ: اُسی نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا ہے اور اُس میں تمہارے چلنے کے لئے راستے بنائے ہیں۔

محنت کش، بہترین اور بابرکت انسان:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((والذی نفسي بیده! لان یاخذ احدکم حبله فیحتطب علی ظهره خیر له من ان یاتي رجلا فیساله اعطاه او منعه))[4]

1۔ دلائل النبوۃ، امام ابی بکر احمد بن حسین بن علی البیہقیؒ تحقیق، عبد المعطی قلعجی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1405ھ، ص:2/112

2۔ الجواہر السنیۃ فی الاحادیث القدسیۃ، علامہ محمد بن حسن الحر العاملیؒ، انتشارات دہقان، تہران، ص:148

3۔ سورۃ طٰہٰ:20/53

4۔ الصحیح المسند من فضائل الاعمال والاوقات والامکنۃ، ابو عبد اللہ علی بن محمد المغربیؒ، دار ابن القیم للنشر والتوزیع، کتاب الآداب، باب فضل تعاون المومنین بعضھم بعضا، حدیث نمبر:1396

ترجمہ: اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر کوئی شخص رسی سے لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر اپنی پیٹھ پر جنگل سے اُٹھا کر لائے (پھر انہیں بازار میں بیچ کر اپنا رزق حاصل کرے) تو وہ اُس شخص سے بہتر ہے جو کسی کے پاس آ کر سوال کرے پھر وہ اُسے دے یا نہ دے۔

ایک روایت میں محنت کش کاشتکاروں کو خزانے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ امام جعفر بن محمد الصادقؒ اپنے آباء کے سلسلہءِ سند سے آپ ﷺ کا یہ فرمان عالیشان نقل کرتے ہیں:

((الزارعون کنوز الانام تزرعون طیبا اخرجه الله عزوجل وهم یوم القیمة احسن الناس مقاما واقربهم منزلة یدعون المبارکین)) [1]

ترجمہ: کسان لوگوں کے خزانے ہیں۔ وہ اللہ کا عطا کردہ پاکیزہ بیج بوتے ہیں۔ قیامت کے دن وہ بلند ترین مقام کے حامل ہوں گے۔ وہ اللہ کے زیادہ قریب ہیں، اس روز انہیں "مبارکین" کے نام سے پکارا جائے گا۔

صالحین سے مشابہت:

سیدنا رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ وہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ نماز کے لئے نکلے، آپ ﷺ نے تاجروں کو خرید و فروخت کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

((یا معشر التجار! فاستجابوا لرسول الله ﷺ و رفعوا اعناقهم و ابصارهم الیه، فقال: ان التجار یبعثون یوم القیامة فجارا الا من اتقی الله و بر و صدق)) [2]

ترجمہ: اے تاجروں کی جماعت! ان سب نے آپ ﷺ کی طرف اپنی گردنوں اور آنکھوں کو اُٹھایا اور آپ ﷺ کی پکار پر سب نے لبیک کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "بے شک تاجر لوگ قیامت کے دن فاسق و فاجر لوگوں میں اُٹھائے جائیں گے مگر جس نے اس پیشے کو خوفِ خداوندی کے تحت سچائی اور نیک شعاری کے ساتھ انجام دیا۔

ایک اور مقام پر میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"جو صنعت کار اپنی صنعت میں نیتِ نیک یعنی (حلال کمائی) اور خدمتِ خلق کو رکھے اُس کی مثال سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی سی ہو جاتی ہے کہ انہوں نے اپنے بچے کو دودھ پلایا اور معاوضہ فرعون کی طرف

1۔ وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، علامہ محمد بن حسن الحر العاملیؒ، موسسہ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، ص:13/19

2۔ جامع الترمذی، کتاب البیوع عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی التجار و تسمیۃ النبی ﷺ ایاھم، حدیث نمبر:1210 (امام البانیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

سے مفت میں ملا۔ اسی طرح خدمتِ خلق کی نیت سے صنعت کاری کرنے والوں کو اپنا مقصد (خدمتِ خلق اور حلال کمانے کا ثواب) تو حاصل ہو گا ہی، صنعت کا دُنیاوی فائدہ مزید ان کو ملے گا۔"[1]

محنت کشوں کے دفاع میں نزول قرآن کریم:

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیتِ صدقہ نازل ہوئی تو ہم (صدقات وغیرہ) اپنی پشتوں پر اُٹھا کر لاتے تھے، ایک شخص صدقے کے لئے بہت زیادہ مال لایا تو منافقوں نے کہا کہ یہ تو ریاکار ہے اور ایک شخص صدقے کے لئے ایک صاع (تقریباً اڑھائی کلو) لایا تو کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے صدقے کی کیا ضرورت ہے؟[2] تو اس موقع پر یہ آیت کریمہ اُن محنت کش صدقہ کرنے والوں کے دفاع میں نازل ہوئی:

﴿الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾[3]

ترجمہ: جو لوگ ان مسلمانوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور ان لوگوں پر جنہیں سوائے اپنی محنت مزدوری کے اور کچھ میسر ہی نہیں، پس یہ ان کا مذاق اُڑاتے ہیں اور اللہ ان (مذاق اُڑانے والوں) کا مذاق اُڑاتا ہے اور اُنہی کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اسی طرح سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن لوگوں کے پاس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں اعلان فرمایا: اپنے صدقات جمع کرو۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے صدقات کو جمع کیا۔ پھر آخر میں ایک بہت غریب شخص مقدار بھر کھجوریں لے کر آیا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ایک صاع کھجوریں ہیں، میں ساری رات رَہٹ سے پانی کھینچتا رہا اور مزدوری کے طور پر مجھے دو صاع کھجوریں ملیں، ایک صاع میں گھر رکھ آیا ہوں اور ایک صاع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کھجوروں کو تمام صدقات پر بکھیر دیا جائے۔ کچھ لوگوں نے اس کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہا کہ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی کیا ضرورت ہے، وہ تمہارے ایک صاع کھجوروں کو لے کر کیا کریں گے؟۔۔۔ پھر سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سو اَوقیہ چاندی صدقہ کی تو منافقوں نے طعنہ زنی کرتے ہوئے کہا کہ عبد الرحمٰن نے یہ مال ریاکاری کے لئے خرچ کیا ہے۔ یہ منافق جھوٹے تھے کیونکہ سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ مال تقربِ الٰہی

1۔ تفسیر معارف القرآن، مفتی محمد شفیعؒ، ادارۃ المعارف، کراچی، 1976ء، ص: 6/199-200

2۔ صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ والقلیل من الصدقۃ، حدیث نمبر 1415

3۔ سورۃ التوبۃ: 9/79

کے حصول کے لئے خرچ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے صدقہ کرنے والے ان محنت کشوں کے بارے میں مندرجہ بالا آیتِ کریمہ نازل فرما کر منافقوں کی طعنہ زنی کی مذمت فرمائی۔[1]

اس سے قبل مکی عہدِ نبوی میں آئمہ کفر کی غریب، فقیر اور محنت کش مسلمانوں سے دُوری کی مانگ بھی ان کے غرور اور تکبر کا نتیجہ تھی۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مشرکین کا ایک گروہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام میں جلوہ افروز تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیدنا صہیب، سیدنا بلال، سیدنا یاسر، سیدنا عمار، سیدنا خباب رضی اللہ عنہم اور ان جیسے کمزور مسلمان بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ کہنے لگے:

"اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا تم اپنی قوم کو چھوڑ کر ان لوگوں پر راضی ہو گئے ہو اور کیا یہی وہ لوگ ہیں ہم میں سے جن پر اللہ نے احسان کیا ہے؟ کیا ہم ان کے تابعدار ہو سکتے ہیں؟ ان کو اپنے پاس سے نکال دیجئے شاید کہ اگر یہ لوگ چلے جائیں تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لیں۔" اس پر یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں:

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِين﴾[2]

ترجمہ: اور ان لوگوں کو اپنی محفل سے نہ نکالیں جو صبح و شام اپنے ربّ سے دُعائیں کرتے ہیں اور اس کی رضامندی کے طلبگار ہیں۔ آپ پر ان کا کوئی حساب نہیں اور نہ ہی ان پر آپ کا حساب ہے، کہ آپ ان کو نکال دیں اور ظالم لوگوں میں سے ہو جائیں۔

محنت کش کیلئے دوہرا اجر اور جنت میں داخلہ:

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ثلاثة لهم اجران: رجل من اهل الكتاب آمن بنبيه و آمن بمحمد صلى الله عليه وآله وسلم، و العبد المملوك اذا ادّى حق الله و حق مواليه، و رجل كانت عنده امة فادبها فاحسن تاديبها و علمها فاحسن تعليمها ثم اعتقها فتزوجها فله اجران))[3]

ترجمہ: تین آدمیوں کے لئے دو اجر ہیں۔ ایک وہ اہلِ کتاب جو اپنے نبی علیہ السلام پر بھی ایمان لایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا۔ دوسرا وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق بھی بجالائے اور اپنے آقا کے حقوق بھی پورے کرے۔ تیسرا وہ شخص

1۔ جامع البیان فی تفسیر آی القرآن، امام ابی جعفر محمد بن جریر الطبریؒ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، سن ندارد، ص:10/2

2۔ سورۃ الانعام:6/ 52

3۔ صحیح البخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل امتہ واھلہ، حدیث نمبر:97

جس کے پاس لونڈی ہو وہ اسے بہترین ادب سکھائے اور اسے بہترین تعلیم دے، پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اس کے لئے بھی دوہرا اجر ہے۔

اپنے آقا کا خیر خواہ محنت کش اوّلین جنتیوں میں سے ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((عرض علی اوّل ثلاثة یدخلون الجنة شهید و عفیف متعفف و عبد أحسن عبادة الله و نصح لموالیه)) [1]

ترجمہ: میرے سامنے سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے تین شخص پیش کئے گئے: شہید، پاک دامن اور حرام و شبہات سے بچنے والا شخص اور وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی اچھی طرح کرتا ہے اور اپنے مالکوں کی خیر خواہی بھی۔

محنت کش، دعوتِ نبوی کے اوّلین حامی:

اسلام کے آغاز میں قریشیوں نے جن لوگوں پر سب سے زیادہ ظلم و ستم ڈھائے وہ یہی محنت کش طبقہ ہی تھا۔ اسلام زیر دستوں اور کمزوروں کی حمایت میں اٹھا تھا۔ نبوّت سے قبل، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس معاہدہ حلف الفضول میں شرکت کی تھی اور جس کو اعلانِ نبوّت کے بعد پورا کرنا اپنا فرض جانتے تھے وہ اسی غرض سے منعقد ہوا تھا کہ ان زیر دستوں کی حفاظت اور حمایت کی جائے۔ اسی لئے اسلام کی آواز پر قریش کے رؤسا سے پہلے قریش کے غلاموں اور کنیزوں نے لبیک کہا۔ چنانچہ سیدنا یاسر، سیدنا عمار بن یاسر، سیدنا زید بن حارثہ، سیدنا خباب بن الارت، سیدنا بلال بن رباح، سیدنا صہیب رومی، سیدنا ابو فکیہہ، سیدنا عامر بن فہیرہ اور سیدنا سالم رضی اللہ عنہم غلاموں میں، سیدہ سمیہ، سیدہ زنیرہ، سیدہ لبینہ، سیدہ اُم عبیس، سیدہ نہدیہ اور سیدہ اُم عبداللہ رضی اللہ عنہن کنیزوں میں سب سے پہلے اسلام کی آغوش میں آئیں، [2] سب سے پہلے اسلام کی محبت اور اُلفت میں سخت سے سخت کڑیاں جھیلیں اور بعض نے اسی راہ میں اپنی جان دے دی۔

عبادت گزاروں پر فضیلت:

1۔ المصنف فی الاحادیث والآثار، امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہؒ تحقیق، حبیب الرحمٰن الاعظمی، المکتب الاسلامی، بیروت، 1983ء، حدیث: 35969

2۔ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، علامہ شبلی نعمانیؒ، و سید سلیمان ندویؒ، ادارۂ اسلامیات، لاہور، ستمبر ۲۰۰۲ء، ص:6/ 160 و مصائب الصحابہ رضی اللہ عنہم، مولانا سید نور الحسن بخاریؒ، بیت العلوم، لاہور، سن ندارد، ص:57

اپنے اہل خانہ کے لئے روزی کمانے والا محنت کش، عبادت گزار پر بھی فضیلت رکھتا ہے۔ شرح احیاء العلوم میں روایت ہے:

((ان عیسیٰ علیه السلام رای رجلا فقال: ما تصنع؟ قال: اتعبد قال: من یعولک؟ قال: اخی قال: اخوک اعبدمنک))[1]

ترجمہ: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا تو پوچھا: کیا کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا: میں عبادت میں لگا رہتا ہوں۔ پوچھا: پھر تمہارے کھانے پینے کا بوجھ کون اُٹھاتا ہے؟ اس نے عرض کیا: میرا بھائی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: پھر تمہارا بھائی تم سے زیادہ عبادت گزار ہے۔

علیل محنت کش اور لطفِ خداوندی:

ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف دیکھ دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں مسکرا رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ دو فرشتے زمین پر آئے تا کہ اس باایمان بندے کے دن رات کی عبادت کا اجر لکھیں جو ہر روز اپنی ایک مخصوص جگہ پر بیٹھ کر نمازیں پڑھا کرتا تھا، مگر وہ بندہءِ مومن وہاں موجود نہ تھا بلکہ وہ بستر بیماری پر تھا۔ وہ فرشتے لوٹ گئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ ہم معمول کے مطابق اس بندہءِ مومن کی عبادت کی جگہ پر گئے مگر اسے وہاں موجود نہ پایا بلکہ وہ بستر پر بیماری کے عالم میں لیٹا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو حکم دیا کہ جب تک وہ بیمار ہے اس کے لئے وہی ثواب لکھتے رہو جسے اس کے لئے عبادت کے دوران ہر روز لکھا کرتے تھے۔ میرے لئے یہ واجب ہے کہ اس کی عبادت کا ثواب اس کی بیماری کی پوری مدت تک لکھتا رہوں۔[2]

محنت کشوں اور خادموں کی نبوی دلجوئی:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عثمان بن عفان اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گھروں میں تشریف لے جاتے اسی طرح غریب محنت کش صحابہ رضی اللہ عنہم اور اپنے خدام کے گھروں میں بھی قدم رنجہ فرما کر ان کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ اور اس سلسلے میں ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کوئی تفریق اور تمیز نظر نہیں آتی۔ آپ

1۔ اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین، ص:4/ 446

2۔ بحار الانوار، ص:22/ 83

ﷺ اپنے خادم انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حوصلہ افزائی اور عزت افزائی کی خاطر اکثر ان کے گھر تشریف لے جاتے، ان کی دعوت قبول فرماتے۔

اسی طرح آپ ﷺ کے ایک پڑوسی درزی تھے اور انہوں نے آپ ﷺ کو کھانا تناول فرمانے کی دعوت دی، آپ ﷺ نے اسے شرف قبولیت سے نوازا۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ایک خیاط نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی جو اس نے خود تیار کیا تھا۔ میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ گیا۔ اس نے آپ ﷺ کے سامنے روٹی، کدو کا شوربہ اور سوکھا گوشت رکھا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیالے کے ادھر ادھر سے کدو کو ڈھونڈتے دیکھا۔ اس بنا پر میں اس دن سے کدو کو بہت پسند کرتا ہوں۔[1] نیز سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((کان رسول اللہ ﷺ اذا صلی الغداۃ جاء خدم المدینۃ بآنیتھم فیھا الماء فما یوتی باناء الا غمس یدہ فیھا فربما جاءوہ فی الغداۃ الباردۃ فیغمس یدہ فیھا))[2]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو مدینہ منورہ کے خدام پانی سے بھرے اپنے اپنے برتن لے آتے، آپ ﷺ ان برتنوں میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے، بسا اوقات وہ (سخت) سردیوں کی صبح پانی لے کر آتے آپ ﷺ پھر بھی اس میں اپنا ہاتھ (انہیں برکت عطا کرنے اور ان کی دلجوئی کے لئے) ڈبو دیتے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے:

((ان کانت الامۃ من اماء اھل المدینۃ لتاخذ بید رسول اللہ ﷺ فتنطلق بہ حیث شاءت))[3]

ترجمہ: مدینہ طیبہ کی لونڈیوں میں سے اگر کوئی لونڈی رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر (آپ ﷺ کو اپنے کسی مسئلہ کے حل کے لئے) کہیں لے جانا چاہتی تو لے جا سکتی تھی۔

محنت کش سے اللہ اور رسول ﷺ کی محبت:

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں آہن گری کا کام کیا کرتے تھے۔ ہتھوڑا چلاتے چلاتے ان کے ہاتھ سیاہ اور کھردرے ہو گئے تھے۔ ایک دن رسول کریم ﷺ نے دوران مصافحہ یا کسی اور طریقہ سے یہ کھردرا پن محسوس کیا تو وجہ دریافت فرمائی۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہتھوڑا چلاتے چلاتے (ہاتھ اس طرح ہو گئے ہیں) کیونکہ اس ذریعہ سے اپنے اہل وعیال کے لئے روزی کماتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ چومتے ہوئے فرمایا:

1۔ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ذکر الخیاط، حدیث:2092

2۔ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب الدعا فی صلاۃ اللیل وقیامہ، حدیث:1812

3۔ حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، امام ابونعیم احمد بن عبد اللہ شافعی اصفہانیؒ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1997ء، ص: 202/7

((ھذہ ید یحبھا اللہ و رسولہ))[1]

ترجمہ: یہی وہ ہاتھ ہے جس سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ محبت کرتے ہیں۔

ایک اور حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

((ان اللہ یحب ان یری عبدہ تعبا فی طلب الحلال))[2]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اپنے بندے کو حلال روزی کی تلاش میں تھکا ماندہ دیکھے۔

ایک اور مقام پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بے شک اللہ تعالیٰ ہنر مند بندے سے بڑی ہی محبت فرماتا ہے۔"[3]

سیدنا داؤد علیہ السلام ایک موچی کے پاس سے گزرے تو فرمایا:

"اے بندۂ خدا! اپنے اس عمل کو جاری رکھو، رزق حلال حاصل کرتے رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ پسند ہے جو کما کر کھائے، وہ بندہ پسند نہیں جو محنت کے بغیر کھائے۔"[4]

محنت کش، مجاہد فی سبیل اللہ کی مثل:

عہد نبوی کے ایک محنت کش صحابی سیدنا خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کی قبر پر کھڑے ہو کر سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات ترحم ادا فرمائے:

((یرحم اللہ خباب بن الارت، فلقد اسلم راغبا، وھاجر طائعا، وقنع بالکفاف و رضی عن اللہ، وعاش مجاھدا))[5]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ، خباب رضی اللہ عنہ پر اپنی رحمت شامل حال فرمائے۔ وہ اپنی رضامندی سے اسلام لائے اور بخوشی ہجرت کی اور ضرورت بھر قناعت کی اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہے اور مجاہدانہ شان سے زندگی بسر کی۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

1۔ اُسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، امام عزّالدین ابی الحسن علی بن محمد بن اثیر الجزریؒ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، سن ندارد، ترجمہ سعد الانصاری رضی اللہ عنہ، ص:2/199

2۔ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، حدیث:9200(شیخ زبیر علی زئیؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔)

3۔ میزان الحکمۃ، ص:5/59

4۔ گفتارِ انبیاء علیہم السلام، محمد مہدی تاج لنگرودی، کریم پبلیکیشنز، لاہور، سن ندارد، ص:155

5۔ تاریخ الامم والملوک، امام ابی جعفر محمد بن جریر الطبریؒ، دارالقاموس الحدیث، بیروت، ص:4/218

"جو اپنے اہل و عیال کے لئے محنت و مشقت کرتا ہے وہ گویا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا ہے۔"[1]

صابر محنت کش کے لئے عظیم الشان نعمتیں:

یوم حساب کے بارے میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عیش و عشرت اور ناز و نعم سے مالا مال کافر کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس کو جہنم میں ایک غوطہ لگاؤ۔ پھر اس سے پوچھا جائے گا کیا تم نے دنیا میں کبھی ناز و نعم پایا ہے؟ تو وہ کہے گا میں نے کبھی بھی کوئی راحت نہیں دیکھی ہے۔ اور پھر مومنین میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دُنیا میں سخت تکلیف میں مبتلا رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس کو جنت کا ایک غوطہ لگاؤ اور پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے دُنیا میں کوئی تکلیف دیکھی تھی؟ تو وہ عرض کرے گا: نہیں۔[2]

عطا خراسانیؒ بیان کرتے ہیں کہ انبیائے سابقین علیہم السلام میں سے ایک نبی ایک مرتبہ ساحل سمندر کے پاس جا رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک شخص مچھلی کا شکار کر رہا ہے، اپنا جال سمندر میں ڈالتے ہوئے "بسم اللہ" کہتا ہے، مگر اس کے اندر کوئی مچھلی نہیں آتی۔ وہ آگے چلتے گئے اور دیکھا کہ ایک اور آدمی شکار میں مصروف ہے اور جال ڈالتے وقت "بسم الشیطان" کہتا ہے اور اس کے جال میں مچھلیاں بھر کر آتی ہیں اور اتنی زیادہ مچھلیاں آتی ہیں کہ اس کا جی بھر جاتا ہے۔ نبی علیہ السلام نے اس منظر کو دیکھ کر بارگاہ الٰہی میں درخواست کی:

"اے رب العزت! جو شخص آپ کا نام لے کر جال ڈالتا ہے اس کو آپ کچھ بھی نہیں دیتے اور جو آپ کے غیر کا نام لے کر جال چھوڑتا ہے اس کا جال مچھلیوں سے بھر جاتا ہے۔ یہ کیا ماجرا ہے؟"

اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں سے فرمایا کہ ان دو بندوں کے درجات اور ٹھکانوں کو ان پر منکشف کرو۔ جب اللہ کے نبی علیہ السلام نے دیکھا کہ پہلے شخص کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا کیا عظیم الشان نعمتیں تیار کر رکھی ہیں اور بعد والے کے لئے کیا کیا ذلت کی چیزیں ہیں تو کہنے لگے: اے میرے رب! میں آپ کے فیصلے پر راضی ہوں۔[3]

محنت کش کیلئے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت:

کاروبار اور تجارت میں محنت کش کے لئے اُدھار لین دین ایک ضرورت بھی ہے اور مجبوری بھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اُدھار لین دین کا طریقہ کار بیان فرمایا ہے۔ گو قرض ایک تکلیف دہ چیز ہے جس سے رسول

1۔ المصنف فی الاحادیث والآثار، ج ۴، ص 467

2۔ کتاب الزھد، امام ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن مبارک الحنظلی التمیمی المروزیؒ، دار الکتاب العربی، بیروت، 1425ھ، ص:132

3۔ کتاب الزھد، امام ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن مبارک الحنظلی التمیمی المروزیؒ، ص:131-132

کریم ﷺ نے کثرت سے پناہ مانگی ہے۔ مگر بسا اوقات قرض ایک مجبوری بھی بن جاتی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے خود بھی بوقت ضرورت قرض لیا ہے۔ قرض لینا کوئی جرم اور گناہ نہیں بلکہ بد نیتی سے اس کو ادا نہ کرنا جرم اور گناہ ہے۔

جب کوئی مقروض محنت کش، قرض ادا کرنے کا مصمم ارادہ کرلیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے شامل حال ہو جاتی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک محنت کش کا واقعہ بیان فرمایا: بنی اسرائیل کے ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار قرض مانگے تو اس نے کہا: ایسے گواہ لاؤ جن کی گواہی پر مجھے اعتبار ہو۔ قرض مانگنے والے نے کہا کہ گواہ تو بس اللہ ہی کافی ہے۔ پھر اس نے کہا: اچھا کوئی ضامن لاؤ۔ قرض مانگنے والے نے کہا کہ ضامن بھی بس اللہ ہی کافی ہے۔ اس نے کہا: تو نے سچ بات کہی۔ چنانچہ اس نے ایک مقررہ مدت کے لئے ایک ہزار دینار قرض اس کو دے دیا۔ یہ صاحب قرض لے کر سمندری سفر پر روانہ ہوئے اور پھر اپنی ضرورت پوری کر کے کسی سواری (کشتی وغیرہ) کی تلاش کی، تاکہ اس سے سمندر پار کر کے اس مقررہ مدت تک قرض دینے والے کے پاس پہنچ سکے جو اس سے طے پائی تھی، لیکن کوئی سواری نہ ملی۔ آخر اس نے ایک لکڑی لی اور اس میں سوراخ کیا، پھر ایک ہزار دینار اور ایک خط لکھا کہ اس کی طرف سے قرض دینے والے کی طرف (یہ دینار بھیجے جارہے ہیں) اور اس سوراخ کا منہ بند کر دیا اور اسے دریا پر لے آیا۔ پھر کہا: اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیے تھے، اس نے مجھ سے ضامن مانگا تو میں نے کہہ دیا تھا کہ میرا ضامن اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہ بھی تجھ پر راضی ہو گیا اور اس نے مجھ سے گواہ مانگا تو بھی میں نے کہا کہ اللہ گواہ کافی ہے، وہ تیری گواہی پر بھی راضی ہو گیا اور (تو جانتا ہے کہ) میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی سواری مل جائے جس کے ذریعہ سے میں اس کا قرض اس تک (مدت مقررہ میں) پہنچا سکوں، لیکن مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لئے اب میں اس کو تیرے حوالے کرتا ہوں۔ چنانچہ اس نے وہ لکڑی جس میں رقم تھی دریا میں بہا دی، یہاں تک کہ وہ ڈوب گئی اور خود واپس چلا گیا۔ اگرچہ فکر اب بھی یہی تھا کہ کسی طرح کوئی جہاز ملے جس کے ذریعے وہ اپنے شہر میں جا سکے۔ دوسری طرف وہ شخص جس نے قرض دیا تھا باہر نکلا تاکہ دیکھے شاید کوئی جہاز آئے اور اس کا مال لائے، اتنے میں وہاں اسے لکڑی ملی، وہی جس میں مال تھا۔ اُس نے وہ لکڑی اپنے گھر کے ایندھن کے لئے لے لی، لیکن جب اُسے چیرا تو اُس میں سے دینار اور ایک خط نکلا، پھر وہ شخص بھی آ پہنچا جس نے قرض لیا تھا اور ایک ہزار دینار اُن کی خدمت میں پیش کر دیئے، معذرت کی اور کہا کہ اللہ کی قسم! میں تو برابر اسی کوشش میں رہا کہ کوئی جہاز ملے تو تمہارے پاس تمہارا مال لے کر پہنچوں، لیکن جس جہاز پر اب آیا ہوں، اس سے پہلے مجھے اپنی کوششوں میں کامیابی نہیں ہوئی۔ قرض خواہ نے پوچھا: اچھا یہ بتاؤ کہ کوئی چیز تم نے میرے نام بھیجی تھی؟ مقروض

نے جواب دیا کہ آپ کو بتاتو رہاہوں کوئی جہاز مجھے اس جہاز سے پہلے نہیں ملا جس سے میں آج پہنچاہوں۔ اس پر قرض خواہ نے کہا کہ پھر اللہ نے بھی آپ کا وہ قرض ادا کر دیا ہے جسے آپ نے لکڑی میں بھیجا تھا۔ چنانچہ اب تو اپنا ہزار دینار لے کر خوش خوش واپس لوٹ جا۔[1] رسول اللہ ﷺ نے بھی مقروض محنت کش کی ضمانت دیتے ہوئے فرمایا:

((انا اولیٰ بکل مومن من نفسہ، من ترک مالا فلاھلہ، ومن ترک دینا او ضیاعا فالی وعلی))[2]

ترجمہ: ہر مومن سے میرا تعلق اس کی اپنی ذات کی بہ نسبت زیادہ ہے۔ اگر اس نے مال چھوڑا تو وہ اس کے اہل کے لئے ہے اور اگر قرض چھوڑا یا (چھوٹی) اولاد چھوڑی تو اس کا ذمہ دار میں ہوں۔

مندرجہ بالا واقعہ میں قرض لینے والے نے دل کی پختگی اور ایمان کی مضبوطی کے ساتھ محض اللہ تعالیٰ ہی کا نام بطور ضامن اور کفیل کے پیش کیا۔ کیونکہ اس کے دل میں قرض ادا کرنے کا پختہ ارادہ تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے اس مخلص بندے کی مدد فرمائی۔

اللہ کو یاد کرنے والے محنت کش کے لئے بشارت:

محنت کش کا زیادہ وقت بازار میں گزرتا ہے اور بازار دُنیاداری میں مشغول ہونے اور اللہ کی یاد سے غافل ہونے کی جگہ ہے۔ اس جگہ اللہ کو یاد کرنا بڑی شان و فضیلت والے محنت کشوں کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَار﴾[3]

ترجمہ: ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی، اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں اُلٹ پُلٹ ہو جائیں گی۔

آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص بازار میں داخل ہوتے وقت یہ دُعا پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتے ہیں، دس لاکھ گناہ مٹادیتے ہیں اور دس لاکھ درجے بلند کر دیتے ہیں۔ دُعا حسب ذیل ہے:

((لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد یحیي ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علی کل شيء قدیر))[1]

1۔ صحیح البخاری، کتاب الکفالۃ، باب الکفالۃ فی القرض والدیون بالابدان وغیرھا، حدیث: 2291

2۔ صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، حدیث: 867

3۔ سورۃ النور: 24/ 37

ترجمہ: اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لئے حمد ہے، وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ زندہ ہے اُسے موت نہیں آتی۔ اسی کے ہاتھ میں خیر ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ایک مقام پر آپ ﷺ نے محنت کشوں کو یہ عظیم بشارت سناتے ہوئے فرمایا:

((من بات کالا من عملہ بات مغفور الہ)) [2]

ترجمہ: جس شخص نے اس حالت میں رات کی کہ وہ اپنے کام سے تھک کر چور ہو گیا ہو، تو اس کے سارے (صغیرہ) گناہ معاف ہو گئے۔

کسب معاش میں تکالیف اور گناہوں کا کفّارہ:

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ بہت سے گناہ ایسے ہیں کہ ان کا کفّارہ نہ نماز سے ہوتا ہے، نہ حج سے، نہ ہی عمرہ سے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! پھر ان کا کفّارہ کس چیز سے ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

"کسب معاش میں جو تکلیفیں اور رنج پہنچتے ہیں اُن سے گناہوں کا کفّارہ ہوتا ہے۔"[3]

سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"بے شک حلال راستے سے حلال کمانا بہت کم ہے، لہٰذا جس سے ناحق جگہ سے مال کما کر اسے ٹھیک جگہ خرچ کیا اور جس سے ناحق جگہ سے کما کر ناحق جگہ خرچ کیا تو یہ لا علاج بیماری ہے۔ اور جس نے حلال طریقہ سے مال کما کر صحیح جگہ استعمال کیا، تو یہ گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتا ہے جس طرح کہ پانی چکنے پتھر سے مٹی کو صاف کر دیتا ہے۔"[4]

محنت کشی، نصرت الٰہی کا وسیلہ:

سیدنا مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا کہ انہیں ان لوگوں پر فضیلت ہے جو مالی لحاظ سے کمزور ہیں۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

1۔ (غریب) جامع الترمذی، کتاب ابواب الدعوات عن رسول اللہ ﷺ، باب مایقول اذا دخل السوق، حدیث:3428

2۔ فتح الباری، امام الحافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ، دار الفکر، بیروت، 1415ھ، ص:4/306

3۔ مختصر تذکرہ قرطبی، امام ابی عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1413ھ، ص:42

4۔ کتاب الزھد، امام ابی عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانیؒ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1399ھ، ص:١٧١

((هل تنصرون وترزقون الا بضعفائکم))[1]

ترجمہ: یاد رکھو! تمہارے کمزور اور ضعیف لوگوں کے وسیلہ سے ہی تمہیں نصرت عطا کی جاتی ہے اور ان کے وسیلہ سے ہی تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔

سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((ابغونی فی ضعفائکم، فانما ترزقون وتنصرون بضعفائکم))[2]

ترجمہ: مجھے اپنے کمزور لوگوں میں تلاش کرو۔ بے شک تمہیں اپنے کمزور لوگوں کی وجہ سے ہی رزق دیا جاتا ہے اور ان ہی کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے۔

جنت میں ذوقِ محنت کشی:

بعض محنت کش اپنے پیشے اور کاروبار میں بہت زیادہ شوقین ہوتے ہیں حتیٰ کہ اگر وہ جنت میں جائیں گے تو وہاں بھی اپنا شوق پورا کرنے کی خواہش کریں گے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطاب فرما رہے تھے اور مجلس میں ایک اعرابی بھی موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ان رجلا من اهل الجنة استاذن ربه فی الزرع، فقال له الست فیما شئت؟ قال بلیٰ ولکني احب ان ازرع، قال فبذر فبادر الطرف نباته واستواوه واستحصاده فکان امثال الجبال، فیقول الله تعالیٰ! دونک یا ابن آدم فانه لا یشبعک شیء، فقال الاعرابی والله! لا تجده الا قرشیا، او انصاریا فانهم اصحاب زرع واما نحن فلسنا باصحاب زرع فضحک النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم))[3]

ترجمہ: اہل جنت میں سے ایک آدمی اپنے رب سے کھیتی باڑی کرنے کی اجازت چاہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ تو اپنی موجودہ حالت پر راضی نہیں ہے؟ وہ کہے گا کیوں نہیں! لیکن میرا دل چاہتا ہے کہ کھیتی باڑی کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اس نے بیج ڈالا، پلک جھپکنے میں وہ اُگ بھی آیا، پک بھی گیا اور کاٹ بھی لیا گیا اور اس کے دانے پہاڑوں کی طرح ہوئے۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اے ابن آدم! اسے رکھ لے تجھے کوئی چیز آسودہ نہیں کر سکتی۔" یہ سن کر دیہاتی نے کہا: "اللہ کی قسم! وہ تو کوئی قریشی یا انصاری ہی ہو گا کیونکہ یہی لوگ کھیتی باڑی کرنے والے ہیں، ہم تو کھیتی باڑی کرتے ہی نہیں۔ اس بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آ گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

1۔ صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا وقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: وصیۃ الرجل مکتوبۃ عندہ، حدیث: 2739

2۔ جامع الترمذی، کتاب ابواب الجہاد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ما جاء فی الاستفتاح بضعفائک۔۔، حدیث: 1702 (امام البانیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

3۔ صحیح البخاری، کتاب المزارعۃ، باب فضل الزرع والغرس اذا اکل منہ، حدیث: 2348

((من اکل من کدّیدہ حلالا فتح لہ ابواب الجنۃ یدخل من ایھا شاء))[1]

ترجمہ: جو شخص اپنے ہاتھ کی سخت کمائی سے دُنیا میں کھائے گا بروز قیامت اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے کہ جس سے مرضی داخل ہو۔

جنت میں رفاقت رسول ﷺ:

سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رات رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گزارتا تھا اور آپ ﷺ کے وضو اور حاجت (وغیرہ) کے لئے پانی لاتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: (اے ربیعہ) مانگو! میں نے عرض کیا: (یارسول اللہ ﷺ!) میں جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت مانگتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے علاوہ اور کچھ؟ میں نے عرض کیا: مجھے یہی کافی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((فاعنی علیٰ نفسک بکثرۃ السجود))[2]

ترجمہ: پھر کثرت سجود کے ذریعے اپنی ذات کے معاملے میں میری مدد کرو۔

اسی طرح آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلاموں میں سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ سے شدید محبت رکھتے تھے۔ کچھ دیر آپ ﷺ کو نہ دیکھتے تو بے چین ہو جاتے۔ موت کے بعد رسول اللہ ﷺ کا دیدار نہ کرسکنے کی وجہ سے اُن کا رنگ اُڑ گیا اور جسم لاغر ہو گیا۔ ایک دن بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھے میری جان اور میری اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ جب کبھی میں اپنے غریب خانے میں ہوتا ہوں اور آپ ﷺ کی یاد آتی ہے تو اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک آپ ﷺ کا دیدار نہ کرلوں۔ اب مجھے رہ رہ کر یہ خیال ستارہا ہے کہ مرنے کے بعد میں تو پتہ نہیں جنت کے کس گوشہ میں ہوں گا اور آپ ﷺ یقیناً انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ جنت کے اعلیٰ اور بلند مقامات پر فائز ہوں گے تو میں آپ ﷺ کا دیدار کیسے کرسکوں گا۔ اگر رُوئے تاباں کی زیارت نہ ہوئی تو جنت کی ساری لذتیں ختم ہو جائیں گی۔ فراق و ہجر کا یہ جانکاہ صدمہ اس دلِ ناتواں سے برداشت نہ ہوسکے گا۔ مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے لکھا ہے کہ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ خاموش ہوگئے۔ اتنے میں سیدنا جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ جیسے سچے عاشقوں اور اطاعت گزاروں کو من جانب الٰہی یہ مژدۂ جاں فزا سنایا:

1۔ میزان الحکمۃ، حدیث: 8329

2۔ مسند ابی عوانہ، امام یعقوب ابی عوانہ یعقوب بن اسحاق نیشاپوری الاسفرائینی، دار المعرفۃ، بیروت، 1419ھ، حدیث: 1861

﴿ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا ﴾[1]

ترجمہ: اور جو اطاعت کرتے ہیں اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اور کیا ہی اچھے ہیں یہ ساتھی۔

رسول اللہ ﷺ کی ہم رکابی:

کتب تاریخ میں چالیس سے زائد ایسے خوش نصیبوں کو ذکر ملتا ہے جنہیں رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اُن میں اکثر نادار و کمزور اور محنت کش صحابہ رضی اللہ عنہم ہی تھے۔ چند مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو اسلام قبول کرنے سے قبل عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد رسول کریم ﷺ کی خدمت کو اپنا شعار بنایا۔ وہ اور ان کی والدہ، آپ ﷺ کے گھروں میں اس قدر آتے جاتے کہ دیکھنے والا انہیں رسول اللہ ﷺ کے گھر کا ایک فرد سمجھتا تھا۔ آپ ﷺ کی مسواک، تکیہ، لوٹا اور نعلین اُن کی تحویل میں رہتے تھے۔[2] وہ بیان کرتے ہیں:

((کنت ردیف النبی ﷺ علی حمار فقال لی یا ابن ام عبد هل تدری من این اتخذت بنو اسرائیل الرهبانية فقلت الله و رسوله اعلم))[3]

ترجمہ: میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے دراز گوش پر سوار تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے اُم عبد کے بیٹے! کیا تم جانتے ہو بنی اسرائیل نے رہبانیت کیسے اختیار کی؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔

ایک اور محنت کش سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اردفنی رسول الله ﷺ خلفه فجعلت فمی علی خاتم النبوة فجعل ینفخ علی مسکا و لقد حفظت منه تلک الليلة سبعين حديثا ما سمعها معی احد))[4]

1۔ سورۃ النسا:4/ 69

2۔ جامع الترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، باب مناقب عبد اللہ بن مسعود، حدیث:3806 (امام البانیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

3۔ معالم التنزیل، امام ابو محمد حسین بن مسعود البغویؒ، دار طیبہ للنشر والتوزیع، الریاض، ذیل سورۃ الحدید، آیت 27

4۔ تاریخ مدینۃ دمشق، علامہ علی بن حسن بن ھبۃ اللہ بن عساکرؒ، دار الفکر، بیروت، 1984ء، ص:6/ 279

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے مجھے سواری پر اپنے پیچھے سوار کر لیا، میں نے اپنا منہ مہر نبوت پر رکھا تو مجھے مشک کی خوشبو آنے لگی، اس رات میں نے رسول اللہ ﷺ سے ستر احادیث یاد کیں جسے میرے ساتھ کسی اور نے نہیں سنا۔

سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

((خرجت مع رسول اللہ ﷺ یوما حارا من ایام مکۃ وھو مردفی)) [1]

ترجمہ: مکہ مکرمہ میں قیام کے دنوں میں ایک گرم دن میں، میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلا، آپ ﷺ نے مجھے سواری پر پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔

محنت کشی کا ہر لمحہ صدقہ جاریہ:

قیامت کے دن جب سورج بالکل انسان کے قریب ہو گا اور ہر انسان گرمی کی وجہ سے اپنے ہی پسینہ میں ڈوبا ہو گا، کہیں بھی سایہ نظر نہیں آئے گا، اُس وقت چند خوش نصیب ایسے ہوں گے جنہیں سایہ میسر آئے گا۔ ان افراد میں سے ایک وہ ہے جو اللہ کی راہ میں چھپا کر خیرات کرتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((ورجل تصدق اخفی حتی لا تعلم شمالہ ماتنفق یمینہ)) [2]

ترجمہ: اور وہ آدمی جو چھپا کر خیرات کرے یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔

انہی خوش نصیبوں میں سے ایک محنت کش کسان بھی ہے کہ اُسے معلوم بھی نہیں ہوتا اور اُس کی طرف سے صدقہ جاری و ساری ہوتا ہے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

((ما من مسلم یغرس غرسا، او یزرع زرعا فیاکل منہ طیر، او انسان، او بھیمۃ الا کان لہ بہ صدقہ)) [3]

ترجمہ: کوئی بھی مسلمان جو ایک پودا لگائے یا کھیت میں بیج بوئے پھر اس میں سے پرندے یا انسان یا جانور جو بھی کھاتے ہیں وہ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔

روایات میں ہے کہ سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہما کو کسی نے دیکھا کہ آپ تلاشِ معاش میں اپنے گھر سے باہر تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ سے دریافت کیا: اے فرزند رسول! کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں

1۔ أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہم، ص: 2/157۔158

2۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل اخفاء الصدقۃ، حدیث: 1031

3۔ صحیح البخاری، کتاب المزارعۃ، باب فضل الزرع والغرس اذا اکل منہ، حدیث: 2320

گھر سے باہر نکلا ہوں اور اپنے اہل و عیال کے حق میں صدقہ انجام دینا چاہتا ہوں۔ اس نے پوچھا یہ کس طرح کا صدقہ ہے جو آپ فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

"جو شخص بھی اپنے عیال کے لئے حلال روزی کما کر لاتا ہے ایسا ہے جیسے اس نے اپنے ربّ ذُوالجلال کے حضور صدقہ پیش کیا ہو۔"[1]

اور اگر محنت کش اپنی حلال کمائی میں سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ دیتا ہے تو اس کا اجر اس حدیث مبارکہ کے الفاظ میں کچھ یوں ہے:

((من تصدق بعدل تمرة من كسب طيب۔ ولا يقبل الله الا الطيب۔ وان الله يتقبلها بيمينه ثم يربيها لصاحبه كما يربي احدكم فلوه حتى تكون مثل الجبل))[2]

ترجمہ: جو حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے۔۔ اور اللہ تعالیٰ صرف حلال کمائی کے صدقہ کو قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ میں لیتا ہے پھر صدقہ کرنے والے کے فائدے کیلئے اس میں اضافہ کرتا ہے بالکل اسی طرح جیسے کوئی اپنے جانور کے بچے کو کھلا پلا کر بڑھاتا ہے تاآنکہ اس کا صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔

محنت کش کی کمائی، افضل ترین:

ہر وہ شخص جو محنت کر کے کسب معاش کرتا ہے قابل عزت ہے اور اس کی ہاتھوں کی کمائی افضل ترین ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((ما اكل احد منكم طعاما احب الى الله عز و جل من عمل يديه))[3]

ترجمہ: تم میں سے کسی نے بھی ایسا کھانا نہیں کھایا جو رب تعالیٰ کو اُس کی ہاتھوں کی کمائی سے زیادہ محبوب ہو۔

اسی طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ما اكل احد طعاما قط خيرا من ان ياكل من عمل يده، و ان نبي الله داؤد عليه السلام كان ياكل من عمل يده))[4]

1۔ ثواب الاعمال وعقاب الاعمال، الشیخ محمد بن علی بن بابویہ الصدوقؒ، مجمع جہانی اہلبیت، قم، 2013ء، ص:2 / 29

2۔ صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ من کسب طیب، حدیث:1410

3۔ مسند أحمد، سیدنا حارث الاشعری رضی اللہ عنہ، حدیث:17115

4۔ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، حدیث:2072

ترجمہ: کسی شخص نے کبھی اُس کھانے سے بہتر کوئی کھانا نہیں کھایا جو وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتا ہو، اور اللہ کے نبی سیدنا داوٗد علیہ السلام (باوجود بادشاہ ہونے کے) اپنے ہاتھ کی کمائی سے ہی کھایا کرتے تھے۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

((ان اطیب ما اکلتم من کسبکم))[1]

ترجمہ: تمہارے کھانے کو سب سے اچھی چیز وہ ہے جسے تم خود کماؤ۔

اللہ تعالیٰ کا محنت کش کو غنی فرمادینا:

رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ غریب اور بے روزگار تھے۔ چونکہ آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ تھا اس لئے اُن کے گھر میں اکثر فاقہ ہوتا تھا۔ ایک دن اُن کی اہلیہ نے انہیں رسول کریم ﷺ کے پاس مدد کی درخواست کرنے کے لئے بھیجا۔ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے، انہوں نے آپ ﷺ کی زبانِ وحی ترجمان سے یہ الفاظ سُنے:

((من سألنا اعطیناہ و من استغنی اغناہ اللہ))

ترجمہ: جو ہم سے سوال کرے گا تو ہم اُسے عطا کریں گے اور جو سوال سے گریز کرے گا تو اللہ اُسے غنی کر دے گا۔

یہ سن کر وہ صحابی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کی بزم میں کچھ کہے بغیر ہی واپس چلے گئے۔ (دوسرے اور تیسرے دن بھی یہی واقعہ پیش آیا)۔ تیسری مرتبہ وہ صحابی رضی اللہ عنہ گھر جانے کی بجائے اپنے ایک دوست کے پاس پہنچے اور اُن سے کلہاڑا لے کر جنگل کا رُخ کیا۔ وہ دیر تک جنگل سے لکڑیاں کاٹتے رہے، پھر اُن لکڑیوں کا گٹھا سر پر اُٹھا کر بازار لائے اور فروخت کر دیا اور ضروری سودا سلف خرید کر گھر لے آئے۔ اب انہوں اس سے بڑھ چڑھ کر محنت شروع کر دی۔ ہر روز پہلے سے بڑا لکڑیوں کا گٹھا تیار کرتے اور بیچ ڈالتے۔ رفتہ رفتہ اُن کے پاس کچھ پونجی بھی جمع ہو گئی۔ اب انہوں نے دو اونٹ اور اپنے کام کا ضروری سامان بھی خرید لیا۔ اب اُن کی مالی حالت کافی بہتر ہو گئی تھی۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر اپنی آپ بیتی سنائی۔ اُن کی باتیں سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

((من سألنا اعطیناہ و من استغنی اغناہ اللہ))[2]

ترجمہ: جو ہم سے سوال کرے گا تو ہم اُسے عطا کریں گے اور جو سوال سے گریز کرے گا تو اللہ اُسے دے گا۔

1۔ جامع الترمذی، کتاب ابواب الاحکام عن رسول اللہ ﷺ، باب ماذکر فی المزارعۃ، حدیث: 1385 (امام البانیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

2۔ کتاب الوافی، مُلّا محمد بن مرتضیٰ المعروف فیض کاشانیؒ، مکتبۃ الامام امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ العامۃ، اصفھان، ص: 2/139

ایک روایت میں ہے کہ وہ صحابی سیدنا ابو سعید خُدری رٹی اللّٰہُ تھے۔ اس واقعہ کے بعد وہ اپنی مالی حالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((فمازال اللہ عزو جل یرزقنا حتی ما اعلم فی الانصار اھل بیت اکثر اموالا منا)) (1)

ترجمہ: پس اس وقت سے ہمیشہ اللہ ہمیں رزق دینے لگا حتیٰ کہ اب مجھے علم نہیں کہ انصار کا کوئی گھرانہ ہم سے زیادہ مال دار ہو۔

محنت کش کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند:

رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد گرامی ہے:

((من طلب الدنیا استعفافا عن الناس وسعیا علی اھلہ وتعطّفا علی جارہ لقی اللہ عزّ و جل یوم القیامۃ و وجھہ مثل القمر لیلۃ البدر)) (2)

ترجمہ: جس نے حلال راہ سے دُنیا طلب کی تاکہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچ سکے اور اپنے اہل وعیال کو کما کر کھلا سکے اور اپنے پڑوسی کی بھی مدد کر سکے، وہ اللہ کے حضور اس شان سے آئے گا کہ اُس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہو گا۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رٹی اللّٰہُ کا یہ ارشاد سونے سے لکھنے کے قابل ہے:

((اوصیکم بالتجار خیرا، فانھم بردالآفاق و امناءاللہ فی الارض)) (3)

ترجمہ: میں تمہیں تاجروں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ دُنیا کے اطراف تک (لوگوں کی ضرورت) پہنچانے والے ہیں اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔

پرہیز گار محنت کش کی فضیلت:

اسلام کی مزدور پالیسی کا ایک امتیازی نشان یہ ہے کہ اس نے محنت کی فضیلت کو اُجاگر کیا اور محنت کش طبقہ کو پستی کے مقام سے اٹھا کر قابل رشک عظمت کا مقام بخشا ہے۔ متقی اور پرہیز گار محنت کش کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

1۔ مسند احمد، مسند سیدنا زید بن ارقم رٹی اللّٰہُ، حدیث: 1140

2۔ (ضعیف) مشکوٰۃ المصابیح، امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزیؒ، تحقیق: محمد ناصر الدین البانیؒ، المکتب الاسلامی، دمشق، ایڈیشن: ا، 1961ء، حدیث: 5207

3۔ نظام الحکومۃ النبویۃ المسمی التراتیب الاداریۃ، محمد عبد الحی بن عبد الکبیر الادریسی الکتانیؒ، دار الکتاب العلمیۃ، بیروت، ص: 1/20

﴿ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ﴾[1]

ترجمہ: ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی۔

سالمؒ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ بازار میں تھے اور نماز کا وقت ہو گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی دکانیں بند کر دیں اور سب مسجد میں چلے گئے۔ یہ دیکھ کر سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"انہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے۔"[2]

امام علی بن موسیٰ الرضاؒ، محنت کش تاجروں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((و اذا کنت فی تجارتک و حضرت الصلوٰۃ فلا یشغلک عنها متجرک فان اللہ وصف قوما و مدحهم فقال: (رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ) و کان هولاء القوم یتجرون فاذا حجرت الصلوٰۃ ترکوا تجارتهم و قاموا الیٰ صلاتهم و کانوا اعظم اجرا ممن لا یتجر فیصلی))[3]

ترجمہ: جب تو لین دین میں مصروف ہو اور نماز کا وقت ہو جائے (تو اسے چھوڑ دے اور نماز کے لئے حاضر ہو) اور تجارت تجھے کسی صورت میں بھی اپنے آپ میں مشغول نہ کر دے کیونکہ اللہ تعالیٰ ایک گروہ کی تعریف کرتا ہے اور فرماتا ہے: "ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔" یہ وہ لوگ تھے جو تجارت کرتے تھے لیکن جب نماز قائم ہوتی تھی تو مسجد میں حاضر ہوتے تھے اور اپنا کام کاج چھوڑ دیتے تھے۔ اس قسم کے لوگوں کا ثواب اور جزا اُن لوگوں سے زیادہ ہے جو (راہبوں کی طرح) کام اور تجارت کو چھوڑ بیٹھیں اور فقط عبادت اور نماز میں مشغول رہیں۔

محنت کشی کے قرآنی قوانین

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات اور فرشتوں سے بھی افضل صفات بنایا۔ ان دونوں خصوصیات کے حصول کے لئے اس کی جسمانی اور روحانی ریاضت کو بنیاد ٹھہرایا۔ ابو البشر سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم

1۔ سورۃ النور:24/ 37

2۔ جامع البیان فی تفسیر آی القرآن، ص:18/ 195

3۔ مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل، الحاج میرزا حسین النوری الطبرسیؒ، موسسۃ آل البیت علیہم السلام لاحیاالتراث، قم، ص:2/ 424

تک سب انبیائے کرام علیہم السلام اور سب اولیاء و صالحین اپنے دست مبارک سے اپنی روزی تلاش فرماتے رہے۔ اس لئے محنت کشی کی اسلامی حیثیت کی قرآن و حدیث کی روشنی میں پہچان ہر مسلمان پر فرض ہے۔

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر یہ بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دُنیا میں موجود ہر شے کو انسان کے لئے مسخر کر دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً ﴾ [1]

ترجمہ: کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے زمین و آسمان کی ہر چیز کو ہمارے کام میں لگا رکھا ہے اور تمہیں اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں بھرپور دے رکھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو محنت کرنے کے لئے میٹریل فراہم کر کے سب کچھ انسان کے اختیار میں دے دیا ہے۔ آسمانی مخلوق، چاند، سورج اور ستاروں وغیرہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسے ضابطوں کا پابند بنا دیا ہے کہ یہ انسانوں کے لئے کام کر رہے ہیں اور انسان ان سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ اسی طرح بہت سی زمینی مخلوق کو انسان کے تابع بنا دیا گیا ہے جنہیں انسان حسبِ منشا استعمال کرتا ہے جیسے زمین اور حیوانات وغیرہ ہیں۔ گویا آسمان و زمین کی تمام چیزیں انسانوں کے فائدے کے لئے کام میں لگی ہوئی ہیں۔ پھر ان چیزوں سے فائدہ اُٹھانے کے لئے انسان کو عقل عطا کی اور اعضاء و جوارح کو بھی آلات کے طور پر عنایت فرمایا۔ اس طرح محنت کرنے کے لئے تمام ذرائع فراہم کر دیئے تاکہ انسان اللہ کی نعمتوں سے بہرہ ور ہو سکے۔

معاشی جدوجہد کی تلقین:

رُوئے زمین پر اللہ کی تخلیق کردہ نعمتیں اور سامانِ معیشت سب انسانوں کے لئے یکساں ہیں لہٰذا ہر فرد کے لئے ضروری ہے کہ ان کے حصول اور ان سے مستفید ہونے کے لئے بھرپور کوشش کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِلسَّائِلِينَ ﴾ [2]

ترجمہ: اور غذاؤں کی تجویز بھی اسی میں کر دی (صرف) چار دن میں، ضرورت مندوں کے لئے یکساں طور پر۔

معاشی جدوجہد کر کے دُنیا سے اپنا حصہ لینا ضروری قرار دیتے ہوئے فرمایا:

1۔ سورۃ لقمان: 20/31

2۔ سورۃ حم السجدۃ: 10/41

﴿وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴾[1]

ترجمہ: اور اپنے دُنیوی حصے کو بھی نہ بھول اور جیسے کہ اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی اچھا سلوک کر اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو، یقین مان کہ اللہ مفسدوں کو ناپسند رکھتا ہے۔

محنتِ پیہم کی تلقین:

مسلسل محنت کی تلقین کے حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَد ﴾[2]

ترجمہ: ہم نے یقیناً انسان کو محنت و مشقت میں (یعنی محنت و مشقت کرنے کے لئے) پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر نبی کریم ﷺ کو یوں مخاطب فرمایا:

﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ﴾[3]

ترجمہ: پس جب آپ ایک اہم کام سے فارغ ہو جائیں تو دوسری مہم کو شروع کر دیجئے۔

یہ آیت کریمہ ایک وسیع مفہوم رکھتی ہے۔ جو ہر مہم سے فارغ ہونے اور دوسری مہم کو شروع کرنے کو شامل ہے۔ یعنی ہر گز بھی بے کار نہ رہو، تلاش و کوشش کو نہ چھوڑو، ہمیشہ جدوجہد میں مشغول رہو اور ہر اہم کام کو ختم کرنے کے ساتھ ہی دوسرے اہم کام کو شروع کر دیا کرو۔

محنت اور کامیابی کا التزام:

محنت کا مقام اور محنت کی ترغیب دیتے ہوئے قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى (39) وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَى (40) ﴾[4]

ترجمہ: اور یہ کہ ہر انسان کے لئے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اُس نے کی۔ اور یہ کہ بے شک اُس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی۔

1۔ سورۃ القصص: 28/ 77

2۔ سورۃ البلد: 90/4

3۔ سورۃ الم نشرح: 94/ 7

4۔ سورۃ النجم: 53/ 39۔40

محنت میں انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿ وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴾[1]

ترجمہ: اور جو محنت کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لئے محنت کرتا ہے (اور) اللہ تو سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل کی تلاش:

حلال طریقوں سے کسب معاش کو اللہ تعالیٰ کے فضل کے مترادف کہا گیا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُون ﴾[2]

ترجمہ: پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت اللہ کا ذکر کرو تاکہ تم فلاح پالو۔

کسبِ معاش اور شکر گزاری:

طلب معاش اور اس کے حصول کے لئے جدوجہد کرنا اعلیٰ صفات میں سے ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا مستحسن ہے کیونکہ اللہ رب العزت ہی نے اسے کسبِ معاش کی توفیق بخشی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴾[3]

ترجمہ: پس تمہیں چاہیئے کہ تم اللہ ہی سے روزیاں طلب کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کی شکر گزاری کرو اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

محنت کشوں میں تفاوتِ درجات:

مال و دولت، جاہ و منصب اور عقل و فہم میں فرق اس لئے رکھا گیا تاکہ زیادہ مال والا کم مال والے سے، اُونچے منصب والا چھوٹے منصب والوں سے اور عقل و فہم میں حظِ وافر رکھنے والا اپنے سے کم تر عقل و شعور رکھنے والے سے کام لے سکے۔ ہر طبقہ اپنے مخصوص وسائل اور استعداد رکھتا ہے جس کے پیش نظر وہ زندگی کے کچھ مسائل میں سرگرمی دکھاتا ہے اور طبعی طور پر اس کی محنت و کاوش دوسروں کے کام آتی ہے۔ اسی طرح دوسرے طبقوں کے دوسرے مسائل ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

1۔ سورۃ العنکبوت:29/ 6

2۔ سورۃ الجمعۃ:62/ 10

3۔ سورۃ العنکبوت: 29/ 17

﴿ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا﴾[1]

ترجمہ: ہم ہی نے اُن کی زندگانی دُنیا کی روزی اُن میں تقسیم کی ہے اور ایک کو دوسرے سے بلند کیا ہے تاکہ ان میں سے ایک دوسرے کو ماتحت کرلے۔

محنت وکاوش اور اس کی جزا:

اللہ تعالیٰ نے عارضی زندگی کا یہ سلسلہ، جس کے بعد موت ہے، اس لئے قائم کیا تاکہ وہ آزمائے کہ اس زندگی کا صحیح استعمال کون کرتا ہے۔ جو اسے ایمان واطاعت کے لئے استعمال کرے گا، اس کے لئے بہترین جزا ہے اور دوسروں کے لئے عذاب۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ﴾[2]

ترجمہ: جس نے موت اور حیات کو اس لئے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ﴾[3]

ترجمہ: پس جس نے ذرّہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اُسے دیکھ لے گا۔

حسبِ استطاعت ذمہ داری کی تفویض:

اللہ تعالیٰ نے کسی نفس پر جو چیزیں فرض قرار دی ہیں وہ اُس کی وسعت، طاقت اور مقدرت سے زیادہ نہیں ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾[4]

ترجمہ: اللہ کسی جان کو اُس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، جو نیکی وہ کرے وہ اُس کے لئے اور جو برائی وہ کرے وہ اُس پر ہے۔

1۔ سورۃ الزخرف:43/ 32

2۔ سورۃ الملک:67/ 2

3۔ سورۃ الزلزال:99/ 7

4۔ سورۃ البقرۃ:2/ 286

ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا کہ "اِلَّا وُسْعَهَا" سے مراد ہے "الا طاقتها" یعنی اس کی طاقت کے مطابق۔ اسی طرح ابن المنذرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا کہ "الَّا وُسْعَهَا" سے مراد ہے مگر جس کی طاقت رکھے۔[1] ہر آدمی انعام اُسی خدمت پر پائے گا جو اس نے خود انجام دی ہو۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک شخص کی خدمات پر دوسرا انعام پائے۔ امام جعفر بن محمد الصادقؑ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں اپنے آباء کے سلسلہء سند سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں:

"اللہ نے بندوں کو ان کی وسعت سے زیادہ کا حکم نہیں دیا، اور جس چیز پر عمل کرنے کا انہیں حکم دیا گیا ہے انہیں اس بات کی طاقت اور وسعت دی گئی ہے۔ اور وہ جس بات کی مقدرت نہیں رکھتے وہ ان سے اٹھالی گئی ہے۔"[2]

نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ﴾[3]

ترجمہ: ہم کسی شخص کو اُس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾[4]

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے (اور) ہم (عملوں کے لئے) کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تو تکلیف دیتے ہی نہیں، ایسے ہی لوگ اہلِ بہشت ہیں (کہ) اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

محنت و کاوش رائیگاں نہیں جاتی:

کسی محنت کش کا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں ضائع نہیں جاتا بلکہ پورا پورا بدلہ دیا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى ﴾[5]

ترجمہ: کہ تم میں سے کسی کام کرنے والے کے کام کو، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، میں ہرگز ضائع نہیں کرتا۔

1۔ تفسیر الدّر المنثور فی التفسیر الماثور، امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطیؒ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1421ھ، ص:2/150

2۔ کتاب التوحید، الشیخ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین الصدوقؒ، الکساء پبلشرز، کراچی، ص:347

3۔ سورۃ الانعام:6/ 152

4۔ سورۃ الاعراف: 7/ 42

5۔ سورۃ آل عمران:3/ 195

یعنی سب انسان اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں یکساں ہیں۔ اللہ کے ہاں یہ دستور نہیں ہے کہ عورت اور مرد، آقا اور غلام، کالے اور گورے، اُونچ اور نیچ کے لئے انصاف کے اصول اور فیصلے کے معیار الگ الگ ہوں۔ شیخ ناصر السعدیؒ لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اُن کی دُعائے عبادت اور دُعائے طلب (دونوں دُعائیں) قبول فرمالیں اور فرمایا: "میں کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا، وہ مرد ہو یا عورت۔" پس تمام لوگ اپنے اعمال کا پورا پورا اور وافر اجر پائیں گے۔"[1]

محنت میں وقفے کا تصور:

کاروبار، خرید و فروخت، کھیتی باڑی اور دیگر مشاغلِ دُنیا کو اذانِ جمعہ کے بعد ترک کر دینے کا حکم فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾[2]

ترجمہ: اے مومنو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد (یعنی نماز) کے لئے جلدی کرو اور خرید و فروخت ترک کر دو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

محنت کشی کا نظام الاوقات:

دن کو روشن بنایا گیا ہے تاکہ لوگ کسب معاش کے لئے جدوجہد کر سکیں اور رات انسان کی ساری حرکتیں منقطع کر دیتی ہے تاکہ سکون ہو جائے اور لوگ آرام کی نیند سو لیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ﴾[3]

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو۔ اور روزِ روشن بنایا (تاکہ اس میں کام کرو) جو لوگ سننے کی طاقت رکھتے ہیں اُن کے لئے ان میں نشانیاں ہیں۔

نیز فرمایا:

﴿وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا﴾[1]

1۔ تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، الشیخ عبد الرحمٰن بن ناصر السعدیؒ، دارالسلام، الریاض، سن ندارد، ص: 1/ ۴۶۴

2۔ سورۃ الجمعۃ: 62/ 9

3۔ سورۃ یونس: 10/ 67

ترجمہ: اور دن کو معاش (روزگار) کا وقت قرار دیا۔

اسلام کا معاشی نظام اس حقیقت پر یقین رکھتا ہے کہ پیدائش دولت اور معاشی ترقی جو بھی صورت ہو، خواہ وہ زراعت و کاشتکاری ہو یا صنعت و حرفت، سرکاری ملازمت ہو یا نجی کاروبار میں ملازمت، ہر جگہ دو ہی ہاتھ ہیں جو سرگرم کار نظر آتے ہیں، ایک اصل (خواہ زمین ہو یا مشین یا زرِ نقد یا سرکار کا کوئی پیداواری عمل) اور دوسرا محنت۔

1۔ سورۃ النبا: 78/ 11

فصل سوم: بہبود محنت کشاں کی اہمیت

اسلام نے روز اوّل ہی سے محنت کش و مزدور سے جو شفقت برتی، جتنی رعایت اور لحاظ اس کا کیا اور جتنے حقوق و مراعات اسے دیں اور حسن سلوک کی تاکید کی، وہ اسلام کی خوبیوں کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔ یہاں مختصر طور پر قرآن وحدیث سے بہبودِ محنت کشاں کے چند فضائل وبرکات پیش کئے جاتے ہیں، اس سے ان کے ساتھ رحمت و شفقت کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔

رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ:

بہبود محنت کشاں رضائے الٰہی کے ساتھ ساتھ بہت سی دائمی و اُخروی نعمتوں کے حصول کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا (8) إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا (9)﴾[1]

ترجمہ: اور اللہ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین، یتیم اور قیدیوں کو۔ ہم تو تمہیں صرف اللہ کی رضامندی کے لئے کھلاتے ہیں۔ نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ شکر گزاری۔

بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے یہ بھی لکھا ہے کہ طعام کی محبت کے باوجود اللہ کی رضا کے لئے ضرورت مندوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ حتیٰ کہ غیر مسلم قیدیوں کی بابت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ ان کی تکریم کرو، چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم پہلے ان کو کھانا کھلاتے خود بعد میں کھاتے۔ اسی طرح لفظ "اسیر" میں ذرا توسیع کرلی جائے تو یہ آیت کریمہ محنت کش غلاموں کو بھی شامل ہو سکتی ہے کہ وہ بھی ایک طرح سے قید میں ہیں جن کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید ہے۔ فلاح و بہبود کے کاموں میں سے نوے فیصد کاموں کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ حقوق العباد کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس میں عزیز، پڑوسی، مسکین، مسافر، معذور، بیمار، حاجت مند، محنت کش و مزدور سب شامل ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ﴾[2]

ترجمہ: اور ان کے مال میں مانگنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کا حق تھا۔

لہٰذا یہ حقوق ادا کرنے، وسیع پیمانے پر دینے اور صدقہ وخیرات کرنے سے ادا ہوں گے۔

1۔ سورۃ الدھر: 76/ 8۔9

2۔ سورۃ الذاریات: 51/19

غلام آزاد کرانے کی ترغیب:

اللہ تعالیٰ نے محنت کش غلاموں کو آزادی دلانے کے لئے مسلمانوں کو کئی طریقے تجویز کئے۔ ان میں سے ایک طریقہ کفارے کے طور پر غلام آزاد کرنا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ﴾ (1)

ترجمہ: جس شخص نے کسی مومن کو خطا سے قتل کر دیا تو ایک مومن گردن آزاد کرے۔

اسی طرح قسم توڑنے پر غلام آزاد کرنا اور ظہار سے رجوع کرنے پر غلام آزاد کرنے کی صورتیں کفارے کی تھیں۔ پھر زکوٰۃ کی مدّات میں سے غلاموں کی آزادی کے لئے مال خرچ کرنا ایک اہم مدّ قرار دی گئی ہے۔ نیز قرآن کریم نے نفلی خیرات اور صدقات کے طور پر بھی غلام آزاد کرنے کی ترغیب دی ہے اور اسے دُنیا و آخرت کی بڑی بھلائی قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ، فَكُّ رَقَبَةٍ ، أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ، يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ، أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ﴾ (2)

ترجمہ: اور تو کیا سمجھا کہ گھاٹی ہے کیا؟ کسی گردن (غلام و لونڈی) کو آزاد کرنا یا بھوک والے دن کھانا کھلانا کسی رشتہ دار یتیم کو یا خاکسار مسکین کو۔

اس کے بعد ان لوگوں کے لئے عظیم اجر کی بشارت سنائی جو اپنے غلاموں اور یتیم و مسکین کا خیال رکھنے والے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ، أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ﴾ (3)

ترجمہ: (پس جو انسان اپنی بڑائی کا مدعی تھا، اسے چاہیئے تھا کہ اس آزمائشی گھاٹی کی منزل سے گزرتا اس کے علاوہ) اس جماعت کے لوگوں میں سے ہو جاتا جو ایمان لاتے اور ایک دوسرے کو صبر کی اور رحم کی وصیت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں دائیں بازو والے (خوش بختی والے)۔

نکاح کروانے کی تلقین:

1۔ سورۃ النساء: 4/ 92

2۔ سورۃ البلد: 90/ 12۔16

3۔ سورۃ البلد: 90/ 17۔18

محنت کش غلاموں اور لونڈیوں کی فطری ضرورت کو پورا کرنے اور ان کی معاشرتی، اخلاقی اور روحانی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾[1]

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں اور تمہارے لونڈی و غلام جو صالح ہوں ان کے نکاح کر دو۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا۔ اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے۔

حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

((ثلاثۃ حق علی اللہ عونھم المکاتب الذی یرید الاداء والناکح الذی یرید العفاف والمجاھد فی سبیل اللہ))[2]

ترجمہ: تین شخص ہیں جن کی اللہ ضرور مدد فرماتے ہیں۔ مکاتب غلام جو ادائیگی کی نیت رکھتا ہے، وہ نکاح کرنے والا جو پاک دامنی کی نیت سے نکاح کرتا ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔

غلاموں سے مکاتبت کا حکم:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو محنت کش غلاموں کی آزادی کے لئے اس بات پر ترغیب دی کہ وہ اپنی آزادی کے لئے باہمی طے شدہ رقم دیں تو ان سے مکاتبت کرو اور انہیں آزاد کر دو۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ﴾[3]

ترجمہ: اور تمہارے محکوموں میں جو مکاتبت کی درخواست کریں ان سے مکاتبت کر لو اگر تمہیں معلوم ہو کہ ان کے اندر بھلائی ہے اور ان کو اس مال میں سے دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے۔

محنت کشوں کے احترام کا حکم:

1۔ سورۃ النور: 24/ 32

2۔ بصائر الدرجات، علامہ ابو جعفر محمد بن الحسن بن فروخ الصفارؒ، منشورات الشریف الرضی، 1398ھ، ص: 2/177

3۔ سورۃ النور: 24/ 33

اسلام نے محنت کشوں کا احترام کرنے، ان کے نام سے یا اچھے لقب سے پکارنے اور ان کے باپوں کی طرف نسبت کرنے کی تعلیم دی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ﴾[1]

ترجمہ: (منہ بولے بیٹوں کو) ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ بات ہے اور اگر تمہیں معلوم نہ ہو کہ ان کے باپ کون ہیں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور رفیق ہیں۔

یہ آیت کریمہ اگرچہ لے پالک بیٹوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اشارتاً غلاموں کے احترام و توقیر کی بات بھی نکلتی ہے۔ پھر مزید تائید نبی کریم ﷺ کی ہدایات سے ہوئی۔ فرمایا:

''کوئی آقا اپنے غلام کو عبدی (میرا عبد) نہ کہے بلکہ فتای (میرا جوان) کہے۔''

اسی طرح غلاموں کو ممانعت کر دی کہ وہ اپنے آقاؤں کو ربّ نہ کہیں۔[2]

قرآن کریم کی ایک تعلیم یہ بھی ہے کہ محنت کشوں سے ناجائز، حرام اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہ لیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾[3]

ترجمہ: اور اپنی لونڈیوں کو اپنے دُنیوی فائدوں کی خاطر قحبہ گری پر مجبور نہ کرو جب کہ وہ خود پاک دامن رہنا چاہتی ہوں اور جو کوئی ان کو مجبور کرے تو اس جبر کے بعد اللہ ان کے لئے غفور و رحیم ہے۔

محنت کش کی سفارش اجر عظیم کا باعث:

اسلام نے حاجت مند، ضرورت مند، بے بس اور مجبور محنت کش افراد کی ضرورتیں پوری کرنے، ان سے ظلم دور کرنے اور انہیں آرام پہنچانے کے لئے ان کو مناسب اشخاص کے پاس لے کر جانے، ان کی سفارش کرنے اور تعاون کرنے کو بڑا اجر و ثواب کا کام بتایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

1۔ سورۃ الاحزاب:33/ 5

2۔ بصائر الدرجات، ص:2/179

3۔ سورۃ النور:24/ 33

﴿مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُقِيتًا ﴾[1]

ترجمہ: جو بھلائی کی سفارش کرے گا وہ اس میں حصہ پائے گا اور جو برائی کی سفارش کرے گا وہ اس میں حصہ پائے گا اور اللہ ہر چیز پر نظر رکھنے والا ہے۔

جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((الدال علی الخیر کفاعله))[2]

ترجمہ: جو شخص نیکی پر کسی کو آمادہ کرے اس کو بھی ایسا ہی ثواب ملتا ہے جیسا اس نیک عمل کرنے والے کو ملتا ہے۔

مقروض کو مہلت دینے کی فضیلت:

اسلام نے محنت کش مقروض کو ادائیگی میں مہلت دینے اور غریب ہو تو معاف کر دینے کو ایسے نیک کاموں میں شمار کیا ہے جو آخرت میں مغفرت کا سبب ہوں گے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾[3]

ترجمہ: اور اگر قرض دار تنگ دست ہے تو کشادگی تک مہلت دو اور اگر بالکل معاف کر دو تو تمہارے لئے یہ (صدقہ کر دینا) عمل خیر ہے، اگر تم سمجھو۔

بہبودِ محنت کشاں کیلئے نبوی وصیتیں:

نبی کریم ﷺ نے جہاں معاشرے کے کمزور طبقات کا خیال رکھا اور ان کے دُکھ درد کو دور کیا وہاں اس کمزور ترین اور بے اثر طبقے یعنی محنت کش غلاموں اور خادموں کی داد رسی بھی فرمائی، ان کو ان کے حقوق دلائے اور ان کو انسانیت کا اعلیٰ مقام دلایا اور معاشرے کو مساوات کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ ذیل میں بہبود محنت کشاں کے حوالے سے آپ ﷺ کے چند ارشادات نمونے کے طور پر درج کئے جارہے ہیں:

خدمت خلق کی وصیت:

1۔ سورۃ النساء: 4/ 85

2۔ امام ابو بکر احمد بن عمرو بصری البزارؒ، المسند، مکتبۃ العلوم والحکم، مدینہ منورہ، سن ندارد، ص:2/ 273

3۔ سورۃ البقرۃ: 2/ 280

رسول کریم ﷺ نے خدمت خلق کا ایک وسیع تصور بیان فرمایا جس میں حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق النفس کے کئی پہلو آجاتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

((علی کل مسلم صدقة))

ترجمہ: ہر ایک مسلمان پر صدقہ (نیکی کرنا) لازم ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو یہ نہیں پاتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((یعمل بیدہ فینفع نفسه ویتصدق))

ترجمہ: وہ اپنے ہاتھ سے کام کرے جس سے اپنی ذات کو نفع پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پھر پوچھا کہ اگر وہ یہ نہ کر سکے تو کیا کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((یعین ذا الحاجة الملهوف))

ترجمہ: کسی مجبور حاجت مند کی مدد کرے۔

انہوں نے پھر پوچھا کہ وہ اگر یہ بھی نہ کر سکے تو کیا کرے؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

((یامر بالمعروف))

ترجمہ: وہ نیکی کا حکم دے۔

انہوں نے پوچھا اگر یہ بھی نہ کر سکے تو کیا کرے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((یمسک عن الشر فانها له صدقة))[1]

ترجمہ: وہ برائی سے رک جائے۔ یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں جو افعال و اعمال کی صورتیں بیان کی گئی ہیں وہ تمام کی تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد سے متعلق ہیں۔ اس سے اسلام کے مزاج اور نظام کا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دین انفرادیت، رہبانیت، تنہائی پسندی اور گوشہ نشینی کا دین نہیں ہے بلکہ یہ تو معاشرتی اصلاح اور اس کی تعمیر و ترقی اور فلاح و بہبود کا دین ہے۔

محنت کشوں سے حسن سلوک:

1۔ بصائر الدرجات، ص: 179/2

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ چاہتے ہیں کہ انسان ہر ایک سے رحمت کا برتاؤ رکھے۔ ہر ایک کے لئے نرم دل اور شفیق ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قرآن کریم میں جو صفات بیان کی گئی ہیں اُن میں سے ایک صفت ((رحماءُ بینھم)) بھی ہے یعنی وہ ایک دوسرے پر رحیم و شفیق ہیں۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"اگر تم میری رحمت چاہتے ہو تو میری مخلوق پر رحم کرو۔"[1]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"جب تک تم ایک دوسرے پر رحم نہیں کرو گے جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔"

ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم سب رحم کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"تمہارا اپنے اوپر یا اپنے متعلقین پر رحم کرنا نہیں بلکہ عام رحمت و شفقت کا برتاؤ ہو، عام رحمت کا برتاؤ ہو۔"[2]

آجروں، سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنے ماتحتوں کے حقوق ادا کر کے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کر کے نبی کریم ﷺ کی اس وعید سے بچنا چاہیئے:

((لا یدخل الجنۃ سیء الملکہ))[3]

ترجمہ: اپنے ماتحتوں سے بُرا سلوک کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

خادموں کے ساتھ حسن سلوک کے حوالے سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ ہے:

((للملوک طعامہ و کسوتہ ولا یکلف من العمل الا ما یطیق))[4]

ترجمہ: غلام کا حق یہ ہے کہ اسے کھانا اور کپڑا دیا جائے اور اس پر کام کا اتنا ہی بوجھ ڈالا جائے جس کو وہ سہار سکتا ہو۔

اسی طرح ان کے کام کو آسان کیا جائے اور تنگی نہ کی جائے جو ان کے لئے بشارت کا باعث ہو۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ میرے پاس سے اس حالت میں نکلے کہ آنکھوں کی ٹھنڈک لئے ہوئے اور

1۔ الاربعین، حافظ ذکی الدین عبد العظیم المنذریؒ، حدیث:35
2۔ الاربعین، حافظ ذکی الدین عبد العظیم المنذریؒ، حدیث :32
3۔ الصحیفۃ السجادیۃ، امام علی بن حسین زین العابدینؒ، جامعۃ الکوثر، اسلام آباد، 2004ء، ص:67
4۔ صحیح مسلم، کتاب الطعام، باب اطعام المملوک مما یاکل۔۔، حدیث:1662

خوش دل تھے۔ پھر جب میرے پاس لوٹے تو غمگین تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ جب میرے پاس سے تشریف لے گئے تھے تو خوش تھے اور جب لوٹے تو غمگین ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

((انی دخلت الکعبۃ و وددت انی لم اکن فعلت انی اخاف ان اکون اتعبت امتی من بعدی))[1]

ترجمہ: میں کعبۃ اللہ میں داخل ہوا، لیکن میں چاہتا ہوں کہ میں ایسے نہ کرتا کیوں کہ مجھے ڈر ہے کہ میں نے اپنے بعد آنے والی اُمت کو تکلیف میں ڈالا ہے۔

بہبودِ محنت کشاں کا علمبردار، اللہ کا محبوب:

مخلوق کو فائدہ پہنچانا اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الخلق کلھم عیال اللہ، فاحب الخلق الی اللہ انفعھم لعیالہ))[2]

ترجمہ: تمام مخلوق اللہ کا عیال (کنبہ) ہے۔ سو ان میں سے اللہ کو سب سے زیادہ پیارا وہ شخص ہے جو اس کے عیال کو زیادہ نفع پہنچانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ مخلوق کے ساتھ بھلائی کرنے والے سے نہ صرف خوش ہوتے ہیں بلکہ اس کا اجر بھی دیتے ہیں۔ جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ان للہ عزوجل خلقا خلقھم لحوائج الناس، یفزع الیھم الناس فی حوائجھم، اولئک الامنون من عذاب اللہ تعالیٰ))[3]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ لوگ اپنی ضرورتوں کے وقت ان کے پاس گھبرا کر آتے ہیں (اور یہ ان کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں) یہ لوگ (قیامت کے دن) اللہ کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

ایک اور مقام پر ان کا اجر بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"پس جب قیامت کا دن ہو گا تو ان کے لئے نور کے منبر رکھے جائیں گے جن پر بیٹھ کر وہ اللہ تعالیٰ سے گفتگو کریں گے جب کہ دوسرے لوگ حساب میں مبتلا ہوں گے۔"[1]

1۔ مسند احمد، ص:6/ 137

2۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، امام نور الدین علی بن ابی بکر الھیثمیؒ، دار الکتاب، بیروت، 1994ء ص:8/ 191

3۔ المعجم الکبیر، ص:12/ 357

سب سے زیادہ فضیلت والا عمل:

مومن صرف اپنی ذات کے گرد نہیں گھومتا بلکہ اپنے دوسرے بھائیوں کے دُکھ درد میں شریک ہو کر ان کے دُکھ درد کا مداوا کرتا ہے۔ خاص طور پر وہ محنت کش جو رنج و غم میں مبتلا ہوں یا کسی صدمے کی وجہ سے نڈھال ہوں ان کے پاس جانا، ان کا غم ہلکا کرنا اور انہیں خوش کرنا بھی نیکی کا کام ہے۔ اس مفہوم کی متعدد روایات موجود ہیں۔ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا عمل سب سے زیادہ فضیلت والا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ان تدخل علی اخیک المسلم سبرورا او تقضی عنه دینا او تطعمه خبزا))[2]

ترجمہ: تم اپنے مسلمان بھائی کو خوش کر دیا اس کا قرض ادا کر دیا اسے کھانا کھلاؤ۔

تقرب الٰہی کا ذریعہ:

فلاح و بہبود کے بہت سے کام معروف معنی میں عبادات کے قائم مقام ہیں۔ جس طرح عبادات تقرب الٰہی کا ذریعہ ہیں اسی طرح ان کاموں کا انجام دینا بھی عبادت ہے۔ ان میں سر فہرست فریضۂ زکوٰۃ ہے جو ایک پہلو سے عبادت ہے اور دوسرے پہلو سے خدمت خلق۔ نیز کفارات تمام کے تمام عبادات کے قائم مقام ہیں۔ حدیث مبارکہ میں ہے:

((الساعی علی الارملة والمسکین کالمجاهد فی سبیل الله او کالقائم اللیل او الصائم النهار))[3]

ترجمہ: بیوہ اور مسکین کی ضروریات کے لئے بھاگ دوڑ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو رات بھر (اللہ کے حضور) کھڑا رہتا ہے (سُست نہیں ہوتا) اور اس روزے دار کی طرح ہے جو روزے رکھے جاتا ہے اور چھوڑتا نہیں۔

مصائب و آلام سے حفاظت کا ذریعہ:

اپنے ماتحت محنت کشوں کی بہبود بھی صدقہ شمار ہوتا ہے جو اپنے آپ سے مصیبت ٹالنے کا ذریعہ بھی ہے۔ جو لوگ اپنے متعلقین کی فلاح و بہبود میں مصروف رہتے ہیں وہ مصائب سے پریشان نہیں ہوتے۔ انسان پر دیدہ اور نادیدہ کئی قسم کی مصیبتیں آتی رہتی ہیں۔ ان مصیبتوں کو ٹالنے یا ہلکا کرنے کا اور برداشت کی قوت حاصل کرنے کا ایک مستحکم ذریعہ صدقہ ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے:

1۔ بصائر الدرجات، ص 180/2

2۔ بحار الانوار، علامہ محمد باقر بن محمد تقی المجلسی، مؤسسہ مطالعات و تحقیقات فرہنگی، تہران، سن ندارد، ص:37/221

3۔ بحار الانوار، ص:37/221

((الصدقة تدفع البلاء))[1]

ترجمہ: صدقہ و خیرات بلا کو ٹال دیتا ہے۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

((الانسان عبد الاحسان))[2]

ترجمہ: انسان احسان کا بندہ ہوتا ہے۔

اس لئے اس کے ساتھ کوئی بھلائی کرے گا تو وہ آپ کا احسان مند ہو گا اور آپ کی بات توجہ سے سنے گا۔

مسلمان بھائیوں کی بہبود کے فضائل بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ایما مسلم خدم قوما من المسلمین الا اعطاہ اللہ مثل عددھم خداما فی الجنة))[3]

ترجمہ: جو بھی مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ان تمام مسلمانوں کی تعداد کے برابر جنت میں خادم عطا فرمائے گا۔

نبی کریم ﷺ کی آخری وصیت:

رسول کریم ﷺ نے اپنی آخری وصیت میں نماز اور اپنے غلاموں کا خیال رکھنے کا حکم فرمایا۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

((اللہ اللہ، الصلاۃ و ماملکت ایمانکم))[4]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ نماز اور اپنے غلاموں کے حقوق کا خیال رکھو۔

آپ ﷺ کلام فرما رہے تھے اور زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ ایک روایت میں ہے:

"حتیٰ کہ آپ ﷺ کا سینہ مبارک کھڑ کھڑانے لگا اور زبان بڑی مشکل سے چل رہی تھی۔"[5]

محنت کش اور مفلوک الحال طبقات کے بارے میں یہ چند واضح ہدایات ہیں جو قرآن کریم اور رسول کریم ﷺ نے قیامت تک کے لئے ثبت فرما دی ہیں۔ بہبودِ محنت کشاں میں جن دو باتوں پر خاص طور پر زور دیا گیا ہے وہ

1۔ کنز الفوائد، علامہ احمد بن علی بن عثمان الکراجکیؒ، منشورات دار الذخاء، قم، 1399ھ، ص:29

2۔ کنز الفوائد، ص:29

3۔ میزان الحکمۃ، آیت اللہ محمدی ری شہری والآخرون، دار الحدیث، قم المقدسہ، 1422ھ، حدیث:4630

4۔ صحیح سنن ابن ماجہ، علامہ محمد ناصر الدین البانیؒ، مکتب التربیۃ العربی لدول الخلیج، الریاض، حدیث:1625

5۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد، ص:4/237

رضائے الٰہی کا حصول اور حقوق العباد کی ادائیگی ہے۔ اگر ہم محنت کشوں کے بارے میں بیان کردہ ان احکام پر عمل کریں، اپنے ماتحتوں کے حقوق ادا کریں تو ہمارا معاشرہ صحیح معنوں میں اسلامی معاشرہ بن جائے، انسانیت کے دُکھ دور ہو جائیں اور عدل و انصاف اور امن و سکون والا معاشرہ قائم ہو جائے۔

خلاصۃ البحث:

☆...... محنت کی عظمت کا اصول اسلام کی بنیاد ہے جس کی کارفرمائی اس انداز سے ہے کہ ہر وہ شخص جو محنت کر کے کسب معاش کرتا ہے قابل عزت ہے۔ خواہ وہ ایک گھریلو ملازم ہو یا کسی اعلیٰ منصب پر فائز بااختیار افسر۔ محنت کی اقسام میں جسمانی، دماغی، استقلالی اور اُجرتی محنت شامل ہیں۔ محنت کش کی اقسام میں اجیر خاص اور اجیر عام شامل ہیں۔ محنت کش کی استعداد کار کی بنیاد دو باتوں پر ہے: محنت کش جسمانی طور پر طاقت ور اور توانا ہونا چاہیئے۔ دماغی محنت کرنے والے کو ذہنی طور پر لائق اور قابل ہونا چاہیئے۔

☆......محنت کشی سنت انبیائے کرام علیہم السلام، اعلیٰ ترین انسانی صفت، عبادت گزاروں پر فضیلت، صدقہ جاریہ اور گناہوں کے کفارے کا باعث ہے۔ بہبودِ محنت کشاں کی فضیلت یہ ہے کہ اسے رضائے الٰہی کا ذریعہ اور عمل خیر قرار دیا گیا۔ حتیٰ کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اپنی آخری وصیت میں غلاموں کے حقوق کی پاسداری کی تلقین فرمائی۔

☆......نظامِ بہبود محنت کشاں، لوگوں کو خدمت بہم پہنچانے کا ایک ذریعہ ہے جو اُن کی شخصیت اور اُن کے ذاتی مسائل و وسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے اُن کی انفرادی اور اجتماعی سطح پر مدد کرتا ہے۔ اس کی غرض وغایت یہ ہے کہ وہ ایک کارآمد شہری بن کر اپنے کنبے، جماعت، ملک و قوم اور انسانیت کے لئے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں۔

باب دوم: محنت اور محنت کشاں: تاریخِ اسلامی کے آئینے میں

فصل اوّل: محنت کشی کے پیغمبرانہ نمونے

فصل دوم: آنحضرت ﷺ کا اُسوہ محنت

فصل سوم: عہد نبوی میں محنت کشوں کے عمومی پیشے

فصل اوّل: محنت کشی کے پیغمبرانہ نمونے

اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے انبیاء ورسل علیہم السلام انسانوں کے عقائد کی درستگی، اخلاق واعمال کی اصلاح اور تزکیہ نفوس کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ یقیناً ان کی تعلیماتِ حقہ سے انسانوں میں نفع بخش علوم پھیلتے ہیں اور حکمت کی اشاعت ہوتی ہے۔ وہ حکمت جو انسانوں کو صحیح، نیک اور حق شناس انسان بنائے جس سے ان کے عقل و فہم اور سمجھ سوچ کا آئینہ جِلا پائے، وہ اپنے نفع و نقصان کا صحیح اندازہ کر سکیں، ان میں اللہ کی مخلوق کی بہتری اور بہبود کا جذبہ اُبھرے اور دُنیا سلامتی و پاکیزگی کی بہشت بن جائے۔

تمام انبیائے کرام علیہم السلام دین کی ترویج و اشاعت اور عوام الناس کی خدمت کرتے ہوئے لوگوں پر بوجھ بننے کی بجائے سیلف میڈ ہوا کرتے تھے۔ وہ اپنی تمام کوشش و کاوش، دینی و عوامی خدمت کے صلے میں لوگوں سے ایک پیسے کے بھی طلبگار نہ ہوتے تھے۔ قرآن کریم میں سیدنا نوح علیہ السلام ، سیدنا ہود علیہ السلام ، سیدنا صالح علیہ السلام، سیدنا لوط علیہ السلام اور سیدنا شعیب علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے ہر پیغمبر کی زبانِ اطہر سے ان الفاظ کا ذکر موجود ہے:

﴿ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِين ﴾ (1)

ترجمہ: میں آپ سے اس خدمت کا کوئی بدلہ نہیں چاہتا، بلکہ میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اجر کا طلب گار ہوں۔

انبیائے کرام علیہم السلام جیسی عظیم ہستیوں کے عظیم کردار، ان کے اخلاق وعادات، ان کے عملی کارنامے اور ان کی وہ تعلیمات و خدمات جو انہوں نے بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود، ان کی مادی اور روحانی اصلاح اور تہذیب و تمدن کی ترقی کے سلسلے میں انجام دیں اُن کا تذکرہ ہم تاریخ کی کتب میں تفصیل سے دیکھ سکتے ہیں۔ یہاں پر انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگی کے معاشی پہلو کے حوالے سے ایک مختصر ساخاکہ پیش کیا جاتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے:

((ان اللہ جعل ارزاق انبیاۂ فی الزرع والضرع کیلا یکرھوا شیئا من قطر السّما)) (2)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی روزی زراعت اور دودھ دوہنے میں رکھی ہے تاکہ وہ کسی آسمان سے نازل ہونے والے قطرات کو ناپسند نہ سمجھیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء علیہم السلام نے دیگر پیشوں کے ساتھ ساتھ کاشتکاری ضرور کی ہے۔ امام جعفر بن محمد الصادقؑ سے مروی حدیث مبارکہ ہے:

1۔ سورۃ الشعراء: 26/109

2۔ وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، ص:13/193

((مافی الاعمال شیء احب الی اللہ تعالیٰ من الزراعۃ، وما بعث اللہ نبیا الا زراعا الا ادریس فانہ کان خیاطا)) [1]

ترجمہ: کوئی کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک زراعت سے بڑھ کر محبوب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء علیہم السلام بھیجے وہ سب کاشت کار تھے سوائے سیدنا ادریس علیہ السلام کے کہ وہ خیاط تھے۔

ذیل میں انبیائے کرام علیہم السلام کے اُسوہء محنت کشی کا مختصر تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔

سیدنا آدم علیہ السلام بحیثیت محنت کش:

سب سے پہلے نبی سیدنا آدم علیہ السلام کی طرف جو وحی آئی اُس کا بیشتر حصہ زمین کی آبادکاری اور مختلف صنعتوں سے متعلق تھا، بوجھ اُٹھانے کے لئے پہیوں کے ذریعے چلنے والی گاڑی بھی اسی سلسلے کی ایجادات میں سے ہے جو وحی الٰہی کے ذریعے سیدنا آدم علیہ السلام کے ذریعے عمل میں آئی۔ [2] امام محمد بن علی الباقرؒ اپنے آباء کے سلسلہ سند سے رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب سیدنا آدم علیہ السلام کو زمین کی طرف بھیجا تو یہ حکم بھی دیا کہ اب جبکہ جنت اور اس کی نعمتوں سے محروم ہو چکے ہیں تو اپنے ہاتھوں سے زراعت کرو اور محنت کر کے رزق حاصل کرو۔ [3] علامہ یعقوبیؒ لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام پر گندم اتاری اور انہیں حکم دیا کہ اپنی کوشش سے کھائیں۔ پس انہوں نے ہل چلایا اور بیج بویا، اسے کاٹا، پھر گاہیا پھر پیسا پھر گوندھا پھر روٹی پکائی اور جب وہ فارغ ہوئے تو ان کی پیشانی عرق آلود ہو گئی۔" [4]

سیدنا نوح علیہ السلام بحیثیت محنت کش:

سیدنا نوح علیہ السلام اور اُن کے پیروکاروں کو طوفان سے بچانے کے لئے جب اللہ تعالیٰ نے کشتی بنانے کا حکم دیا تو اُس وقت وہ نہ تو کشتی کو جانتے تھے نہ اُس کے بنانے کو، اس لئے قرآن کریم میں ہے کہ اُن کو ہدایت فرمائی گئی:

﴿ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا ﴾ [5]

1۔ مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل، ص:2/501

2۔ تفسیر معارف القرآن، ص:4/620۔621وص:7/262

3۔ حلیۃ المتقین، علامہ محمد باقر مجلسیؒ، ص:271

4۔ تاریخ یعقوبی، ص:1/17

5۔ سورۃ ھود:11/37

ترجمہ: اور ایک کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے تیار کرو۔

روایات میں ہے کہ سیدنا جبریل علیہ السلام نے بذریعہ وحیِ الٰہی سیدنا نوح علیہ السلام کو سفینہ سازی کی تمام ضروریات اور اُس کا طریقہ بتایا۔ اُنہوں نے سال کی لکڑی سے یہ بحری جہاز تیار کیا۔ بعض تاریخی روایات میں اس کی پیمائش یہ بتائی گئی ہے کہ یہ تین سو (300) گز لمبا، پچاس (50) گز چوڑا، تیس (30) گز اُونچا، تین (۳) منزلہ جہاز تھا اور روشن دان مروّجہ طریقے کے مطابق دائیں بائیں کھلتے تھے۔

اس طرح یہ جہاز سازی کی صنعت وحی الٰہی کے ذریعے سب سے پہلے سیدنا نوح علیہ السلام کے ہاتھوں شروع ہوئی، پھر اس میں ترقیات ہوتی رہیں۔[1] اسی طرح امام محمد بن علی الباقرؒ سے یہ روایت بھی ہے کہ جب سیدنا نوح علیہ السلام کو شجرکاری کا حکم ملا تو انہوں نے انگور کاشت کیا۔[2] نیز طوفان کے بعد جب سیدنا نوح علیہ السلام اور آپ کے پیروکار زمین کی طرف منتقل ہوئے تو انہوں نے ایک شہر تعمیر کیا جس کا نام انہوں نے "ثمانین" رکھا۔[3]

سیدنا ایوب علیہ السلام بحیثیت محنت کش:

اللہ تعالیٰ نے سیدنا ایوب علیہ السلام کو شفا و عافیت عطا فرمائی تو اُنہوں نے بنی اسرائیل کو دیکھا کہ اپنے کھیتوں میں بیج ڈال چکے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر عرض کیا: "اے پالنے والے! بنی اسرائیل کی کھیتی تو آباد ہے لیکن تیرا یہ بندہ ایوب (علیہ السلام) جسے تو نے صحت و عافیت عطا فرمائی اس کے پاس کوئی کھیتی نہیں ہے۔" اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اپنی زمین سے ایک مُٹھی (مٹی) اُٹھایئے اور اس کو اپنی کھیتی میں ڈال دیجئے۔ سیدنا ایوب علیہ السلام کی زمین شور نمک والی تھی لیکن حکمِ الٰہی کے مطابق انہوں نے ایک مُٹھی اٹھائی اور اسے کھیت کے اندر چھڑک دیا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اس میں مسور کی دال پیدا ہو گئی۔[4]

سیدنا داؤد علیہ السلام بحیثیت محنت کش:

سیدنا داؤد علیہ السلام نے اپنی ابتدائی زندگی میں گلہ بانی کا پیشہ اختیار فرمایا۔ جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

1۔ تفسیر معارف القرآن، ص:4/620

2۔ گفتارِ انبیاء علیہم السلام، ص:29

3۔ تاریخ یعقوبی، ص:1/29

4۔ گفتار انبیاء علیہم السلام، ص:58

((افتخر اهل الابل و اهل الغنم فقال رسول اللہ ﷺ: بعث موسیٰ و ھو راعی غنم و بعث داؤد وھو راعی غنم)) [1]

ترجمہ: ایک مرتبہ اُونٹ والے اور بکریوں والے آپس میں فخر کرنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: موسیٰ علیہ السلام نبی بنا کر بھیجے گئے وہ بکریاں چرانے والے تھے اور داؤد علیہ السلام نبی بنا کر بھیجے گئے وہ بھی بکریاں چرانے والے تھے۔

جب سیدنا داؤد علیہ السلام کو نبوّت و رسالت کے ساتھ دُنیا کی سلطنت و حکومت بھی نہایت عظیم الشان عطا فرمائی گئی تھی، جس کی امتیازی خصوصیات قرآن کریم میں بیان کی گئی ہیں۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ﴾ [2]

ترجمہ: اور اللہ نے اسے بادشاہی اور دانائی عطا کی اور جتنا کچھ چاہتا تھا سکھا دیا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَاب ﴾ [3]

ترجمہ: اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کر دیا تھا اور اسے حکمت اور فیصلہ کن خطابت عطا کی۔

اس سلطنت کے باوجود محتاط رہتے اور صرف اپنے ہاتھ کی محنت سے کمائی ہوئی روزی تناول فرماتے۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اگر آپ (اپنے ہاتھ سے کام نہ کرنے کی وجہ سے) بیت المال سے نہ کھاتے تو آپ بڑے اچھے آدمی تھے۔ یہ سن کر سیدنا داؤد علیہ السلام پورے چالیس دن تک روتے رہے تب اللہ تعالیٰ نے لوہے کو وحی فرمائی کہ میرے بندے داؤد (علیہ السلام) کے لئے نرم ہو جا۔ پس اس کے بعد آپ روزانہ ایک زرہ بناتے تھے اور اسے ایک ہزار دِرہم میں فروخت کرتے تھے۔ چنانچہ اُنہوں نے تین سو ساٹھ (360) زرہیں بنائیں اور تین لاکھ ساٹھ ہزار (360000) سکّہ رائج الوقت میں فروخت کیں۔ اس طرح وہ بیت المال سے بے نیاز ہو گئے۔ [4]

قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِنْ بَأْسِكُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُون ﴾ [5]

1۔ فتح الباری، ص: 556/4

2۔ سورۃ البقرۃ: 251/2

3۔ سورۃ ص: 20/38

4۔ وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، ص: 54/12

5۔ سورۃ الانبیا: 80/21

ترجمہ: اور ہم نے اسے تمہارے لئے لباس بنانے کی کاریگری سکھائی، جو تمہاری جنگوں میں حفاظت کا موجب ہے تو کیا تم شکر بھی ادا کرنے والے بنو گے۔

یہ سیدنا داوٗد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا انعام تھا کہ اُن کے لئے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کرنے کے علاوہ لوہے کو بھی اس طرح نرم کر دیا جس طرح موم یا گوندھا ہوا آٹا نرم کیا جاتا ہے اور اُنہیں لوہے کی تاروں اور حلقوں سے زرہیں بنانے کا ہنر سکھایا۔ یہ زرہ جنگوں میں نیزوں، تیروں، تلواروں اور دیگر اسلحہ کی زد سے بچنے کے لئے پہنی جاتی تھی، اس کی صنعت اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو بذریعہ وحی سکھائی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ (10) أَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ﴾[1]

ترجمہ: اور ہم نے اس کے لئے لوہے کو نرم کر دیا۔ یہ کہ کشادہ زرہیں بنا اور کڑیاں جوڑنے میں اندازہ رکھ اور نیک عمل کر۔

چنانچہ سیدنا داوٗد علیہ السلام، ہلکی اور عمدہ زرہیں بنانے کے موجد ہیں۔ انہی سے دوسروں نے یہ فن سیکھا۔ یہ زرہ صرف ان کے لئے ہی نہیں بلکہ قیامت تک تمام لڑنے والوں کے لئے نعمت ہے۔ ابن ابی الدنیاؒ کی ایک روایت میں ہے کہ سیدنا داوٗد علیہ السلام خود ٹوکرے بنایا کرتے تھے اور انہیں فروخت کر کے اس سے کما کر کھایا کرتے تھے۔[2]

ابو کعب الجرموزیؒ کا بیان ہے کہ سیدنا داوٗد علیہ السلام کے مطبخ میں ستر ستر ڈھیر روٹیوں کے کھلائے جاتے تھے اور وہ خود جو کی روٹی کھجور وغیرہ کے پتوں سے کھایا کرتے تھے جسے وہ اپنے ہاتھوں سے تیار کرتے تھے۔[3] حدیث مبارکہ میں صرف سیدنا داوٗد علیہ السلام کے ذکر میں حکمت یہ ہے کہ کام کرنا اُن کی مجبوری نہیں تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق وہ زمین میں خلیفہ و حکمران تھے، لیکن اُنہوں نے افضل طریقے سے کما کر کھانے کو پسند کیا، اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کی محنت سے کمائے گئے مال کو بہترین ثابت کرنے کے لئے بطور دلیل سیدنا داوٗد علیہ السلام کا قصہ پیش کیا۔ سیدنا داوٗد علیہ السلام کا ہاتھ سے محنت کرنے سے مراد زرہ بکتر بنانا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا چنانچہ وہ زرہ بنا بنا کر فروخت کرتے اور بڑے بادشاہ اور حکمران ہونے کے باوجود صرف اور صرف اسی چیز کی کمائی کھاتے تھے۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام بحیثیت محنت کش:

1۔ سورۃ سبا:34/ 10-11

2۔ کتاب الجوع، امام ابی بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی الدنیا قرشی بغدادی، بیت العلوم، لاہور، 2013ء، ص 163

3۔ کتاب الجوع، ص:162

سیدنا سلیمان علیہ السلام کو ہوا کے کنٹرول کرنے کا فن عطا فرمایا گیا تھا جس سے انہوں نے اپنے بحری بیڑے کو اس قدر ترقی دی کہ ان کے جہازات مہینوں کا سفر بے روک ٹوک جاری رکھتے اور ان کی ایک ٹرپ مہینہ مہینہ بھر کی طویل مدت پر ممتد ہوتی۔[1] قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْر ﴾[2]

ترجمہ: اور ہم نے سلیمان کیلئے ہوا کو مسخر کر دیا کہ صبح کی منزل اس کی مہینے بھر کی ہوتی اور شام کی منزل بھی۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْر ﴾[3]

ترجمہ: اور ہم نے اُن کے لئے تانبے کا چشمہ بہادیا۔

یعنی جس طرح سیدنا داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا نرم کر دیا گیا تھا، سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لئے تانبے کا چشمہ جاری کر دیا گیا۔ صاحبِ تدبر قرآن نے اسے تانبے کی صنعت کے علم سے تعبیر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”سیدنا سلیمان کو تانبے کی صنعت کے علم سے نوازا گیا اور ان کے زمانے میں تانبے کی بہت بڑی مقدار ظاہر ہوئی اور اس کو انہوں نے اپنی تمدنی و تعمیری ترقیوں میں نہایت خوبی کے ساتھ استعمال کیا۔“[4]

ایک روایت میں ہے کہ آپ علیہ السلام زنبیل بنا کر فروخت کرتے تھے اور اس سے جو رقم ملتی اسے کھانے پینے میں خرچ کرتے تھے۔[5]

سیدنا ادریس علیہ السلام بحیثیت محنت کش:

سیدنا ادریس علیہ السلام کا زمانہ سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدنا نوح علیہ السلام کے درمیان ہے، اور آپ سیدنا نوح علیہ السلام کے آباء و اجداد میں سے ہیں۔ آپ ہی وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے علم فلکیات کی ابتدا کی، ان کو اللہ تعالیٰ نے افلاک اور ان کی ترکیب، ستاروں کے اجتماع اور افتراق کے نقاط اور ان کے درمیان کشش کے رموز اور اسرار کی تعلیم دی، اور ان کو علم عدد و حساب کا عالم بنایا تھا۔ انہوں نے اپنی سکونت کے لئے مصر کے سطح مرتفع کو پسند فرمایا۔ وہاں شاندار معابد بنوائے۔

1۔ تدبر قرآن، مولانا امین احسن اصلاحیؒ، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، 2009ء، ص:6/301

2۔ سورۃ سبا:34/12

3۔ سورۃ سبا:34/21

4۔ تدبر قرآن، ص:6/302

5۔ گفتار انبیاء علیہم السلام، ص:170

نیز ایسے نقاش خانے تعمیر کرائے جن میں تمام صنعتوں کو بہ صورتِ تصاویر واضح کیا گیا تھا اور تمام آلاتِ صنعت و حرفت کی تصاویر بنادی گئی تھیں تاکہ طوفانِ نوح سے یہ علوم مٹ نہ جائیں۔ سیدنا ادریس علیہ السلام پہلے انسان تھے جنہوں نے لوگوں کو کتابوں کے ذریعے علم پڑھایا۔ آپ علیہ السلام کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور آپ علیہ السلام پر تیس (30) الہامی کتابیں نازل ہوئی تھیں۔ آپ علیہ السلام پہلے انسان تھے جنہوں نے کپڑے سیے اور پہنے۔[1] سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف یہ روایت منسوب ہے کہ:

"سیدنا آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے سیدنا ادریس علیہ السلام نے کتابت کی، اور عربی کتابت کے موجد سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہیں۔"[2]

ایک اور روایت میں ہے کہ:

"سیدنا ادریس علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنہوں نے قلم کو استعمال کیا۔"[3]

امام ابن کثیرؒ اور امام سیوطیؒ نے اپنی تفاسیر میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کیا ہے:

((ان ادریس علیه السلام کان خیاطا))[4]

ترجمہ: سیدنا ادریس علیہ السلام کا پیشہ کپڑوں کی سلائی (درزی کا کام) تھا۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام بحیثیت محنت کش:

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے سیدہ ہاجرہ علیہا السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو مکہ میں لا کر آباد کیا تھا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو حکم ملا کہ خدائے واحد کی پرستش کے لئے وہاں ایک گھر تعمیر کریں۔ جس جگہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی اور فرزند کو لاکر بسایا تھا اس کے قریب اللہ کا گھر پہلے سے موجود تھا مگر ویران اور شکستہ حالت میں تھا۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ خانہ کعبہ (اس وقت) ٹیے کی طرح زمین سے اُونچا تھا، سیلاب آتے تھے تو اس کے دائیں بائیں سے گزر جاتے تھے۔[5]

1۔ تاریخ الحکماء، جمال الدین ابو الحسن علی بن یوسف القفطیؒ، ترجمہ، ڈاکٹر غلام جیلانی برقؒ، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، اکتوبر 2014ء، ص: 33۔34 و قصص القرآن، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، دارالاشاعت، کراچی، سن ندارد، ص: 1/ 96

2۔ کتاب التوقیعات، ص: 3/ 3 بحوالہ: کتابت حدیث عہد رسالت و عہد صحابہ میں، مفتی محمد رفیع عثمانی، ادارۃ المعارف، کراچی، ص: 40

3۔ قصص القرآن، ص: 1/ 90

4۔ تفسیر الدرّ المنثور فی التفسیر الماثور، ص: 1/ 88

5۔ انوار انبیاء علیہم السلام، ادارہ تصنیف و تالیف (گروہ دانشمنداں)، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ایڈیشن: 5، 1985ء، ص: 64

خانہ کعبہ کی تعمیر میں سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا پورا پورا ہاتھ بٹایا اور باپ بیٹے دونوں نے مل کر اسے مکمل کیا۔ جب دیوار کافی اُونچی ہو جاتی اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ہاتھ اُونچا نہ جا سکتا تو ایک پتھر کو پاڑ بنایا جاتا۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام اسے سہارا دیتے اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس پر چڑھ کر تعمیر کرتے جاتے۔ یہی یادگار "مقامِ ابراہیم" کہلاتی ہے۔ تعمیر کے وقت سیدنا ابراہیم اور سیدنا اسماعیل علیہما السلام دونوں اپنے اور اپنی اولاد کے لئے دُعائیں مانگتے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں کعبے کی خدمت اور نگہداشت پر متعین فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴾[1]

ترجمہ: ہم نے ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) سے وعدہ لیا کہ تم میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھو۔

بعض مفسرین رحمۃ اللہ علیہم نے بیان کیا ہے کہ آپ علیہ السلام کا پیشہ کاشت کاری تھا۔[2]

سیدنا شعیب علیہ السلام بحیثیت محنت کش:

سیدنا شعیب علیہ السلام بکریاں چرایا کرتے تھے۔ انہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے اپنی دختر کا نکاح اس شرط پر کرنے کی آمادگی ظاہر کی کہ وہ آٹھ سال ان کے ہاں رہ کر ان کی بکریاں چرائیں۔ گویا کہ بیٹی کا حق مہر آٹھ سال کی جسمانی محنت ٹھہرایا، جسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے شرفِ قبولیت بخشا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا:

((ما بعث اللہ نبیا الا رعیٰ الغنم))[3]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کوئی پیغمبر ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

امام علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ سب سے پہلے جس شخصیت نے ناپ تول کے پیمانے بنائے وہ اللہ کے نبی سیدنا شعیب علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے یہ پیمانے تیار کئے جس سے لوگ چیزیں ناپتے اور تولتے تھے اور ناپنے اور تولنے میں کمی نہیں کرتے تھے۔[4]

1۔ سورۃ البقرۃ:۲/ 125
2۔ تفسیر الدّر المنثور فی التفسیر الماثور، ص:1/ 88
3۔ صحیح البخاری، کتاب الاجارہ، باب رعی الغنم علی قراریط، حدیث:2262
4۔ گفتار انبیاء علیہم السلام، ص:63

سیدنا موسیٰ علیہ السلام بحیثیت محنت کش:

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا شمار اُن اولو العزم پیغمبروں میں ہوتا ہے جن کی مثال دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ ﴾ (1)

ترجمہ: پس صبر کیجئے جس طرح پختہ ارادے والے رسولوں نے صبر کیا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب مصر سے ہجرت فرما کر مدین پہنچے تو سیدنا شعیب علیہ السلام نے ان سے اپنی دختر کا نکاح اس شرط پر کرنے کی آمادگی ظاہر کی کہ وہ آٹھ سال ان کے ہاں رہ کر ان کی بکریاں چرائیں۔ گویا کہ بیٹی کا حق مہر آٹھ سال کی جسمانی محنت ٹھہرایا، جسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے شرفِ قبولیت بخشا۔ قرآن کریم اس واقعہ کی منظر کشی ان الفاظ میں فرماتا ہے:

﴿ قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَى أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ﴾ (2)

ترجمہ: اس بزرگ نے کہا: میں اپنی ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کو آپ کے نکاح میں دینا چاہتا ہوں اس پر کہ آپ آٹھ سال تک میرا کام کاج کریں۔ ہاں اگر آپ دس سال پورے کریں تو یہ آپ کی طرف سے بطور احسان کے ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس معاہدہ محنت کو قبول کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ ذَلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَاللَّهُ عَلَى مَا نَقُولُ وَكِيل ﴾ (3)

ترجمہ: تو یہ بات میرے اور آپ کے درمیان پختہ ہو گئی، میں ان دونوں مدتوں میں سے جسے پورا کروں مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو، ہم یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس پر اللہ کارساز ہے۔

سعید بن جبیرؒ کی روایت ہے کہ مجھ سے حیرہ کے ایک یہودی نے پوچھا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کس مدت تک بکریاں چرائی تھیں۔ میں نے کہا مجھے تو معلوم نہیں۔ البتہ میں جب عرب کے بڑے عالموں کے پاس جاؤں گا تو ان سے

1۔ سورۃ الاحقاف: 35/46

2۔ سورۃ القصص: 27/28

3۔ سورۃ القصص: 28/28

پوچھوں گا۔ چنانچہ میں جب سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سے یہ سوال پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس مدت کو پورا کیا تھا جو دونوں میں سے زیادہ تھی کیونکہ اللہ کے رسول جب کوئی بات کرتے ہیں تو اسے احسن و اکمل انداز میں پورا فرماتے ہیں۔[1]

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت محنت کش:

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بڑھئی کا کام سیکھا اور لوگ اُنہیں بڑھئی کے طور پر جانتے تھے۔[2] امام جعفر بن محمد الصادقؒ سے منقول ہے کہ انجیل میں وارد ہوا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں درخواست کی: اے پالنے والے! ہمیں دن میں بھی صرف جو کی ایک روٹی عطا فرما اور رات کو بھی بس جو کی ایک روٹی کھانے کو دے۔ اگر اس سے زیادہ دے گا تو بندوں میں سرکشی پیدا ہوگی۔[3]

اسی طرح دیگر انبیائے کرام علیہم السلام بھی مختلف پیشوں سے منسلک تھے۔ سیدنا زکریا علیہ السلام نے بڑھئی کا پیشہ اختیار فرمایا اور یہی اُن کا ذریعہ معاش تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((كان زكريا عليه السلام نجارا))[4]

ترجمہ: سیدنا زکریا علیہ السلام (پیشے کے اعتبار سے) بڑھئی کا کام کرتے تھے۔

سیدنا لوط علیہ السلام کا پیشہ کاشت کاری تھا۔[5] سیدنا ہود علیہ السلام اور سیدنا صالح علیہ السلام کا پیشہ تجارت تھا۔ جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا ہود علیہ السلام اور سیدنا صالح علیہ السلام بھی تاجر تھے۔[6] بعض تاریخی روایات میں آتا ہے کہ سیدنا ادریس علیہ السلام، سیدنا ہود علیہ السلام اور لقمان حکیم کا ذریعہ معاش کپڑوں کی سلائی تھا۔[7] سیدنا سعید بن مسیبؒ کی روایت کے الفاظ ہیں کہ:

((كان لقمان الحكيم خياطا))[8]

1۔ صحیح البخاری، کتاب الشهادات، باب من امر بانجاز الوعد، حدیث: 2684

2۔ مرقس کی انجیل: 6/3

3۔ گفتار انبیاء علیہم السلام، ص: 197

4۔ صحیح مسلم، کتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة ولو بالقليل ولا تمتنع بالقليل لاحتقاره، حدیث: 2379

5۔ تفسیر الدّر المنثور فی التفسیر الماثور، ص: 1/88

6۔ تفسیر الدّر المنثور فی التفسیر الماثور، ص: 1/88

7۔ محاضرات الادباء ومحاورات الشعراء والبلغاء، امام حسین بن محمد بن مفضل بن محمد راغب اصفہانیؒ، منشورات دار مکتبة الحياة، بیروت، ص: 1/210

8۔ ربیع الابرار ونصوص الاخبار، علامہ ابو القاسم محمود بن عمر الزمخشریؒ، موسسہ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، ص: 1/227

ترجمہ: لقمان حکیم کا پیشہ کپڑوں کی سلائی تھا۔

اسلام کا انسانیت پر کتنا عظیم احسان ہے کہ جس نے بے نواؤں کو بانوا بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام، جو انسانیت کے گل سر سبد تھے، سے وہ کام اور پیشے کرائے جنہیں اس دُنیا کے سرمایہ داروں نے ذلت کی نگاہ سے دیکھا، مگر انبیائے کرام علیہم السلام نے انہیں اپنا کر دراصل ان پیشوں سے متعلق محنت کش لوگوں کی عظمت کو بڑھایا ہے۔

فصل دوم: آنحضرت ﷺ کا اُسوہ محنت

ہر انسان کو زندگی گزارنے کے لئے روٹی، کپڑا اور مکان درکار ہے جس کے حصول کے لئے کسی نہ کسی ذریعہ آمدن کی ضرورت ہوتی ہے۔ رسول کریم ﷺ کا معاملہ بھی اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں ہے، آپ ﷺ ساری انسانیت کے لئے اُسوۂ حسنہ ہیں۔ اس لئے آپ ﷺ نے اُن محنت کشوں کے لئے بھی رہنمائی مہیا فرمائی جو جسمانی مشقت اور ہاتھوں کی محنت سے اپنی معاش حاصل کرتے ہیں۔ رزقِ حلال اعمال صالحہ کی بنیاد ہے اور یہ محنت ہی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ رزقِ حرام وہ ہے جس سے انسانی استحقاق ثابت نہ ہو اور انسانی استحقاق محنت کے حوالے سے ہی متعین ہوتا ہے۔ اس اہمیت کے پیش نظر معاشی مسائل کے حل کے لئے نبوی قیادت درکار تھی۔

نیز ایک داعی کے لئے بھی ضروری ہے کہ اس کی نظریں دوسروں کے اموال پر نہ ہوں اور نہ اس کی معاش کا انحصار غیروں پر ہو۔ وہ مالی طور پر ہر شخص سے مستغنی ہو۔ اسی صورت میں اس کی قدر و قیمت میں اضافہ اور اس کا مقام و مرتبہ بلند ہو گا، شکوک و شبہات سے محفوظ رہے گا اور اس کی جدوجہد میں اخلاص پیدا ہو گا۔ اس طرح ان دُشمنانِ اسلام کے پیدا کردہ شبہات بھی باطل قرار پائیں گے جو لوگوں کو یہ تصور دیتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی دعوت کے ذریعے دُنیا اور دولت و اقتدار حاصل کرنا چاہا۔[1] ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَالُوا أَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا وَتَكُونَ لَكُمَا الْكِبْرِيَاءُ فِي الْأَرْضِ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِينَ ﴾[2]

ترجمہ: انہوں نے کہا؛ کہ تو ہمارے پاس آیا ہے کہ ہمیں اس (طریقے) سے پھیر دے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا اور تم دونوں کے لئے زمین میں اقتدار ہو؟ جبکہ ہم تم دونوں پر ایمان لانے والے نہیں۔

یہ بات فرعون نے سیدنا موسیٰ اور سیدنا ہارون علیہما السلام سے کہی تھی۔ ایسے لوگوں کی عقل پر دُنیا کی محبت اس قدر غالب آچکی ہوتی ہے کہ کسی بھی نظریے اور تحریک کو دیکھ کر یہ لوگ فوراً الزام لگا دیتے ہیں کہ اس کا مقصد دُنیا کا حصول ہے، اسی لئے انبیائے کرام علیہم السلام نے واضح طور پر اپنی اُمتوں سے کسی دُنیاوی اجر سے بے نیاز ہونے کا اعلان فرمایا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَيَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ﴾[1]

1۔ مدخل لفھم السیرۃ، ڈاکٹر یحییٰ الیحیی، ص:137

2۔ سورۃ یونس:10/78

ترجمہ: اور اے میری قوم! میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اللہ ہی پر ہے۔

وہ اپنی تمام کوشش و کاوش، دینی و عوامی خدمت کے صلے میں لوگوں سے ایک پیسے کے بھی طلبگار نہ ہوتے تھے۔ قرآن کریم میں انبیائے کرام علیہم السلام کی زبان اطہر سے ان الفاظ کا تذکرہ موجود ہے:

﴿وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾[2]

ترجمہ: میں آپ سے اس خدمت کا کوئی بدلہ نہیں چاہتا، بلکہ میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اجر کا طلب گار ہوں۔

وہ تو اپنی ذات اور عیال پر صدقہ وزکوۃ اور ہر قسم کے معاوضے کو حرام تصور کرتے تھے اور بے پناہ مصروفیات اور مشکلات کے باوجود اپنی معاش کا خود انتظام کرتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان اگر صرف حلال روزی پر اکتفا کرے تو اس کے اندر ایسی جرأت اور بہادری پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ کلمہ حق دوٹوک الفاظ میں کہہ سکتا ہے۔ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو اپنی آمدن اور نوکریاں بچانے کے لئے ظالموں کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں، ان کی غلط باتوں پر خاموشی اختیار کرتے ہیں اور ان کی خواہش پرستی کو تحفظ فراہم کرتے ہیں۔[3]

ایک مسلمان داعی کو سب سے بڑھ کر اس بات کا اہتمام کرنا چاہیئے کہ اس کی معاش کا انحصار ذاتی محنت اور عمدہ تجارت پر ہو۔ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے تاکہ دُنیاوی لحاظ سے وہ کسی کا احسان مند نہ ہو، وگرنہ اپنے محسن کے سامنے وہ آزادی کے ساتھ حق بات کا اظہار نہیں کر سکے گا، اس کا فضل و احسان ضرور اسے مرعوب کرے گا۔

اس مقصد کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تربیتی مرحلے سے گزرنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کے لئے جو انداز اختیار کیا اس میں یہی حکمت پنہاں ہے۔ تربیت کا یہ انداز بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہی مشیت تھی کہ بعثت سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں کوئی ایسی چیز پیش نہ آئے جو بعثت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت میں کسی قسم کی پیچیدگی یا رکاوٹ پیدا کرے یا اس پر منفی اثرات مرتب کرے۔[4] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معیشت کے ہر پہلو کو عملی مثالوں سے واضح فرما دیا اور بذات خود محنت کو شعار بنایا۔ یہ محنت صرف مثال مہیا کرنے کے لئے وقتی عمل نہ تھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی ایک محنت کش کی زندگی ہے۔ سیرت مطہرہ کا مطالعہ ایسی بیسیوں مثالیں مہیا کرتا ہے کہ آپ

1۔ سورۃ ھود: 29/11

2۔ سورۃ الشعراء: 26/ 109

3۔ فقہ السیرۃ النبویۃ، الدکتور منیر احمد الغضبان، معھد البحوث العلمیۃ واحیاء التراث، مکۃ المکرمۃ، سن ندارد، ص: 93

4۔ فقہ السیرۃ النبویۃ، الدکتور محمد سعید رمضان البوطی، دار الفکر، دمشق، سوریہ، 1991ء، ص: 50

ﷺ نے کس کس طریق سے حصول رزق، معاشرتی فلاح اور قومی سربلندی کے لئے محنت فرمائی ہے۔ ذیل میں آپ ﷺ کے اُسوہء محنت کشی کے چند پہلوؤں کی وضاحت کی جاتی ہے۔

آنحضرت ﷺ اور گلہ بانی:

شفیق چچا جناب ابو طالب کے گھر میں قیام اور ان کی کفالت و محبت سے فیضیاب ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے ان کا ہاتھ بٹانے کی کوشش کی خواہ وہ کتنی ہی معمولی کیوں نہ رہی ہو۔ جزیرہ عرب کا بیشتر حصہ لق و دق صحراؤں اور خشک پہاڑی سلسلوں پر مشتمل ہے۔ اس زمانہ میں یہاں کے باشندے بھیڑ بکریوں کے ریوڑ چرا کر گزر اوقات کیا کرتے تھے۔ جہاں کہیں پانی دستیاب ہوتا وہاں چھوٹے چھوٹے نخلستان اور تھوڑی بہت کھیتی باڑی ہو جاتی۔ مکہ مکرمہ میں حصول معاش کے لئے گلہ بانی اور تجارت عام تھی۔ آپ ﷺ کے والد گرامی نے ایک باندی سیدہ اُم ایمن رضی اللہ عنہا، پانچ اراک کھانے والے اُونٹ اور چند بکریاں ترکے میں چھوڑیں تھیں، یہ سب کی سب بھی آپ ﷺ کو ملیں تھیں۔ بلاذریؒ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک تلوار بھی تھی جو آپ ﷺ کو اپنے والد گرامی سے ترکہ میں ملی تھی۔ بعض سیرت نگاروں نے آپ ﷺ کی وراثت پدری میں صرف ایک باندی اور ایک اُونٹنی کا ذکر کیا ہے۔ [1]

رسول کریم ﷺ کو اپنے والد ماجد کا جو ترکہ بطور وراثت ملا وہ خوشحالی کے لئے کافی نہ تھی تاہم بقدر کفاف تھا اور ضروریات کے لئے کافی تھا۔ پھر والدہ کی پرورش، دادا اور چچا کی کفالت کے بعد آپ ﷺ کی محنت کی کمائی اور تجارت تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کے ابتداء میں ہی از خود فکر کی۔ عنفوانِ شباب میں افضل الخلائق محمد رسول اللہ ﷺ کا کوئی کام متعین نہ تھا اور آپ ﷺ کسی خاص کام یا پیشہ سے منسلک نہیں تھے۔ روایات میں ہے کہ آپ ﷺ عربوں کی عادت اور رسم ورواج کے مطابق بکریاں چرایا کرتے تھے۔

یہ خبر متواتر ہے کہ ابھی آپ ﷺ بچپن کے ایام سے گزر رہے تھے اور بنو سعد کے بادیے میں اپنی رضاعی والدہ سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام پذیر تھے تو محنت اور سخت محنت آپ ﷺ کو مرغوب تھی۔ ایک روز سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے کہا اے مادر مہربان! میں بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ جاؤں گا اور گوسفند چرانے میں ان کی مدد کروں گا، کوہ وصحرا میں اللہ کی صناعیوں کو دیکھوں گا، عبرت حاصل کروں گا اور چیزوں کے نفع و نقصان کو سمجھوں گا۔

1۔ الطبقات الکبریٰ، علامہ ابو عبداللہ محمد بن سعدؒ البصری، دار صادر، بیروت، 1388ھ، ص:1/80 و انساب الاشراف، ص:1/521 و تفہیم القرآن، ص:6/4

سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحرا کی طرف جانے پر بہت مائل ہیں تو اپنے لڑکوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و رعایت کی تاکید کر کے روانہ کیا۔[1]

اپنی رضاعی بہن شیما اور رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریوں کی حفاظت اور خبر گیری کے لئے عملی مشارکت فرماتے تھے۔ صحرا میں جہاں روئیدگی کم تھی۔ بکریاں دور تک پھیل جاتیں کہ انہیں ترائی میں سبزہ مہیا ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ہانکتے اور گھر کی طرف لانے کے لئے ان کے پیچھے ہوتے۔ یہ گلہ بانی تمہید تھی مستقبل کی جہاں بانی کی جہاں محنت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا حصہ بن گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز کو بڑے فخر سے بیان کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ما بعث اللہ نبیا الا رعیٰ الغنم))[2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کوئی پیغمبر ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

نیز فرماتے:

((انا اعربکم، انا قرشي، و استرضعت في سعد بن بکر))[3]

ترجمہ: میں تم میں سب سے بڑا اعربی ہوں، میں قریشی ہوں، میں نے بنی سعد بن بکر میں دودھ پیا ہے۔

لڑکپن میں اپنے دادا سردار عبد المطلب کی وفات کے بعد چچا ابو طالب کی حفاظت میں آئے تو گھر کی متوسط حیثیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی محنت کا تقاضا کرتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنفوانِ شباب سے ہی محنت و جفاکشی کی زندگی بسر کرنا شروع کر دی۔ اگرچہ ابتدا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی مخصوص کام نہیں تھا اور زیادہ وسائل بھی میسر نہیں تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام عرب معاشرے کی طرح گلہ بانی کا پیشہ اپنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے بھیڑ بکریاں چرانے کی اجازت چاہی۔ پہلے تو جناب ابو طالب تیار نہ ہوئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلسل اصرار پر انہوں نے اجازت دے دی۔ اس طرح اپنے چچا کی معاشی خوشحالی کے لئے کوشاں ہو گئے۔

واضح رہے کہ عرب میں بکریاں چرانا کوئی معیوب کام نہ تھا۔ بڑے بڑے شرفاء اور امراء کے بچے بھیڑ بکریاں چراتے تھے۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے بھی بکریاں چرائیں جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ ﴾[1]

1۔ حیات القلوب، محمد باقر المجلسیؒ، ترجمہ، بشارت حسین کامل مرزاپوری، مجلس علمی اسلامی، پاکستان، سن ندارد، ص: 2/147

2۔ صحیح البخاری، کتاب الاجارۃ، باب رعی الغنم علی قراریط، حدیث: 2262

3۔ السیرۃ النبویۃ، امام ابو عبید اللہ محمد بن یسار بن اسحاقؒ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1424ھ، ص: 1/304

ترجمہ: اور تمہارے لئے ان (جانوروں) میں خوبصورتی ہے جب تم شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب صبح چرانے کو لے جاتے ہو۔

اسی طرح آپ ﷺ نو (۹) سال کی عمر مبارک سے لے کر سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہونے یعنی تقریباً پچیس (25) سال کی عمر تک اپنے چچا کے ساتھ رہے مگر اس سولہ سالہ عرصہ میں اپنے غریب چچا پر بوجھ نہیں بنے، بلکہ محنت و کاوش کے ذریعے اُن کی مشکلات کو آسان کرنے کی حتی الامکان کوشش کرتے رہے۔ کیونکہ جناب ابو طالب مالی طور پر اتنے خوشحال نہ تھے، جیسا کہ واقدیؒ نے روایت بیان کی ہے:

((و کان ابو طالب لا مال له۔۔۔))[2]

ترجمہ: ابو طالب کی مالی حالت بہتر نہ تھی۔ اور جب بھی اُن کے اہل خانہ تنہا یا مل کر کھانے بیٹھتے تو سیر نہ ہو پاتے تھے، ہاں اگر رسول اللہ ﷺ بھی کھانے میں شریک ہو جاتے تو سب سیر ہو جاتے تھے۔

آپ ﷺ نے اپنے چچا کی ذاتی بکریاں مقام اجیاد میں چرائیں۔ جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

((افتخر اهل الابل و اهل الغنم فقال رسول الله ﷺ: بعث موسیٰ و هو راعی غنم و بعث داؤد و هو راعی غنم و بعثت انا ارعی غنم اهلی بجیاد))[3]

ترجمہ: ایک مرتبہ اُونٹوں والے اور بکریوں والے آپس میں فخر کرنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: موسیٰ علیہ السلام نبی بنا کر بھیجے گئے وہ بکریاں چرانے والے تھے اور داؤد علیہ السلام نبی بنا کر بھیجے گئے وہ بھی بکریاں چرانے والے تھے اور میں نبی بنا کر بھیجا گیا اور میں بھی اپنے گھر والوں کی بکریاں مقام اجیاد میں چرایا کرتا تھا۔

آپ ﷺ نے خود اپنے اور پہلے گزرے ہوئے انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں فرمایا کہ ان سب نے بکریاں چرانے کا کام کیا ہے۔ امام جعفر بن محمد الصادقؒ سے مروی حدیث مبارکہ ہے:

((ما بعث الله نبیا قط حتی یسترعیه الغنم یعلمه بذالک رعیة الناس))[4]

ترجمہ: اللہ نے ہر گز کسی پیغمبر کو مبعوث نہیں کیا جب تک اس سے بھیڑ بکریوں کی چوپانی کا کام نہیں کرایا، تاکہ وہ اس طریقے سے انسانوں کی نگہبانی کا کام سیکھ سکیں۔

1۔ سورۃ النحل: 16/6

2۔ معیشت نبوی، سید فضل الرحمٰن، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی، ایڈیشن: ا، 2013ء، ص: 19

3۔ فتح الباری، ص: 4/556

4۔ بحار الانوار، ص: 11/64

امام بخاریؒ "باب رعي الغنم علیٰ قراریط" قائم کر کے یہ حدیث لائے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کوئی پیغمبر ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((نعم، کنت ارعاها علی قراریط لاهل مكة)) [1]

ترجمہ: ہاں، میں (نوجوانی کے زمانے میں) اہلِ مکہ کی بکریاں کچھ قیراط کے عوض میں چرایا کرتا تھا۔

سنن ابن ماجہ کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

((کل شاة بقیراط)) [2]

ترجمہ: ہر ایک بکری کے بدلے میں ایک قیراط ملتا تھا۔

دینار یا درہم کے ایک مقررہ حصے کو "قیراط" کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع "قراریط" آتی ہے۔[3] شیخ ابو زہرہؒ نے بیان کیا ہے:

((القراریط هی حصةٌ من اللبن کان یتغذی به مع او لاد ابی طالب)) [4]

ترجمہ: بکریوں کے دودھ کا حصہ، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُجرت کے طور پر لیا کرتے تھے اور جو ابو طالب کے اہل و عیال کے ساتھ بطور غذا استعمال فرمایا کرتے۔

کحل البصر کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم "فخ" کے بیابان میں جہاں سبز چراگاہیں تھیں بھیڑیں چرایا کرتے تھے۔ اس زمانے میں سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بھی یہی کام کیا کرتے تھے اور اپنی بھیڑیں لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ "فخ" کے بیابان میں جایا کرتے۔[5]

معاذ بیاع، امام جعفر بن محمد الصادقؒ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خانوادہ کی بکریاں خود نہلاتے تھے۔[6] سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((کنا مع رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نجني الكباث و ان رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم قال علیکم بالاسود منه فانه اطیبه، قالوا أكنت ترعی الغنم؟ قال وهل من نبي الا وقد رعاها)) [1]

1۔ صحیح البخاری، کتاب الاجارۃ، باب رعی الغنم علی قراریط، حدیث: 2262

2۔ سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الصناعات، حدیث: 2149 (امام البانیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

3۔ فتح الباری، ص: 4/421

4۔ ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، 1420ھ، ص: 2/103-104

5۔ کحل البصر فی سیرۃ سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم، محدث شیخ عباس قمیؒ، موسسۃ البلاغ، ص: 103

6۔ وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، ص: 12/66

ترجمہ: ہم ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پیلو کے پھل چن رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو سیاہ ہوں انہیں تلاش کرو، کیونکہ وہ زیادہ لذیذ اور عمدہ ہوتے ہیں۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: کیا آپ ﷺ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

آپ ﷺ کو جس متانت اور سنجیدگی کی ضرورت تھی، اسے سیکھنے کا موقع میسر ہوا۔ صحرائی حسن و جمال سے بہرہ ور ہونے کے مواقع حاصل ہوئے۔ تخلیقِ کائنات میں خالق کی شان و شوکت کے مظاہر پر غور کرنے کے لمحات حاصل ہوئے۔ رات کی خاموشی، چاند کی روشنی اور بادِ نسیم کے جھونکوں میں اپنے محبوب پروردگار سے سرگوشیوں کے لئے قیمتی ساعات میسر آئیں۔ اپنا تزکیہ کرتے ہوئے صبر، بردباری، تحمل، متانت، اور شفقت و رحمت جیسے اوصاف حمیدہ اختیار کرنے کے مواقع حاصل ہوئے۔ ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ اپنے ہمسایہ ابو معیط کی بھیڑیں چرانے لگے۔۔۔ اس کے علاوہ اپنے چچا کے کپڑے وغیرہ کی دکان میں بھی ہاتھ بٹانے لگے اور بالآخر ان کی جگہ دکان داری ہی کرنے لگے۔"[2]

اسی طرح گلہ بانی اور کپڑے کی خرید و فروخت کے ساتھ ساتھ اُجرت پر اُونٹ چَرانے کا ذکر بھی روایات میں ملتا ہے۔ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ اُجرت پر بکریاں چرایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بکریاں نہ ملیں تو آپ ﷺ نے میرے ساتھ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ایک بہن کے اُونٹ اُجرت پر چرائے۔ جب مدت اجارہ ختم ہو گئی تو اُن کا کچھ پیسہ اُونٹوں کی مالکہ کے ذمہ رہ گیا۔ آپ ﷺ کا ساتھی اس خاتون کے پاس جاتا اور بقیہ اُجرت کا تقاضا کرتا۔ ایک دن آپ ﷺ سے کہنے لگا۔ آپ ﷺ بھی چلیں اور اس خاتون سے اپنی مزدوری کا مطالبہ کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"تم ہی جاؤ مجھے تو اس سے پیسے مانگتے ہوئے شرم آتی ہے۔"

پھر جب آپ ﷺ کا ساتھی گیا تو اس خاتون نے پوچھا: محمد ﷺ کہاں ہیں؟ اُس نے اوپر والی بات کہہ سنائی تو وہ کہنے لگی:

((ما رایت رجلا اشد حیاء و لا قعف منه)) [3]

ترجمہ: میں نے ان (محمد ﷺ) سے بڑھ کر کوئی آدمی حیادار اور پاک دامن نہیں دیکھا۔

1۔ صحیح البخاری، کتاب الاحادیث الانبیاء، باب (یعکفون علی اصنامٍ لھم)، حدیث: 3406

2۔ محمد رسول اللہ ﷺ، ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ، ترجمہ، نذیر حق، نقوش رسول ﷺ نمبر، 1982ء، ص: 519

3۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد، ص: 9/221

آنحضرت ﷺ اور تجارت:

ذرائع آمدنی کا ایک بہترین ذریعہ تجارت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے لئے بعثت سے قبل اسے نہایت آسان بنا دیا تھا۔ آپ ﷺ نے تجارت کے فنون میں مہارت حاصل کی۔ تجارت کے شرعی احکام و فضائل قرآن و سنت میں بڑی تفصیل کے ساتھ آئے ہیں۔ چند مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((البرکۃعشرۃاجزاءتسعۃاعشارھافی التجارۃ)) (1)

ترجمہ: اگر برکت کو دس حصوں میں تقسیم کر دیا جائے تو ان میں سے نو حصے تجارت ہو گی۔

ایک اور مقام پر راست گو تاجر کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((التاجر الصدوق الامین مع النبیین و الصدیقین و الشھداء)) (2)

ترجمہ: سچا امانت دار تاجر نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہو گا۔

اور بد دیانت تاجروں کے بارے میں آپ ﷺ کی یہ ہولناک وعید بھی آچکی ہے۔ سیدنا رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ نماز کے لئے نکلے، آپ ﷺ نے تاجروں کو خرید و فروخت کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

((یا معشر التجار! فاستجابوا لرسول اللہ ﷺ و رفعوا اعناقھم و ابصارھم الیہ، فقال: ان التجار یبعثون یوم القیامۃ فجارا الا من اتقی اللہ و بر و صدق)) (3)

ترجمہ: اے تاجروں کی جماعت! ان سب نے آپ ﷺ کی طرف اپنی گردنوں اور آنکھوں کو اُٹھایا اور آپ ﷺ کی آواز پر سب نے لبیک کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "بے شک تاجر لوگ قیامت کے دن فاسق و فاجر لوگوں میں اُٹھائے جائیں گے مگر جس نے اس پیشے کو اللہ تعالیٰ کے خوف کے تحت سچائی اور نیک شعاری کے ساتھ انجام دیا۔

اپنے ہاتھ سے کمائی اور تجارت کے متعلق سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

((قیل: یارسول اللہ ﷺ أی الکسب أطیب؟ قال: عمل الرجل بیدہ و کل بیع مبرور)) (4)

1۔ بحار الانوار، ص: 5/23

2۔ (صحیح لغیرہ) جامع الترمذی، کتاب ابواب البیوع عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی التجار۔۔ حدیث: 1209

3۔ (حسن صحیح) جامع الترمذی، ابواب البیوع عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی التجار و تسمیۃ النبی ﷺ۔۔، حدیث: 1210

4۔ مسند احمد، سیدنا یزید ابو سائب بن یزید رضی اللہ عنہ، حدیث: 17265

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: کون سی کمائی سب سے پاکیزہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر جائز تجارت۔

آنحضرت ﷺ بحیثیت تاجر:

رزق کے حصول کے لئے باوقار پیشہ اختیار کرنا مسلمانوں کے فرائض میں سے ہے۔ ایسا شخص دوسروں کے احکامات کا پابند نہیں ہوتا، نہ کسی کا ماتحت ہوتا ہے نہ غلام اور نہ دوسروں کا محتاج ہوتا ہے بلکہ دوسرے لوگ اس کے محتاج ہوتے ہیں جو اس کے تجربات اور اس کی امانت وعفت سے مستفید ہوتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جزیرہ عرب کا بیشتر حصہ لق ودق صحراؤں اور خشک پہاڑی سلسلوں پر مشتمل ہے۔ اس زمانہ میں یہاں کے باشندے بھیڑ بکریوں کے ریوڑ چرا کر گزر اوقات کیا کرتے تھے۔ جہاں کہیں پانی دستیاب ہوتا وہاں چھوٹے چھوٹے نخلستان اور تھوڑی بہت کھیتی باڑی ہو جاتی البتہ گلہ بانی کے علاوہ اہل مکہ کا دار ومدار تجارت پر تھا اور مکہ کی زندگی اور ثقافتی سرگرمیاں تجارتی سرگرمیوں کے ساتھ جڑی ہوئی تھیں۔

مشرق اور مشرق بعید کے ممالک سے درآمد کی ہوئی اجناس، گرم مصالحے اور مصنوعات بادبانی کشتیوں کے ذریعے یمن کی بندرگاہوں تک پہنچتیں۔ یہاں مکہ کے قریشی تاجر اِن کو خرید لیتے اور اپنے اونٹوں پر لاد کر بحیرہ روم کی بندرگاہوں اور شام کے شہروں تک لے جاتے، وہاں انہیں فروخت کرتے اور یہاں سے مغربی ممالک سے درآمد شدہ اشیاء خرید کر یمن کی بندرگاہوں اور شہروں تک پہنچاتے۔ جو لوگ سرمایہ کی کمی کے باعث تجارت کی سکت نہ رکھتے وہ اپنے اونٹوں کے ذریعہ مال برداری کر کے کافی اُجرت کما لیتے۔[1]

پیشہ تجارت کا سب سے بڑا اعزاز یہ ہے کہ سید الاوّلین والآخرین ﷺ نے بھی اس میں حصہ لیا ہے۔ کبھی مشارکت کے طور پر، کبھی مضاربت کے طور پر۔ آپ ﷺ کے والد جناب عبد اللہ ایک خوشحال، کامیاب اور تجربہ کار تاجر تھے۔ ان کے آخری سفر تجارت کا مال اور اس کا نفع اور اس سے پہلے کے ان کے تجارتی اسفار میں تجارت سے حاصل شدہ نقد وجنس پر مشتمل ان کی جمع پونجی بھی ان کے یتیم بیٹے کو ملی ہوگی۔ اسی لیے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی آپ ﷺ نے نوجوانانِ قریش کی مانند تجارت کا مشغلہ اپنایا کہ یہی قبیلہ کی روایت اور شہر وخاندان کی رِیت تھی۔ اپنے بچپن میں آپ ﷺ نے اپنے چچا سردار ابو طالب کے ساتھ کم از کم یمن اور شام کے دو سفر کیے تھے اور بعض روایات میں تجارت کے حوالے سے آپ ﷺ کی اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ دوسرے بازاروں (ذوالمجاز وغیرہ) میں موجودگی

1۔ ضیاء النبی ﷺ، ص: 2/126

معلوم ہوتی ہے۔ سید سلیمان ندویؒ نے عرب کے بازاروں میں جاشہ کا ذکر بھی کیا ہے جہاں آپ ﷺ کو سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے تجارت کی غرض سے بھیجا تھا ان میں جرش (یمن) بھی شامل ہے جہاں آپ ﷺ دوبار گئے تھے اور مسند احمد کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے بحرین / قبیلہ عبد القیس کے علاقے کا سفر بھی برائے تجارت کیا تھا۔[1]

اس طرح تجارت و کاروبار سے ابتدائی تعارف حاصل کر لیا اور پھر بذات خود اوائل عمر ہی میں تجارت کرنے لگے۔ تاریخی روایات اور شواہد کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے اٹھارہ بیس سال کی عمر مبارک میں تجارت کا آغاز کیا ہو گا کہ لگ بھگ اسی عمر و سن میں آپ ﷺ کے آباء و اجداد اور دوسرے قریشی تجار نے تجارت شروع کی تھی۔ جناب ہاشم بن عبد مناف، جناب عبد المطلب اور جناب عبد اللہ وغیرہ تقریباً سب کی کم و بیش یہی عمر تھی۔[2] سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تجارت ہی کرتے تھے۔

آنحضرت ﷺ اور آزاد بین الاقوامی تجارت:

قرآن کریم میں سورۃ القریش کا بین الاقوامی تجارت سے خاص تعلق ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ سرزمینِ مکہ میں زراعت و باغبانی کے اسباب و ذرائع نہیں تھے، لہٰذا یہاں لوگوں کا گزارہ کچھ تو گلہ بانی یعنی بھیڑ بکریاں پالنے اور ان کو چرانے پر تھا اور بیشتر ذریعہ معاش تجارت تھا۔ ان کے تجارتی قافلے سردی اور گرمی کے موسم میں شام، فلسطین، یمن، مصر، عراق اور حبشہ وغیرہ جایا کرتے تھے۔[3]

قریش کے لوگ چونکہ کعبہ شریف کے خادم و نگہبان تھے اس لئے پورے جزیرہ نمائے عرب میں ان کا خاص احترام تھا۔ دوسرے قبائل کو رہزنوں اور دشمنوں سے بچتے ہوئے سفر کرنا سخت مشکل تھا جبکہ قریش کے تجارتی قافلے مامون و محفوظ تھے۔ اس امن اور حفاظت کی ایک بڑی وجہ اصحابِ فیل کا وہ عبرت ناک واقعہ بھی تھا جو آپ ﷺ کی ولادت باسعادت سے صرف پچاس روز پہلے رُونما ہوا تھا۔ یمن کا عیسائی حاکم ابرھہ بیت اللہ شریف کو ڈھانے کے لئے جب مکہ مکرمہ کے قریب آ پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اُسے اور اُس کے ہاتھیوں کو پرندوں کے ایک غول کے ذریعے تہس نہس کر ڈالا، اس کا خوفناک حال قرآن کریم نے بہت پر اثر اور معجزانہ انداز میں بیان کیا ہے۔ اس عجیب و غریب واقعہ میں اہلِ یمن اور آس پاس کے دوسرے قبائل میں کعبۃ اللہ کی عظمت و جلالت کا عقیدہ مزید مستحکم ہو گیا، دوسری طرف خود قبیلۂ قریش کا

1۔ طبقات الکبریٰ، ص:1 / 153 و سیرت النبی ﷺ، علامہ شبلی نعمانیؒ و سید سلیمان ندویؒ، ص:1 / 185-186

2۔ معاش نبوی، پروفیسر یسین مظہر صدیقی، کتب خانہ سیرت، کراچی، ایڈیشن:ا، 2015ء، ص:145 (تلاش و جستجو سے مزید مثالیں مل سکتی ہیں۔ ملاحظہ ہو: ابن اسحاق، ابن ہشام، بلاذری، ابن کثیر وغیرہ میں ان حضرات کی عمریں اور تجارت کے واقعات)

3۔ رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی، ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ، ناشر: مولوی مسافر خانہ، بندر روڈ، کراچی، سن ندارد، ص:31-32

رُعب و دبدبہ مزید قائم ہو گیا اور ان کے تجارتی قافلوں کی راہ اور زیادہ ہموار ہو گئی جو اُن کی معاشی خوشحالی کا سب سے بڑا ذریعہ تھی۔ چنانچہ قرآن کریم میں سورۃ الفیل کے متصل بعد ہی سورۃ القریش ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے مکہ والوں پر اسی احسان و انعام کا ذکر فرمایا ہے اور ان سے مطالبہ کیا ہے کہ جس بیت اللہ کی بدولت تم کو یہ عزت و خوشحالی نصیب ہوئی اُس کے ربّ ہی کی عبادت کرو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ (1) إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ (2) فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ (3) الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ (4) ﴾[1]

ترجمہ: چونکہ قریش کے لوگ عادی ہیں، یعنی وہ سردی اور گرمی کے موسموں میں (تجارت کے لئے یمن اور شام و فلسطین وغیرہ کے) سفر کرنے کے عادی ہیں، اس لئے ان کو چاہیئے کہ وہ اس گھر کے مالک کی عبادت کریں، جس نے بھوک میں اُنہیں کھانے کو دیا اور بدامنی سے اُنہیں محفوظ رکھا۔

یہ آزاد بین الاقوامی تجارت جو قریش مکہ کو نصیب ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا انعام قرار دیا ہے اور اس کے شکرانے کے طور پر اُن سے اپنی ہی عبادت کا مطالبہ فرمایا ہے، جس سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ اسلامی تعلیمات کی رُو سے بین الاقوامی تجارت کا بھی آزاد ہونا مطلوب اور قابل ستائش ہے جس کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیئے۔ اس سلسلے میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ ارشاد سونے سے لکھنے کے قابل ہے:

((اوصیکم بالتجار خیرا، فانھم برد الآفاق و امناءُاللہ فی الارض))[2]

ترجمہ: میں تمہیں تاجروں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ دُنیا کے اطراف تک (لوگوں کی ضرورت) پہنچانے والے ہیں اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔

قریش کی یہ عادت تھی کہ وہ سال میں ایک بار تجارت کے لئے شام کا سفر کرتے تھے کیونکہ اُن کی معیشت کا زیادہ تر انحصار اس پر تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے بھی اپنے چچا سردار ابو طالب کے ساتھ تجارتی سفر پر روانہ ہونے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ وہ اس طرح کہ جب ابو طالب روانہ ہونے لگے تو رحمت عالم ﷺ نے اپنے چچا کے اونٹ کی نکیل پکڑی اور اصرار کیا کہ مجھے بھی اپنے ہمراہ لے جائیں۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

((مسک بزمام ناقۃ ابی طالب وقال یاعم الی من تکلنی لا اب لی و لا ام))[3]

1۔ سورۃ القریش:106 / 1۔4

2۔ نظام الحکومۃ النبویۃ المسمی التراتیب الاداریۃ، محمد عبد الحی بن عبد الکبیر الادریسی الکتانیؒ، دار الکتاب العلمیۃ، بیروت، ص:1/20

3۔ ضیاء النبی ﷺ، ص:2/104

ترجمہ: حضور ﷺ نے آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی اور فرمایا اے میرے چچا! آپ مجھے کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں میرا نہ باپ ہے نہ ماں۔

چنانچہ ابو طالب آپ ﷺ کو ساتھ لے جانے پر تیار ہو گئے اور آپ ﷺ کو اپنی اونٹنی پر اپنے ساتھ سوار کر لیا۔ اُن کے ساتھ آپ ﷺ نے شام کا پہلا سفر بارہ (12) سال کی عمر میں کیا اور صحراؤں کے تھکا دینے والے سفر کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ شام کے تجارتی سفر میں ہی ایک عیسائی راہب جرجیس نے آپ میں نبوت کی علامات کو پہچان لیا اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا:

((هذا سيد العالمين، بعثه الله رحمة للعالمين)) [1]

ترجمہ: یہ تمام جہانوں کے سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں سب جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

آنحضرت ﷺ اور مضاربت کے اصول پر تجارت:

دو آدمیوں کا اس طرح شراکت کرنا کہ ایک کی طرف سے مال ہو اور دوسرے کی طرف سے محنت اور نفع میں دونوں شریک ہوں۔ صاحبِ مال کو سرمایہ کار اور محنت کرنے والے کو عامل کہتے ہیں۔ تجارت کی ابتدائی تربیت کے بعد جب آپ ﷺ نے اپنے طور پر تجارت شروع کی تو مضاربت کے اصول پر دوسرے کے سرمایہ کے ساتھ اپنی محنت شامل کر کے کی۔ آپ ﷺ قافلوں کے ساتھ شہر کے تاجروں کا مال لے کر دوسری منڈیوں میں جاتے اور مال بیچ کر منافع میں سے اپنا حصہ وصول کر لیتے۔ اس کام میں آپ ﷺ کو معاملہ فہمی، صداقت، امانت اور دیانت کے باعث اتنی شہرت ملی کہ مکہ میں آپ ﷺ کو صادق اور امین کہا جانے لگا۔ آپ ﷺ پر اعتماد کر کے کسی کو پشیمانی نہ ہوتی۔ آپ ﷺ پورے احساس ذمہ داری کے ساتھ ہر معاملہ طے فرماتے۔

اس کی شہادت طویل عرصہ بعد ایک صحابی سیدنا قیس بن سائب مخزومی رضی اللہ عنہ نے دی۔ وہ مسلمان ہوئے تو لوگوں نے ان کی تعریف میں کچھ باتیں کہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ان کو آپ لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں کیونکہ یہ ایک زمانہ میں میرے ساتھ شریک تجارت رہے ہیں۔ اس پر سیدنا قیس بن سائب رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

"میں نے محمد ﷺ سے بہتر کوئی ساتھی نہیں پایا۔ اگر ہم آپ ﷺ کا سامان لے جاتے تو واپسی پر آپ ﷺ ہمارا استقبال کرتے اور خیر و عافیت پوچھتے اور جب ہم حساب دیتے تو اس پر کوئی تکرار

1۔ حیات القلوب، ص:2/33

نہیں فرماتے تھے اور جب آپ سفر سے لوٹتے تو جب تک حساب صاف نہ کر لیتے گھر نہ لوٹتے تھے۔"[1]

یہی شہادت سیدنا صیفی بن عائذ مخزومی رضی اللہ عنہ نے بھی دی۔

پھر آپ ﷺ نے اپنے چچا کے ساتھ مزید تجارتی سفر کئے اور ان میں خرید و فروخت کا تعارف اور ان کی بنیادی معلومات حاصل کیں۔ چنانچہ جوانی میں آپ نے بھی حصول معاش کے لئے اسی خاندانی پیشہ کو اپنایا۔ تجارت کے سلسلے میں آپ نے متعدد سفر کئے، جن میں شام، بصریٰ، یمن اور عرب کے دیگر مقامات جہاں بازار لگتے تھے، شامل ہیں۔

مکہ مکرمہ کے مال دار یا وہ افراد جو دور دراز کے سفر اور بازاروں کی مصروفیت سے گریز کرتے تھے یا بعض وجوہ سے خود نہیں کر سکتے تھے وہ دوسرے محنتی اور کارگزار و امانت دار اشخاص کو اپنا مال تجارت دے کر عرب کے مختلف بازاروں اور قریبی ممالک کی طرف بھیجا کرتے تھے اور نفع کا ایک تناسب جو فریقین میں طے پاجاتا تھا مضاربوں کو ادا کر دیتے تھے، اس طرح دونوں کو فائدہ ہوتا تھا۔

آنحضرت ﷺ اور ملیکۃ العرب کا تجارتی قافلہ:

سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے کہ وہ لوگوں کو اپنے مال کے لئے اُجرت پر لیتی تھیں اور ان کے ساتھ مضاربت کا معاملہ کرتی تھیں اور ان کو طے شدہ معاوضہ دیتی تھیں۔ وہ ایک اعلیٰ خاندان کی مال دار اور تاجر خاتون مال و دولت کی کثرت کی وجہ سے ملیکۃ العرب کے لقب سے معروف تھیں۔ جب کوئی تجارتی قافلہ روانہ ہوتا تو اس میں تنہا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سامان تجارت تمام قریش کے سامان کے برابر ہوتا تھا۔[2]

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تجارتی سامان شام لے جانے سے پہلے آپ ﷺ متعدد لوگوں کے ساتھ تجارتی معاملات کر کے اپنی ساکھ بنا چکے تھے۔ جس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک پچیس (25) برس تھی تو آپ سے چچا ابو طالب (جو اُس وقت مفلس و نادار تھے) نے کہا کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال سے مضاربہ کی صورت میں تجارت کریں۔ سردار ابو طالب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان کو اپنا منصوبہ بتایا۔ انہوں نے فوراً قبول کر لیا اور اس سے بہت خوش ہوئیں کیونکہ وہ محمد ﷺ کی شخصیت سے واقف تھیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے تجارتی شرکاء سے دوگنا حصہ آپ کے لئے مقرر کیا۔[3]

1۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، امام شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1995ء، ص:3/98 (ترجمہ قیس بن سائب)

2۔ شرح المواھب اللدنیہ، محمد بن عبد الباقی زرقانیؒ، دارالمعرفۃ، بیروت، 1993ء، ص:1/99

3۔ انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، علامہ نورالدین بن برہان الدین الشافعی الحلبیؒ، دارالمعرفہ، بیروت، ص:1/132 و بحارالانوار، ص:16/22

بعض روایات میں ہے کہ جب انہیں محمد کریم ﷺ کی صداقت و امانت اور اعلیٰ اخلاق کی خبر ہوئی تو انہوں نے خود آپ ﷺ کو پیش کش کی کہ میرا مال، تجارت کے لئے شام لے جائیں، میں دیگر تاجروں کی نسبت آپ ﷺ کو زیادہ معاوضہ دوں گی۔ آپ ﷺ نے یہ پیش کش قبول فرمالی۔ تجارت سفر پر روانگی سے قبل آپ ﷺ کے امتحان کی غرض سے ایک سرکش اونٹ لایا گیا تاکہ آپ ﷺ اس پر سامان بار کرنا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دکھادیں۔ علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں:

"میسرہ ایک نہایت مست و فربہ اونٹ لایا تاکہ آزمائش ہو۔ اس سے کسی راعی کو مقابلہ کی تاب نہ تھی۔ جب وہ نزدیک لایا گیا اس کے منہ سے کف جاری تھا، اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور اس سے ڈراؤنی آواز نکل رہی تھی۔ عباس بن عبدالمطلب نے کہا اے میسرہ! کیا اس نے نرم مزاج کوئی اونٹ نہ تھا جس کے ذریعہ سے میرے بھتیجے کا امتحان لیا جاتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے چچا! اس کو میرے پاس آنے دیجئے۔ جب وہ اُونٹ سید بشیر و نذیر ﷺ کے پاس آیا، اپنے زانو زمین پر پھیلا دیئے اور اپنا منہ آپ ﷺ کے قدموں پر ملنے لگا۔ اور آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس کی پشت پر پھیرا۔ جو عورتیں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھیں وہ کہنے لگیں یہ تو بڑا سخت جادو ہے جو اس یتیم سے ظاہر ہوا۔"[1]

سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے دو غلام میسرہ اور ناصح بھی آپ ﷺ کے شریک سفر بن گئے۔ جنہیں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ تنبیہ فرمائی:

((لا تعص له امرا و لا تخالف له رأيا))[2]

ترجمہ: خبردار! ان کی نافرمانی نہ کرنا اور نہ ہی ان کی کسی رائے کی مخالفت کرنا۔

روانگی سے قبل تجارتی قافلہ ابطح میں قیام پذیر تھا۔ آپ ﷺ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اموال سب زمین پر پڑے ہیں اور اُونٹوں پر بار نہیں ہوئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ اونٹوں پر یہ سامان کیوں نہیں باندھے گئے۔ غلاموں نے عرض کیا اے محمد ﷺ! ہم کام کرنے والے کم ہیں اور مال زیادہ ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب کوئی تجارتی قافلہ روانہ ہوتا تو اس میں تنہا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سامان تجارت تمام قریش کے سامان کے برابر ہوتا

1۔ حیات القلوب، ص:2/ 178۔179 (تلخیص)

2۔ ضیاء النبی ﷺ، ص:2/128

تھا۔[1] غلاموں کی بات سن کر اس معدن رحم و کرم کو ان پر رحم آ گیا اور آپ ﷺ روانگی ملتوی کر کے اُترے اور آن واحد میں بقدرت ید اللہی ہر اونٹ پر نہایت مضبوطی سے سامان باندھا۔ اونٹوں کو جو اشارہ کرتے وہ اللہ کے حکم سے عمل میں لاتے اور اپنے منہ آپ ﷺ کے قدموں پر ملتے۔ (راوی کہتا ہے) جب دھوپ تیز ہوئی تو آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس سے پسینے کے قطرے ٹپک رہے تھے۔[2] شیخ ابو زہرہؒ نے اپنے محبت بھرے انداز میں قافلہ کی روانگی کا منظر یوں بیان فرمایا ہے:

((فصلت العیر۔۔۔ و فیھا خیر خلق اللہ تعالیٰ تکلؤھا عنایتہ سبحانہ و تعالیٰ))[3]

ترجمہ: قافلہ مکہ سے روانہ ہوا۔ جس میں وہ ہستی تھی جو اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے اعلیٰ و افضل تھی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نگاہ لطف و عنایت اس کی نگہبانی فرما رہی تھی۔

اس دفعہ بھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال بردار اونٹوں کی تعداد دیگر قافلہ والوں کے سارے اونٹوں کی تعداد کے برابر تھی۔ شام پہنچ کر آپ ﷺ نے اپنے ساتھ لایا ہوا مال تجارت فروخت کیا اور وہاں سے سامان خریدا۔ مکہ واپس آنے پر جب آپ ﷺ کا لایا ہوا سامان سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فروخت کیا تو ان کے مال میں کئی گنا اضافہ ہوا۔

میسرہ کا بیان ہے کہ گرمی کے اوقات میں دو فرشتے آپ ﷺ پر سایہ کئے رہتے تھے۔ اور جس دن آپ ﷺ ظہر کے وقت اس سفر سے واپس مکہ آئے۔ اس وقت بھی دو فرشتے آپ ﷺ پر سایہ کئے ہوئے تھے۔ اس منظر کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خود ایک بالا خانے سے دیکھا اور ایک روایت کے مطابق دوسری عورتوں کو بھی دکھایا۔[4]

عنفوان شباب میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال تجارت کے ساتھ شام کا سفر آپ ﷺ کی لگن اور محنت کا زندہ جاوید کارنامہ ہے۔ یہ محنت ہی کا ثمر تھا کہ منافع کا مقدار بڑھ گئی، نیز ساتھی محنت کشوں سے حسن سلوک کی داستان ہی تو سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کو حبالہء زوجیت میں لانے کا سبب بنی۔

امام علی بن محمد النقیؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال سے مضاربہ کی صورت میں تجارت کے لئے شام کا سفر کرتے تھے۔ جناب ابو طالب نے آپ ﷺ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے خطبے میں بھی آپ ﷺ کی معاشی تنگی کا ذکر کیا ہے۔ اس خطبے کا ایک اقتباس یہ ہے:

1۔ شرح المواھب اللدنیہ، ص:1/99

2۔ حیات القلوب، ص:2/179

3۔ ضیاء النبی ﷺ، ص:2/129

4۔ عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، علامہ ابن سید الناسؒ، مکتبہ دار التراث، مدینہ منورہ، 1992ء، ص:1/117

"کائنات میں کوئی بھی محمد (ﷺ) کا ہم پلہ نہیں ہے۔ اگرچہ اس کے پاس مال کم ہے، لیکن مال کی وقعت ہی کیا ہے یہ تو آتا جاتا رہتا ہے، ڈھل جانے والا سایہ ہے، یہ خدیجہ سے شادی کرنا چاہتا ہے اور خدیجہ بھی اس کی طرف مائل ہے۔ ہم خدیجہ کی خواستگاری کے لئے اس کے ایماء پر تمہارے پاس آئے ہیں۔ رہی مہر کی بات تو وہ میں اپنے مال سے ادا کروں گا خواہ نقد ہو یا اُدھار۔"[1]

سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا سبب یہی تجارتی سفر بنا۔ ایک تو میسرہ نے ان سے آپ ﷺ کی فیاضی، صداقت اور کریمانہ اخلاق کا تذکرہ کیا، دوسرا اُن کے مال میں اتنی برکت ہوئی جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔ اور لوگوں کی زبانی بھی انہیں آپ ﷺ کی عادات عالیہ کی اطلاعات مل رہی تھیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تو گویا اپنی گمشدہ منزل مل گئی۔ انہوں نے اپنے دل کی بات اپنی سہیلی نفیسہ بنت مُنَیّہ کو بتادی۔ نفیسہ خود رسول کریم ﷺ کے پاس گئیں اور انہیں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ ﷺ نے رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے یہ پیشکش اپنے چچاؤں کے سامنے رکھی تو سب نے موافقت کی۔ آخرکار سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا، رسول کریم ﷺ کی زوجیت میں آگئیں۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر کھانے پینے کے انتظام کے علاوہ اپنے سسرالی رشتہ داروں کو حلہ / لباس پہنائے اور بیس(20) اُونٹنیاں بطور حق مہر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دیں۔[2]

تجارت کی غرض سے آپ ﷺ نے شام کی طرف دو بار سفر کیا، آپ ﷺ تجارتی غرض سے بحرین بھی تشریف لے گئے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی تحقیق کے مطابق تجارت کی غرض سے بیت المقدس فلسطین سے کئی بار گزرے ہیں اور بصرہ جاتے ہوئے بھی بیت المقدس سے ہو کر گزرے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے تجارتی مقاصد کے لئے چینیوں سے ملاقات بھی کی۔ "جعاشتہ" میں آپ ﷺ کا تشریف لے جانا بھی کتب تاریخ میں مذکور ہے۔[3]

شام سے آنے والے تجارتی قافلوں سے مال خرید کر اس کی تجارت کرنا بھی آپ ﷺ سے ثابت ہے۔ اسباط بن سالم زر فروش سے روایت ہے کہ ایک دن امام جعفر صادقؑ نے معاذ کھدر فروش کے بارے میں سوال کیا۔ جواب ملا کہ اس نے تجارتی کاروبار ترک کر دیا ہے۔ امامؑ نے فرمایا:

1۔ اصول کافی، علامہ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی، مرکز بحوث دار الحدیث، قم، 1401ھ، ص:5/374 و بحار الانوار، ص:2/21

2۔ السیرۃ النبویہ، امام ابو محمد جمال الدین عبد الملک بن محمد بن ہشامؒ، مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر، ص:1/246 و رسالۃ الانبیاء علیہم السلام، احمد عمر، دار الحکمۃ، دمشق، ایڈیشن:1، 1418ھ، ص:3/27

3۔ رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی، ص:50، ص:76

((عمل الشیطان، من ترک التجارۃ ذھب ثلاثا عقلہ، اما علم انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ قدمت عیر من الشام فاشتری منھا و اتجر فربح فیھا ماقضی دینہ)) [1]

ترجمہ: اس نے شیطانی کام کیا ہے۔ جو شخص تجارت ترک کر دے اس کی دو تہائی عقل جاتی رہتی ہے۔ کیا اُسے معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شام سے آنے والے تجارتی قافلے سے مال خریدا اور اس سے تجارت کی۔ اس تجارت میں آپ ﷺ کو اس قدر نفع ہوا کہ آپ ﷺ نے اس سے اپنے تمام قرض چکا دیئے۔

آنحضرت ﷺ کے تجارتی اخلاق:

ایک کامیاب تاجر کے اوصاف میں سے اہم ترین وصف صداقت و امانت ہے۔ تجارت میں نبی کریم ﷺ کی شخصیت کے یہی دو اوصاف تھے جنہوں نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آمادہ کیا کہ وہ اپنا تجارتی سامان دے کر آپ ﷺ کو شام بھیجیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی تجارت میں برکت فرمائی اور ہر قسم کی خیر اور بھلائی کے دروازے کھول دیئے۔ بعض تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سفر شام سے پہلے بھی آپ ﷺ سرزمین عرب کے بعض علاقوں میں تجارت کے لئے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سامان لے کر گئے تھے۔ دو مرتبہ جُرَش بھی تشریف لے گئے جو یمن میں ہے۔ ہر دفعہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے معاوضے میں ایک اُونٹ یا اُونٹنی دیئے۔[2] روایات میں آتا ہے:

((استاجرت خدیجۃ رضوان اللہ علیھا رسول اللہ ﷺ سفرتین الی جُرَش، کل سفرۃ بقلوص)) [3]

ترجمہ: سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو جُرَش (یمن کے ایک مقام) کی طرف دو بار تجارت کے لئے اُونٹنیوں کے عوض بھیجا۔

نبوت سے قبل آپ ﷺ کے بحرین کی طرف سفر کرنے کا اشارہ بھی ملتا ہے۔ وہ اس طرح کہ جب عرب کے تمام دور دراز مقامات سے آپ ﷺ کی خدمت میں وفود حاضر ہوتے رہے، انہی میں بحرین سے وفد عبد القیس بھی آیا، تو آپ ﷺ نے اہلِ وفد سے بحرین کے ایک ایک مقام کا نام لے کر وہاں کے احوال دریافت فرمائے، تو لوگوں نے تعجب سے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ تو ہمارے ملک کے احوال ہم سے بھی زیادہ جانتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

1۔ وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، ص:12/ ۸

2۔ انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، ص:1/ 220 و رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی، ص:4

3۔ المستدرک، امام ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیسابوریؒ، مکتبۃ نزار مصطفی الباز، مکۃ المکرمۃ، 2000ء، حدیث:483

"ہاں! میں تمہارے ملک میں خوب گھوما ہوں۔"[1]

تجارت میں بھی آپ ﷺ ہمیشہ اپنا معاملہ صاف رکھتے تھے۔ اس سلسلے میں جن لوگوں سے آپ ﷺ کو واسطہ پڑا وہ بھی اس کی شہادت دیتے ہیں۔ آپ ﷺ کے شریک تجارت عبد اللہ بن ابی الحمساء آپ ﷺ کے معاملہ کی صفائی، راست گوئی، وعدہ وفائی اور حسن معاملہ کا اعتراف کرتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے بعثت سے پہلے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے خرید و فروخت کا معاملہ کیا تھا۔ میرے ذمہ کچھ دینا باقی تھا۔ میں نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا کہ میں ابھی لے کر آتا ہوں۔ پھر میں گھر جا کر اپنا وعدہ بھول گیا۔ تین روز بعد یاد آیا۔ میں فوراً وعدہ گاہ پر آیا تو آپ ﷺ کو اسی جگہ منتظر پایا۔ آپ ﷺ نے صرف اتنا فرمایا:

((یافتی لقد شققت لی، انا ھھنا منذ ثلاث انتظرک))[2]

ترجمہ: اے نوجوان! تم نے مجھے زحمت دی، میں تین دن سے اسی جگہ تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔

سیدنا عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں زمانہ ء جاہلیت میں آپ ﷺ کا شریک تجارت تھا، جب مدینہ منوّرہ حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے پہچانتے بھی ہو؟ میں نے عرض کیا:

"کیوں نہیں، آپ ﷺ تو میرے شریک تجارت تھے اور کیسے اچھے شریک تھے کہ نہ کسی بات کو ٹالتے تھے اور نہ کسی بات میں جھگڑتے تھے۔"[3]

نیز سیدنا قیس مخزومی رضی اللہ عنہ جو زمانہ ء جاہلیت میں آپ ﷺ کے شریک تجارت تھے، وہ کہتے ہیں:

"میں نے محمد ﷺ سے بہتر کوئی ساتھی نہیں پایا۔ اگر ہم آپ ﷺ کا سامان لے جاتے تو واپسی پر آپ ﷺ ہمارا استقبال کرتے اور خیر و عافیت پوچھتے اور جب ہم حساب دیتے تو اس پر کوئی تکرار نہ فرماتے اور جب آپ ﷺ سفر سے لوٹتے تو جب تک حساب صاف نہ کر لیتے گھر نہ لوٹتے تھے۔"[4]

بعثت کے بعد شغل تجارت:

بعثت کے بعد آپ ﷺ کے شغل تجارت کے واقعات اور اس کے متعلق روایتیں نہیں ملتیں تاہم چند روایات و شواہد ایسے ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ بعثت کے بعد بھی آپ ﷺ نے تجارت کا سلسلہ جاری رکھا اور یہی حقیقت

1۔ مسند أحمد، حذیفہ بن اُسید رضی اللہ عنہ، حدیث:15559

2۔ (ضعیف) سنن ابی داوٗد، کتاب الادب، باب فی العدۃ، حدیث:4996

3۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ص:3/59 (ترجمہ عبد اللہ بن سائب)

4۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ص:3/98 (ترجمہ قیس بن سائب)

آپ ﷺ کی خود دار طبیعت، محنت و اکل حلال پر زور دینے اور اس کی اہمیت پر آپ ﷺ کی تعلیمات سے معلوم ہوتی ہے۔ اس حوالے سے ابن کثیرؒ کی روایت حسب ذیل ہے:

"ابو سفیان بن حرب اموی اور امیہ بن ابی صلت ثقفی تجارت کی غرض سے شام گئے اور وہاں دو ماہ قیام کر کے مکہ واپس آئے اور پھر یمن کے سفر تجارت پر چلے گئے جہاں پانچ ماہ قیام کیا اور پھر مکہ واپس آ گئے۔ لوگوں کو خبر ہوئی تو وہ ان سے ان کی قیام گاہ پر آ کر ملنے اور اپنے سامان تجارت کے بارے میں پوچھنے لگے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے ابو سفیان سے سفر و قیام کے بارے میں گفتگو فرمائی مگر اپنے سامان کے بارے میں کچھ نہ پوچھا اور تشریف لے گئے۔ ابو سفیان نے اپنی اہلیہ ہند بنت عتبہ سے کہا: "مجھے محمد (ﷺ) پر بڑا تعجب ہے بلکہ وہ مجھے اچھے لگتے ہیں۔ قریش کے ہر آدمی نے جس کا سامان میرے پاس تھا مجھ سے اس کے بارے میں ضرور پوچھا مگر انہوں نے اس کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا۔" ہند نے کہا: "آپ کو ان کا حال نہیں معلوم؟ اُن کا خیال ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔"

اس کے بعد طوافِ کعبہ کے دوران ابو سفیان کی ملاقات رسول اللہ ﷺ سے ہوئی تو آپ ﷺ سے کہنے لگا: آپ ﷺ کا سامان اتنا اتنا ہو گیا ہے اور اس میں نفع ہوا ہے۔ آپ ﷺ کسی کو بھیج کر اسے منگوا لیں اور آپ ﷺ سے وہ بھی نہ لیں گے جو اپنی قوم سے لیتے ہیں۔" یہ سن کر آپ ﷺ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ تب تو نہ لوں گا۔ یہ سن کر ابو سفیان نے کہا کہ اچھا آپ ﷺ کسی کو بھیج دیں اور میں اتنا ہی لے لوں گا جو اپنی قوم سے لیتا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنا سامان تجارت منگوا لیا اور ابو سفیان نے دوسروں کی مانند آپ ﷺ سے بھی اپنا معاوضہ لے لیا۔[1]

رسول کریم ﷺ کی تجارت کا سلسلہ نہ صرف سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے بعد جاری رہا بلکہ بعثت کے بعد بھی آپ ﷺ تجارت میں فعال دلچسپی لیتے تھے جو مضاربت کے اصولوں پر مبنی تھی۔ کار نبوت کی گراں باری اور ہمہ وقت مصروفیت کی بنا پر ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کو خود براہ راست تجارتی اسفار کرنے کی مہلت نہ ملتی تھی اور اس کی ضرورت بھی نہ تھی کہ دوسرے تجار مکہ کی مانند آپ ﷺ مضاربت کی بنا پر اپنی تجارت کو جاری رکھ سکتے تھے۔ گویا آپ ﷺ نے وہ مقام حاصل کر لیا تھا جب آپ ﷺ اپنا مال دوسروں کو مضاربت پر دیتے تھے۔

1۔ البدایۃ والنھایۃ، امام ابو الفداء عماد الدین اسمٰعیل بن عمر بن کثیرؒ، دار الریان للتراث، القاھرۃ، 1988ء، ص:1/ 30، 123 (طبرانیؒ نے تجارت نبوی سے متعلق یہی روایت دوسری سند سے بیان کی ہے اور کہا ہے کہ حافظ بیہقیؒ نے بھی اس کو کتاب الدلائل میں اسماعیل بن طریح کی سند سے بیان کیا ہے)

یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ بعثت کے بعد اسلام دشمنی کی وجہ سے کئی تاجرانِ مکہ نے پہلو تہی بھی کی ہو گی مگر ایسے بھی ہوں گے جنہوں نے دوستی، تعلقات اور مالی منافع کی وجہ سے آپ ﷺ کے لئے مضاربت پر تجارت کرنا مفید سمجھا ہو گا۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی، سیدنا طلحہ بن عبید اللہ اور سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم جیسے متعدد تاجر بھی موجود تھے۔

آنحضرت ﷺ اور زراعت وباغبانی:

کسب معاش کا ایک اہم ذریعہ زراعت بھی ہے جس سے انسان اپنی روزی کماتا چلا آ رہا ہے۔ زراعت کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی حضرت انسان کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرامین میں اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے اس خطہ ءِ اراضی پر آباد ہونے کے بعد جو ذریعہ معاش اپنایا وہ زراعت یا کھیتی باڑی ہی تھی۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کا حصہ ہے:

((کان آدم حراثا)) [1]

ترجمہ: سیدنا آدم علیہ السلام کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔

زراعت اور باغبانی ایک بہترین پیشہ ہے۔ بہت سے برگزیدہ انبیائے کرام علیہم السلام کا یہی پیشہ تھا۔ رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((مافی الاعمال شیء احب الی اللہ من الزراعة)) [2]

ترجمہ: اللہ کے ہاں زراعت سے زیادہ کوئی عمل محبوب نہیں۔

یزید بن ہارون کی روایت میں ہے کہ امام جعفر بن محمد الصادقؒ نے فرمایا:

ترجمہ: یہی زراعت کرنے والے ہیں جو اللہ کی زمین میں اس کے خزانے ہیں اور تمام کاموں میں سے زراعت سے بڑھ کر کوئی کام اللہ کو پسند نہیں ہے۔ اور اللہ نے کبھی کوئی نبی نہیں بھیجا مگر زراعت کرنے والا سوائے سیدنا ادریس علیہ السلام کے کہ وہ درزی کا کام کرتے تھے۔ [3]

دراصل زراعت کا پیشہ انسانی فطرت کی سادگی کے قریب ترین ہے۔ یہ پیشہ اللہ اور اس کے بندے (کسان) کے تعلق کی استواری کا ایک ذریعہ بھی بنتا ہے۔ کسان کا مٹی میں بیج محض اس اُمید پر پھینک کر بیٹھ جانا کہ اس کا

1۔ الجواہر السنیۃ فی الاحادیث القدسیۃ، ص:247

2۔ ایضاً، ص:248

3۔ وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، ص:12/56

کریم اللہ اپنا کرم کرکے اس بیج کو لہلہاتی کھیتی اور پھر اناج میں تبدیل کرے گا، یہ اللہ تعالیٰ پر بندے کے یقین اور ایمان کا ذریعہ بنتا ہے۔ غذائی اشیاء زندگی کی اہم ترین ضرورت ہیں جن کی فراہمی کی ضمانت زراعت و باغبانی کے شعبے ہی سے وابستہ ہے۔ زمین میں قدرت نے اجناس اور پھلوں کی صورت میں جو نعمتیں پوشیدہ رکھی ہیں ان کا نکالنا زراعت پیشہ اور باغبان حضرات ہی کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسان کی اس اُمید کو نہایت خوبصورت انداز میں اپنا احسان بتایا اور کسان کے کاشت کرنے کو اپنا فعل گردانا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ (63) أَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ (64) لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ (65) ﴾[1]

ترجمہ: پھر کیا تم نے دیکھا جو کچھ تم بوتے ہو؟ کیا تم اسے اُگاتے ہو یا ہم ہی اُگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو ضرور اسے ریزہ ریزہ کردیں۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا ﴾[2]

ترجمہ: ہم ہی نے تو پانی سے خوبصورت و خوشنما باغ لگائے، تمہارے تو بس کی یہ بات نہ تھی کہ تم ان کے درختوں کو اُگا سکتے۔

پھر ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی خوراک کی طرف ان الفاظ میں متوجہ فرمایا ہے:

﴿فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ (24) أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا (25) ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا (26) فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا (27)﴾[3]

ترجمہ: تو انسان کو لازم ہے کہ اپنے کھانے کی طرف دیکھے کہ ہم نے پانی برسایا، خوب برسانا۔ پھر ہم نے زمین کو پھاڑا، ایک عجیب طریقے سے پھاڑنا۔ پھر ہم نے اس میں اناج اُگایا۔

باغبانی اور زراعت کا ثواب کتنا دُوررَس ہے اس کا اندازہ رسول کریم ﷺ کے اس فرمان سے ہوتا ہے جسے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے:

1۔ سورۃ الواقعہ:56/ 63۔65

2۔ سورۃ النمل:27/ 60

3۔ سورۃ عبس:80/ 24۔27

((مامن مسلم یغرس غرسا الا کان ما اکل منہ لہ صدقۃ و ما سرق منہ لہ صدقۃ و ما اکل السبع منہ فھو لہ صدقۃ و ما اکلت الطیر فھو لہ صدقۃ و لا یرزوہ احد الا کان لہ صدقۃ)) [1]

ترجمہ: جو مسلمان درخت لگائے پھر اُس میں سے کوئی کھائے تو لگانے والے کے لئے صدقہ ہو گا اور جو اس میں سے چوری ہو جائے وہ بھی صدقہ ہو گا اور جو درندے کھا جائیں اس میں بھی صدقہ ہے اور جو پرندے کھائیں اس میں بھی صدقہ ہے اور نہیں کم کرے گا اُس کو کوئی مگر صدقے کا ثواب ہو گا۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث مبارکہ میں زراعت کی بھی یہی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ اُس کے الفاظ یہ ہیں:

((ما من مسلم یغرس غرسا، او یزرع زرعا فیاکل منہ طیر، او انسان، او بھیمۃ الا کان لہ بہ صدقہ)) [2]

ترجمہ: کوئی بھی مسلمان جو ایک پودا لگائے یا کھیت میں بیج بوئے پھر اس میں سے پرندے یا انسان یا جانور جو بھی کھاتے ہیں وہ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

"جو کوئی کیکر یا بیری کے درخت کو سیراب کرے تو اس نے گویا ایک پیاسے مومن کو سیراب کیا ہے۔" [3]

درخت اُگانے کی تاکید میں آپ ﷺ نے یہاں تک فرمایا:

((ان قامت الساعۃ و فی ید أحدکم فسیلۃ۔ فان استطاع ان لا تقوم حتی یغرسھا فلیغرسھا)) [4]

"اگر قیامت اس حالت میں آ جائے کہ کسی کے ہاتھ میں (درخت کا) کوئی پودا ہو، تو اگر وہ قیامت ہونے سے پہلے اُس پودے کو بو سکے تو اُسے بو دے۔"

مدنی عہد نبوّت اور زراعت:

1۔ صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب فضل الغرس والزرع، حدیث:1552

2۔ صحیح البخاری، کتاب المزارعۃ، باب فضل الزرع والغرس اذا اکل منہ، حدیث:2320

3۔ وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، ص:12/56

4۔ الاحادیث المختارۃ، امام ابو عبد اللہ ضیاء الدین محمد الحنبلی المقدسیؒ، مکتبہ النہضہ، مکۃ المکرمۃ، حدیث:2711

مدینہ منورہ اور اس کے مضافات کا علاقہ سرسبز اور ہرا بھرا علاقہ تھا جہاں کے مقامی افراد کا پیشہ زراعت و باغبانی تھا۔ رسول کریم ﷺ نے خود مقام "جرف" میں کاشتکاری کی ہے۔ اس عمل کو امام سرخسیؒ نے نقل کیا ہے:

((وأزرع رسول اللہ ﷺ بالجرف)) [1]

ترجمہ: اور رسول اللہ ﷺ نے جرف کے مقام پر کاشتکاری فرمائی۔

امام محمد بن علی الباقرؑ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدست خود راستہ پر ایک پتھر رکھا تھا تاکہ اس سے پانی کا رُخ اپنی زمین سے موڑ سکیں، مگر اس وقت تک وہ کسی اونٹ یا کسی انسان کی گزر گاہ نہیں تھی۔[2] اسی طرح رسول کریم ﷺ کا مشہور واقعہ ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے مدینہ منورہ کے ایک باغ میں کھجور کے تین سو (300) درخت اپنے دستِ مبارک سے لگائے تھے اور آپ ﷺ کی برکت سے ایک سال گزرنے نہ پایا تھا کہ اُن سب پر پھل آ گیا۔[3] علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گٹھلی زمین میں بوتے جاتے تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ پانی دیتے جاتے تھے اور درخت تیار ہو جاتا تھا۔ چالیس اوقیہ سونا بھی آپ ﷺ نے ایک پتھر کو سونا بنا کر عطا فرمایا۔[4] اسی طرح خیبر کی فتح کے بعد فدک کے علاقے کے فتح ہونے سے اسلام کو ایک نئی معاشی قوت ملی۔[5]

علی بن ابو حمزہؒ نے ایک مرتبہ امام موسیٰ بن جعفر الکاظمؒ کو اپنی زمین میں اس حال میں کام کرتے دیکھا کہ پسینے میں شرابور ہیں تو عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں: آدمی کدھر ہیں، آپ خود کیوں کام کر رہے ہیں۔ تو امامؒ نے فرمایا: اے علی! جو ہستی مجھ سے اور میرے باپ سے افضل تھی اس نے اپنے ہاتھ سے کام کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور میرے تمام آباء و اجداد نے اپنے ہاتھوں سے کام کیا ہے اور یہ انبیاء و رسل علیہم السلام، اوصیاء اور اللہ کے نیک بندوں کا طریقہ ہے۔[6]

در اصل رسول اللہ ﷺ کا یہ مبارک عمل جہاں زراعت کی اہمیت بڑھاتا ہے اور اسے دیگر ذرائع معاش مثلاً تجارت، صنعت وغیرہ پر فوقیت دیتا ہے، وہاں اپنے ذاتی عمل سے ان دکھوں کے مارے معاشی طور پر پریشان حال اور

1۔ المبسوط، امام ابی بکر محمد بن احمد الحنفی السرخسیؒ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ص:10/92

2۔ وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، ص:12/54

3۔ سیرۃ المصطفیٰ ﷺ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مکتبہ عثمانیہ، لاہور، ص:2/424

4۔ بحار الانوار، ص:22/367

5۔ فدک فی التاریخ، امام سید محمد باقر الصدر شہیدؒ، دار المعارف للمطبوعات، بیروت، ص:23

6۔ وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، ص:12/54-55

معاشرتی طور پر کم تر سمجھے جانے والے محنت کشوں کے عظیم طبقہ یعنی کسانوں کی عظمت کو نمایاں کرتے ہیں جو اپنی شبانہ روز کاوشوں سے بنجر زمینوں کو لہلہاتے کھیتوں میں بدلتے ہیں اور پھر مسلسل محنت کر کے اناج اُگاتے ہیں اور ان بزعم خویش شرفاء کا پیٹ بھرتے ہیں جو ایئر کنڈیشنڈ دفاتر اور قالین زدہ کوٹھیوں میں بیٹھ کر اس محسن طبقہ کو کم تر اور اپنا ماتحت تصور کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ کا یہ مبارک عمل اُمت کو تعلیم دینے کے لئے تھا۔ اس لئے فقہاء اسلام نے زراعت کے پیشہ کو اس قدر اہمیت دی کہ اسے فرض کفایہ کا درجہ دیا۔ عبد الرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں:

((اما الزرع فی ذاته سواء أكان مشاركة أولا فهو فرض كفاية لاحتياج الانسان والحيوان اليه)) [1]

ترجمہ: جہاں تک زراعت کا تعلق ہے خواہ یہ شرکت سے وجود میں آئے یا بغیر شرکت کے اپنی ذات میں فرض کفایہ کا درجہ رکھتی ہے کیونکہ انسان اور حیوان سبھی اس کے محتاج ہیں۔

امام جعفر بن محمد الصادقؒ اپنے آباء کے سلسلہ سند سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان عالیشان نقل کرتے ہیں:

((الزارعون كنوز الانام تزرعون طيبا اخرجه الله عز وجل وهم يوم القيمة احسن الناس مقاما واقربهم منزلة يدعون المباركين)) [2]

ترجمہ: کسان لوگوں کے خزانے ہیں۔ وہ اللہ کا عطا کردہ پاکیزہ بیج بوتے ہیں۔ قیامت کے دن وہ بلند ترین مقام کے حامل ہوں گے۔ وہ اللہ کے زیادہ قریب ہیں، اس روز انہیں "مبارکین" کے نام سے پکارا جائے گا۔

نیز سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں کسانوں کو ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

((اطلبو الرزق فی خبايا الأرض)) [3]

ترجمہ: رزق کو زمین کی پہنائیوں میں تلاش کرو۔

حسین بن علوان کی روایت ہے کہ امام محمد بن علی الباقرؒ فرمایا کرتے تھے:

"جس شخص کو پانی اور مٹی (زمین) میسر ہو اور پھر بھی وہ فقیر و نادار رہے تو اللہ اسے ہلاک کرے۔"[4]

کرے۔"[4]

1۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، عبد الرحمٰن الجزیری، دار احیا التراث العربی، بیروت، ص:2/12

2۔ وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، ص:13/194

3۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد، ص:4/166

4۔ قرب الاسناد، الشیخ ابی العباس عبد اللہ بن جعفر قمی الحمیریؒ، موسسہ اہل البیت لاحیاء التراث، ص:100

آنحضرت ﷺ اوراونٹوں گھوڑوں کی پرورش:

مدنی عہد نبوی میں روزی روٹی کی فراہمی کے مستقل ذرائع میں سب سے اہم ذریعہ غالباً دودھاری جانوروں کا پالنا تھا جن کی موجودگی میں دو وقت پیٹ بھرنے اور بھوک کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی سبیل نکلتی تھی۔ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ہمارا اور آپ ﷺ کا اکثر کھانا دودھ پر مشتمل ہوتا تھا۔[1] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں دودھ کے علاوہ پانی اور سَتو کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔

آپ ﷺ نے مدنی زندگی کی ابتدا ہی سے دودھاری جانوروں بالخصوص عمدہ اونٹنیوں کو باقاعدہ پالا تھا اور ان کو کئی مقامات پر باڑوں میں رکھا تھا۔ ان کی دیکھ بھال کے لئے باقاعدہ چرواہے بھی رکھے گئے اور ان کے چارہ کی فراہمی کے لئے چراگاہیں مخصوص کی گئیں۔ بلاذریؒ کا بیان ہے کہ زاویہ کی چراگاہ میں آپ ﷺ کی کئی اونٹنیاں تھیں اور آپ ﷺ نے اپنی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے ہر ایک کو الگ الگ اونٹنی عطا کر رکھی تھی۔ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی اونٹنی کا نام ”العریس“ تھا جبکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے مخصوص کی گئی اونٹنی کا نام ”السمراء“ تھا۔ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو ”البغوم“ نامی اونٹنی عنایت کی گئی تھی۔ دیگر اونٹنیوں میں الحنّاء، السعدیۃ، الیسیرۃ، مہرۃ، الریاء، عجوۃ، زمزم، سُقیا، برکۃ، ورسۃ، اطراف، اطلال اور الشقراء شامل تھیں۔ یہ سب دودھاری تھیں اور ان کا دودھ روزانہ دوھیا جاتا اور ہر رات بڑی مشکوں میں آپ ﷺ کے لئے لایا جاتا تھا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کی اونٹنیوں کو سیدہ اُم ایمن رضی اللہ عنہا (اُحد میں) چرایا کرتی تھیں اور ہر شام ان کو باڑے میں لاتیں۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے بیٹے ان کو چرایا کرتے تھے۔ بلاذریؒ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کی اونٹنیوں کے علاوہ بھیڑ بکریوں کا ایک ریوڑ بھی تھا جن کے دودھ پر سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے فرزند گرامی سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی پرورش و پرداخت ہوتی تھی۔ ابن ہشامؒ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ خود بکریوں کا دودھ دوھ لیا کرتے تھے۔[2]

اسی طرح عربوں کو گھوڑوں سے بہت زیادہ شغف تھا اور وہ گھوڑوں کو اپنی اولاد پر فضیلت دیتے تھے۔ جس شخص کے پاس گھوڑا نہ ہوتا تو اسے قوم طعنے دیا کرتی تھی۔ عربوں کے معروف شاعر عنترہ نے ایک عرب قبیلے کو اپنے اشعار

1۔ سنن نسائی، کتاب الاشربہ، باب ذکر الاشربۃ المباحۃ وانساب الاشراف، ص:1/513

2۔ انساب الاشراف، ص:1/50، ص:4/512 و کتاب المغازی، علامہ ابی عبداللہ محمد بن عمر بن واقد اسلمی الواقدیؒ (م207ھ)، تحقیق، مارسدن جونس، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1984ء، ص:70

میں طعنہ دیا کہ تم کیسی قوم ہو جو گھوڑوں کو اہمیت نہیں دیتی۔ عربوں کے شرفاء اور قبیلوں کے سردار گھوڑوں کی خدمت خود کیا کرتے تھے۔ وہ یہ کام خدام اور غلاموں سے نہیں لیتے تھے۔ عربوں کے حکماء کہا کرتے تھے کہ قبیلوں کے سردار اور شرفاء کیلئے تین کام کرنے میں عار نہیں: والد، مہمان اور گھوڑے کی خدمت۔ گھڑ سواری اور دوڑ کے مقابلوں میں شرکت قابل فخر ہوا کرتی تھی۔ اس سلسلے میں وہ اپنے کارناموں کو اشعار میں ڈھالتے اور عکاظ جیسے بڑے میلوں میں ان اشعار کو دہرایا کرتے اور فخر کیا کرتے تھے۔

اسلام نے بھی گھوڑوں کی اہمیت اور افادیت کو تسلیم کرتے ہوئے اسے پالنے کی ترغیب دی۔ گھوڑوں کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کی قسم کھائی ہے:

﴿وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا ، فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا ﴾ [1]

ترجمہ: قسم ہے ان (گھوڑوں) کی جو پھنکارے مارتے ہوئے دوڑتے ہیں، پھر چنگاریاں جھاڑتے ہیں۔

عربوں کی گھوڑوں سے محبت کی وجہ سے ہی قرآن مجید میں حبِ دنیا کی مثال اس طرح دی گئی:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ﴾ [2]

ترجمہ: لوگوں کیلئے مرغوباتِ نفس، عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں بڑی خوشنما بنادی گئی ہیں۔

امام محمد بن علی الباقرؒ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے بھی گھوڑوں کی تکریم میں فرمایا:

”جس نے جہاد فی سبیل اللہ کیلئے گھوڑا پالا اسے روزہ دار کے مثل اجر ملے گا اور جس نے گھوڑے کو کھلانے، پلانے اور پالنے پر خرچ کیا تو اس کا خرچ صدقہ شمار کیا جائے گا۔“ [3]

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا

”بھلائی گھوڑوں کی پیشانی پر تا قیامت ثبت رہے گی۔“ [4]

1۔ سورۃ العادیات: 100 / 1۔2

2۔ سورۃ آل عمران: 3 / 14

3۔ کتاب المومن، ص: 44

4۔ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب الناس تبع لقریش والخلافہ فی قریش، حدیث: 4955

نبی کریم ﷺ نے گھوڑوں کی تذلیل و تحقیر کرنے سے سختی سے منع فرمایا۔ آپ ﷺ نے گھوڑوں کی دُم کاٹنے، خصی کرنے اور پیشانی کے بال کاٹنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گھوڑے کی فطرت میں اِترانا شامل ہے۔ ایسا کرنے سے اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ یہ گھوڑوں سے محبت ہی تھی کہ جس طرح اپنی نسل اور نسب کا عربوں نے خیال رکھا، اسی قدر گھوڑوں کی نسب و نسل کا بھی خیال رکھا۔ روایات میں ہے کہ سیدنا اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام پہلے شخص تھے جو گھوڑے پر سوار ہوئے۔ سیدنا داؤد علیہ السلام بھی گھوڑوں سے خاص شغف رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے فرزند سیدنا سلیمان علیہ السلام کیلئے ایک ہزار گھوڑے ورثے میں چھوڑے۔ ہمارے پیارے رسول ﷺ کی زندگی میں صرف سات گھوڑوں کو یہ اعزاز نصیب ہوا کہ آپ ﷺ نے ان پر سواری کی۔ آپ ﷺ کے سب سے پہلے گھوڑے کا نام "السکب" تھا۔ ایک گھوڑا آپ ﷺ نے اعرابی سے خریدا تھا جس کا نام "المرتجز" رکھا۔ ایک گھوڑا بنام "اللزاز" اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے خدمت نبوی میں تحفتاً ارسال کیا۔ اسی طرح سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہ نے "الورد" نامی تیز رفتار گھوڑا بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ نیز "الظرب"، "یعسوب" اور "الجیف" بھی آپ ﷺ کے جنگی گھوڑوں میں شامل تھے۔[1] اکثم بن صیفی نے اپنی قوم کو وصیت کی:

"اے میری قوم! گھوڑے پالو اور ان کی تکریم کرنا سیکھو، یہ عرب کے قلعے ہیں۔"[2]

عربوں کی طرح دُنیا کی کوئی قوم نہیں جو گھوڑوں سے اتنا شغف رکھتی ہو، نہ ہی کوئی قوم دنیا میں ایسی ہے جسے عربوں سے زیادہ گھوڑوں کا علم ہو۔ گھوڑے کا عرب کی زندگی سے نہ صرف گہرا تعلق ہے بلکہ یہ ان کی زندگی کا اٹوٹ حصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عربوں کی زبان، شعر و ادب میں گھوڑوں کا بہت زیادہ ذکر ہے۔ گھوڑوں نے عرب شعراء کے خیال کی سیرابی کی تو انہوں نے گھوڑوں کی مختلف خصال وعادات کو اشعار میں سمو دیا۔ گھوڑے نہ صرف سواری اور کھیل کے میدان میں استعمال ہوتے بلکہ اہم ترین جنگی سامان تھے۔

آنحضرت ﷺ اور تعمیراتی کام:

بیت اللہ کی تعمیر:

تاریخی لحاظ سے بیت اللہ کی تعمیر پہلی مرتبہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی اور ان کے بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے ان کی معاونت فرمائی۔ دوسری مرتبہ قریش نے بعثت نبوی سے قبل اس کی تعمیر کی جس میں رسول کریم ﷺ نے بھی

1۔ اُسوۃ الرسول ﷺ، سید اولاد حیدر فوق بلگرامیؒ، مطبوعہ کواتھ، ہندوستان، 1942ء، ص: 155/3

2۔ گنجینۂ نصائح، ابوالقاسم محمد بن میرزا قزوینی، خانہ فرہنگ اسلامی جمہوریہ ایران، کراچی، ایڈیشن: ا، 1435ھ، ص: 88/2

شرکت فرمائی۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک پینتیس برس ہوئی تو قریش نے بیت اللہ کی از سر نو تعمیر کا منصوبہ بنایا کیونکہ اس کا کچھ حصہ جل گیا تھا اور سیلاب کے تسلسل نے بھی اس کی دیواروں کو کمزور کر دیا تھا۔ یہ ابھی تک سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر پر قائم تھا جو پتھروں کو ایک دوسرے سے جوڑ کر بنایا گیا تھا اور اس کی اُونچائی انسانی قد و قامت سے کچھ اُونچی تھی۔ قریش اسے گرا کر مزید اُونچا کرنا چاہتے تھے۔ چونکہ اس سے قبل بیت اللہ کی چھت نہیں تھی، اس لئے وہ اس پر چھت ڈالنے کا ارادہ رکھتے تھے، لیکن اسے منہدم کرنے سے گھبراتے اور خوف کھاتے تھے۔ اس پر ولید بن مغیرہ نے کہا کہ میں اسے گرانے کی ابتدا کرتا ہوں۔ اس نے کدال پکڑی اور یہ کہہ کر حجر اسود اور رکن یمانی کا درمیانی حصہ مسمار کر دیا کہ اے اللہ! ہم تجھ سے منحرف نہیں ہوئے، صرف خیر و بھلائی کے ارادے سے یہ کام کر رہے ہیں۔

لوگ رات بھر منتظر رہے کہ اگر ولید بن مغیرہ کسی مصیبت میں مبتلا نہ ہوا تو یہ اس بات کی دلیل ہو گا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس کام پر راضی ہے۔ چنانچہ صبح سویرے ولید بن مغیرہ نے بیت اللہ کی باقی دیواروں کو گرانا شروع کیا، دیگر لوگ بھی اس کے ساتھ شریک ہو گئے اور دیواریں گراتے گراتے سبز رنگ کے پتھروں تک پہنچ گئے جو اونٹوں کی کوہانوں کی مانند تھے اور ایک دوسرے میں پیوست تھے۔ بعض مورخین نے ان پتھروں کو اساسِ ابراہیم علیہ السلام قرار دیا ہے۔

قریش نے کام آپس میں تقسیم کر لئے تھے۔ ہر قبیلے کے لئے تعمیر کا ایک حصہ متعین کر دیا گیا تھا۔ قریش کے سردار اور بزرگ پتھر لانے اور لگانے میں شریک رہے۔ رسول کریم ﷺ اور آپ کے چچا عباس بن عبد المطلب نے بھی تعمیرِ کعبہ میں شرکت کی۔ آپ ﷺ پتھر لاتے تھے۔ عباس بن عبد المطلب نے کہا کہ آپ ﷺ اپنا تہبند اُتار کر اپنی گردن پر رکھ لیں، اس طرح آپ ﷺ کی گردن پتھروں کی وجہ سے زخمی ہونے سے محفوظ رہے گی۔ (آپ ﷺ نے چچا کی بات مان لی) تو غش کھا کر زمین پر گر گئے۔ آپ ﷺ کی آنکھیں آسمان کی طرف گڑ گئیں۔ پھر کچھ دیر بعد آفاقہ ہوا تو فرمایا:

((ازاری ازاری))

ترجمہ: مجھے میری چادر دو۔

پھر آپ ﷺ نے مضبوطی سے اپنی چادر باندھ لی۔[1] آپ ﷺ اپنے چچا کے ساتھ پتھر ڈھو کر لاتے رہے۔ باقوم نامی کاریگر کی خدمات اس تعمیر کے لئے حاصل کی گئیں۔ جب حجر اسود رکھنے کا موقع آیا تو لوگوں میں سخت جھگڑا پیدا ہوا، پانچ دن تک فیصلہ نہیں ہو سکا۔ قریب تھا کی حرم میں ایک خطرناک جنگ شروع ہو جائے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا اے

1۔ صحیح البخاری، کتاب الحج، باب فضل مکہ وبنیانھا، حدیث: 1582

لوگو! اپنے اختلاف کو دور کرنے کے لئے اس شخص کو منصف تسلیم کر لو جو سب سے پہلے مسجد کے دروازے سے اندر داخل ہو۔ سب اس پر راضی ہو گئے۔ پھر رسول کریم ﷺ داخل ہوئے۔ سب نے انہیں دیکھ کر کہا کہ ہم اس امین پر راضی ہیں۔ جب قریش نے آپ ﷺ کو ساری بات بتائی تو آپ ﷺ نے ایک کپڑا منگوایا اور اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اس پر رکھ دیا اور فرمایا:

((لتاخذ کل قبیلة بناحیة من الثوب، ثم ارفعوا جمیعا))[1]

ترجمہ: اب ہر قبیلہ اس کپڑے کو ایک جانب سے پکڑ کر اوپر اٹھائے۔

سب اسے اُوپر اٹھا کر اس مقام پر لے آئے جہاں اسے نصب کیا جانا تھا تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے اسے وہاں نصب فرما دیا، پھر اس پر بقیہ تعمیر کی گئی۔

مسجد قباء کی تعمیر:

قباء میں رونق افروز ہونے کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے جو کام کیا وہ یہ کہ ایک مسجد کی بنیاد ڈالی۔ علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں:

"جب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (مکہ والوں کی امانتیں لوٹا کر) نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے اُس وقت آپ ﷺ، سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ کے مکان میں مقیم تھے۔ پھر آپ ﷺ بنی عوف کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ دن جمعہ کا تھا۔ آفتاب طلوع ہو رہا تھا۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں کے لئے ایک مسجد کی تعمیر کے لئے خطوط و نشانات قائم کئے اور قبلہ کی تعیین فرمائی۔"[2]

سب سے پہلے خود آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ایک پتھر لا کر قبلہ رخ رکھا۔ آپ ﷺ کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک ایک پتھر رکھا۔ اس کے بعد دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پتھر لا کر رکھنے شروع کئے اور تعمیر کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آپ ﷺ بھی بھاری پتھر اُٹھا کر لاتے اور بسا اوقات پتھر کو تھامنے کی غرض سے شکم مبارک سے لگا لیتے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم عرض کرتے یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ رہنے دیں ہم اُٹھا لیں گے تو آپ ﷺ قبول نہ فرماتے۔ سیدہ شموس بنت نعمان

1۔ مصنف عبد الرزاق، امام ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام صنعانیؒ، تحقیق، حبیب الرحمٰن اعظمی، ایڈیشن:۱، ص:5/100

2۔ حیات القلوب، ص:2/517

رضی اللہ عنہا مسجد قبا کی تعمیر کا چشم دید حال ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبا تشریف لائے، یہاں اقامت فرمائی اور مسجد تعمیر کی۔ وہ فرماتی ہیں:

((فرایته یاخذ الحجر او الصخرة حتی یهصره الحجر و انظر الیٰ بیاض التراب علیٰ بطنه فیاتی الرجل من اصحابه و یقول یا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم! بابی انت و امی اعطنی اکفیک فیقول لا، خذ مثله حتیٰ اسّسه)) [1]

ترجمہ: (جب مسجد قبا تعمیر ہو رہی تھی) تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پتھر خود اٹھاتے تھے اور اس پتھر سے گرنے والی مٹی حضور کے چمکتے ہوئے شکم مبارک پر پڑتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی صحابی حاضر ہوتا اور عرض کرتا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ پتھر مجھے عطا فرمایئے کہ میں آپ کی طرف سے اٹھا کر لے جاؤں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: اسے رہنے دو تم اس جیسا کوئی اور پتھر اٹھا کر لے جاؤ۔ یہاں تک کہ وہ مسجد پایۂ تکمیل تک پہنچی۔

یہ پہلی مسجد تھی جسے ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر فرمایا اور اس میں بھاری بھر کم پتھر اٹھا کر لائے اور اس کی تعمیر میں شریک ہوئے۔ یہی وہ مسجد ہے جس کی شان میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

﴿ لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ﴾ [2]

ترجمہ: البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں، اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔

امام محمد بن علی الباقرؒ سے مروی ہے کہ اس مسجد سے مراد مسجد قبا ہے۔ اس کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی اور قبا میں قیام کے دوران اس میں نماز ادا کی تھی۔[3] بعض نے اس سے مراد مسجد نبوی قرار دیا ہے۔ سلف کی ایک جماعت دونوں کی قائل ہے۔ امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ سے اگر مسجد قبا مراد ہے تو بعض احادیث میں مسجد نبوی کو اس کا مصداق قرار دیا گیا ہے۔[4] اِن دونوں کے درمیان کوئی منافات نہیں، اس لئے کہ اگر مسجد قبا کے اندر یہ

1۔ ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص: 3/107۔108

2۔ سورۃ التوبۃ: 9/ 108

3۔ تفسیر صافی، مُلّا محمد بن مرتضیٰ المعروف فیض کاشانی، ادارہ نشر دانش، کراچی، ایڈیشن: ا، 2010ء، ص: 3/ 632

4۔ احسن البیان، حافظ صلاح الدین یوسف، دار السلام، الریاض، سن ندارد، ص: 581

صفت پائی جاتی ہے کہ اوّل یوم سے ہی اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے تو مسجد نبوی تو بطریق اولیٰ اس صفت کی حامل اور اس کی مصداق ہے۔

مسجد نبوی کی تعمیر:

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں پہلا کام مسجد نبوی کی تعمیر کا کیا تاکہ اسلامی شعائر، جو اب تک مخالفت کا شکار تھے، اُجاگر ہوں۔ نماز کی ادائیگی کا اہتمام ہو تاکہ رب سے تعلق مضبوط ہو اور دل دُنیاوی آلائشوں سے پاک ہو جائیں۔ امام بخاریؒ یہ روایت لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر سوار مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ سواری مسجد نبوی کے مقام پر جا بیٹھی۔ یہ جگہ سہل اور سہیل دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی جو سیدنا اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی زیر کفالت تھے۔ ان دنوں وہاں مسلمانوں کے چند آدمی نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ احاطہ کھجوریں سکھانے کے کام بھی آتا تھا۔ سواری بیٹھ گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((ھذا ان شاء اللہ المنزل))

ترجمہ: ان شاء اللہ! یہی منزل ہے۔

پھر آپ ﷺ نے دونوں یتیم بچوں کو طلب فرمایا اور ان سے اس احاطے کی قیمت طے کرنا چاہی تاکہ وہاں مسجد کا قیام عمل میں لایا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((یا بنی نجار ثامنونی بحائطکم ھذا))

ترجمہ: اے بنو نجار! میرے ساتھ اس زمین کا سودا کرو۔

انہوں نے عرض کیا:

((واللہ لا نطلب ثمنہ الا من اللہ))

ترجمہ: اللہ کی قسم! ہم اس کی قیمت کا مطالبہ اللہ تعالیٰ سے کریں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا:

((بل نھبہ لک یا رسول اللہ ﷺ))

ترجمہ: یا رسول اللہ ﷺ! ہم اس قطعہءِ زمین کو آپ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کرتے ہیں۔

مگر آپ ﷺ نے اسے وقف کے طور پر لینے سے انکار کر دیا اور ان سے یہ جگہ خرید کر ہی لی۔ اس کی قیمت سونے کے دس دینار طے ہوئی اور یہ دس سنہری دینار سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ادا کئے۔[1]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہاں کھجور کے درخت اور مشرکین کی چند پرانی قبریں تھیں اور کچھ جگہ ویران تھی۔ آپ ﷺ نے کھجور کے درخت کاٹنے، قبریں اکھاڑنے اور ویران جگہ کو ہموار کرنے کا حکم دیا۔ درخت کاٹ کر قبلہ رخ قطار میں نصب کر دیئے گئے اور چوکھٹ کے دونوں بازو پتھر کے بنائے گئے۔ جب اس میدان کو ہموار کرنے کا کام پایہ تکمیل کو پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((ابنوا الی عریشا کعریش موسیٰ علیہ السلام))

ترجمہ: میرے لئے موسیٰ علیہ السلام کے چھپر کی طرح ایک چھپر تعمیر کر دو۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے حسن رحمہ اللہ سے پوچھا: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا چھپر کیسا تھا؟ انہوں نے کہا: سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب اپنا ہاتھ بلند کرتے تو وہ اس چھپر کو چھو جاتا۔[2] اس دوران رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ رجز پڑھ رہے تھے:

((اللھم لا خیر الا خیر الآخرہ۔۔۔فانصر الانصار و المھاجرہ))[3]

ترجمہ: اے اللہ! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔ تو انصار اور مہاجرین کی مدد فرما۔

آپ ﷺ نے اس تعمیر کی ابتدا اپنے دست مبارک سے فرمائی۔ آپ ﷺ نے کدال پکڑی اور بنیاد کھودنے کے لئے پہلی ضرب لگائی جس کے بعد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سرگرمی سے مصروف عمل ہو گئے۔ تین ہاتھ گہری بنیاد کھودی گئی اور اسے پتھروں سے بھرا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ مدینہ کے ٹیلوں سے پتھر لائیں۔ آپ ﷺ خود بھی ان کے ساتھ شریک ہوئے۔ سیدنا اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ ﷺ ایک بھاری پتھر اٹھائے ہوئے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے دے دیجئے کہ میں لے چلوں۔ فرمایا: دوسرا پتھر اُٹھالاؤ۔ غرض بنیادیں زمین کے برابر بھری گئیں اور ان پر گارے اور کچی اینٹوں سے دیواریں تیار کی گئیں جو درمیانے آدمی کے قد سے ذرا بلند تھیں۔ مسجد کے شمالی گوشے میں کھجور کے تنوں پر ایک چھپر کھڑا کیا گیا جس پر کھجور کی ٹہنیاں ڈالی گئیں اور فرش پر

1۔ سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمہ اللہ، تحقیق: مصطفی عبدالواحد، لجنۃ الاحیا لتراث الاسلامی، القاہرۃ، 1392ھ، ص:3/501

2۔ وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ ﷺ، امام ابو الحسن بن عبد اللہ السمہودی رحمہ اللہ، دار المصطفیٰ، القاہرۃ، ایڈیشن:ا، 1326ھ، ص:1/324

3۔ صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب ھل تنبش قبور مشرکی الجاھلیۃ۔۔، حدیث:428

کنکریاں بچھا دی گئیں۔ اس چھپر کو "صُفّہ" کہا جاتا تھا۔ باقی ساری مسجد بغیر چھت کے کھلی چھوڑ دی گئی۔ مسجد کی تعمیر بارہ دن جاری رہی۔[1]

امام جعفر بن محمد الصادقؒ سے روایت ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے اپنی مسجد کی دیوار پہلے ایک اینٹ کی اٹھائی۔ جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوئی اور آپ ﷺ سے توسیع کی استدعا کی گئی تو پھر دو اینٹ چوڑی دیواریں اٹھائی گئیں۔ جب گرمی کی شدت ہونے لگی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اگر اجازت ہو تو ہم مسجد پر چھت بنائیں تاکہ گرمی سے محفوظ ہو سکیں۔ آپ ﷺ نے اجازت دی تو خرمہ کے ستون کھڑے کئے گئے اور اس کی چھت لکڑیوں، پتیوں اور اذخر گھاس سے تیار کی گئی۔ پھر جب بارش کا موسم آیا اور پانی چھت سے ٹپکنے لگا تو پھر آپ ﷺ نے خود لکڑی پر لکڑی رکھ کر باندھ دیا۔[2] آنے والے دور میں یہی سادہ سی مسجد تمام دینی سرگرمیوں کا مرکز بننے والی تھی۔ اسی میں نمازیں ہوتیں، یہیں لوگ آکر آپ ﷺ سے سوالات کرتے، اسلام قبول کرتے اور دین سیکھتے۔ یہیں قبائل کے وفود آپ ﷺ سے مذاکرات کرتے، کوئی بھی اہم مسئلہ درپیش ہوتا تو لوگوں کو یہیں جمع ہونے کا اعلان کیا جاتا اور ملّی اہمیت کے بڑے بڑے فیصلے یہیں ہوتے۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجروں کی تعمیر:

جب رسول کریم ﷺ مسجد کی تعمیر سے فارغ ہوگئے تو آپ ﷺ کے اہل بیت اور تمام مہاجرین رضی اللہ عنہم کے لئے مسجد کے گرد مکانات بنائے گئے جن کے دروازے مسجد کی طرف کھولے گئے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے مسجد کے گرداگرد چند حجرے اسی انداز میں تعمیر کئے گئے جو مسجد میں اختیار کیا گیا تھا تاکہ وہ ان میں رہائش پذیر ہوں۔ یہ گھر قیصر و کسریٰ اور بادشاہوں کے محلات جیسے نہیں تھے، یہ تو اس ہستی کی رہائش گاہیں تھیں جو دُنیا اور اس کی زیب و زینت سے کنارہ کش اور آخرت کی طلبگار تھی۔ یہ گھر بھی مسجد کی طرح کچی اینٹ، گارے اور پتھروں سے تیار کئے گئے تھے۔ یہ چھ سات ہاتھ چوڑے اور دس ہاتھ لمبے تھے۔ ان کی چھتیں، کھجور کے تنے اور ٹہنیوں کی تھیں اور ان کے نیچے صنوبر کے تنے بطور شہتیر رکھے گئے تھے۔ دروازوں کے کنڈے نہیں تھے اور ان پر کمبل کے پردے تھے۔ چھوٹی

1۔ البدایۃ والنھایۃ، ص:3/303 و حیات القلوب، ج2، 521 و دلائل النبوۃ، امام ابی بکر احمد بن حسین بن علی البیہقیؒ، تحقیق: عبدالمعطی قلعجی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1405ھ، ص:2/509

2۔ حیات القلوب، ص:2/521

عمارت اور مختصر صحن پر مشتمل یہ حجرے اتنے اونچے تھے کہ لمبا لڑکا بآسانی چھتوں کو چھو سکتا تھا۔ حسن بصریؒ جو اُم المومنین سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی خیرہ کے بطن سے تھے، بتاتے ہیں کہ میں ان کمروں کی چھت چھو لیتا تھا۔[1]

مدینہ منورہ ان دنوں بلند و بالا قلعہ نما عمارتوں پر مشتمل تھا جنہیں اشرافیہ نے امن کے دنوں میں فخر کے طور پر اور جنگ کے ایّام میں حفاظت کی غرض سے تعمیر کیا تھا۔ انہوں نے ان قلعوں کے مختلف نام بھی رکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ عبد اللہ بن ابی کے قلعے کا نام "مزاحم" اور سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قلعے کا نام "فارع" تھا۔ مگر رسول کریم ﷺ کے گھر سادگی اور عجز کا خوبصورت نمونہ تھے۔ آپ ﷺ چاہتے تو بلند و بالا محلات تعمیر کروا سکتے تھے۔ آپ ﷺ کے ایک اشارہء ابرو پر انصار ان کی تعمیر میں جُت جاتے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ آپ ﷺ ریاست کے خزانے (مال فے وغیرہ) کی مدد سے یہ محلات کھڑے کر لیتے لیکن آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے اُمت کے لئے ترکِ دُنیا اور سادگی کی نہایت عظیم مثال قائم کی اور یہ سبق دیا کہ انسان اپنی ساری توانائیاں موت کے بعد پیش آنے والے حالات کو بہتر بنانے میں صرف کرے۔[2]

زُرارہ کا بیان ہے کہ میں امام جعفر بن محمد الصادقؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنا نہیں جانتا اور نہ ہی مجھے تجارت کرنے کا کوئی طریقہ آتا ہے، اس لئے میں محتاج ہوں۔ امامؒ نے اس سے فرمایا:

> "کوئی کام کر اگرچہ سر پر ٹوکری اُٹھانی پڑے اور لوگوں سے بے نیاز ہو جا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے کاندھے پر پتھر اٹھا کر اپنی دیوار میں لگایا تھا جو آج تک موجود ہے گو یہ معلوم نہیں ہے کہ اس کا عُمق کس قدر ہے، مگر موجود ہے۔"[3]

سیدنا طلق بن علی یمامی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ مسجد نبوی کی تعمیر میں حصہ لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((قربوا الیمامی من الطین، فانہ احسنکم لہ مسیسا))[4]

ترجمہ: یمامی کو گارے کے قریب کرو۔ یہ تم لوگوں سے اچھا گارا بناتا ہے۔

1۔ سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ص:3/506 و سیرت النبی ﷺ، علامہ شبلی نعمانیؒ و سید سلیمان ندویؒ، ص:1/281

2۔ التاریخ الاسلامی مواقف و عبر، الدکتور عبد العزیز الحمیدی، دار الدعوۃ، الاسکندریہ، ایڈیشن:ا، 1418ھ، ص:4/13

3۔ وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، ص:12/54

4۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد، ص:2/9

دوسری روایت میں سیدنا طلق بن علی یمامی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی کی تعمیر میں مصروف تھے۔ مجھے محسوس ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا کام پسند نہیں آرہا۔ میں نے بیلچہ اٹھایا اور گارا ملانے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا کام پسند آیا تو فرمایا کہ گارے کا کام حنفی کے سپرد کرو یہ تم لوگوں سے بہتر گارا بناتا ہے۔[1] ابن حبانؒ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں بھی ان کی طرح پتھر ڈھوؤں؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں! تم گارے کا کام سنبھالو کیونکہ تم اس کے ماہر ہو۔"[2]

علامہ شامیؒ نے یہ روایت بیان کی ہے:

"حسنہ بن خالد اور سواء بن خالد جب ایک مرتبہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت گھر کی دیوار کی مرمت میں مصروف تھے۔"[3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جنگی محنت ومشقت:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کا ایک بہت بڑا حصہ غزوات اور مغازی پر مشتمل ہے، جس پر باقاعدہ مستقل کتب لکھی گئی ہیں اور لکھی جارہی ہیں۔ مگر آپ کی جنگیں اور غزوات تاریخ انسانی میں غیر معمولی طور پر ممتاز ہیں۔ اکثر دگنی، تگنی اور بعض اوقات دس گنا بڑی قوت کے مقابلہ میں آپ ہی کو قریب قریب ہمیشہ فتح حاصل ہوئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نہ چاہتے ہوئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی دلجوئی اور اُمت کی تعلیم کے لیے غزوات کی سخت ترین محنت ومشقت میں برابر کا حصہ لیا۔ نمونہ کے طور پر غزوہ خندق کے احوال درج کئے جاتے ہیں:

ابوسفیان کم وبیش دس ہزار آدمیوں کی بھاری جمعیت اور وسائل کی فروانی کے ساتھ شوال ۵ ہجری میں مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کی نقل وحرکت کا علم ہوا تو حسبِ معمول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا، سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا! ہم اہلِ فارس کا دستور یہ ہے کہ ایسے موقع پر خندق کھود کر دشمن سے خود کو محفوظ کرلیتے ہیں اور اس کو مجبور بنادیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشورہ کو قبول فرما کر خندق کھودنے کا حکم دے دیا، مدینہ میں تین جانب سے مکانات اور نخلستان کا سلسلہ تھا جو شہر پناہ کا کام دیتا تھا۔ صرف شامی رُخ

1۔ المعجم الکبیر، حدیث:8254

2۔ صحیح ابن حبان، امام الحافظ محمد بن حبان، مؤسسہ الرسالۃ، بیروت، 1993ء، حدیث:1122

3۔ سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ص:7/36

کھلا ہوا تھا، اس طرف آپ ﷺ نے خود حدود قائم کیے، داغ بیل ڈال کر دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم کی گئی، خندق کی کل لمبائی تقریباً ساڑھے تین میل تھی، چوڑائی اتنی تھی کہ ایک تیز رفتار گھوڑا عبور نہ کر سکے اور گہرائی ایک اندازہ کے مطابق پانچ گز تھی۔ اس وقت مسلمان فوج کی تعداد کل تین ہزار تھی اور کل چھتیس گھوڑے تھے، معاملہ بہت سنگین تھا۔

اس بات کا بھی اعتراف کرنا چاہیئے کہ اس زمانے میں نہایت ہی ابتدائی وسائل کے ساتھ خندق کھودنا بہت ہی طاقت فرسا کام تھا خصوصاً جب کہ مسلمان خوراک اور دوسرے وسائل کے لحاظ سے بھی سخت تنگی میں تھے۔ تنگ دستی کے ساتھ ساتھ خندق کی کھدائی کے دوران بڑی بڑی مشکلات پیش آئیں مثلاً موسم انتہائی سرد تھا۔ بہت تیز ہوا چلتی تھی۔ سنگلاخ زمین تھی، کھانے پینے کے سامان مہیا نہیں تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انتہائی صبر اور استقامت کا ثبوت دیا۔ متوقع دشمن کی آمد کا ہر لحظہ خوف اور کھدائی کا تکلیف دہ مرحلہ جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہاتھوں سے مٹی کھودتے اور پشت پر ڈھوتے تھے۔ حالات وواقعات بلاشبہ انتہائی محتاط، سنجیدگی اور محنت کے متقاضی تھے۔

ایسے میں رسول کریم ﷺ بھی مومنین کے ساتھ مل کر کدال ہاتھ میں لئے خندق کھودتے رہے اور بیلچے کے ساتھ پتھر اکٹھے کر کے باہر ڈالتے رہے۔ آپ ﷺ یہ بات بھی ہر گز نہ بھول پائے کہ یہ محنت کش بھی آخر دوسروں کی طرح انسان ہی ہیں۔ انہیں بھی کام کی مشقت کے بعد سکون کی ضرورت ہے۔ انہیں انتہائی کوفت کے حالات میں ایسی خوش کن باتوں کی ضرورت ہے جو ان کے دُکھ درد کو کچھ وقت کے لئے بھلوا دیں، لہٰذا آپ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے حوصلے بڑھانے اور ٹھنڈے دل سے سوچنے کے لئے ان سے مزاح بھی کرتے اور ان کے قلب وروح کو گرمانے کے لئے حربی اور جوش وجذبہ دلانے والے اشعار پڑھ کر انہیں ترغیب بھی دلاتے۔ روایات میں ہے کہ آپ ﷺ مٹی اٹھاتے وقت سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ان رجزیہ اشعار کو دہراتے تھے:

اللهم لو لا أنت ما اهتدينا

و لا تصدقنا و لا صلينا

فانزلن سكينة علينا

و ثبت الاقدام ان لاقينا

ان الالى قد بغوا علينا

و ان ارادو فتنة ابينا[1]

1۔ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب، حدیث: 4106

اور آخری شعر پکار کر ذرالمبا کر کے پڑھتے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی خندق کے دن یوں کہتے:

نحن الذین بایعوا محمدا

علی الاسلام ما بقینا أبدا

ترجمہ: ہم تو پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر چکے کہ جب تک جان میں جان ہے اسلام پر ثابت قدم رہیں گے۔

اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے:

اللھم لا عیش الا عیش الآخرہ

فاغفر للانصار والمھاجرہ[1]

ترجمہ: اے اللہ! زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، بخش دے انصار اور مہاجرین کو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن مشکل حالات سے گزر رہے تھے ایسا انبساط اور اچھا سلوک ان کے لئے بڑی حد تک غم غلط کرنے کا باعث بن رہا تھا۔ ہمت افزائی کے سلسلے میں بھی یہ طرز عمل بڑا معاون ثابت ہو رہا تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نہ چاہتے ہوئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی دلجوئی اور اُمت کی تعلیم کے لیے اس سخت ترین محنت میں برابر کا حصہ لیا۔ بھوک سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم مبارک پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ اتفاق سے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں پتھر کی بڑی چٹان نکل آئی جس کا توڑنا عام لوگوں کے بس کی بات نہ تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو کدال اپنے دست مبارک میں لے کر یکے بعد دیگرے تین ضرب لگائی، تیسری مرتبہ یہ چٹان ریزہ ریزہ ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پتھر پر کدال مارنے سے جو روشنی نکلی اس میں یمن اور کسریٰ کے شہروں کے محلات دکھلائے گئے اور سیدنا جبرئیل علیہ السلام نے ان شہروں کے فتح ہونے کی بشارت دی ہے، اس طرح چند روز میں خندق تیار ہوگئی، مسلمان خندق کھود کر فارغ ہوئے تھے کہ سردارانِ کفر دس ہزار لشکر لے کر اُحد کے قریب پہنچ گئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تین ہزار مسلمانوں کے ہمراہ مقابلہ کے لیے کوہ سلع کے قریب جا کر ٹھہرے اور تمام بچوں اور عورتوں کو مدینہ کے ایک قلعہ میں محفوظ کر دیا اور مسلمانوں کے درمیان خندق حائل تھی، جب ابو سفیان کو خندق کا علم ہوا تو بے اختیار بول اٹھا۔

((واللہ ان ھذہ لمکیدۃ ما کانت العرب تکیدھا))[2]

1۔ صحیح البخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب التحریض علی القتال، حدیث:2834

2۔ القیادۃ العسکریۃ فی عھد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، الدکتور عبد الرشید محمد الرشید، دار القلم، دمشق، ایڈیشن:ا،1410ھ، ص:482

ترجمہ: اللہ کی قسم! یہ ایک زبردست تدبیر ہے جسے عرب نہ جانتے تھے

آنحضرت ﷺ اور گھریلو امور:

دینی، علمی، روحانی، معاشرتی، خاندانی، حکومتی اور سیاسی اعتبار سے رسول کریم ﷺ بلندی کی جن چوٹیوں پر فائز تھے وہ اہل نظر سے مخفی نہیں، اس کے باوجود آپ ﷺ اپنے گھریلو اور ذاتی کام کاج میں کبھی کسی قسم کی عار محسوس نہیں فرماتے تھے۔ اور نہ ہی آپ ﷺ محض توکل الٰہی، عطائے احباء و اصدقاء اور فتوحات پر تکیہ کئے بیٹھے تھے بلکہ اپنے خاص وسائل و ذرائع سے اپنے اہل و عیال کے لئے سامان زیست فراہم کرتے تھے۔ گھریلو کام کاج میں اپنی ہتک و توہین اور عار سمجھنا دراصل ایک قسم کا تکبر، غرور اور باطن کا فتور ہے۔ پھر اس رویے میں جو اخلاقی، معاشرتی اور معاشی نقصانات ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔ بنابریں تعلیم اُمت کے لئے آپ ﷺ اپنے گھریلو کام محنت و لگن سے خود سرانجام دیتے ورنہ خدام کی کوئی کمی نہ تھی۔ قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں:

> "آپ ﷺ اپنے گھر والوں کے کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹاتے، اپنے کپڑے خود صاف کرتے اور جھاڑ لیتے، اپنی بکریوں کو دودھ لیتے، اپنے کپڑے کو اپنے دست مبارک سے پیوند لگا لیتے، اپنے نعلین پاک گانٹھ لیتے، اپنا کام خود کرتے، گھر میں صفائی کر لیتے، اُونٹ کو خود باندھ لیتے اور خود چارہ ڈالتے، اپنے خادم کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے اور ازواج سے مل کر آٹا گندھواتے اور بازار سے اپنا سودا سلف خود اٹھا لاتے۔"[1]

ایک روایت میں ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا:

> "رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں کیا کام کیا کرتے تھے؟ سیدہ نے جواب دیا۔ آپ ﷺ ایک انسان تھے۔ گھر میں آپ ﷺ وہی کچھ کرتے تھے جو عام انسان کرتے ہیں۔ پھر درج بالا کاموں میں سے چند کاموں کے نام گنوائے۔"[2]

علامہ شامیؒ نے یہ روایت بیان کی ہے:

> "حسنہ بن خالد اور سواء بن خالد جب ایک مرتبہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ اس وقت گھر کی دیوار کی مرمت میں مصروف تھے۔"[1]

1۔ الشفافي التعريف بحقوق المصطفیٰ ﷺ، امام قاضی عیاض ابوالفضل بن موسیٰ بن عمرو الیحصبیؒ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ص:1/132

2۔ تاریخ الاسلام، امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذھبیؒ (م748ھ)، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ص:459

اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دست کاری کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اختیار دیا۔ لیکن وہ اس سے الگ رہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: لوگوں کا کیا حال ہے کہ ایسے کام سے الگ رہتے ہیں جس کو میں خود کرتا ہوں اور اللہ کی قسم! میں اللہ کی معرفت اور تقویٰ تم سے زیادہ رکھتا ہوں۔[2]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی تعمیر میں پتھر بھی ڈھوئے اور غزوۂ خندق کے موقع پر کھدائی اور مٹی ڈھونے میں پیش پیش رہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جوتے خود گانٹھ لیتے، اپنے کپڑے سی لیتے تھے، انہیں خود صاف کر لیتے، اپنی بکری کا دودھ خود دوھ لیتے اور اپنے گھریلو کام بھی کرتے تھے۔[3] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد محنت کشوں کے لئے کیسی عظیم بشارت ہے:

((ما اکل احد طعاما قط خیرا من ان یا کل من عمل یدہ, و ان نبی اللہ داؤد علیہ السلام کان یا کل من عمل یدہ)) [4]

ترجمہ: کسی شخص نے کبھی اُس کھانے سے بہتر کوئی کھانا نہیں کھایا جو وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتا ہو، اور اللہ کے نبی سیدنا داؤد علیہ السلام (باوجود بادشاہ ہونے کے) اپنے ہاتھ کی کمائی سے ہی کھایا کرتے تھے۔

اور اسی حدیث مبارکہ کی ایک اور روایت میں یہ بشارت بھی ہے:

((من بات کالا من عملہ بات مغفورا لہ)) [5]

ترجمہ: جس شخص نے اس حالت میں رات کی کہ وہ اپنے کام سے تھک کر چور ہو گیا ہو، تو اس کے سارے (صغیرہ) گناہ معاف ہو گئے۔

الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معیشت کے ہر پہلو کو عملی مثالوں سے واضح فرمادیا اور بذات خود محنت کشی کو شعار بنایا۔ یہ محنت صرف مثال مہیا کرنے کے لئے وقتی عمل نہ تھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی ایک محنت کش کی زندگی ہے۔ سیرت مطہرہ کا مطالعہ ایسی بیسیوں مثالیں مہیا کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کس طریق سے حصول رزق کے لئے،

1۔ سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ص:7/36

2۔ اسلام کا معاشی نظام، ص:234

3۔ الشمائل المحمدیہ، امام محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ الترمذیؒ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن ندارد، ص:23

4۔ صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب التنکیل لمن اکثر الوصال، حدیث:1966

5۔ فتح الباری، ص:4/306

معاشرتی فلاح اور قومی سربلندی کے لئے محنت فرمائی ہے۔ نیز آپ ﷺ نے اپنے اعمال سے یہ ترغیب دی کہ معاش کمانے کے لئے بظاہر کوئی حقیر پیشہ اختیار کرنا پڑے تو ہچکچانا نہیں چاہیئے۔

فصل سوم: عہد نبوی میں محنت کشوں کے عمومی پیشے

اسلامی معاشرے کی ایک ممتاز خوبی یہ ہے کہ وہ ہر شخص کو اس بات کی پوری آزادی دیتا ہے کہ پیدائش دولت کے لئے جس پیشے کو چاہے اختیار کرے، خواہ ادنیٰ پیشہ ہی کیوں نہ ہو، لیکن کسی کو ایسے کام کے لئے مجبور نہیں کیا جاتا جو اس کی فطرت کے خلاف یا معاشرے کے لئے ضرر رساں ہو۔ رزق کے حصول کے لئے باوقار پیشہ اختیار کرنا مسلمانوں کے فرائض میں سے ہے۔ ایسا شخص دوسروں کے احکامات کا پابند نہیں ہوتا، نہ کسی کا ماتحت ہوتا ہے نہ غلام اور نہ دوسروں کا محتاج، بلکہ دوسرے لوگ اس کے محتاج ہوتے ہیں جو اس کے تجربات اور اس کی امانت وعفت سے مستفید ہوتے ہیں۔

یہ سیرت طیبہ ہی کا اثر تھا کہ عیش و عشرت اور دُنیا کی تروتازگی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنا گرویدہ نہ بنا سکی اور اُنہوں نے اس دلفریب دُنیا کے آبِ رواں سے کبھی اپنا دامن تر نہیں کیا۔ انہوں نے ہمیشہ محنت و مشقت ہی کو اپنا شعار بنایا۔ ذیل میں عہد نبوی کے چند عمومی پیشوں کا جامع تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔

زرگری کا پیشہ:

زرگری کا پیشہ انتہائی باریک اور قیمتی ہوتا ہے۔ عہد نبوی میں زیورات گھڑنے اور بنانے کے لئے خاص محنت کشوں کے طبقات تھے جن کو سنار کہا جاتا تھا۔ سونے چاندی اور دوسری دھاتوں کے علاوہ مختلف دوسری چیزوں سے زیور بنانے والے بھی تھے اور ان سے کوئی شہر خالی نہ تھا۔ ان کے علاوہ زیورات کی فراہمی تجارت کے ذریعے بھی ہوتی تھی اور وہ جزیرہ نمائے عرب کے مختلف علاقوں یمن، ظفار وغیرہ کے علاوہ قریبی ممالک جیسے شام و عراق اور حبشہ و ایران وغیرہ سے بھی لائے جاتے تھے اور ان کے علاوہ دوسرے بڑے اور مشہور مراکز زرگری سے بھی۔

مکہ مکرمہ کے طبقہ یا افراد میں زرگری کا ذکر ذرا کم ملتا ہے البتہ مدینہ منورہ کے حوالے سے سب سے مشہور زرگروں کا ذکر خوب ملتا ہے۔ اور وہ بنو قینقاع کے یہودی زرگروں اور سناروں کا قبیلہ تھا۔ یہودی زرگر غالباً سب سے عمدہ کاریگر تھے۔ روایات سیرت میں بہت صراحت سے ان کے ماہر صناع اور فن کار زرگر اور سنار ہونے کا ذکر ملتا ہے۔[1]

1۔ عہد نبوی میں تمدن، پروفیسر یٰسین مظہر صدیقیؒ، دارالنوادر، لاہور، ایڈیشن:1، 2011ء، ص:530

غزوۂ بنو قینقاع کا محرک واقعہ بھی سناروں کے بازار میں ہی پیش آیا۔ عرب کے کسی علاقے سے آئی ہوئی ایک مسلمان عورت نے اپنا سامان تجارت بنو قینقاع کے بازار میں فروخت کیا اور ایک یہودی سنار کی دوکان میں اپنے زیور بنوانے بیٹھ گئی، یہودیوں نے اس کا چہرہ ننگا کرنا چاہا مگر عورت نے ایسا نہ کرنے دیا۔ سنار نے اس کے کپڑے کا ایک کنارہ اس کی پیٹھ کے ساتھ باندھ دیا۔ وہ جب کھڑی ہوئی تو اس کی شرمگاہ ننگی ہو گئی۔ یہود اس پر قہقہے لگانے لگے۔ عورت زور سے چلائی تو ایک مسلمان نے اس سنار پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ وہ سنار یہودی تھا۔ یہود اس مسلمان پر چڑھ دوڑے اور اسے شہید کر دیا۔ اس مسلمان کے ساتھیوں نے یہود کے خلاف مسلمانوں کو مدد کے لئے پکارا۔ مسلمانوں کا پیمانۂ صبر لبریز ہوا، اس طرح بنو قینقاع اور ان کے درمیان لڑائی ٹھن گئی۔ رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ مہاجرین و انصار کے لشکر کے ہمراہ اُن کی طرف چلے اور نکلتے وقت حکم خداوندی سے اُن سے معاہدہ ختم کر دیا۔[1]

یہ بات یقینی ہے کہ مدینہ منورہ میں مسلم زرگر بھی تھے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ قینقاعی زرگروں کی طرح ماہر فن نہ ہوں لیکن وہ اوسط درجہ کے زرگر ضرور تھے۔ (مدینہ منورہ آج بھی فن زرگری میں معروف ہے۔) بعض خواتین خانہ بھی چاندی اور سونے کے تاروں اور پتروں سے اپنے ہلکے پھلکے زیورات خود ہی بنا لیتی تھیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم ﷺ سے اپنے ایک زیور "فتخ" کے بارے میں عرض کیا تھا:

((صنعتهن, اتزین لک یا رسول اللہ ﷺ!))[2]

ترجمہ: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے ان کو آپ کے لئے سجنے کی خاطر خود بنایا ہے۔

اس سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ خواتین خانہ اور صحابیات رضی اللہ عنھن بعض ہلکے پھلکے زیور خود بنا لیا کرتی تھیں۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر خواتین اسلام نے جو زیورات مجاہدین کی مدد کے لئے دیئے تھے اُن میں "مسک" بھی شامل تھے اور بعض روایات میں ہے کہ وہ ہاتھی دانت یا کچھوے کی پیٹھ کی ہڈی سے بنتے تھے۔[3] سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ایک روایت یہ ملتی ہے:

1۔ السیرۃ النبویہ، امام ابن ہشامؒ، ص:3/54 و کتاب المغازی، علامہ واقدیؒ، ص:1/176

2۔ سنن ابی داؤد، کتاب الزکوۃ، باب الکنز ماھو و زکوۃ الحلیّ، حدیث:1565 (امام البانیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

3۔ الصحاح، امام اسمٰعیل بن حماد الجوہریؒ، اسورۃ من ذبل او عاج، 1/4893

((ان رسول اللهﷺ رأى عليها مسكتي ذهب فقال رسول اللهﷺ: الا اخبرک بما هو احسن من هذا؟ لو نزعت هذا وجعلت۔۔۔ کيتين من ورق ثم ضفرتهما بزعفران کانتا حسنتين))[1]

ترجمہ: کہ اُن کے ہاتھوں میں دو موٹے طلائی کنگن تھے جن کو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: کیا تمہیں ان سے بہتر زیور کی خبر نہ دوں۔ اگر تم ان دونوں کو اُتار ڈالو اور ان کی جگہ چاندی کے کنگن بنوالو اور ان کو زعفران سے رنگ لو تو وہ زیادہ خوبصورت لگیں گے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حرم کی گھاس کاٹنے سے منع فرمایا تو سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہمارے سناروں اور گھروں کی چھتوں کے لئے اذخر کی اجازت دیجئے۔ اس پر آپ ﷺ نے اذخر کی اجازت مرحمت فرمائی۔[2] سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

"مجھے مال غنیمت میں سے ایک اونٹ حصہ میں ملا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک اور اونٹ خمس سے دیا۔ جب میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کروانے کا ارادہ کیا تو بنو قینقاع کے ایک زرگر سے طے کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم اذخر کاٹ کر لائیں۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ میں اسے سناروں کے پاس فروخت کروں اور اپنی شادی کے ولیمہ میں اس سے کچھ مدد حاصل کروں۔"[3]

ان احادیث مبارکہ سے عہد نبوی میں پیشہ زرگری کا جواز ملتا ہے۔

نجاروں کا پیشہ:

انسانی معاشروں میں تعمیرات کا سراغ قدیم زمانے ہی سے ملتا ہے۔ بدوی عرب تو خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ صحراؤں، ریگستانوں اور دیہاتوں میں خیموں میں رہائش پذیر رہتے تھے۔ وہ چارہ، پانی اور غذا کی فراہمی اور دستیابی تک ایک جگہ قیام کرتے اور دوسرے مقام پر جاتے تو خیمے ان کے ساتھ ہوتے تھے۔ اسی بنا پر ان کو خانہ بدوش کہا جاتا تھا۔ ان کے برعکس شہری عرب یا متمدن لوگ جو اہل الحضارۃ کے نام سے بھی یاد کئے جاتے ہیں، اپنے مکانات میں مستقل طور سے رہتے تھے۔ ان کو عربی میں بیوت کہتے ہیں۔ وہ باقاعدہ مستقل تعمیرات ہوتی تھیں۔ اگرچہ ان کی تعمیر میں فنی عنصر ذرا کم ہوتا تھا۔ یٰسین مظہر صدیقی رقمطراز ہیں:

1۔ سنن النسائی، کتاب الزینۃ من السنن، باب الکراھیۃ للنساء فی اظھار الحلی والذھب، حدیث: 5143 (امام البانیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

2۔ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ما قیل فی الصواغ، حدیث: 2090

3۔ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ما قیل فی الصواغ، حدیث: 2089

"عہد نبوی میں مکانات تین قسم کے تھے: ایک مالداروں کے مکانات، دوسرے اوسط طبقات کے مساکن اور تیسرے عام اور غرباء کے جھونپڑے۔ ان میں تمدنی اسباب سے زیادہ اقتصادی اور معاشی وجوہ و عوامل کی کارفرمائی تھی۔"[1]

ابن اثیرؒ نے رسول اللہ ﷺ کے اپنے مکان کی مرمت کرنے کا واقعہ بعض عینی شاہدوں کے بیان پر پیش کیا ہے۔[2] اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس سے گزرے تو ہم اپنے جھونپڑے (جو بانس یا لکڑی کا بنا ہوا تھا) کی مرمت کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ وہ خراب ہو گیا لہٰذا ہم اس کی مرمت کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں معاملہ (موت) کو اس سے زیادہ قریب پاتا ہوں۔ (بعض روایات میں یہی واقعہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بھی موجود ہے۔)[3]

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بھی معمار کے پیشے سے منسلک تھے۔ آپ نے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی تعمیر میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے جبکہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے۔ ایک اینٹ اپنی طرف سے اور ایک رسول اللہ ﷺ کی طرف سے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی کمر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور فرمایا: "ابن سمیہ! عام لوگوں کے لئے ایک اجر ہے لیکن تجھے دو اجر ملیں گے اور (دُنیا کے) زادراہ سے تیرا آخری حصہ دودھ کا ایک گھونٹ ہے۔ تو باغی جماعت کے ہاتھوں قتل ہو گا۔"[4]

پانی بیچنے والوں کا پیشہ:

مدینہ منورہ کے اندرونی علاقوں اور بیرونی حصار میں اور باہر بھی متعدد کنوئیں تھے جن کا پانی بہت میٹھا، ٹھنڈا اور دل پسند ہوتا تھا۔ ان میں سے بعض کنوئیں خاصے مشہور تھے۔ یہ سب نجی اور شخصی ملکیت میں تھے اور ان کے مالکان میں سے بعض ان کے پانی کو بیچتے تھے۔ ان میں سے ایک مشہور ترین بئر رومہ تھا۔ مالکوں نے کنوئیں پر ڈول اور رسی وغیرہ رکھ کر ایک مزدور (اجیر) کو پانی پلانے پر مامور کر دیا تھا۔ وہ پیسے لے کر پانی لوگوں کو دیتا تھا۔ روایات میں ہے کہ مشکیزہ پانی ایک مُدّ کے عوض بیچا جاتا تھا۔[5]

1۔ عہد نبوی میں تمدن، ص:567

2۔ أسد الغابة في معرفة الصحابة، ص:1/368

3۔ سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب ماجاء فی البناء، حدیث:5236 (امام البانیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

4۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تراحم المومنین و تعاطفھم و تعاضدھم، حدیث:2586

5۔ أسد الغابة في معرفة الصحابة، ص:2/190

غالباً مالکوں کی آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ یہی تھا۔ رسول کریم ﷺ کو اس کا میٹھا پانی بہت پسند تھا اور اکثر و بیشتر آپ ﷺ اس پر پانی نوش فرمانے کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایسے ہی کسی موقع پر آپ ﷺ نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ کاش کوئی صالح مسلمان اسے خرید کر فی سبیل اللہ وقف کر دے اور لوگوں کی سیرابی کا انتظام کر دے۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو جب آپ ﷺ کی خواہش و تمنا کا علم ہوا تو اسے فوراً خرید کر وقف عام کر دیا۔[1] بلاشبہ ان کے علاوہ مدینہ منورہ میں اور بہت سے دوسرے کنوئیں موجود تھے۔ نیز چوبیس سے زیادہ پانی کے چشموں کا ذکر بھی کتب میں ملتا ہے۔

حداد کا پیشہ:

عربی زبان میں "حداد" لوہار کو کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں یہ پیشہ موجود تھا۔ سیدنا خباب بن الارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں زمانۂ جاہلیت میں لوہار تھا اور عاص بن وائل کے ذمہ میرا کچھ قرض تھا۔ میں اس کے پاس اپنے قرض کا تقاضا کرنے آیا تو وہ کہنے لگا کہ جب تک تو محمد (ﷺ) کی نبوّت سے انکار نہیں کرے گا اس وقت تک میں تیرا قرض نہیں دوں گا۔ میں نے کہا:

> "اگر اللہ تجھے موت سے دوچار کر دے اور مرنے کے بعد پھر زندہ کر دے تو بھی محمد ﷺ کی نبوت سے انکار نہیں کروں گا۔"

اس نے کہا پھر تو مجھے چھوڑ دے تاکہ میں مروں اور پھر زندہ کیا جاؤں کیونکہ پھر مجھے وہاں مال بھی ملے گا اور اولاد بھی۔ پھر تمہارا قرض ادا کر دوں گا۔"[2] اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿ أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا (77) أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا (78) ﴾[3]

ترجمہ: اے نبی (ﷺ)! کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو ہماری آیات کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مرنے کے بعد زندہ ہونے پر مجھے مال اور اولاد ملے گی۔ کیا اسے غائب کی اطلاع ہو گئی یا اللہ سے اس نے کوئی عہد لے رکھا ہے۔

1۔ انساب الاشراف، علامہ احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری البغدادی، دار المعارف، القاھرۃ، ایڈیشن: ۳، ص: 1/536

2۔ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ذکر القین والحداد، حدیث: 2091

3۔ سورۃ مریم: 19/ 77-78

سیدنا خباب بن الارت رضی اللہ عنہ نے حالت ایمان میں مکہ میں عاص بن وائل کی مزدوری کرتے ہوئے کوئی عار محسوس نہیں کی۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ لوہے کا کام کرنے میں کوئی عار اور عیب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا داؤد علیہ السلام بھی لوہے کا کام کرتے تھے۔ نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ (جو سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے) کو ایک لوہار گھرانے میں دودھ پلوایا۔ جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو سیف لوہار کے ہاں گئے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے رضاعی باپ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو گود میں لیا، پیار کیا اور چوما۔"[1]

دوسری روایت کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

((فیدخل البیت وانه لیدخن وکان ظئره قینا، فیاخذه، فیقبله، ثم یرجع))[2]

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر تشریف لے جاتے درآں حالیکہ وہاں دھواں ہوتا کیونکہ اس دایہ کا خاوند لوہار تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں گود میں اٹھاتے، بوسہ دیتے اور پھر لوٹ آتے۔

سیدنا ارزق بن عقبہ ثقفی رضی اللہ عنہ کا پیشہ بھی لوہار کا تھا۔اسی طرح کاشتکاری کے آلات بھی بنائے جاتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ انصار مدینہ نے یہودیوں سے یہ کاریگری سیکھ لی تھی۔

خیاط کا پیشہ:

ملبوسات کے سلنے سلانے کا پیشہ بھی عام تھا جس سے مرد اور عورتیں دونوں منسلک تھے۔ روایات اور احادیث میں خیاط اور خیاطی دونوں کا ذکر ملتا ہے اور ان کے طبقات کا بھی۔ ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عام کپڑوں کو سینے والوں کا ایک گھریلو طبقہ تھا جو زیادہ تر خواتینِ خانہ پر مشتمل ہوتا تھا۔ گھریلو کپڑا سینے والیوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن بھی شمار کی جاسکتی ہیں اور دوسرے طبقات کی خواتین بھی۔ البتہ بعض پیشہ ور اور ماہر خیاط بھی تھے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک پڑوسی خیاط تھے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا تناول فرمانے کی دعوت دی، آپ

1۔ صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم "انا بک لمحزونون"، حدیث:1303

2۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمتہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبیان والعیال وتواضعہ وفضل ذلک، حدیث:2316

ﷺ نے اسے شرف قبولیت سے نوازا۔[1] وہ صحابی درزیوں کا کام کرتے تھے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ آپ ﷺ کے سامنے کھانا رکھنے کے بعد اپنے (درزیوں کے) کام میں مصروف ہو گئے۔[2]

سیدنا عمار یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک روایت بتاتی ہے کہ وہ ثعالب (لومڑی کی کھال) سے قطیفہ سلائی کر رہے تھے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

((یقطع علی لحاف ثعالب ثوبا))[3]

ترجمہ: وہ لحاف ثعالب سے ایک کپڑا سلائی کر رہے تھے۔

سیدنا عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو غزوہء حنین کے مال غنیمت میں ایک سوئی ملی تھی جو انہوں نے اپنی زوجہ محترمہ کو لا کر دیتے وقت کہا تھا:

((ابرۃ تخطین بھا ثیابک))[4]

ترجمہ: یہ ایک سوئی ہے جس سے تم اپنے کپڑے سینا۔

خلافت فاروقی کے ایک واقعہ میں خیاط کا تذکرہ ان الفاظ میں ملتا ہے:

((خیاط یخیط اما قطیفۃ سمور او ثعالب))[5]

ترجمہ: ایک خیاط یا تو سمور (نیولے کی مانند ایک جانور کی کھال) کا قطیفہ سلائی کرتا تھا یا ثعالب (لومڑی کی کھال) کا۔

سیدنا عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ جن کو رسول کریم ﷺ نے کعبۃ اللہ کی کنجی مرحمت فرمائی تھی، خیاط ہی کے پیشے سے منسلک تھے۔[6]

خریت کا پیشہ:

عربی زبان میں خریت، گائیڈ اور راستہ بتانے والے ماہر شخص کو کہتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے ہجرت کی رات بنو دیل کے ایک آدمی کو اُجرت پر مزدور رکھا۔ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

1۔ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ذکر الخیاط، حدیث:2092

2۔ صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب من اضاف رجلا الی طعام و اقبل علی ھو عملہ، حدیث:5435

3۔ عہد نبوی میں تمدن، ص:460

4۔ کتاب المغازی، علامہ واقدیؒ، ص:918

5۔ الطبقات الکبریٰ، ص:3/255-256

6۔ تواریخ حبیب الہٰ ﷺ، علامہ مفتی محمد عنایت احمد کاکورویؒ، مکتبہ مہریہ رضویہ، ڈسکہ، سن ندارد، ص:107

"نبی کریم ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا راستہ بتلانے کے لئے ایک ماہر شخص کو رکھا، جو بنو دیل سے تھا۔ یہ شخص عاص بن وائل کے خاندان سے معاہدے میں بڑا مضبوط شریک رہا تھا اور کفّار قریش کے دین پر تھا۔ دونوں حضرات نے اس پر اعتماد کیا اور اپنی سواریاں اسے دے دیں اور اس سے تین دنوں کے بعد غار ثور میں آنے کا وعدہ لیا۔ چنانچہ وہ تیسری رات کی صبح کو دونوں حضرات کی سواریاں لے کر وہاں حاضر ہو گیا۔ اس کے بعد یہ حضرات وہاں سے عامر بن فہیرہ اور اس قبیلہ دیل کے راہبر کو ساتھ لے کر چلے، یہ شخص ساحل سمندر کے کنارے کنارے آپ ﷺ کو لے کر چلا گیا۔"[1]

قبیلہ دیل کے اس مزدور کا نام عبداللہ بن اریقط تھا۔ وہ صحرائی راستے کا ماہر تھا اور بلاد عرب کے جغرافیہ سے پورے طور پر واقف تھا۔

کھیتی باڑی کا پیشہ:

مدینہ منورہ کے قرب و جوار میں بکثرت باغات اور زرعی زمینیں تھیں، جس بنا پر انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کھیتی باڑی کرتے تھے۔ مہاجرین جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اُن کی حوصلہ افزائی اور معاشی ضروریات کے لئے رسول اللہ ﷺ نے انصار سے بھائی چارہ کرا دیا۔ انصار نے ایثار کے بے مثال نمونے پیش کئے اور آپ ﷺ کے سامنے یہ پیش کش کی کہ ہمارے باغات ہم میں اور ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم فرما دیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس پر انصار نے مہاجرین سے کہا کہ آپ لوگ ہمارے باغات کی دیکھ بھال اپنے ذمے لے لیں تو ہم آپ کو پیداوار میں شریک کر لیں گے۔ تو مہاجرین نے کہ: ہم نے سنا اور قبول کیا۔[2] سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کھیتوں میں مزدوری کرتے تھے۔ آپ کا یہ فرمان زراعت کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے۔ فرمایا:

((من وجد ماء و ترابا باثم افتقر فابعده الله))[3]

ترجمہ: جس کے پاس پانی اور مٹی ہو اس کے باوجود وہ فقیر ہو، اللہ اُسے اپنی رحمت سے دور رکھے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

1۔ صحیح البخاری، کتاب الاجارۃ، باب الاستئجار المشرکین عند الضرورۃ او اذا لم یوجد اھل الاسلام، حدیث: 2263

2۔ صحیح البخاری، کتاب المزارعۃ، باب اذا قال اکفنی مئونۃ النخل او غیرہ و تشرکنی فی الثمر، حدیث: 2325

3۔ بحار الانوار، ص: 14/686

((وکان یشغل اخواتی من الانصار عمل اموالھم)) [1]

ترجمہ: اور میرے انصار بھائی اپنے اموال (کھیتوں اور باغوں) میں مشغول رہتے۔

سیدنا اسمر بن مضرّس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من سبق الی مالم یسبق الیہ مسلم فھو لہ)) [2]

ترجمہ: جو کوئی مسلمان کسی (کھیت کو آباد کرنے کے) کام میں پہل کرے گا وہ کھیت اسی کا ہے۔"

یہ فرمان سن کر لوگ دوڑ کر نکلے اور خط کھینچنے (حد بندی) لگے۔

سیدنا معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی چند یمنی لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے اُن سے پوچھا: "تم کون لوگ ہو؟" انہوں نے کہا: ہم اللہ پر توکل کرنے والے لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا: "تم تو کاہل لوگ ہو (اللہ پر توکل کرنے والے نہیں) حقیقت میں اللہ پر توکل کرنے والے وہ لوگ ہیں جو زمین میں بیج ڈال دیتے ہیں اور پھر اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں (یعنی کسان)" [3]

مدینہ منورہ کے قریب وادی عقیق میں سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی کچھ زرعی زمین تھی جس پر اُرویٰ بنت اویس نامی خاتون نے جھوٹا دعویٰ کر دیا تھا۔ [4]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین یہودیوں کو جو اس کام سے اچھی طرح واقف تھے، آدھے پر کھیتی یا پھل سے بٹائی پر دیا۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی زمینوں کو بٹائی پر دے دیا کرتے تھے اور اپنے فارغ اوقات کو دینی امور بالخصوص جہاد وغیرہ میں لگاتے تھے۔ مہاجرین کا کوئی گھرانہ ایسا نہ تھا جنہوں نے تہائی یا چوتھائی پیداوار پر زمین کو بٹائی کے لئے نہ دیا ہو۔ [5]

1۔ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ماجاء فی قول اللہ تعالیٰ: (فاذا قضیت الصلاۃ۔۔) حدیث: 2047

2۔ المنتقیٰ من اخبار المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، امام ابو البرکات مجد الدین عبد السلام بن عبد اللہ بن تیمیہ، ترجمہ، مولانا محمد داؤد راغب رحمانیؒ، دار الدعوۃ السلفیہ، لاہور، 1999ء، ص: 135/2

3۔ حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم، مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ، مکتبۃ البشریٰ، کراتشی، 1411ھ، ص: 26/2

4۔ صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب تحریم الظلم وغصب الارض وغیرھا، حدیث: 1610

5۔ صفۃ الغرباء، الدکتور سلمان العودۃ، دار ابن الجوزی، ایڈیشن: 2، 1412ھ، ص: 180

سیدنا رافع بن خدیج انصاری رضی اللہ عنہ کے خاندان کے پاس کافی زرعی زمین تھی۔ وہ ان پر خود کھیتی باڑی کرتے تھے اور کچھ زمینیں بٹائی پر دے کر فریقین کے حصے اس میں متعین کر دیتے تھے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنی زمینیں بٹائی پر دیتے تھے۔ [1]

سیدنا بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ بھی زراعت و باغبانی کا شغف رکھتے تھے۔ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر اپنے بیٹے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو ایک باغ کا عطیہ دینا چاہا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے اور بھی بچے ہیں اور کیا اُن کو بھی ایسا عطیہ دیا ہے؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس ظلم پر گواہ نہیں بن سکتا۔ یا تو وہ عطیہ نعمان رضی اللہ عنہ سے واپس لو یا سب بچوں کو برابر برابر عطا یا دو۔ [2]

مدینہ منورہ میں سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے چند کھیت تھے جن کو وہ خود کاشت کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک انصاری صحابی سے جن کا کھیت آپ کے کھیت کے ساتھ تھا، کھیت کو پانی پلانے کی باری پر جھگڑا ہو گیا۔ اور معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں پہنچ کر حل ہوا۔ [3] سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! میرا خیال ہے کہ یہ آیت کریمہ اسی بارے میں نازل ہوئی ہے۔

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ﴾ [4]

ترجمہ: (ہرگز نہیں) تیرے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے جھگڑوں میں تجھ کو حاکم تسلیم نہ کر لیں۔

مدینہ منورہ میں مہاجرین رضی اللہ عنہم کا کوئی گھر ایسا نہیں تھا جو تہائی یا چوتھائی پر زمین کاشت نہ کرتا ہو۔ سیدنا علی بن ابی طالب، سیدنا سعد بن مالک، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم، عمر بن عبد العزیز، قاسم، عروہ، آل ابی بکر، آل عمر، آل علی اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہم یہ سب اپنی زمینیں اسی طرح کاشت پر دیا کرتے تھے۔ سیدنا عبد الرحمٰن بن اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں سیدنا عبد الرحمٰن بن زید رضی اللہ عنہ کا زراعت میں شریک کار تھا۔ [5] اسی طرح سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

1۔ فتح الباری، ص: 13/5

2۔ فتح الباری، ص: 260/5

3۔ صحیح البخاری، کتاب المساقاۃ، باب شرب الاعلیٰ قبل الاسفل، حدیث: 2360

4۔ سورۃ النسا: 65/4

5۔ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب بیع السلاح فی الفتنۃ وغیرھا، حدیث: 2100

نے غزوۂ حنین کے سال ایک زرہ عنایت فرمائی تو انہوں نے اس کے عوض بنو سلمہ میں ایک باغ خرید لیا۔ یہ سب سے پہلی جائیداد تھی جو انہوں نے عہدِ اسلام میں حاصل کی۔

تیل اور گھی بیچنے والوں کا پیشہ:

ہجرت مدینہ کے بعد جب مہاجرین و انصار میں مواخات قائم کی گئی تو رسول کریم ﷺ نے سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کے مال دار شخص سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا دیا۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: (میرے پاس بہت مال ہے) آدھا مال آپ مجھ سے تقسیم کر کے لے لیں اور میری دو بیویاں ہیں ان میں سے ایک بیوی کو طلاق دے دیتا ہوں، عدت پوری ہونے کے بعد آپ اس سے نکاح کر لیں۔ تو سیدنا عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

((بارک اللہ لک فی اھلک و مالک دلوني علی السوق فما رجع حتی استفضل أقطا وسمنا)) [1]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ کے اہل اور آپ کے مال میں برکت عطا فرمائے مجھے تو آپ بازار کا راستہ بتا دیجئے۔ پھر وہ بازار سے اس وقت تک واپس نہ آئے جب تک کہ نفع میں کافی پنیر اور گھی نہ بچا لیا۔

سیدنا عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اپنے پیشے میں بھرپور محنت و کاوش کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں ایسی برکت ڈالی کہ تھوڑی ہی مدت میں انہوں نے مدینہ منورہ کے رئیس التجار کی حیثیت حاصل کر لی اور پھر جلد ہی شادی بھی کر لی۔

پارچہ بافی کا پیشہ:

اس خاص محنت کش طبقہ کے وجود اور کارفرمائی کا ثبوت بھی عہد نبوی میں ملتا ہے۔ لوگ بالخصوص خواتین اپنے گھروں میں اپنی ضرورت بھر کا کپڑا بنا لیا کرتی تھیں۔ ان میں سے بعض افراد اور طبقات کا یہ پیشہ تھا اور اس کے ذریعہ وہ کمائی کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کئی اسی پیشہ کو اپنائے ہوئے تھے، بالعموم ایسے کاریگر مرد و خواتین شہر اور گاؤں دونوں مقامات پر پائے جاتے تھے اور وہ اپنے فن میں پوری طرح ماہر تھے۔ جیسا کہ روایات میں ہے کہ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ سے بہترین حاشیہ دار چادر بُن کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کی اور آپ ﷺ نے اسے بخوشی قبول ہی نہیں کیا بلکہ زیب تن بھی فرمایا۔[2] ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ یہ

1۔ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ما جاء فی قول اللہ تعالیٰ: (فاذا قضیت الصلاۃ۔۔) حدیث: 2049

2۔ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ذکر النساج، حدیث: 2093

چادر مجھے عنایت کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں لے لو۔ چنانچہ آپ ﷺ مجلس میں بیٹھے، پھر واپس تشریف لے گئے اور چادر کو لپیٹ کر ان کے پاس بھیج دیا۔[1]

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت نہ صرف کپڑا بننے میں ماہر تھی بلکہ اس پر کڑھائی کا کام بھی کرتی تھی کیونکہ اس نے بہترین حاشیہ دار چادر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ اسی طرح بہت سے محنت کش کپڑے کی تجارت کا پیشہ اپنائے ہوئے تھے۔ سیدنا سوید بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"میں اور سیدنا مخرفہ عبدی رضی اللہ عنہ بحرین کے علاقے "ہجر" سے (تجارت کی غرض سے) کپڑا لائے اور مکہ پہنچے۔ رسول اللہ ﷺ چلتے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے، آپ ﷺ نے ہم سے ایک پاجامہ خریدا۔"[2]

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کپڑے کے تاجر تھے۔ روایات میں ملتا ہے کہ وفاۃ النبی ﷺ کے بعد جب آپ خلیفہ بنائے گئے تو اگلے ہی روز صبح کو تجارت کی غرض سے کپڑا اُٹھائے ہوئے بازار کی طرف نکل پڑے۔ راستے میں سیدنا عمر بن خطاب اور سیدنا ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے عرض کی کہ آپ تو مسلمانوں کے معاملات کے والی ہیں اور اسلامی حکومت کی باگ ڈور اور ذمہ داری آپ پر آگئی ہے، آپ یہ کام کیسے کریں گے؟ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اگر کپڑا نہیں بیچوں گا تو اپنے بچوں کو کہاں سے کھلاؤں گا؟ پھر ان کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کر دیا گیا۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے متفقہ طور پر اُن کے لئے یومیہ ایک بکری کی قیمت کا نصف حصہ مقرر کر دیا۔[3] ایک روایت میں اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے فرمایا:

((لقد علم قومي ان حرفتي، لم تكن يعجز عن مؤونة أهلي، و شغلت بامر المسلمين، فسيا كل آل أبي بكر من هذا المال ويحترف للمسلمين فيه)) [4]

ترجمہ: میری قوم جانتی ہے کہ میرا (تجارتی) کاروبار میرے گھر والوں کی گزران کے لئے کافی رہا ہے، لیکن اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا ہوں اس لئے آل ابو بکر بیت المال میں سے کھائے گی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کا مال تجارت بڑھاتا رہے گا۔

1۔ سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب لباس رسول اللہ ﷺ، حدیث: 3555 (امام البانیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)
2۔ سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی الرجحان فی الوزن والوزن فی الاجر، حدیث: 3336
3۔ فتح الباری، ص: 4/ 305
4۔ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل و عملہ بیدہ، حدیث: 2070

یعنی اب خلافت کے کام میں مصروف رہوں گا اور مسلمانوں کا حکمران ہونے کے ناطے اب بیت المال کے روپے پیسے سے تجارت اور سوداگری کر کے اس کو ترقی دوں گا اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچاؤں گا۔

امپورٹ ایکسپورٹ کا پیشہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد مختلف اشیاء کی درآمد و برآمد کے پیشے سے وابستہ تھی جن میں سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا عثمان بن عفان، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف اور سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف چیزوں کی تجارت کرتے تھے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جو بعض احادیث بروقت نہ معلوم ہو سکیں ان کے بارے میں انہوں نے خود فرمایا:

((الهانی الصفق بالاسواق یعنی الخروج الی التجارۃ)) [1]

ترجمہ: مجھے بازار کے کاروبار نے مشغول رکھا یعنی تجارت نے (جس کی وجہ سے بعض احادیث معلوم نہ ہو سکیں)۔

امام بخاریؒ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

"میں اور میرا انصاری پڑوسی باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک دن وہ جاتا اور ایک دن میں جاتا تھا۔ جس دن میں جاتا اُس دن کی بذریعہ وحی نازل شدہ خبریں میں اسے بتاتا، جس دن وہ جاتا وہ مجھے آکر بتاتا تھا۔" [2]

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ طالب علم اپنے معاشی معاملات میں غافل نہ ہو، تاکہ اس طرح سے اسے حصول علم میں مدد ملے اور جس روز وہ نہ جا سکے دوسروں سے دریافت کرے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسی طرح کرتے تھے، آپ تجارت سے معاش میں مدد حاصل کرتے تھے۔ [3]

اپنے زمانۂ خلافت میں ایک مرتبہ آپ بازار تشریف لے گئے تو دیکھا عموماً تجارت کرنے والے باہر سے آئے ہوئے عام لوگ ہیں۔ یہ دیکھ کر غمگین ہوئے اور جب خاص خاص لوگ جمع ہوئے تو اُن سے یہ بات ذکر فرمائی، لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فتوحات اور مالِ غنیمت کی وجہ سے ہم کو تجارت سے مستغنی کر دیا ہے۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

1۔ صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب تاخیر السحور، حدیث:1920
2۔ صحیح البخاری، کتاب العلم، باب التناوب فی العلم، حدیث:89
3۔ التراتیب الاداریہ (قسم العاشر)، ص:102

"اگر تم لوگ ایسا کرو گے (یعنی تجارت چھوڑ دو گے) تو تمہارے مرد اُن (کافر) مردوں کے محتاج ہو جائیں گے اور تمہاری عورتیں اُن کی عورتوں کی محتاج ہو جائیں گی۔"[1]

اسی طرح سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا تاجر ہونا تو بہت مشہور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تجارت میں ایسی برکت اور مال داری عطا فرمائی تھی کہ اُن کے نام کے ساتھ لفظ "غنی" استعمال ہونے لگا۔ جب بھی مسلمانوں کو یا اسلامی حکومت کو کوئی اہم مالی ضرورت پیش آئی اُس کو اپنے مال سے پورا کرنے میں پیش پیش رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوہ تبوک کے لئے انفاق کا اعلان کیا تو سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار (1000) دینار اور تین سو (300) اُونٹ پورے ساز و سامان کے ساتھ پیش کئے۔[2] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ بہت احادیث بیان کرتے ہیں تو انہوں نے فرمایا:

((ان اخوتي من المهاجرين كان يشغلهم الصفق بالاسواق وكنت ألزم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم على ملء بطني، فاشهد اذا غابوا واحفظ اذا نسوا))[3]

ترجمہ: میرے مہاجر بھائی بازار میں خرید و فروخت میں مشغول رہا کرتے تھے اور میں اپنا پیٹ بھرنے کے بعد پھر برابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا، اس لیے جب یہ بھائی غیر حاضر ہوتے تو میں اس وقت بھی حاضر رہتا اور میں (وہ باتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر) یاد کر لیتا جسے ان حضرات کو (اپنے کاروبار کی مشغولیت کی وجہ سے یا تو سننے کا موقع نہ ملتا یا) وہ بھول جایا کرتے تھے۔

بڑھئی کا پیشہ:

محنت کشوں کی ایک بڑی تعداد اس پیشے سے منسلک تھی۔ ذیل میں چند روایات پیش کی جاتی ہیں۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

"ایک انصاری عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں آپ کے لئے کوئی ایسی چیز نہ بنالاؤں جس پر آپ بیٹھ جایا کریں، اس لئے کہ میرا غلام بڑھئی کے پیشے سے وابستہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم چاہو تو بنوا سکتی ہو۔ راوی کا کہنا ہے کہ اس عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے

1۔ مواعظ الصحابة رضی اللہ عنہم، الشیخ صالح احمد الشامی، المکتب الاسلامی للطباعة والنشر، بیروت، 1426ھ، ص:255

2۔ تاریخ الیعقوبی، ص:2/143

3۔ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ماجاء فی اول اللہ تعالیٰ (فاذا قضیت الصلاة۔۔)) حدیث:2047

منبر بنوالیا۔ جب جمعہ کا دن آیا تو رسول اللہ ﷺ اس منبر پر تشریف فرما ہوئے جو آپ ﷺ کے لئے تیار کیا گیا تھا۔"[1]

ایک روایت میں ہے کہ کچھ لوگ سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جنہیں رسول اللہ ﷺ کے منبر کے بارے میں شک تھا کہ وہ کس لکڑی سے تیار ہوا تھا۔ تو سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے اُن سے فرمایا:

"اللہ کی قسم! میں خوب جانتا ہوں کہ منبر نبوی کس لکڑی سے تیار ہوا تھا، میں نے اسے پہلے دن بھی دیکھا جب اسے تیار کر کے رکھا گیا تھا اور اس وقت بھی دیکھا جب اس پر پہلے دن رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوئے۔۔۔ چنانچہ اس (انصاری عورت) نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ وہ غابہ جنگل کے جھاؤ (کے درخت) سے منبر تیار کر دے۔ چنانچہ وہ منبر تیار کر کے لے آیا تو وہ عورت اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئی۔" [2]

اسی طرح بعض روایات میں ہے کہ سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ لکڑی کے پیالے بنایا کرتے تھے۔ جبکہ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ منجنیق اور کمان سازی کا فن جانتے تھے۔

اسلحہ سازی کا پیشہ:

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ منجنیق، دبابہ اور کمان بنانا جانتے تھے۔ بالخصوص عربوں کے ہاں منجنیق سازی کا فن سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ذریعے ہی پہنچا۔ جرجی زیدان نے تاریخ التمدن الاسلامی میں لکھا ہے کہ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دوسرے فنونِ جنگ کے ساتھ ساتھ منجنیق سازی بھی عربوں کو سکھائی تھی۔

ابن الاثیرؒ لکھتے ہیں کہ طائف کا محاصرہ کچھ اُوپر بیس دن جاری رہا۔ حضور ﷺ نے ان کے خلاف منجنیق نصب کرنے کا حکم دیا۔ منجنیق کے استعمال کا مشورہ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔[3] واقدیؒ نے اپنے شیوخ سے اس طرح کا واقعہ بیان کر کے کہا ہے کہ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے منجنیق کو خود بنایا اور اس کے استعمال کا مشورہ دیا۔ بقول بعض منجنیق کے علاوہ دبابہ بھی انہوں نے پیش کیا۔[4]

1۔ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب النجار، حدیث: 2095

2۔ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب النجار، حدیث: 2094

3۔ الکامل فی التاریخ، امام عزّالدین ابی الحسن علی بن محمد بن اثیر الجزریؒ، مطبوعہ المنیریہ، مصر، سن ندارد، ص: 2/181

4۔ البدایۃ والنھایۃ، ص: 2/270

اسی طرح سیدنا خباب بن الارت رضی اللہ عنہ تلواریں بناتے تھے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تیر ساز تھے۔ ایک روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو صحابہ کرام، سیدنا عروہ بن مسعود اور سیدنا غیلان بن اسلم رضی اللہ عنہما کو ۸ ھجری میں بیرون ملک روانہ کیا جو وہاں دبابے، منجنیق اور جنور کی صنعت سیکھ رہے تھے۔[1]

دَبَّابَہ ایک قسم کی جنگی گاڑی تھی جس سے وہی کام لیا جاتا تھا جو آج کل ٹینک سے لیا جاتا ہے، چنانچہ آج بھی ٹینک کو عربی زبان میں دَبَّابَہ ہی کہا جاتا ہے۔ مِنجَنِیق سے وہ کام لیا جاتا تھا جو آج کل توپ سے لیا جاتا ہے اور ضُبُور لکڑی کا ایک بڑا آلہ تھا جس پر چمڑا چڑھا دیا جاتا تھا، پھر اس کی آڑ میں دشمن کے قلعے کے پاس پہنچ کر حملہ کرتے تھے، اس کا استعمال بھی دَبَّابَہ کے مشابہ تھا۔[2]

خبّاز کا پیشہ:

خبّاز عربی زبان میں روٹی پکانے والے کو کہا جاتا ہے۔ گھروں میں بالعموم خواتین خود روٹی پکاتی تھیں اور اس کے لئے خاص قسم کے پتھروں کے چولھے ہوتے تھے۔ گھریلو چولھوں کے علاوہ مشترکہ چولہے کی روایت بھی عرب سماج اور اسلامی مدنی معاشرے میں کم از کم موجود تھی۔ محلّہ کا ایک مشترکہ تنور ہوتا تھا جہاں عورتیں اپنا اپنا آٹا لے کر آتیں اور باری باری روٹی پکاتی تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشترکہ چولہا یا تنور ایک صحابیہ سیدہ اُم ہشام بنت حارثہ بن نعمان انصاریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھا۔ جیسا کہ روایت میں ہے:

((کان تنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتنورنا واحد))[3]

ترجمہ: ہمارا تنور اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تنور مشترک تھا۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ایک غلام ان کے لئے عمدہ کھانے اور دو رنگ کے سالن پکاتا تھا، وہ ان کی میدے کی روٹیاں پکایا کرتا تھا۔ حواریٰ وہ میدہ تھا جو بار بار چھانا جاتا تھا تاکہ نرم ہو جائے اور اس میں مکھن بھی گوندھتے وقت ڈالا جاتا تھا۔[4] اسی طرح روٹی پکانے والیوں کا ایک طبقہ تھا جو اُجرت پر روٹیاں پکاتا تھا۔ ان خواتین کو عام طور پر غیر معمولی حالات میں طلب کیا جاتا تھا، اور زیادہ کھانے والوں کے لئے ان سے روٹیاں پکوائی جاتی تھیں۔ غزوۂ خندق کے دوران

1۔ ایضاً، ص:2/273

2۔ المنجد، لوئیس معلوف، ترجمہ: ابو الفضل مولانا عبد الحفیظ بلیاوی، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، 2009ء

3۔ سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب الرجل یخطب علی قوس، حدیث:1100 (امام البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

4۔ فتح الباری، ص:9/ 657-658

جب سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی دعوت کی تو کھانا پکانے والی صرف ان کی اہلیہ تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جابر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا:

((ادع خابزۃ فلتخبز معی و اقدحی من برمتکم)) [(1)]

ترجمہ: ان کی مدد کے لئے ایک روٹی پکانے والی (خابزۃ) کو بھی بلا لیں۔

خاتون خانہ کے ساتھ وہ خابزۃ بھی روٹیاں پکاتی گئی اور تنور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روٹیاں نکالتے گئے اور ان پر سالن رکھ کر یا پیالوں میں انڈیل کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیتے گئے۔

رمل، کتابت اور تزئین کا پیشہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"انبیائے کرام علیہم السلام میں سے ایک نبی علم رمل رکھتے تھے، جن کی لائنیں اُن کی لائنوں سے موافق ہو جاتی ہیں، اسے معلوم ہو جاتا ہے۔" [(2)]

سفیانؒ کہتے ہیں کہ ہم نے علم رمل کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا پہلے لوگوں سے منقول علم کے ذریعے جانا۔ اسی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خط کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یہ گزشتہ لوگوں سے منقول باقی ماندہ علم ہے۔" [(3)]

اسی طرح سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ ﴿اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد "عمدہ خط" ہے۔ [(4)]

سیدنا ناجیہ الطفاوی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے کہ آپ مصحف شریف کی کتابت کرتے تھے۔ نافع بن ظریب النوفلی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے کہ وہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لئے مصحف لکھتے تھے۔ بلاذریؒ کی روایت ہے کہ انہوں نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے لئے بھی مصحف لکھے۔ [(5)] رزین السر قسطیؒ کی روایت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مصحف کی کتابت پر اُجرت لینے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

1۔ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب، حدیث: 4102

2۔ مسند أحمد، مسند سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حدیث: 23255

3۔ التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص: 173

4۔ التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص: 173

5۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ص: 6/ 317، 321

"اس میں کوئی حرج نہیں، کاتب تو نقاش اور صورت گر ہیں وہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے ہیں۔"[1]

مُلا علی قاریؒ اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ وہ حروف کی صورت گری نقش کرتے ہیں اور اسے قرآن کہنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفتِ قدیمہ کلام کو قرآن کہا جاتا ہے اسی طرح قرآن کریم کی جلد کے دو پٹھوں کے درمیان نقوش کو بھی قرآن کہا جاتا ہے۔ کاتب اس صفت قدیمہ کے مقابلے میں ان نقوش کی اُجرت لیتے ہیں جو اس صفت قدیمہ پر دلالت کرتے ہیں۔[2]

کتب تاریخ میں ملتا ہے کہ جب سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مصحف کی کتابت مکمل کرا لی تو آپ نے حکم دیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس جتنے مصاحف ہیں، اُن سے لے لئے جائیں تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف کے علاوہ سب سے مصاحف لے لئے گئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مصحف جمع کرنے سے پہلے بھی مصاحف جمع کئے گئے تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو جامع قرآن کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے تمام شہروں میں اپنے تیار کردہ مصحف کی نقلیں روانہ کی تھیں اور تمام علاقوں کے مسلمانوں نے اس پر خوشی کا اظہار کیا۔[3]

شیخ ابو علی بن رحالؒ نے صحیح البخاری پر اپنی شرح میں نقل کیا ہے کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں مصاحف فروخت کئے جاتے تھے، کسی نے انکار نہیں کیا۔[4] پھر باب الاجارہ میں کہا ہے کہ اب رہا یہ سوال کہ پہلا مصحف کتنے میں لکھا اور بیچا گیا، کیا اس کی قیمت میں کتابت اور خط کا خیال رکھا گیا یا اوراق اور جلد وغیرہ کو دیکھا گیا، لا محالہ اس مسئلے کا فیصلہ مستقبل کا محقق ہی کرے گا۔

حلّاق کا پیشہ:

حجامت بنانے والے کے لئے عربی میں حلاق کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم پر کچھ بال ایسے پیدا کئے ہیں کہ ان کے مونڈنے اور کاٹنے کا حکم ہے۔ اب ہر آدمی کے لئے ممکن نہیں کہ اپنے تمام بال خود تراش کر حجامت کر لے، اس کے لئے دوسرے کے تعاون کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق موجود ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجام سے بال بنوائے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

1۔ مشکوٰۃ المصابیح، امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزیؒ، تحقیق: محمد ناصر الدین البانیؒ، المکتب الاسلامی، دمشق، ایڈیشن:ا، 1961ء، ص:2/132

2۔ التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص:154

3۔ التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص:154۔155

4۔ التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص:166

”رسول اللہ ﷺ، منیٰ تشریف لائے، پھر جمرۂ عقبہ کے پاس آئے اور کنکریاں ماریں، پھر منیٰ میں اپنے پڑاؤ پر آئے اور قربانی کی، پھر حجام سے کہا کہ پکڑو اور آپ ﷺ نے اپنے (سر مبارک کی) دائیں جانب اشارہ فرمایا، پھر بائیں طرف، پھر آپ ﷺ اپنے بال مبارک لوگوں کو دینے لگے۔“[1]

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((مرّ بی النبی ﷺ وانا او قد تحت القدر فقال ایو ذیک هوام راسک قلت نعم فدعا الحلاق فحلقه ثم أمرنی بالفداء)) [2]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ میرے پاس سے گزرے اور میں ہنڈیا کے نیچے آگ جلا رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تیرے سر کی جوئیں تجھے اذیت پہنچا رہی ہیں؟“ میں نے عرض کی: ”جی ہاں“ آپ ﷺ نے حجام کو بلایا تو اس نے میرے بال مونڈ دیئے، پھر آپ ﷺ نے مجھے فدیہ دینے کا حکم دیا۔

سیدنا عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((امهل آل جعفر ثلاثا ان یاتیهم ثم أتاهم فقال لا تبکوا علی أخی بعد الیوم ثم قال ادعوا الی بنی أخی فجیء بنا کانا أفرخ فقال ادعوا الی الحلاق فامره فحلق رءوسنا)) [3]

ترجمہ: (سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر) نبی کریم ﷺ نے آل جعفر سے تین دن تک کچھ نہ کہا، پھر اُن کے پاس آئے اور فرمایا: ”آج کے بعد میرے بھائی پر مت رونا۔“ پھر فرمایا: ”میرے بھتیجوں کو میرے پاس بلاؤ، تو ہمیں بلایا گیا گویا ہم چڑیا کے بچے تھے (یعنی ہمارے سروں کے بال بکھرے ہوئے تھے) تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس حجام کو بلاؤ، آپ ﷺ نے اس سے کہا تو اس نے ہمارے سر مونڈ دیئے۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں یہ پیشہ (حجام) عام تھا اور کئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول کریم ﷺ کی اس خدمت کی سعادت حاصل کی۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((قصرت عن رسول اللہ ﷺ بمشقص)) [4]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کے بال مبارک قینچی کے ساتھ کاٹے۔

1۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان ان السنۃ یوم النحر۔۔، حدیث: 1305
2۔ صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب قول المریض انی وجع اووار ساہ، حدیث: 5665
3۔ سنن ابی داؤد، کتاب الترجل، باب فی حلق الراس، حدیث: 4192 (امام البانیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)
4۔ صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الحلق والتقصیر عند الاحلال، حدیث: 1730

ایک روایت کے مطابق جب صلح حدیبیہ ہو جانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے قربانی کے جانور ذبح کرنے، احرام کھولنے، سر منڈوانے یا بال ترشوانے کا حکم دیا۔ اس موقع پر خود اپنا سر بھی منڈوایا، اور یہ سعادت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آئی۔ بعض روایات کے مطابق سیدنا ابو لبابہ رضی اللہ عنہ بھی یہ ذمہ داری نبھاتے تھے۔[1] مشہور مستشرق آربری نشاندہی کرتا ہے کہ ایران میں جب اہلِ حرفہ کی پیشہ ورانہ تنظیمیں قائم ہوئیں تو انہوں نے اپنا خصوصی روحانی سرپرست سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کو قرار دیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے موتراش تھے۔

مال مویشی چرانے کا پیشہ:

مدینہ منورہ میں متمول اور کھاتے پیتے گھرانوں میں دودھاری مویشیوں کے ریوڑ ہوتے تھے جن کو گھروں میں چارہ دیا جاتا تھا اور اونٹنیوں کو بالخصوص چراگاہوں میں چرائی کے لئے بھیجا جاتا تھا۔ اس روایت عرب کی بنا پر مختلف مقامات میں چراگاہیں وجود میں آئی تھیں۔ جو اپنے مالکوں کی ملکیت ہوتی تھیں۔ زیادہ تر مویشی چراگاہوں اور باڑوں میں ہی رکھے جاتے تھے۔ دودھاری جانوروں اور گوشت کے مویشیوں کی خاطر ایک خاص طبقہ "چرواہی" (راعی۔۔رعاۃ) وجود میں آگیا تھا۔[2] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتی ملکیت میں سات اونٹنیاں تھیں جن کو سیدہ اُم ایمن رضی اللہ عنہا چراتی تھیں۔[3] اسی طرح سیدنا عبد اللہ بن مسعود اور سیدنا عمار یاسر رضی اللہ عنہما بھی بکریاں چراتے تھے۔

عطر فروشی اور مشاطہ کا پیشہ:

عہد نبوی میں ایک طبقہ عطر سازی اور عطر فروشی کی صنعت میں ماہر تھا۔ عطریات اور خوشبوؤں کی عموماً دو قسمیں دستیاب تھیں۔ ایک وہ عمدہ عطر اور خوشبو ہوتے تھے جو یمن سے بالخصوص اور دوسرے علاقوں سے درآمد کئے جاتے تھے اور دوسری قسم اُن مقامی خوشبوؤں کی تھی جو گھروں میں خواتین یا عطارانِ قوم خود بنا لیتے تھے۔ یٰسین مظہر صدیقی لکھتے ہیں:

1۔ تاریخِ ایران، میرزا فاضل بدخشانیؒ، مؤسسہ الکوثر، قم، سن ندارد، ص:1/507۔508

2۔ عہد نبوی میں تمدن، ص:262۔263 (تلخیص)

3۔ ایضاً، ص:264

"یہ (عطر سازی) مقامی صنعت تھی۔ البتہ دور دراز کے علاقوں سے خوشبوؤں کی تجارت اور غالباََ دوسری مقامی تجارت بھی مرد تاجروں کے ہاتھ میں تھی اور وہ خاصی مقبول اور مفید تجارت تھی کہ سب سے زیادہ منافع لانے والی اقسام میں شمار ہوتی تھی۔"[1]

مدینہ منورہ میں ایک انصاری خاتون سیدہ خولا رضی اللہ عنہا تھیں۔ وہ ایسی عطر فروش خاتون شہر تھیں کہ "العطارہ" کے لقب سے ہی مشہور ہو گئی تھیں۔ وہ دوسرے گھروں کے علاوہ کاشانہ نبوی میں بھی آتی تھیں اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کے ہاتھ عطر فروخت کرتی تھیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دہلیز پر قدم رکھتے ہی پہچان لیتے تھے۔ بعض روایات میں عطر فروش خاتون زینب (رضی اللہ عنہا) کا نام بھی ملتا ہے جو ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کے پاس آتی تھیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: جب تم ہمارے یہاں آتی ہو ہمارے مکانات خوشبو سے معطر ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے مکانات بنسبت میرے عطر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خوشبو سے زیادہ معطر ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے زینب (رضی اللہ عنہا)! تو جب کچھ فروخت کرے تو خریدنے والوں کے ساتھ نیکی کرنا اور ان کو فریب مت دینا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے یہ زیادہ پرہیز گاری کی بات ہے اور اس طرح مال کو زیادہ باقی رکھتا اور برکت دیتا ہے۔[2]

ایک روایت میں اُم سائب ملیکہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آتا ہے کہ یمن سے درآمد شدہ عطر فروخت کرتی تھیں۔ نیز اسما بنت مخربہ ثقفی رضی اللہ عنہا کا شمار بھی اہم عطر فروشوں میں ہوتا تھا۔[3] اسی طرح ان کے علاوہ دوسری عطارائیں اور عطار بھی تھے جن کا ذکر عہد نبوی میں ملتا ہے۔ عطر کی تجارت ایک بہترین کام ہے جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

((لو اذن اللہ فی التجارۃ لاھل الجنۃ لاتجروا فی البزو العطر))[4]

ترجمہ: اگر اہل جنت کو تجارت کی اجازت ہوتی تو وہ کپڑے اور عطر کی تجارت کرتے۔

1۔ ایضاً، ص:506

2۔ أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ص:5/432

3۔ حیات القلوب، ص:2/861

4۔ أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ص:5/549 و مجمع الزوائد و منبع الفوائد، ص:4/63

اسی طرح مشاطہ کا ایک خاص طبقہ ءِ نسواں تھا جو خواتین بالخصوص دُلہنوں کی زیب و آرائش کا کام شادی بیاہ کے علاوہ عام دنوں میں بھی کرتا تھا۔ روایات میں مشاطہ کا ذکر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شادی کے واقعہ میں آتا ہے، [1] ان سے قبل سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی بھی ایک مشاطہ تھی۔

طبابت کا پیشہ:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں باقاعدہ پیشہ ور طبیب موجود تھے۔ بعثت نبوی سے پہلے ضماد ازدی ایک معروف طبیب اور جھاڑ پھونک کرنے والے شخص تھے۔ وہ مکہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشرکین کے پروپیگنڈے کا شکار ہوگئے۔ جب انہوں نے مکہ کے کم عقلوں سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ جنون کی بیماری ہے تو وہ بولے:

"کاش اس آدمی سے میری ملاقات ہو جائے۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اسے میرے ہاتھوں شفایاب فرما دے۔"

ضماد کی ملاقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگئی تو عرض کیا: "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں اس بیماری کا علاج کرتا ہوں اور اللہ جسے چاہیں میرے ہاتھوں سے شفا بھی عطا فرماتے ہیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کو اس بیماری کا دم کروں؟" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ان الحمد للہ، نحمدہ و نستعینہ، من یھدہ اللہ فلا مضل لہ، و من یضلل فلا ھادی لہ، و اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و ان محمدا عبدہ و رسولہ، اما بعد)) [2]

ترجمہ: بلاشبہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت نصیب فرمائے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اللہ گمراہ رکھے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور بلاشبہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں، امابعد۔

ضماد عرض کرنے لگا آپ مجھے یہ کلمات دوبارہ سنایئے۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ کلمات دہرائے۔ ضماد نے کہا:

"میں نے کاہنوں، جادوگروں اور شعراء کے کلام سنے ہیں لیکن آپ کے ان کلمات جیسے الفاظ آج تک نہیں سنے۔ ان میں تو سمندر کی سی گہرائی اور گیرائی ہے۔"

1۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خواتین، پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی، نشریات، لاہور، ص:154

2۔ صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، حدیث:868

پھر انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی:

"اپنا ہاتھ بڑھائیے میں آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔"

جب سیدنا ضماد ازدی رضی اللہ عنہ نے بیعت کرلی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اپنی قوم کے بارے میں بیعت کرتے ہو؟"

سیدنا ضماد ازدی رضی اللہ عنہ نے کہا:

"ہاں اپنی قوم کے بارے میں بھی بیعت کرتا ہوں۔"[1]

ایک مرتبہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو رسول اللہ ﷺ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

((انت الحارث بن كلدة اخا ثقيف فانه رجل يتطبب)) [2]

ترجمہ: قبیلہ ثقیف کے حارث بن کلدۃ کے پاس جاؤ، وہ علاج معالجہ کرتا ہے۔

سیدنا حارث بن کلدۃ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے دست حق پر اسلام قبول کرلیا تھا۔ اسی طرح سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو غزوہ احزاب میں رگ اکحل (بازو کی ایک رگ کا نام جس کی فصد کھولی جاتی ہے) پر تیر لگا تو رسول کریم ﷺ نے علاج کے لئے ان کے پاس ایک حکیم کو بھیجا جس نے آپ ﷺ کا علاج کیا۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں:

((بعث النبی ﷺ الی ابی طبیبا فقطع منه عرقا)) [3]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک طبیب کو بھیجا جس نے ان کی ایک رگ کاٹی (یعنی فصد کیا)۔

سیدنا عبد الرحمٰن بن عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((ان طبیبا سال النبی ﷺ عن ضفدع یجعلها فی دواء فنهاه النبی ﷺ عن قتلها)) [4]

ترجمہ: ایک معالج نے مینڈک کے متعلق نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ اسے دوا میں ڈال لیا کرے تو نبی کریم ﷺ نے اس طبیب کو مینڈک کے قتل سے منع کر دیا۔

1۔ صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، حدیث: 868

2۔ سنن ابی داؤد، حدیث: 5783

3۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی قطع العرق وموضع الحجم، حدیث: 3864

4۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی ادویۃ المکروھۃ، حدیث: 3871

بعض خواتین کے بارے میں بھی صراحت ملتی ہے کہ انہوں نے طبابت کو بطور پیشہ اپنایا ہوا تھا اور ان سے لوگ استفادہ کرتے تھے۔ اس سلسلے میں سب سے مشہور نام قبیلہ اسلم کی خاتون سیدہ رفیدہ رضی اللہ عنہا کا آتا ہے۔ غزوہ احزاب کے موقع پر سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ایک تیر آ لگا اور ان کی "اکحل" نامی رگ زخمی ہو گئی جس سے خون کسی طرح نہیں رُک رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

((جعلوه فی خیمة رفیدة حتیٰ اعوده من قریب)) [1]

ترجمہ: اُنہیں رُفیدہ (رضی اللہ عنہا) کے خیمے میں کر دو حتیٰ کہ میں قریب سے ان کی عیادت کر سکوں۔

انہیں زخمیوں کے علاج معالجہ میں مہارت تھی اور وہ یہ کام بغیر کسی اُجرت کے انجام دیتی تھیں۔ ابن ہشامؒ لکھتے ہیں:

((کانت امراة تداوی الجزحی وتحتسب بنفسها علی خدمته من کانت به ضینعة من المسلمین)) [2]

ترجمہ: وہ ایسی خاتون تھیں جو زخمیوں کا علاج کرتی تھیں۔ مسلمانوں کی خدمت اور ان کی تکالیف کے ازالہ کا کام وہ بغیر کسی معاوضے کے وہ اللہ تعالیٰ سے اجر ملنے کی اُمید میں کرتی تھیں۔

سیدہ شفاء بنت عبد اللہ رضی اللہ عنہا مختلف علاج تدابیر بتایا کرتی تھیں۔ وہ نملہ (ایک جلدی بیماری) کا علاج جھاڑ پھونک سے کیا کرتی تھیں۔ اسی طرح سیدہ کعیبہ بنت سعد الاسلمیہ رضی اللہ عنہا بھی علاج معالجہ کی خدمات انجام دیتی تھیں۔ [3]

طبیب سے علاج کروانا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے عین مطابق ہے۔ سیدنا اُسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا (تو دیکھا کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایسے بیٹھے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں (یعنی انتہائی باادب اور پر سکون تھے) میں نے انہیں سلام کہا اور بیٹھ گیا۔ اتنے میں بدوی لوگ اِدھر اُدھر سے آئے اور عرض کیا:

((یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! انتداوی فقال: تداووا فان اللہ عزوجل لم یضع داء الا وضع له دواء غیر داء واحد الهرم)) [4]

1۔ السیرۃ النبویہ، ابن ہشامؒ، ص:3/85

2۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ص:3/ 852

3۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ص:6/ ۲۱۲

4۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی الرجل یتداوی، حدیث:3855

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم دوا دارو کر لیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم دوا کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نہیں پیدا کی جس کے لئے دوا نہ ہو، سوائے ایک بیماری کے اور وہ بڑھاپا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (عطائی حکیموں کو تنبیہ کرتے ہوئے) فرمایا:

((من تطبب ولا یعلم منه طب فهو ضامن)) [1]

ترجمہ: جو آدمی طبیب نہ ہو اور وہ علاج کرے (اور اس کے علاج سے کسی کو نقصان پہنچے) تو وہ ذمہ دار ہے۔

حجامہ کا پیشہ:

بعض امراض میں اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جسم کے مقام مطلوب پر کسی نشتر سے پچھنے لگا کر خون نکالا جاتا ہے۔ اور اس عمل کے کرنے والے کو حاجم کہتے ہیں۔ عہد نبوی میں اس پیشے سے منسلک افراد بھی موجود تھے۔ حجامہ لگوانا آپ ﷺ کی سنت ہے اور ایک بہترین علاج بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود پچھنے لگوائے اور دوسروں کو اس کی ترغیب دی۔ امام بخاریؒ اپنی صحیح میں حجامہ پر پانچ ابواب لائے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

((ان رسول اللہ ﷺ احتجم وهو محرم فی راسه من شقیقة کانت به)) [2]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے احرام کی حالت میں اپنے سر مبارک میں پچھنا لگوایا، آدھے سر کے درد کی وجہ سے، جو آپ ﷺ کو ہو رہا تھا۔

آپ ﷺ نے پچھنے لگوانے کی مزدوری بھی ادا فرمائی۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((حجم ابو طیبة رسول اللہ ﷺ، فامر له بصاع من تمر، و امر اهله ان یخففوا من خراجه)) [3]

ترجمہ: ابو طیبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو سینگی لگائی۔ آپ نے اسے ایک صاع کھجوریں دینے کا حکم دیا نیز اس کے مالکوں کو فرمایا کہ وہ اس کے خراج میں کمی کریں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کے الفاظ ہیں:

((احتجم النبی ﷺ واعطی الذی حجمه ولو کان حراما لم یعطه)) [1]

1۔ سنن ابی داؤد، کتاب الدیات، باب فیمن تطبب ولا یعلم منه طب فاعنت، حدیث:4586

2۔ صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الحجم من الشقیقة والصداع، حدیث:5701

3۔ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ذکر الحجام، حدیث:2102

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ سینگی لگوائی اور لگانے والے کو اُجرت دی۔ اگر یہ مزدوری حرام ہوتی تو آپ ﷺ اسے نہ دیتے۔

سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے باپ نے ایک غلام خریدا جو سینگی لگاتا تھا۔ اصلاح خون کے لئے سینگی لگوانے کا علاج بہت قدیم اور مجرب ہے۔ عرب میں اس کا عام رواج تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ سینگی لگوانے کے بعد فرمایا:

((ان أمثل ماتداويتم به الحجامة والقسط البحري، وقال لا تعذبوا صبيانكم بالغمز من العذرة وعليكم بالقسط)) [2]

ترجمہ: (خون کے دباؤ کا) بہترین علاج جو تم کرتے ہو وہ سینگی لگوانا ہے اور عمدہ دوا عودِ ہندی کا استعمال کرنا ہے۔ (اور فرمایا) اپنے بچوں کو عذرہ (حلق کی بیماری) میں ان کا تالو دبا کر تکلیف نہ دیا کرو، بلکہ قُسط لگا دو اس سے ورم جاتا رہے گا۔

نیلامی کا پیشہ:

عہد نبوی کے بازاروں میں مختلف اشیاء کی نیلامی بھی ہوتی تھی۔ نیلام کرنے والے جہاں زیادہ بھاؤ دیکھتے وہاں فروخت کر دیتے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک سوالی آیا۔ آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تمہارے گھر میں کچھ ہے؟ اس نے عرض کیا: ایک چادر ہے جسے کچھ بچھا اور کچھ اوڑھالیتا ہوں اور ایک پیالہ جس سے پانی پیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: جاؤ انہیں لے آؤ۔ وہ لے کر آیا۔ راویٔ حدیث سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے ایک چادر اور ایک پیالہ فروخت کرنا چاہا تو فرمایا: اس چادر اور پیالے کو کون لے گا؟ ایک شخص نے کہا میں ایک درھم میں لوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کون ایک درھم سے زائد دے گا؟ ایک آدمی نے دو درہم دیئے۔ آپ ﷺ نے اسے بیچ دیا۔" [3]

اس حدیث مبارکہ میں نیلامی کا ذکر ہے۔ نیلامی کے ذریعے آپ ﷺ نے معاملہ کیا اور جس نے زیادہ بھاؤ لگایا اس کو دے دیا۔

1۔ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ذکر الحجام، حدیث: 2103

2۔ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ثمن القلب، حدیث: 2238

3۔ نفحۃ عبیر من سیرۃ البشیر النذیر، الدکتور یحیٰی بن ابراھیم الیحیٰی، ترجمہ، خدا بخش کلیار ایڈووکیٹ، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ص: ۵۵

رنگ ساز کا پیشہ:

عام طور پر عورتیں خود اپنے کپڑے من چاہے رنگوں میں رنگ لیتی تھیں مگر سب مرد و عورت یہ کام نہیں کر سکتے تھے، خاص طور پر مرد حضرات۔ لہٰذا وہ کسی رنگ ساز سے اپنے کپڑے رنگواتے تھے۔ جیسا کہ اس حوالے سے یٰسین مظہر صدیقی لکھتے ہیں:

"یہ پیشہ ور طبقہء ماہرین ہوتا تھا۔ ان میں مرد و عورت دونوں شامل ہوتے تھے اور بالعموم عورتیں عورتوں کے کپڑے رنگتی تھیں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اکابر کے گھروں بالخصوص ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کے گھروں میں جا کر کپڑے رنگتی تھیں۔"[1]

بنو سعد کی ایک خاتون بیان کرتی ہیں کہ میں ایک دن اُم المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس تھی اور ہم ان کے کپڑوں کو سرخ رنگ کر رہے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معزہ(غیر خالص سرخ) دیکھا تو پلٹ گئے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنگ پسند نہیں آیا لہٰذا انہوں نے اپنے تمام کپڑے دھو ڈالے اور تمام سرخی مٹا دی۔[2]

جزّار اور لحّام کا پیشہ:

"الجزّار" عربی زبان میں ذبح کرنے والے کو اور "اللحّام" گوشت بیچنے والے کو کہا جاتا ہے۔ اُردو زبان میں اس پیشے کے اختیار کرنے والے کو قصائی کہا جاتا ہے۔ سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا ذبیحہ خانہ مدینہ منورہ میں موجود تھا۔[3] قصائی کی مزدوری کے حوالے سے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أمره أن يقوم على بدنه، و أن يقسم بدنه كلها لحومها و جلودها و جلالها، و لا يعطي في جزارتها شيئا))[4]

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ آپ کے اونٹوں کی نگرانی کریں اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے جانوروں کی ہر چیز گوشت، چمڑا اور جھول خیرات کر دیں اور قصائی کو مزدوری اس میں سے نہ دیں۔

1۔ عہد نبوی میں تمدن، ص:459

2۔ سنن ابی داؤد، حدیث:4071

3۔ المنجد، ص:91

4۔ صحیح البخاری، حدیث:1717

سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی جن کی کنیت ابو شعیب تھی وہ آئے اور اپنے غلام کو جو قصائی تھا حکم دیا کہ میرے لئے کھانا تیار کرو جو پانچ آدمیوں کے لئے کافی ہو، میں نے نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ چار اور آدمیوں کی دعوت کا ارادہ کیاہے۔[1] ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیشہ بھی آپ ﷺ کے زمانے میں موجود تھا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ذبیحہ خانہ (گوشت کی دوکان) پر آئے۔ اس وقت مدینہ منورہ میں وہی ایک ذبیحہ خانہ تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دُرّہ ہوتا تھا، اگر کسی آدمی کو دو دن مسلسل گوشت خریدتے ہوئے دیکھتے تو اسے دُرّے لگاتے اور فرماتے:

"تم اپنے شکم کو اپنے پڑوسی اور چچازاد بھائیوں کے لئے سمیٹ نہیں سکتے؟"[2]

قرطاس سازی کا پیشہ:

ظہورِ اسلام سے پہلے سفید چمڑے پر لکھا جاتا تھا جو انتہائی قیمتی اور نایاب ہونے کی وجہ سے اکثر لوگوں کی پہنچ سے باہر تھا۔ کاغذ کی کثرت سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کریم اور دیگر چیزیں کھجور کی شاخوں،، بکریوں کے شانوں کی ہڈیوں، کپڑوں اور ہرن وغیرہ کے چمڑوں پر لکھتے تھے۔ روایات میں ہے کہ جب مندرجہ ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴾[3]

ترجمہ: بلاعذر (جہاد سے) بیٹھ جانے والے اہل ایمان برابر نہیں۔

اس کے نزول کے بعد رسول کریم ﷺ نے سیدنا براء بن معرور رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"زید (رضی اللہ عنہ) کو بلاؤ، وہ میرے پاس تختی، دوات اور شانے کی ہڈی لے کر آئے۔"[4]

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے حکم سے مختلف شہروں میں بھیجنے کے لئے تیار کردہ مصاحف کاغذ پر لکھے گئے، لیکن مدینہ طیبہ میں آپ کے پاس موجود مصحف ہرن کی جھلی پر لکھا ہوا تھا۔[5] اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آخری دور میں حجاز میں ۸۸ھ کے دوران روئی سے کاغذ سازی شروع کی گئی اور موسیٰ بن نصیر نے بلادِ مغرب میں پٹ سن کے ریشے

1۔ صحیح البخاری، حدیث: 2081

2۔ الدور السیاسی للصفوۃ فی صدر الاسلام، الدکتور عمر السید، دار السلام للطباعۃ والنشر والتوزیع والترجمۃ، الریاض، ص: 231 وفقہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، ایڈیشن: ۱، 1996ء، ص: 57

3۔ سورۃ النساء: 4/ 95

4۔ صحیح البخاری، حدیث: 4990

5۔ التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص: 112

سے کاغذ بنایا۔ مسلمانوں سے کاغذ سازی کی صنعت کو ترقی دی اور اس درجۂ کمال تک پہنچا دیا کہ صفحہ پر دیکھنے والے کا عکس نظر آ جاتا تھا، مختلف رنگوں اور خوبصورت نقوش پر مشتمل کاغذ تیار ہوتے تھے۔ بنیادی طور پر کاغذ سازی کی صنعت کی ابتداء اہل چین میں ہوئی، لیکن مسلمانوں نے اسے خوب سے خوب تر بنایا، اسے درجہءِ کمال تک پہنچایا اور دُنیا بھر میں پھیلایا، مسلمانوں کے توسط سے یہ صنعت پورے یورپ میں متعارف ہوئی۔ (1)

حمال کا پیشہ:

عربی زبان میں بوجھ ڈھونے والے کو "حمال" کہتے ہیں۔ یہ پیشہ بھی عہد نبوی میں موجود تھا اور بعض محنت کش اُجرت پر دوسروں کا بوجھ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے تھے۔ سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا أمر بالصدقة انطلق أحدنا الی السوق فیحامل فیصیب المد وان لبعضهم لمءة ألف، قال مانراه الا نفسه)) (2)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صدقہ کرنے کا حکم دیتے تو ہم میں سے ایک آدمی بازار کی طرف جاتا اور لوگوں کے بوجھ اُٹھاتا، جس سے ایک مُد مزدوری ملتی (جو وہ صدقہ کرتے) اور اب ان میں سے بعض کے پاس ایک ایک لاکھ درہم و دینار موجود ہیں۔ راوی حدیث (شقیق رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ میرے خیال کے مطابق سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے "بعض" سے مراد خود ہی کو لیا ہے۔

سیدنا سعید بن ربیع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((کنا نحامل علی ظهورنا)) (3)

ترجمہ: ہم اپنی کمروں پر بوجھ لادا کرتے تھے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں کچھ ضرورت مند ادنٰی لباس پہنے ہوئے آئے، وہ اپنی پشت پر کھجوریں لاتے تھے (یعنی حمالی کا کام کرتے تھے)۔ (4) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک

1۔ التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص:۱۱۱

2۔ صحیح البخاری، حدیث: 2273

3۔ صحیح مسلم، حدیث: 2255

4۔ مسند أحمد، حدیث: 2419 و صحیح البخاری، حدیث: 1416

حمال کو لایا گیا جس نے سر پر ایک بڑا سا شیشے کا برتن اُٹھایا تھا جس میں تیل بھرا ہوا تھا۔ اس حمال نے یہ برتن توڑ دیا تھا۔ آپ نے حمال کو اس نقصان کے لئے تاوان کی ادائیگی کا حکم دیا۔[1]

سرکاری ملازمتیں:

مختلف نوعیت کی سرکاری ملازمتیں بھی عہد نبوی میں موجود تھیں۔ مثال کے طور پر امن و امان کی صورت حال خراب کرنے والوں کی تادیب کے لئے رسول کریم ﷺ نے باقاعدہ انتظام کیا۔ اس غرض کے لئے نہ صرف یہ کہ پولیس کا محکمہ اپنی ابتدائی شکل میں موجود تھا، بلکہ خود آپ ﷺ بعض اوقات کسی قسم کے خطرہ کی بو سونگھ کر تحقیق حاصل کے لئے راتوں میں گشت پر نکل جاتے۔ علاوہ ازیں رات کی پہرہ داری اور چوکیداری کے لئے مدینہ منورہ میں ایک صاحب "العس" بھی مقرر فرمایا تھا، جس کا کام یہ تھا کہ راتوں کو گشت کرے، آواز لگائے اور مشکوک افراد کا پیچھا کرے۔ آپ ﷺ نے مخبری اور جاسوسی کے ضروری انتظامات کئے اور ایک متجسس کا تقرر بھی فرمایا۔ جس کا کام یہ تھا کہ مخالفینِ ریاست کی دشمنانہ سرگرمیوں کی اطلاع بہم پہنچائے۔[2]

عہد رسالت مآب ﷺ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چند عمومی پیشوں کو مندرجہ بالا سطور میں پیش کیا گیا ہے۔ اسی طرح متعدد افراد پھل سبزیاں بیچنے، جانوروں کا بیوپار کرنے، دودھ فروخت کرنے، لکڑہارے اور دندان سازی کے پیشے سے منسلک تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی پیشہ انسان کی ذلت و رسوائی کا موجب نہیں بنتا بلکہ یہ انسان کی عظمت ہے کہ وہ حقیر پیشہ اختیار کر کے بھی اس کی عظمت کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ عہد نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بخوشی محنت و مزدوری کیا کرتے تھے اور کسی (حلال) پیشے کو عار نہ سمجھتے تھے۔ اسلامی اقتصادیات میں اگر پیشوں کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بھی جب اسلامی تہذیب و تمدن کا سورج نصف النہار پر تھا، مسلمانوں نے آدھی سے زیادہ دنیا کو فتح کر لیا تھا اور ان کی عظمت کا پھریرا نصف عالم پر لہرا رہا تھا، یہ اسی سنت متوارثہ کا نتیجہ تھا کہ اس اُمت کے تابعین، محدثین، علمائے کرام اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ، جو دراصل کسی بھی قوم یا معاشرہ کا معزز ترین طبقہ ہوتے ہیں، اپنے پیشوں کے لحاظ سے ہی پہچانے جا رہے تھے۔

1۔ الروض النضیر، ص:4/14 بحوالہ: فقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی، ترجمہ، مولانا عبدالقیوم، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، ایڈیشن:2، 1998ء، ص:23

2۔ اسلامی فلاحی ریاست اور اس کے تقاضے، پروفیسر سید ازکیا ہاشمی، مقالات سیرت، قومی سیرت کانفرنس، وزارت مذہبی امور، حکومت پاکستان، 1412ھ، ص:402

وہ آئمہ عظام اور اکابر علماء جن کی زندگی پر ضخیم کتابیں بھی لکھی گئیں اور خود ان کی علمی، ادبی اور دینی تصانیف انہیں زندہ جاوید کر گئیں اُن میں چند اسمائے گرامی مثلاً قدوری (ہانڈی بیچنے اور بنانے والا)، قفال (تالے بنانے اور بیچنے والے)، جصاص (پینٹر کا کام کرنے والے)، صفار (برتن فروش)، صیدلانی (دوا اور عطر فروش)، دقاق (آٹا فروش)، صابونی (صابن بنانے اور بیچنے والے)، خواص (کھجور کے پتے بیچنے والا)، زیّات (تیل کا کام کرنے والا)، دبّاغ (چمڑے کو دباغت دینے والا)، حذّاء (جوتوں کا کام کرنے والا)، ورّاد (گلاب کے پھولوں کا کام کرنے والا)، جزّار (قصائی)، لحّام (گوشت کا کام کرنے والا)، زجاج (شیشہ گر)، قطان (روئی فروش)، قصّار (دھوبی) وغیرہ وغیرہ۔ حدیث کی سندوں میں راویوں کے ناموں کے ساتھ ساتھ اس طرح کے القاب جگہ جگہ آتے ہیں۔[1]

ان مثالوں سے بآسانی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام میں محنت کشی کا کتنا احترام اور حلال پیشوں کی کیسی عظمت ہے اور ہمیں ہر وہ کام کرنا چاہیئے جو جائز ہو اور مزدوری میں کسی قسم کے عار کو یکسر مسترد کرنا چاہیئے۔ قرونِ اولیٰ کے اسلامی معاشرے میں کسی حلال پیشے کو عزت و وقار کے خلاف نہ سمجھا جاتا تھا۔ محنت کے بارے میں اسلام کی اس روش کے نتیجے میں مزدور کو اسلامی معاشرے میں جو باوقار برادرانہ مقام حاصل ہوا، پورے اعتماد و یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی عزت نفس اور ان کے حقوق کی رعایت اس سے بہتر طریقے پر ممکن نہیں۔

خلاصۃ البحث:

☆...... تمام انبیائے کرام علیہم السلام دین کی ترویج و اشاعت اور عوام الناس کی خدمت کرتے ہوئے لوگوں پر بوجھ بننے کی بجائے سیلف میڈ ہوا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ کام اور پیشے کرائے جنہیں اس دُنیا کے سرمایہ داروں نے ذلت کی نگاہ سے دیکھا، مگر انبیائے کرام علیہم السلام نے انہیں اپنا کر دراصل ان پیشوں سے متعلق غریب و محنت کش لوگوں کی عظمت کو بڑھایا۔

☆...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں محنت و مشقت اور سعی پیہم کا بہترین نمونہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ محنت کے مختلف پہلوؤں میں گلہ بانی، تجارت، زراعت و باغبانی، اونٹوں اور گھوڑوں کی پرورش، تعمیراتی کام، گھریلو امور اور جنگی محنت و مشقت شامل ہیں۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر خندق کھودنے میں آپ بھی مٹی اُٹھاتے تھے، یہاں تک کہ شکم مبارک پر گرد اَٹ گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا کے عظیم ترین محنت کش تھے۔

1۔ العدالت الاجتماعیہ فی الاسلام، سید قطب شہیدؒ، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، 1969ء، ص:404

☆...... یہ سیرت طیبہ ہی کا اثر تھا کہ عیش و عشرت اور دُنیا کی تر و تازگی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنا گرویدہ نہ بنا سکی اور اُنہوں نے اس دلفریب دُنیا کے آبِ رواں سے کبھی اپنا دامن تر نہیں کیا اور ہمیشہ محنت و مشقت ہی کو اپنا شعار بنایا۔ وہ مختلف پیشوں سے منسلک تھے جن میں تجارت، اسلحہ سازی، نجار، خیاط، خریت، کھیتی باڑی، چرواہا، لکڑہارا، بڑھئی، خبّاز، حلاق، پارچہ بافی، عطر فروش، رنگ ساز، پنیر فروش، زرگر، حمال، حداد، جزّار، لحام، حجامہ، طبابت اور سرکاری ملازمتیں وغیرہ شامل تھیں۔

باب سوم: محنت کشوں کی بہبود کے لئے عملی اقدامات:

عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ

فصل اوّل: انبیائے سابقین علیہم السلام اور بہبود محنت کشاں

سماجی بہبود کے کاموں کی ابتداء تو در حقیقت اسی دن سے ہوئی ہے جس دن حضرت انسان نے زمین پر پہلا قدم رکھا اور اسے متعدد اشیاء کی ضرورت ہوئی۔ چونکہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے، لہٰذا اسے متعدد ضروریات زندگی کی تلاش ہوئی۔ اس کے لئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اشیاء کا علم اور ان کے نام بتا دیئے تھے۔ لہٰذا اس نے وہ بتائی ہوئی چیزیں تلاش کرنا اور جمع کرنا شروع کر دیں۔ اس عمل میں اسے تعاون اور امداد کی ضرورت ہوئی اور اس نے کسی سے امداد لی اور کسی کو امداد دی تو اس طرح باہمی تعاون کی ابتداء ہو گئی۔ سماجی مسائل کی ابتداء کے بارے میں ڈاکٹر محمد خالد لکھتے ہیں:

"سماجی مسائل ہر معاشرے میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے بغیر سماج کا تصور نہیں کیا جا سکتا اور یہ سلسلہ زمانۂ دراز سے جاری و ساری ہے۔ ان مسائل کو حل کرنے کے لئے انسان اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کے لحاظ سے مسلسل جدوجہد کرتا رہا ہے جو وقت اور حالات کے لحاظ سے بدلتی رہی ہے۔ اس طرح

سماجی خدمات زمانۂ قدیم سے ہر سماج کا جزو لازم رہی ہیں گو کہ ابتداء میں اس کا محرک مذہبی اور اخلاقی جذبہ تھا۔"[1]

حقیقت یہی ہے کہ محنت کش طبقات کے مسائل و مشکلات کو حل کرنے کے لئے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ مذہب نے توجہ دی ہے۔ پھر ان سماجی خدمات کو انفرادی اور اجتماعی لحاظ سے دین اسلام نے آکر کامل کیا۔ اگرچہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام اور آسمانی کتب نے مختلف پیرایوں میں اس پر توجہ دی ہے۔ کوئی آسمانی مذہب ایسا نہیں ہے جس نے مخلوق پر اخوت و شفقت اور باہمی تعاون پر زور نہ دیا ہو۔ دین اسلام چونکہ انسانیت کا تکمیلی دین ہے۔ اس کے دور میں انسانیت اپنی جوانی کے دور میں داخل ہو رہی تھی۔ نبی کریم ﷺ کے آخری مدنی دور میں معاشرتی کام مکمل ہوئے۔ لہٰذا دیگر انسانی، معاشرتی اور معاشی علوم کے ساتھ بہبود محنت کشاں کے نظام کو بھی کامل کیا۔ ریاست مدینہ کے بنیادی اصولوں میں محنت کشوں کی فلاح و بہبود کے تمام ضروری پہلو رکھے گئے۔ اُن کی ضروریات زندگی کا بندوبست کیا گیا۔ ان کے جان و مال کی حفاظت سخت قوانین کے ذریعے کی گئی۔ انہیں کاروبار کرنے اور آزادی سے آمد و رفت کی سہولت دی گئی۔ حتیٰ کہ غیر مسلم محنت کشوں کو بھی وہ تمام مراعات دی گئیں جو مسلمانوں کے لئے تھیں۔ خلافت راشدہ میں بھی نبی کریم ﷺ کے نظام بہبود محنت کشاں کے اصولوں کو آگے بڑھایا گیا اور انہی اصولوں کی روشنی میں مزید قاعدے اور قانون بنائے گئے۔

بہبود محنت کشاں کا تاریخی ارتقاء:

محنت کشوں کی بہبود کی ابتداء اور تاریخ پر بحث کرتے ہوئے اس فن کے مستشرق ماہرین اس کی ابتداء انگلستان سے کرتے ہیں اور کہتے ہیں:

"انگلستان میں قرون وسطیٰ میں غریب مزدوروں کی امداد مذہبی پیشواؤں کا فرض تھا اور اپاہجوں کی امداد کرنا بھی ایک مذہبی فریضہ سمجھا جاتا تھا۔ چودھویں صدی تک بادشاہ اور پارلیمنٹ نے کلیساؤں کے اس نظام میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔"[2]

سماجیات کے ماہرین اس کی ابتداء چودھویں صدی عیسوی سے کرتے ہیں اور مربوط قانون سازی کی ابتداء سولہویں صدی سے تسلیم کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

1۔ سماجی بہبود، ڈاکٹر محمد خالد، ایڈیشن: 33، ص: ۸۷

2۔ سماجی بہبود، ڈاکٹر محمد خالد، ص: ۷۴

"حکومت انگلستان نے غرباء کی امداد کا پہلا مفید قدم 1531ء میں اٹھایا۔ اس سے پہلے 1349ء میں مزدوروں کا قانون، پھر 1601ء، 1641ء، 1663ء، 1732ء اور 1834ء وغیرہ۔ اس کے بعد خیراتی ادارے بنے پھر کمیشن قائم ہوئے۔ ان کمیشنوں کی رپورٹوں کے نتیجے میں نظام بہبود مزدور کا دائرہ بڑھتا گیا تا آنکہ موجودہ صورت کو آکر پہنچا۔"[1]

اس مختصر تاریخ کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان کے بادشاہ، وزراء اور پارلیمنٹ کے ارکان چودھویں صدی تک رفاعی کاموں سے لاتعلق تھے۔ جبکہ اس سے آٹھ سو سال پہلے نبی کریم ﷺ نے فلاح و بہبود محنت کشاں کا خوبصورت نظام متعارف کرایا جس کے تحت انفرادی اور اجتماعی سطح پر محنت کش و مزدور کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھا جاتا تھا۔ یہ تاریخ کا طویل ترین باب ہے جس کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔

انبیائے سابقین علیہم السلام اور بہبودِ محنت کشاں:

تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا مشترکہ دعوتی پہلو، کارنامہ اور اہم کردار یہ رہا ہے کہ وہ دُنیا میں انسانوں اور انسانیت کے سب سے زیادہ بہی خواہ، ہمدرد و خیر خواہ اور محبت و الفت کرنے والے رہے ہیں۔ انہوں نے انسانوں کی بھلائی اور بہتری کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر کے اپنی تمام قوتیں اور صلاحیتیں اس میں صرف کر دیں۔ گھر بار سب کچھ انسانوں کی نجات و فلاح کے لئے قربان کر دیا۔ یہ تمام کام انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے، اس کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنا فریضۂ نبوت ادا کرتے ہوئے سرانجام دیا۔

انبیائے کرام علیہم السلام نے جہاں انسانوں کو رسم و رواج کی جکڑ بندیوں سے نجات دلائی اور شرک و بدعت سے پاک کیا، وہیں محنت کش طبقے کو ظالموں اور استحصالیوں سے آزاد کرایا، غربت و افلاس سے نکالا، انہیں ان کے حقوق دلائے، ان کو نکبت و ذلت سے نکال کر مساوات و اخوت کے درجے پر فائز کیا اور ان کی زندگیوں کو پاکیزہ اور اعلیٰ قوانین کا پابند بنایا۔ ذیل میں بہبود محنت کشاں کے حوالے سے انبیائے سابقین علیہم السلام کے اقدامات کا مختصر تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔

محنت کشوں سے محبت اور اُن کی خدمت:

ایک یہودی عالم نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ احکامِ دین میں اوّلین حکم کون سا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

1۔ ایضاً، ص:74

" خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ۔ بڑا اور پہلا حکم یہی ہے۔ اور دوسرا اس کی مانند یہ ہے کہ تمام انسانوں سے اپنے برابر محبت رکھ۔ ان ہی دو حکموں پر توراۃ اور انبیاء علیہم السلام کے صحیفوں کا دارومدار ہے۔"[1] انہی تعلیمات کا پرچار کرتے ہوئے ایک اور مقام پر بیان کیا گیا:

"اور دیکھو ایک شخص نے پاس آکر کہا۔ اے اُستاد! میں کون سی نیکی کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں؟ اس نے اس سے کہا کہ تو مجھ سے نیکی کی بات کیوں پوچھتا ہے؟ نیک تو ایک ہی ہے، لیکن اگر تو زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو حکموں پر عمل کر۔۔۔ یسوع نے اس سے کہا اگر تو کامل ہونا چاہتا ہے تو جا اپنا مال اسباب بیچ کر محنت کش غریبوں کو دے دے، تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا اور آکر میرے پیچھے ہو لے۔"[2]

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے محنت کشوں اور زیردستوں کی فلاح و بہبود کی یہ اعلیٰ تعلیم ہے جس کی وجہ سے آج عیسائی رفاعی کام سب سے زیادہ اور بڑے پیمانے پر سرانجام دے رہے ہیں۔ اور اس طرح اپنے مذہب کی اشاعت کرتے ہیں، لوگوں کو اپنا گرویدہ بناتے ہیں اور اپنا سیاسی، ثقافتی اور سماجی اثر چھوڑتے ہیں۔

مظلوم محنت کشوں کی فریادرسی:

مظلوموں اور کمزوروں کی دست گیری اور دادرسی کے حوالے سے متعدد واقعات سیرت انبیاء علیہم السلام میں موجود ہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی جوانی کا قصہ ہے کہ بازار میں جارہے تھے تو ایک قبطی اور بنی اسرائیلی کو لڑتے ہوئے دیکھا۔ مظلوم بنی اسرائیلی نے ظالم قبطی کے خلاف دھائی دی تو آپ فوراً ظالم کی سرکوبی کے لئے پہنچے اور اپنے قوت بازو سے اسے ظلم سے نجات دلائی۔ قرآن کریم نے اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی زبانی انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے پیروکاروں کا ایک اہم اصول بیان کیا ہے:

﴿قَالَ رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِلْمُجْرِمِينَ﴾[3]

1۔ بائبل متی، باب 22 : 37۔40

2۔ بائبل متی 19 : 16 تا 22 (تلخیص)

3۔ سورۃ القصص: 28 / 17

ترجمہ: (موسیٰ علیہ السلام نے عہد کیا کہ) اے میرے پروردگار! یہ احسان جو تو نے مجھ پر کیا ہے، اس کے بعد اب میں کبھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا۔

بے سہارا طبقات کی دست گیری:

سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب مدین کے کنویں پر ایسی حالت میں پہنچے کہ کئی دن و رات کے مسلسل سفر سے ان کے کپڑے میلے ہو کر جھاڑیوں میں اٹکنے کی وجہ سے پھٹ گئے تھے اور تھکے ماندے آکر کنویں کے پاس درخت کے نیچے بے بسی کی حالت میں بیٹھ گئے۔ یہاں انہوں نے دو لڑکیاں دیکھیں جو اپنے ریوڑ کو کنویں کے پانی سے روک رہی تھیں اور اپنی ادا اور وضع قطع سے شریف، بے بس، بے سہارا اور پریشان معلوم ہو رہی تھیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان سے دریافت کیا کہ بیبیو! تمہارا کیا معاملہ ہے؟ اور پھر جا کر ان کے ریوڑ کو سیراب کر دیا۔ یہ پورا واقعہ سورۃ القصص کی آیات مبارکہ 22 تا 28 میں بیان ہوا ہے۔ اس پر غور کرنے سے جو نکات سامنے آتے ہیں، وہ یہ ہیں کہ آپ علیہ السلام نے حاجت مند کی طرف سے درخواست کے بغیر جا کر ان کی حالت اور ضرورت معلوم کی، بغیر کہے مدد کے لئے پہنچ گئے اور ان کی ضرورت پوری کی۔ نیز آپ علیہ السلام نے ضرورت مند کے بارے میں یہ نہ سوچا اور نہ ہی یہ معلوم کیا کہ وہ کس مذہب، جماعت، گروہ، قوم و نسل اور طبقے سے تعلق رکھتا ہے۔ بس یہ دیکھا کہ وہ ضرورت مند انسان ہیں یا یہ کہ بے زبان جانوروں کا ریوڑ پیاسا ہے۔ آپ علیہ السلام نے مدد کے لئے کام کرنے میں عار یا شرم محسوس نہیں کی اور شہزادہ ہونے اور اعلیٰ خاندان سے ہونے کے باوجود پانی نکالا اور بکریوں کو پلایا۔ نیز اس خدمت کرنے پر کسی معاوضے کی امید نہ رکھی اور نہ ہی معاوضہ طلب کیا، بلکہ اپنی حاجات اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتے ہوئے فرمایا:

﴿رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ﴾[1]

ترجمہ: اے پروردگار! تو جو کچھ مجھے بھلائی میں سے عنایت کرے گا، میں اس کا حاجت مند ہوں۔

قیام و طعام اور دیگر ضروریاتِ زندگی کا انتظام:

زندگی کا رشتہ برقرار رکھنے کے لئے انسانی ضروریات میں پانی اور کھانا ہے۔ قوم بنی اسرائیل نے جونہی فرعون کے خطرے سے نجات حاصل کی اور دشت فاران اور جزیرہ نمائے سینا کی طرف رُخ کیا تو پینے کے پانی کی ضرورت محسوس ہوئی اور پیاس کی شدت کی وجہ سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے پینے کا پانی مانگا تو آپ علیہ السلام نے بلا توقف اللہ تعالیٰ سے سوال کر کے پانی کا معقول اور وافر مقدار میں بندوبست فرما دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

1۔ سورۃ القصص:28/ 24

﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى إِذِ اسْتَسْقَاهُ قَوْمُهُ أَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ ﴾[1]

ترجمہ: اور جب موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم نے پانی مانگا تو ہم نے ان کو اشارہ کیا کہ فلاں چٹان پر اپنی لاٹھی مارو، اس چٹان سے یکایک بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور ہر گروہ نے اپنے پانی لینے کی جگہ متعین کر لی۔

بنی اسرائیل کے اس وقت بارہ قبائل تھے اور ان کی تعداد چھ (6) لاکھ کے قریب تھی۔ اسی طرح جب ان کا اناج ختم ہو گیا اور ان کو بھوک نے ستایا تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کھانا مانگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت اور جسمانی تقاضوں کے مطابق لمبے عرصے کے لئے دو بہترین غذائی چیزیں عنایت فرمائیں۔ پھر جب بنی اسرائیل کے خیمے اور چھوٹے موٹے سائبان پھٹ گئے اور دھوپ اور گرمی میں چلنے لگے تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے اس کی شکایت کی چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے سائے کا بندوبست کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ﴾[2]

ترجمہ: ہم نے تم پر ابر کا سایہ کر دیا۔

اس طرح لوگ آفتاب کی تپش سے محفوظ رہ کر زندگی گزارتے رہے۔ آخر کار جب بنی اسرائیل سے غلامی کا اثر کم ہوا اور آزاد دُنیا دیکھی تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ انہیں شہروں اور بستیوں میں لے چلیں، جہاں کھانے پینے کی مختلف اشیاء ملیں، منہ کا ذائقہ بدلیں اور دیگر سہولیات سے فائدہ اٹھائیں۔ چنانچہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے انہیں ارضِ فلسطین میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَى لَنْ نَصْبِرَ عَلَى طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَى بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ اهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُمْ مَا سَأَلْتُمْ ﴾[3]

ترجمہ: یاد کرو جب تم نے کہا تھا اے موسیٰ علیہ السلام! ہم ایک ہی طرح کے کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔ اپنے رب سے دعا کرو کہ ہمارے لئے زمین کی پیداوار ساگ، ترکاری، کھیرا، ککڑی، گیہوں، پیاز، دال وغیرہ پیدا کرے۔ تو موسیٰ علیہ السلام

1۔ سورۃ الاعراف: 7/ 160

2۔ سورۃ البقرۃ: 2/ 57

3۔ سورۃ البقرۃ: 2/ 61

نے کہا کہ کیا ایک بہتر چیز کی بجائے تم ادنیٰ درجے کی چیزیں لینا چاہتے ہو، اچھا کسی شہری آبادی میں جا کر رہو، جو کچھ تم مانگتے ہو وہ وہاں مل جائے گا۔

چنانچہ شہر میں بسنے، شہری زندگی اختیار کرنے، شہری سہولیات حاصل کرنے اور مختلف قسم کی سبزیاں اور پھل کھانے کا بندوبست کر دیا گیا۔ اسی طرح جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے لئے غیب سے کھانے کا دستر خوان نازل کرائیں تا کہ ہم کھانا کھائیں، آپ علیہ السلام پر ایمان پختہ کریں اور ہمارے لئے اس کا نزول عید بن جائے۔ تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی:

﴿اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِنْكَ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾[1]

ترجمہ: خدایا ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل کر جو ہمارے لئے اور ہمارے اگوں پچھلوں کے لئے خوشی کا موقع قرار پائے اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو، ہم کو رزق دے اور تو بہترین رزاق ہے۔

محنت کشوں کی صحت کا انتظام:

اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ایسے مریضوں کو شفا عطا فرمائی جن کا علاج طبیبوں اور ویدوں کے پاس نہیں تھا۔ قرآن مجید نے فرمایا:

﴿وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ﴾[2]

ترجمہ: اور میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں۔

بائبل میں بیان کیا گیا ہے کہ:

"پھر یسوع وہاں سے چل کر گلیل کی جھیل کے نزدیک آیا اور پہاڑ پر چڑھ کر وہیں بیٹھ گیا اور ایک بھیڑ لنگڑوں، اندھوں، گونگوں، ٹنڈوں اور بہت سے بیماروں کی اس کے پاس آئی اور اس نے انہیں اچھا کر دیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ گونگے بولتے، ٹنڈے تندرست ہوتے اور لنگڑے چلتے پھرتے اور اندھے دیکھتے ہیں تو تعجب کیا اور اسرائیل کے خدا کی تمجید کی۔"[3]

محنت کشوں میں اراضی کی تقسیم:

1۔ سورۃ المائدۃ:5/ 114

2۔ سورۃ آل عمران:3/ 49

3۔ متی۔15 آیت 29۔31

سیدنا نوح علیہ السلام نے زمین کو اپنے بیٹوں کے درمیان تقسیم کیا اور انہوں نے زمین کے وسط اور حرم اور اس کے ارد گرد کے علاقے اور یمن، حضر موت، عمان، بحرین، عالج، دبار، الدّو اور الدھنا تک کا علاقہ سام کے لئے مقرر کیا اور ارض مغرب سواحل کو حام کے لئے مقرر کیا۔[1]

محنت کشوں کے مقدمات کے فیصلے:

انبیائے کرام علیہم السلام لوگوں کے درمیان تنازعات و خصومات اور اختلافات و اختراعات کو خداداد حکمت و دانش اور فصاحت و بلاغت اور قوت بیان سے طے کرتے تھے اور ان کو انصاف دلاتے تھے، نیز ان کے حقوق کی حفاظت کرتے تھے۔ ان کے پاس کسی وقت بھی کوئی محنت کش مسئلہ پوچھنے، فیصلہ کرانے یا کوئی حاجت لے کر آتا تو حتی الوسع اس پر توجہ دیتے، ان کی بات سنتے اور ان کی حاجات پوری فرماتے۔ قرآن کریم میں سیدنا داؤد علیہ السلام کے فیصلوں کے واقعات میں سے دو واقعے بیان کئے گئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ (21) إِذْ دَخَلُوا عَلَى دَاوُودَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمَانِ بَغَى بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَى سَوَاءِ الصِّرَاطِ (22) إِنَّ هَذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ (23)﴾[2]

ترجمہ: پھر تمہیں کچھ خبر پہنچی ہے، ان مقدمے والوں کی جو دیوار چڑھ کر اس (داؤد علیہ السلام) کے بالاخانے میں گھس آئے تھے۔ جب وہ داؤد علیہ السلام کے پاس پہنچے تو وہ انہیں دیکھ کر گھبرا گیا۔ انہوں نے کہا: ڈریے نہیں ہم ایک مقدمے کے دو فریق ہیں جن میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ آپ ہمارے درمیان ٹھیک فیصلہ کر دیجئے۔ بے انصافی نہ کیجئے اور ہمیں راہِ راست بتائیے۔ یہ میرا (دینی، قومی) بھائی ہے، اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک ہی دُنبی ہے۔ اس نے کہا کہ یہ دُنبی بھی میرے حوالے کر دے اور اس نے گفتگو میں مجھے دبالیا۔

اسی طرح ایک روز سیدنا داؤد علیہ السلام عدالت میں تشریف فرما تھے اور آپ کے فرزند سیدنا سلیمان علیہ السلام بھی ان کے پاس موجود تھے۔ مقدمہ یہ پیش ہوا کہ کسی ریوڑ والے محنت کش کی بھیڑوں نے رات کو کسی کی پکی ہوئی فصل چر لی۔ سیدنا داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ کیا کہ کھیت والے کا زبردست نقصان ہوا ہے اس لئے بھیڑیں بطور تاوان اس کے سپرد کی جائیں، مگر گیارہ سالہ سلیمان علیہ السلام نے مشورہ دیا کہ آپ اپنے فیصلے میں دونوں فریقوں کا خیال رکھیں۔ اس پر داؤد علیہ السلام نے کہا کہ اچھا

1۔ تاریخ الیعقوبی، احمد بن ابی یعقوب بن واضح الیعقوبیؒ، دار صادر، بیروت، سن ندارد، ص: 1/ 30

2۔ سورۃ ص: 38/ 21-23

تم فیصلہ کرو۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ بھیڑیں کھیت والے کو دے دی جائیں۔ وہ ان سے فائدہ اٹھائے اور کھیت بھیڑوں والے کو دے دیا جائے جو اس پر محنت کر کے اس حالت پر لے آئے جو برباد ہونے کے وقت تھی۔ چنانچہ سیدنا داوٗد علیہ السلام نے اس فیصلے سے اتفاق کیا۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا﴾[1]

ترجمہ: ہم نے فیصلہ کرنے کا طریق سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکم (یعنی حکمت و نبوت) کا علم بخشا تھا۔

فصل دوم: عہد رسالت میں بہبود محنت کشاں

معاشرے میں بسنے والے عوام الناس کی کیفیتِ حیات اور ان کے راحت الوجود کے معیار کو بہتر بنانے کے معنوں میں ادا کی جانے والی ایک اصطلاح بہبود (Welfare) ہے۔ اس کے دائرۂ عمل میں وہ تمام چیزیں شامل ہوتے ہیں جو کسی بھی طرح محنت کش و مزدور کی بھلائی سے متعلق ہوں۔ روزگار کی فراہمی، نامستحکم افراد کی مالی امداد، ذہنی وجسمانی صحت کی بہتری اور علاج و معالجے کی سہولت، رہائش اور تعلیم و تربیت وغیرہ۔

1۔ سورۃ الانبیاء: 21/ 79

کسی بھی ملک کی اقتصادی ترقی اور خوشحالی، محنت کشوں اور ہنر مندوں کی ان تھک کوششوں کے بغیر ممکن نہیں۔ لہٰذا اُن کی فلاح و بہبود اور اُن کا معیارِ زندگی بلند کرنے کے لئے عملی اقدامات اسلام کی اوّلین ترجیح ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اپنی بعثت سے قبل، عدل و انصاف کے اصولوں کی سربلندی کے لئے ایسے تمام اقدامات باعث اعزاز سمجھتے تھے جن کے ذریعے محنت کشوں کے حقوق کا تحفظ ممکن ہو سکے۔ آپ ﷺ کے آنے کا مقصد ظلم کے برجوں کو گرانا تھا۔ آپ ﷺ نے عدل قائم کیا اور ستم رسیدہ افراد کو ظلم کے پنجے سے نجات دلائی۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ﴾[1]

ترجمہ: اس بوجھ سے نجات دلائے گا جس تلے دبے ہوں گے، ان پھندوں سے نکالے گا جن میں گرفتار ہوں گے۔

مکی عہد میں بہبود مزدور:

ذیل میں بہبودِ مزدور کے لئے آپ ﷺ کے عملی اقدامات کا مختصر تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔

مظلوم محنت کش کی پکار اور حِلف الفُضُول:

عرب میں قبائلی نظام کارفرما تھا۔ کوئی منظم حکومت نہ تھی، نہ وہاں باقاعدہ عدالتیں تھیں تاکہ مظلوم دادرسی کے لئے ان کا دروازہ کھٹکھٹا سکے۔ جس کی پشت پر مضبوط قبیلہ ہوتا اُسے تو اپنا حق مل جاتا تھا مگر جسے کسی قبیلے کی حمایت حاصل نہ ہوتی یا اُس کا قبیلہ کمزور ہوتا، وہ اپنا حق لینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ خصوصاً پردیس سے آنے والے محنت کش تاجروں کا تو کوئی پرسانِ حال نہیں تھا۔ ایسے کمزور لوگوں پر سرمایہ داروں کی طرف سے صریحاً ظلم و ستم کے پے در پے واقعات رونما ہوئے تو منصف مزاج اور سلیم الفطرت اشخاص اپنے ضمیر کی سرزنش گوارا نہ کر سکے اور وہ مظلوم محنت کشوں کی حمایت میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔

حِلف الفُضُول کا معاہدہ بھی ایک محنت کش کی پکار کا ہی نتیجہ تھا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ بنو زبید قبیلے کا ایک محنت کش اپنا تجارتی سامان لے کر مکہ مکرمہ آیا۔ عاص بن وائل سہمی نے اس سے وہ سامان خرید لیا۔ عاص بہت بڑا سردار تھا، اپنی سرداری کے زُعم میں اس نے اس غریب کی رقم دبالی۔ زبیدی نے احلاف کے قبائل سے مدد طلب کی لیکن انہوں نے نہ صرف اس کی مدد سے انکار کیا بلکہ اسے ڈانٹ ڈپٹ کی۔ جب اس زبیدی نے خطرہ محسوس کیا تو وہ طلوع شمس، جبل ابو قبیس پر چڑھ گیا۔ اس وقت قریشی کعبہ کے ارد گرد اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے بڑی رِقت اور بلند آہنگی سے چند اشعار پڑھے۔

1۔ سورۃ الاعراف: 7/ 157

اس واقعہ کے بعد قبیلہ بنی ہاشم، بنی عبد المطلب، بنی زہرہ، بنی تیم اور حارث بن فہر، عبد اللہ بن جدعان کے گھر اکٹھے ہوئے۔ اُن کی طرف سے داد رسی کی کوششیں ایک تحریک کی شکل اختیار کر گئیں۔ جو بالآخر حِلف الفُضُول پر منتج ہوئیں۔ اس فضیلت والے کام میں پیش پیش افراد کے نام میں "فضل" کا مادہ مشترک تھا، اسی اشتراک کی وجہ سے اس واقعہ کو حِلف الفُضُول کا نام دیا گیا تھا۔ اس معاہدے میں آپ ﷺ بھی شریک ہوئے۔ یہ بعثت سے بیس سال پہلے کا واقعہ ہے۔ حِلف الفُضُول کے عہد نامے کی عبارت میں یہ درج تھا کہ ہم مظلوم کی مدد کے لئے متحد اور یک جان رہیں گے یہاں تک کہ ظالم مظلوم کا حق ادا کر دے۔ ہم اس معاہدے پر اس وقت تک قائم رہیں گے جب تک سمندر میں پانی کی ایک بوند اور ثبیر و حراء کے پہاڑوں کا ثبات باقی ہے۔[1]

پھر وہ سب عاص بن وائل کے پاس گئے اور اُس سے زبیدی محنت کش کا مال چھین کر زبیدی کے حوالے کیا۔ آپ ﷺ عہدِ ماضی کے اس کارنامے کو بڑی مسرت سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لقد شهدت في دار عبدالله بن جدعان حلفا لو دعيت به في الاسلام لا حببت، تحالفوا ان ترد الفضول على اهلها، والا يعز ظالم مظلوما))[2]

ترجمہ: میں عبد اللہ بن جدعان کے گھر پر اس معاہدے میں شریک ہوا۔ اگر اب دورِ اسلام میں بھی مجھے اس کی بنا پر پکارا جائے تو میں لبیک کہوں گا۔ اس معاہدے کے تحت سبھی نے یہ حِلف اٹھایا تھا کہ جس کا کوئی حق کسی کے پاس ہو گا، وہ حق دار کو لوٹا دیا جائے گا اور کوئی ظالم کسی مظلوم پر غالب نہیں آئے گا۔

کونسٹن جیورجیو، حِلف الفُضُول کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

((كان حلف الفضول عبارة عن كوكبة مؤلفة من رهط من الفتيان المسلحين هدفهم ان لا يضيع حق المظلوم))[3]

ترجمہ: حِلف الفُضُول عبارت ہے اس منظّم دستہ سے جو مسلح نوجوانوں پر مشتمل تھا اور جن کا مقصد صرف یہ تھا کہ کسی مظلوم کا حق ضائع نہ ہو۔

اس معاہدے پر زبیر بن عبد المطلب نے اپنی مسرت کا اظہار یوں کیا ہے:

1۔ الروض الانف، امام ابو القاسم عبد الرحمٰن السہیلیؒ، تحقیق: عبد اللہ منشاوی، دار الحدیث، القاہرۃ، ص: 1/242-243

2۔ السیرۃ النبویہ، امام ابن ہشامؒ، ص: 1/186 والصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ﷺ، سید جعفر مرتضیٰ عاملی، دار الھادی،، بیروت، ایڈیشن: ۴، 1995ء، ص: 1/142

3۔ نظرۃ جدیدۃ فی سیرت رسول اللہ ﷺ، کونسٹن جیورجیو ورجل، ترجمہ، مشتاق حسین میر، ادارہ ترقی فکر، لاہور، 2009ء، ص: 42

"یہ معاہدہ کرنے والوں نے قسم اٹھائی ہے کہ سرزمین مکہ میں کوئی ظالم نہیں ٹھہر سکے گا۔ یہ ایسی بات ہے جس پر ان سب نے متفقہ معاہدہ کیا ہے۔ پردیسی اور فقیر جو اِن کے ہاں ہو گا ہر قسم کے جور و ستم سے محفوظ ہو گا۔"[1]

عدل و انصاف کا حصول ہر محنت کش کا حق ہے۔ اس پر کسی کی اجارہ داری نہیں۔ مثبت اقدار کو تقویت دینی چاہیئے خواہ وہ دین سے بے بہرہ لوگوں کی طرف سے ہی پیش کی گئی ہوں۔ اس معاہدے نے ظلم کے محلات منہدم کر دیئے اور حق کے مینار کو بلند کیا۔ یہ معاہدہ عربوں کے قابل فخر کارناموں میں شمار کیا جاتا ہے اور اس بات کی دلیل بھی ہے کہ عرب انسانی حقوق سے آشنا تھے۔

حِلف المطیبین میں شرکت:

"حِلف المطیبین" سے مراد ہے "خوشبو والوں کا اتحاد"۔ بعض نے اسے "اچھے لوگوں کا اتحاد" لکھا ہے۔ المطیبین سے مراد ہاشم، زہرہ اور مخزوم کے قبائل ہیں۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ مکہ کے نوجوانوں نے حرم میں جمع ہو کر اس بات پر حِلف اٹھایا کہ ظالم سے مظلوم کو اس کا حق دلوائیں گے اور لوگوں کے اموال ان کو واپس لوٹائیں گے۔ اس کا یہ نام اس وجہ سے پڑا کہ بنو عبد مناف خوشبو سے بھرا ہوا ایک ٹب اٹھا کر حرم میں لے آئے اس خوشبو میں ہاتھ ڈال کر سب نے حلف اٹھایا اور پھر جب کھڑے ہوئے تو خانہ کعبہ کی دیواروں کے ساتھ ہاتھ مل لئے۔ آپ ﷺ نے اس معاہدہ میں اپنی شرکت کے متعلق خود خبر دیتے ہوئے اس کی تعریف کی اور فرمایا:

((شهدت حلف المطيبين مع عمومتي و انا غلام، فما احب أن لي حمر النعم و أني أنكثه)) [2]

ترجمہ: میں اپنے چچاؤں کے ساتھ مُطَیّبین کے معاہدے میں موجود تھا اور میں ابھی لڑکا تھا۔ اگر مجھے اس کے عوض سرخ اونٹ بھی ملیں تو میں اسے توڑنا پسند نہیں کروں گا۔

کوئی تعجب کی بات نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس معاہدے کی اہمیت پر زور دیں کیونکہ اس کا مضمون سراسر اسلام کی دعوت ہے کہ حق کو قائم رکھا جائے اور باطل اور ظلم کو مٹا دیا جائے۔ بعض مورخین نے حلف الفضول اور حلف المطیبین دونوں کو ایک ہی معاہدہ کہا ہے۔ بعض نے یہ کہا کہ یہ معاہدہ حلف الفضول کو پختہ کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔

محنت کش اراشی کو حق دلوانا:

1۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ص:1/186 و الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ﷺ، ص:1/142

2۔ الأدب المفرد، حدیث:567

ابو جہل نے ایک بار اِراشی نامی شخص سے کچھ اُونٹ خریدے اور اس کو قیمت ادا کرنے سے انکار ر دیا۔ وہ محنت کش اِراشی قریش کی مجلس میں آیا اور کہنے لگا: کوئی ہے جو ابو جہل سے میرا حق دلا دے اور میری اعانت کرے کیونکہ میں مسافر ہوں اور اس نے میرا حق دبا لیا ہے؟ قریش نے آپ ﷺ کی طرف اشارہ کر دیا اور کہا ان کے پاس جاؤ، اس معاملے میں وہی تمہاری مدد کر سکتے ہیں۔ قریش نے اس کو مذاق کے طور پر آپ ﷺ کی طرف بھیجا تھا، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ آپ ﷺ اس کو ابو جہل سے حق نہیں دلوا سکیں گے۔

اِراشی آپ ﷺ کے پاس آیا اور پورا قصہ ذکر کرتے ہوئے عرض کرنے لگا: "ابو جہل نے میرا حق دبا لیا ہے اور میں غریب مسافر ہوں۔ میں نے اس قوم سے پوچھا کہ اس سلسلے میں کون میری مدد کر سکتا ہے تو انہوں نے آپ ﷺ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ ﷺ میرا حق دلا دیجئے، اللہ آپ ﷺ پر رحم کرے۔" یہ سن کر آپ ﷺ اس کے ساتھ ابو جہل کے گھر کی طرف چلے۔ یہ دیکھ کر قریش نے بھی ایک شخص آپ ﷺ کے پیچھے روانہ کیا تاکہ وہ دیکھے کہ کیا ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے گھر پر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا، ابو جہل نے پوچھا کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: محمد (ﷺ)، وہ یہ سن کر باہر نکلا اس کا رنگ فق ہو چکا تھا اور اس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے اس کو کہا: "اس غریب (محنت کش) کا حق ادا کرو۔"

ابو جہل بولا: ٹھیک ہے آپ ﷺ ٹھہریں میں ابھی اس کا حق ادا کرتا ہوں اور پھر لا کر اس کا حق ادا کر دیا۔ اس واقعے کے بعد ابو جہل کی ملاقات جب مشرکین قریش سے ہوئی تو انہوں نے کہا: "تم پر ہلاکت ہو۔ آج تو نے جو کیا وہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔" ابو جہل نے جواب میں کہا: "ہلاکت تو تم پر ہو۔ اللہ کی قسم جب انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا اور میں نے ان کی آواز سنی تو مجھ پر رعب طاری ہو گیا۔ پھر میں باہر نکلا تو دیکھا کہ میرے سر پر ایک نر اونٹ کھڑا ہے، اس جیسا اونٹ میں نے آج تک نہیں دیکھا تھا۔ اگر میں انکار کرتا یا تاخیر کرتا تو وہ مجھے کھا جاتا۔"[1]

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نام ایک مکتوب میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا:

((بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔ و لعنة اللہ و ملٰئکته والناس اجمعین علی من ظلم اجیرا اجره))[2]

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔۔۔ اللہ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اس شخص پر جو مزدور کی مزدوری کے بارے میں اس پر ظلم کرے۔

1۔ السیرۃ النبویہ، امام ابن ہشامؒ، ص: 2/133۔134

2۔ مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل، ص: 2/508

زبیدی محنت کش کی فریادرسی:

ایک مرتبہ قبیلہ بنو زبید کا ایک محنت کش اپنے تین بہترین اُونٹ بیچنے کے لئے مکہ مکرمہ کے بازار "حزورہ" میں آیا اور انہیں فروخت کے لئے پیش کیا۔ ابو جہل بھی وہاں پہنچ گیا اور زبیدی کو مجبور دیکھ کر مطلوبہ قیمت کا تیسرا حصہ دینے کے لئے تیار ہوا۔ یہ خبر پورے بازار میں پھیل گئی۔ کسی اور میں بھی اتنی ہمت نہیں تھی کہ ابو جہل کی بولی پر بولی لگاتا۔ ابو جہل کے خوف اور ڈر کی وجہ سے کوئی ان اُونٹوں کے خریدنے کے لئے آگے نہ بڑھا۔ زبیدی نے کافی دیر انتظار کیا مگر ابو جہل کی ناراضگی کے ڈر نے اُنہیں ناقابل فروخت بنا دیا تھا۔ زبیدی نے قریش کے مختلف حلقوں کے پاس اپنی فریاد سنائی مگر تمام نے خاموشی اختیار کرلی تھی۔ اس کے بعد وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ، سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر بن خطاب اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: تجھ پر کس نے ظلم کیا ہے؟ اس نے پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا تو آپ ﷺ نے پوچھا: تمہارے اُونٹ کہاں ہیں؟ اس نے عرض کی حزورہ ہی میں ہیں۔ آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس کے اُونٹوں کی طرف چل پڑے۔ اس سے قیمت پوچھی اور اس کی بتائی ہوئی قیمت پر سودا منظور کر کے قیمت ادا کر دی۔ زبیدی کو اس کا حق مل گیا اور اس کے اُونٹ اس کی مرضی کی قیمت پر فروخت ہو گئے۔ ابو جہل اسی بازار میں خاموش بیٹھا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اسے ڈانٹتے ہوئے خبردار کیا:

((یاعمرو! ایاک ان تعود لمثل ما صنعت بھذا الاعرابی فتری منی ماتکرہ)) [1]

ترجمہ: اے عمرو! دوبارہ اس طرح نہ کرنا جس طرح تم نے اس دیہاتی شخص کے ساتھ کیا ہے ورنہ تم میری طرف سے وہ کچھ دیکھو گے جسے تم ناپسند کرتے ہو۔

ابو جہل نے آپ ﷺ کو دیکھا تو شدید مرعوب ہو گیا۔ اس میں ہمت اور جرأت ہی نہ رہی کہ وہ آپ ﷺ کے سامنے کوئی بات کر سکے۔ جب آپ ﷺ نے اسے متنبہ کیا تو فوراً کہنے لگا: اے محمد ﷺ! میں دوبارہ کبھی ایسا نہیں کروں گا۔ بعد میں مشرکین نے جب اس سے پوچھا: "اے ابو الحکم! تمہیں کیا ہو گیا تھا کہ تم تو محمد (ﷺ) کے سامنے بالکل مرے جا رہے تھے، کیا تم ان کی پیروی کرنا چاہتے ہو؟" ابو جہل کہنے لگا:

"اللہ کی قسم! میں کبھی محمد (ﷺ) کی پیروی نہیں کروں گا۔ اس کے رُوبرو میری عاجزی اس وجہ سے تھی کہ میں نے اس کا جادو دیکھ لیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ محمد (ﷺ) کے دائیں بائیں کچھ آدمی ہیں

1۔ سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ص: 2/420

جن کے پاس نیزے ہیں۔ انہوں نے وہ نیزے مجھ پر تان لیے تھے۔ اگر میں محمد (صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم) کی مخالفت کرتا تو وہ نیزے میرے بدن میں گھونپ دیتے۔"[1]

اس قسم کے واقعات سے حِلف الفُضُول کو بڑی شہرت حاصل ہوئی اور وہ مظلوم و بے آسرا محنت کش جن پر سرمایہ دار ظلم کیا کرتے تھے اور کسی کو انہیں ٹوکنے کی ہمت نہ تھی اب ان مظلوم محنت کشوں کو ایک سہارا مل گیا۔ جب بھی کسی محنت کش و مزدور پر کوئی زیادتی ہوتی تو حِلف الفُضُول کے ارکان اور اس کے مسلح دستے کے نوجوان اس کی فریاد رسی کے لئے سامنے آجاتے۔ کونسٹن جیور جیو لکھتے ہیں:

((و کانت فکرة ایجاد حلف الفضول من قبل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قبل البعثة ذات اهمية كبيرة لانه استطاع بهذا الابتكار ان يحدث انقلابا في استرداد حقوق العرب وتمكن من زعرعته فكرة الانتقام من القبيلة كلها)) [2]

ترجمہ: بعثت سے قبل، رسول اللہ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم کی طرف سے حِلف الفُضُول کے منصوبہ کی تجویز بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس جدت سے آپ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم نے لوگوں کے کھوئے ہوئے حقوق واپس دلانے میں ایک انقلاب برپا کر دیا اور اس تجویز کے ذریعہ سارے قبیلے کو ہدف انتقام بنانے کے نظریے کا قلع قمع کر دیا۔

محنت کش بدو کے اہل خانہ کا تحفظ:

قبیلہ بنی خثعم کا ایک محنت کش بدو جنوبی صحرا سے مکہ مکرمہ آیا۔ اس کے ساتھ اس کی ایک بیٹی بھی تھی جو بڑی خوب رُو تھی۔ مکہ کے ایک دولت مند تاجر (جس کا نام دوسرے مورخین نے بنیہ بن حجاج سہمی لکھا ہے) نے اس لڑکی کو اغوا کر لیا۔ اس مسکین بدو کے لئے بجز اس کے کوئی چارہ کار نہ رہا کہ وہ اپنے قبیلے کے پاس جائے اور انہیں اپنی داستان غم سنا کر اُن سے مدد کی درخواست کرے۔ لیکن پھر اسے یاد آیا کہ اس کے قبیلے میں مردوں کی تعداد کم ہے۔ وہ مکہ کے دس قریشی قبیلوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تم حلف الفضول والوں سے رجوع کرو۔ جس پر وہ خانہ کعبہ کے نزدیک کھڑے ہو کر بلند آواز سے پکارنے لگا: "اے حلف الفضول والو!"۔ یہ فریاد سن کر حلف الفضول کے حلفی تلواریں لہراتے ہوئے باہر نکل آئے اور اس سے کہا: تمہارے مددگار پہنچ گئے ہیں، بتاؤ کیا مشکل ہے؟[3]

1۔ انساب الاشراف، ص:1/ 146۔147

2۔ نظرة جدیدة فی سیرت رسول اللہ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم، ص:۴۴

3۔ اُسوۂ بشریت خاتم الانبیاء صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم، علامہ محمد تقی فاضل وھیئت محققین، موسسۃ الامام المنتظر، قم، 1427ھ، ص:1/ 218

دوسری روایت میں ہے کہ وہ اس پریشانی میں سرگرداں تھا جب محمد کریم ﷺ کو اس واقعہ کا علم ہوا۔ آپ ﷺ نے قریش کے نوجوانوں کو اپنے پاس بلایا اور انہیں کہا کہ اس تاجر نے بدو کے گھرانے کے ساتھ جو نازیبا حرکت کی ہے اس پر ہمیں خاموش نہیں رہنا چاہیئے چنانچہ قریش کے چند نوجوان کعبۃ اللہ کے پاس جمع ہوئے اور سب نے بایں الفاظ حلف اُٹھایا:

((نقسم ان نحمی المظلوم حتی یستعید حقه من الظالم و نقسم ان لا یکون لنا هدف معین من وراء هذا العمل و لا یهمنا ان یکون المظلوم فقیرا أو غنیا)) [1]

ترجمہ: ہم قسم اُٹھاتے ہیں کہ ہم مظلوم کی مدد کریں گے یہاں تک کہ ظالم سے وہ اپنا حق واپس لے لے اور ہم قسم اُٹھاتے ہیں کہ اس حلف سے اس کے بغیر ہمارا کوئی اور مقصد نہیں ہو گا۔ ہم اس بات کی پرواہ نہیں کریں گے کہ مظلوم غنی ہے یا فقیر۔

جب انہوں نے قسم اُٹھائی تو آپ ﷺ ان کے ساتھ تھے۔ پھر انہوں نے حجر اسود کو زم زم کے پانی سے دھویا اور اس دھوون کو پی لیا۔ مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ وہ اپنی قسم پر پختہ رہیں گے۔ حلف برداری کی اس تقریب کے بعد آپ ﷺ اپنے نوجوان ساتھیوں کو ہمراہ لے کر اس ظالم تاجر کے گھر گئے اور اس کے مکان کا گھیراؤ کر لیا اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس لڑکی کو عزت و آبرو کے ساتھ واپس کر دے۔ تاجر نے کہا کہ ایک رات مجھے مہلت دو، میں صبح وہ لڑکی اس کے باپ کو لوٹا دوں گا لیکن ان نوجوانوں نے اس کی اس تجویز کو ٹھکرا دیا۔ اس کو مجبور کیا کہ وہ لڑکی فوراً اس کے باپ کے سپرد کر دے۔ اب وہ مجبور ہو گیا اور بادلِ ناخواستہ اسے لڑکی کو واپس کرنا پڑا۔ [2]

محنت کشوں سے ایفائے عہد:

جزیرہ عرب کا بیشتر حصہ لق و دق صحراؤں اور خشک پہاڑی سلسلوں پر مشتمل ہے۔ اس زمانہ میں یہاں کے باشندے بھیڑ بکریوں کے ریوڑ چرا کر گزر اوقات کیا کرتے تھے۔ رسول کریم ﷺ نے بھی گلہ بانی اختیار فرمائی۔ شیخ عباس قمیؒ یہ روایت لائے ہیں کہ اسی زمانے میں سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بھی یہی کام کیا کرتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ اور سیدنا عمار یاسر رضی اللہ عنہما نے آپس میں یہ طے کیا کہ کل اپنی بھیڑوں کو "فخ" کے بیابان میں لے جائیں گے جہاں سرسبز چراگاہیں تھیں۔ دوسرے دن آپ ﷺ اپنی بھیڑ بکریوں کو لے کر فخ کی طرف چل پڑے مگر سیدنا عمار رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر میں پہنچے۔ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں جب فخ کے بیابان میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ

1۔ نظرۃ جدیدۃ فی سیرت رسول اللہ ﷺ، ص:42

2۔ الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن هشام، ص:1 / 165

اپنی بھیڑوں کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں اور انہیں چرنے نہیں دے رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا: اے محمد ﷺ! انہیں کیوں روک رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم سے یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم ساتھ میں اپنی بھیڑیں ان چراگاہوں میں لے آئیں گے، لہٰذا یہ مناسب نہیں تھا کہ تمہارے آنے سے پہلے میری بھیڑیں یہاں چرنے لگیں۔[1]

کام کاج میں اپنے ماتحتوں کی اعانت:

رسول کریم ﷺ جب سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا تجارتی سامان لے کر شام کے لئے عازم سفر ہوئے تو روانگی سے قبل تجارتی قافلہ ابطح میں قیام پذیر تھا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ دار خزیمہ، غلام میسرہ، ناصح اور اونٹوں پر مال بار کرنے والے سب آپ ﷺ کے ماتحت تھے۔ آپ ﷺ جب ابطح پہنچے تو دیکھا کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اموال سب زمین پر پڑے ہیں اور اونٹوں پر بار نہیں ہوئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ اونٹوں پر یہ سامان کیوں نہیں باندھے گئے؟ غلاموں نے عرض کیا اے محمد (ﷺ)! ہم کام کرنے والے کم ہیں اور مال زیادہ ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب کوئی تجارتی قافلہ روانہ ہوتا تو اس میں تنہا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سامان تجارت تمام قریش کے سامان کے برابر ہوتا تھا۔[2]

غلاموں کی بات سن کر اس معدن رحم و کرم کو ان پر رحم آ گیا اور آپ ﷺ روانگی ملتوی کر کے اُترے اور آنِ واحد میں بقدرت یدِ الٰہی ہر اونٹ پر نہایت مضبوطی سے سامان باندھا۔ اونٹوں کو جو اشارہ کرتے وہ اللہ کے حکم سے عمل میں لاتے اور اپنے منہ آپ ﷺ کے قدموں پر ملتے۔ (راوی کہتا ہے) جب دھوپ تیز ہوئی تو آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس سے پسینے کے قطرے ٹپک رہے تھے۔[3]

قدرتی آفات میں محنت کشوں کی دادرسی:

رسول کریم ﷺ نے ابھی اپنی عمر مبارک کے 37ویں برس میں قدم رکھا ہی تھا کہ مکہ معظمہ ایک بار پھر اپنی روایتی قحط سالی سے قطع نظر شدید قسم کے قحط کی لپیٹ میں آ گیا۔ ہر سُو خشک سالی نے ایسی زبوں حالی پیدا کر دی کہ بڑے بڑے سردار پریشانی میں مبتلا ہو کر رہ گئے۔ ارتکاز کے رسیا سرمایہ داروں نے اپنے گوداموں میں غلہ روک کر محنت کشوں اور محروموں کی زندگیوں سے کھیلنا شروع کیا۔ مکہ کے مہاجن انتہائی کبر و نخوت سے بھوکے ننگے عوام کو اپنی چوکھٹ پر ماتھا

1۔ کحل البصر فی سیرۃ سید البشر ﷺ، ص:103

2۔ شرح المواھب اللدنیہ، ص:1/99

3۔ حیات القلوب، ص:2/179

رگڑتے دیکھ کر اپنے کاروبار چلا رہے تھے۔ مفلوک الحال طبقات بھاری شرحوں پر سودی قرض لے کر پیٹ کی آگ بجھانے لگے۔

ایسے میں سرور دوعالم ﷺ اسی قحط زدہ مکہ میں ہر محنت کش و مزدور، مفلس و محتاج اور غریب و نادار کے لئے اپنا دروازہ کھولے حاجت مندوں کی حاجت روائی فرمارہے تھے۔ سید مناظر احسن گیلانیؒ لکھتے ہیں:

"پھر جو سرمایہ اس کو ملا۔ کیا وہ مہاجنی کے بازاروں میں ہے۔ رشتوں کو جوڑا گیا۔ مہمانوں کو کھلایا گیا۔ بیکاروں کو کموایا گیا۔ بار والوں کا بوجھ ہلکا کیا گیا۔ نادانوں کو سکھایا گیا۔ بپتا کی گھڑیوں میں لٹکایا گیا۔"[1]

اس سخاوت و ہمدردی میں رفیقۂ حیات سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا اپنی دولت سخی شوہر پر بے دریغ نچھاور کرتے ہوئے فاقہ کشوں کو موت کے منہ سے نکالنے میں مدد دے رہی تھیں۔ پورے مکہ میں اس وقت یہی ایک گھر ایسا تھا جہاں روتے ہوئے آتے اور ہنستے ہوئے واپس جاتے تھے۔

محنت کش اقربا کی معاشی ناہمواریوں کا مداوا:

شدید قحط سالی میں سرور دوعالم ﷺ کے چچا ابو طالب کے گھریلو معاشی حالات بھی اولاد کی زیادتی کی بنا پر ناہموار تھے۔ آپ اُن کی تنگدستی کو دیکھ کر پریشان ہو گئے اور اپنے انتہائی خوشحال چچا عباس سے رجوع کیا اور فرمایا:

"قحط کی وجہ سے چچا ابو طالب بہت پریشان ہیں اُن کی مدد کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اس سلسلے میں میری ایک تجویز ہے کہ ان کا ایک بیٹا آپ اپنے گھر لے جائیں اور دوسرے کو میں اپنی کفالت میں لے لیتا ہوں۔ یوں ان کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔"

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز قبول کر لی اور یوں سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، آپ کے چچا کی کفالت میں چلے گئے۔ اور آپ ﷺ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی کفالت کی ذمہ داری اٹھاتے ہوئے فرمایا: میں نے اسی کو منتخب کیا ہے جس کو اللہ نے میرے لئے منتخب فرمایا ہے۔[2] سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس کے بعد ہمیشہ آپ ﷺ کی کفالت میں رہے۔ اُن کے جملہ اخراجات و مصارف آپ ﷺ ہی کے ذمہ تھے۔

محنت کش غلاموں کی کفالت:

1۔ النبی الخاتم ﷺ، سید مناظر احسن گیلانیؒ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ص:۲۲

2۔ مقاتل الطالبیین، علامہ ابو الفرج اصفہانیؒ، تحقیق: احمد صقر، منشورات الشریف الرضی، سن ندارد، ص:36

رسول کریم ﷺ کے مکی غلاموں میں سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ سیدہ اُم ایمن رضی اللہ عنہا مشہور ہیں۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے مانگ لیا تھا اور آزاد کر کے سیدہ اُم ایمن رضی اللہ عنہا سے بیاہ دیا تھا جن سے سیدنا اُسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ اس پورے خاندان کی کفالت آپ ﷺ ہی فرماتے تھے۔[1]

بلاذریؒ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی والدہ سے ایک باندی سیدہ سلمیٰ رضی اللہ عنہا نامی وراثت میں پائی تھی جس کی شادی بعد میں سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ سے کر دی اور دونوں کو آزاد فرما دیا۔ دوسرے غلاموں میں سیدنا ابو کبشہ، سیدنا انسہ، سیدنا صالح، سیدنا شقران اور سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہم شامل تھے،[2] آپ ﷺ نے ان سب کو خرید کر آزاد کر دیا تھا مگر وہ آپ ﷺ ہی کی زیر کفالت رہے تھے۔ غالباً ان کے علاوہ بھی کچھ مکی غلام تھے۔

ہجرت حبشہ، محنت کی نقل پذیری:

جزیرہ نمائے عرب کے باہر سب سے زیادہ پر امن علاقہ حبشہ کا تھا جو قریش کے غلبے سے محفوظ تھا۔ رسول کریم ﷺ کے حکم سے مسلمانوں کی ایک جماعت مکہ کے سرمایہ داروں کے ظلم واستحصال سے تنگ آکر حبشہ ہجرت کر گئی۔ گویا پاکیزہ جماعت صرف اپنا دین بچانے اور دین پھیلانے کی نیت لے کر گئی مگر اس کے ساتھ ساتھ ایک وجہ یہ بھی بتائی گئی ہے کہ حبشہ کا بادشاہ نجاشی بڑا عادل اور رحم دل تھا۔ اس سے پہلے بھی قریش وہاں تجارت کی غرض سے جایا کرتے تھے۔

اہل حبشہ دیگر قبائل عرب کی طرح قریش کی خوشنودی حاصل کرنے کی جستجو بھی نہیں کرتے تھے۔ وہاں مسلمانوں کو خوراک فراوانی سے ملتی اور تجارت میں زیادہ نفع ملتا، وہ سچائی کی سرزمین تھی۔ وہاں کا بادشاہ کسی پر ظلم نہیں ہونے دیتا تھا۔ آپ ﷺ نے ان تمام باتوں کو مد نظر رکھ کر ہی مسلمانوں کو حبشہ جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

((لو خرجتم إلى الحبشة فإن بها ملكا لا يظلم عنده أحد وهي أرض صدق حتى يجعل الله لكم فرجا))[3]

ترجمہ: اگر تم حبشہ کی طرف ہجرت کر جاؤ تو تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہاں ایک بادشاہ ہے جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا اور حبشہ سچائی کی سرزمین ہے۔ تم وہاں رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی کشادگی پیدا کر دے۔

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

1۔ الطبقات الکبریٰ، ص:1/497 والسیرۃ النبویۃ، امام ابن ہشامؒ، ص:1/248

2۔ انساب الاشراف، ص:1/477

3۔ السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ص:1/321

"جب ہم حبشہ پہنچے ہمیں بہترین ہمسائے نجاشی کا ساتھ نصیب ہوا، ہمارے دین کو تحفظ ملا اور ہم نے اپنے رب کی عبادت کی، جبکہ ہمیں وہاں کوئی دُکھ تکلیف نہ تھی اور نہ کوئی ناخوشگوار بات سننی پڑتی تھی۔"[1]

مغاذی عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہما میں ہجرت حبشہ کا ایک سبب یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حبشہ قریش کا تجارتی مرکز تھا۔ قریش وہاں تجارت کی غرض سے جاتے اور قابل قدر نفع کماتے، لہٰذا یہ سرزمین ایک جائے امن اور تجارتی مرکز کی حیثیت اختیار کر چکی تھی۔[2]

ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کو ہجرت حبشہ کا حکم دے دیا جو کہ قریش کا تجارتی مرکز تھا۔[3] بعض مورخین اسباب ہجرت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سرزمین حبشہ گرم تھی اور قریش سردیوں میں وہاں کا سفر اختیار کرتے تھے۔

محنت کشوں کے مستقبل کی فکر:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر گز ایک دن بھی اپنی ذات کے لئے بسر نہیں کیا۔ گھڑی بھر کے لئے بھی اپنی طرف توجہ نہیں کی بلکہ وہ ہمیشہ اس فکر میں رہتے کہ مریضوں کو اور ایسے افراد کو جو اپنے آپ کو کنویں میں دھکیل رہے ہیں اور جو انتہائی بری عاقبت کی طرف جا رہے ہیں، نجات دلائیں۔ سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک محنت کش رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں قحط نے برباد کر کے رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:

((غیر ذلک اخوف عندی من ذلک ان تصب علیکم الدنیا صبا، فلیت امتی لا یلبسون الذھب))[4]

ترجمہ: مجھے تم پر ایک چیز کا خطرہ اس سے بھی زیادہ ہے کہ جب دنیا تم پر الٹ دی جائے اور تم اس سے خوب فائدہ اٹھاؤ۔ اے کاش کہ میری اُمت سونا نہ پہنتی۔

1۔ مسند احمد، ص:1/201۔202

2۔ مغاذی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعروۃ بن الزبیر، ڈاکٹر محمد اعظمی، مکتبۃ التربیۃ العربی لدول الخلیج، الریاض، ایڈیشن:1، 1401ھ، ص:104

3۔ الدرر فی اختصار المغازی والسیر، علامہ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر الاندلسی، وزارت الاوقاف بمصر، لجنۃ احیاء التراث، القاھرۃ، 1414ھ، ص:27

4۔ مسند أحمد، ص:5/178

یہی وجہ تھی کہ ایک دن سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جس کی تلوار کا قبضہ چاندی کا تھا تو فوراً کہہ اُٹھے:

((مامن انسان او قال احدترک صفراء او بیضاء الا کوی بھا)) [1]

ترجمہ: جس انسان نے بھی سونا یا چاندی چھوڑا اسے تپا کر اس کا جسم داغا جائے گا۔

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ایک دن میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ بیت اللہ کی دیوار کے سائے تلے آرام فرما تھے، مجھے آتے دیکھ بھی لیا۔ جب میں قریب پہنچا تو میں کیا سنتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں:

((ھم الاخسرون ورب الکعبة))

ترجمہ: کعبہ کے پروردگار کی قسم! وہی لوگ تباہ وبرباد ہوں گے۔

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ ڈر گئے کہ کہیں میں بھی تو ان میں شامل نہیں ہوں۔ لہٰذا بڑے ادب سے سوال کیا:

((من ھم فداک ابی و امی))

ترجمہ: وہ کون ہیں؟ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہو جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الاکثرون اموالا الا من قال ھذا و ھکذا و قلیل ماھم)) [2]

ترجمہ: مال و دولت کی کثرت والے ہی تو ہیں۔ البتہ جس نے اس اس طرح (غریبوں، محتاجوں کو) دیا اور ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں۔

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک بازوؤں کو آگے پیچھے اور دائیں بائیں زور زور سے چلاتے ہوئے دکھایا کہ مال والوں میں سے وہ بچ جائیں گے جو غریبوں، محتاجوں، بے کسوں، بیواؤں اور یتیموں کے معاشی غموں اور تفکرات کو ختم کرنے کے لئے خوب خرچ کریں اور بخیل بن کر ان کا وہ حصہ دبا نہ لیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے مالوں میں ان محتاجوں کے لئے رکھا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ﴾ [3]

ترجمہ: اور ان کے مال میں مانگنے والے، نہ مانگنے والے (دونوں) کا حق ہوتا ہے۔

1۔ مسند أحمد، ص:5/167

2۔ کنز الفوائد، امام محمد بن علی بن عثمان الکراجکیؒ، منشورات دار الذخاء، قم، 1399ھ، ص:2/34

3۔ سورۃ الذاریات:51/19

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے بے ضرورت مال و زر سے نفرت اور فقراء پر خرچ کرنے کی ترغیب دی تاکہ محنت کشوں کا معاشی مستقبل محفوظ ہو جائے۔

مدنی عہد میں بہبودِ مزدور

اسلام نے ریاست کا جو تصور پیش کیا ہے وہ نہ تو آمرانہ ہے نہ موجودہ زمانے کی مغربی جمہوریت کے مطابق جمہوری۔ اسلام ایک فلاحی، شورائی اور عادلانہ نظام حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔ اسلام کے نزدیک حکمران رعایا کی دُنیوی اور مادی فلاح کا نگران اور اخلاقی و دینی اقدار کا محافظ ہوتا ہے اور وہ ہر آن خلقِ خدا کی بہبود کی فکر میں لگا رہتا ہے جس کے بارے میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((خیار ائمتکم الذین تحبونهم و یحبونکم و تصلون علیهم و یصلون علیکم و شرار ائمتکم الذین تبغضونهم و یبغضونکم و تلعنونهم و یلعنونکم)) [1]

ترجمہ: تمہارے بہترین حکام وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور جو تم سے محبت کرتے ہیں، جن کے لئے تم دُعا کرتے ہو اور تمہارے لئے وہ دُعا کرتے ہیں اور تمہارے بدترین حکمران وہ ہیں جن سے تم نفرت کرو اور وہ تم سے نفرت کریں، ان پر تم لعنت بھیجو اور وہ تم پر لعنت بھیجیں۔

آپ ﷺ کی بیان کردہ خصوصیاتِ حسنہ اسی حکمران میں ہوں گی جو ہمہ وقت عملی اقدامات کے ذریعے محنت کشوں کی فلاح و بہبود سے تعلق رکھنے والے امور کی طرف متوجہ رہے۔ aنبیائے کرام علیہم السلام اپنے آپ کو خدمت گزار سمجھتے تھے نہ یہ کہ لوگوں پر حکومت کرنے والا نبی خیال کرتے ہوں۔۔ وہ یہی احساس رکھتے تھے کہ وہ لوگوں کی ہدایت کریں، انہیں موعظہ کریں اور ان کی خدمت کریں۔ شریعت نے اسلامی ریاست کو اپنے تمام شہریوں کا ولی اور سرپرست بنایا ہے۔ اس سرپرستی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ ان افراد کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کا اہتمام کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((السلطان ولی من لا ولی له)) [2]

ترجمہ: جس کا کوئی سرپرست نہ ہو اس کی سرپرست حکومت ہے۔

1۔ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ص:4/213

2۔ گفتارِ انبیاء علیہم السلام، ص:88

یہ ایک عمومی سرپرستی ہے جس میں رعایا کی ضروریات کی تکمیل بدرجہ اولیٰ شامل ہے۔ حکومت کی اس سرپرستی میں بنیادی ضروریات کے علاوہ بشرط گنجائش افراد کی دوسری ضروریات کی تکمیل بھی داخل ہو جاتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر فتوحات کے دروازے کھول دیئے اور کفّار کی دولت بھی مدینہ منورہ پہنچ گئی تو آپ ﷺ نے فقراء و مساکین کی معاشی کفالت کا اعلان فرمادیا:

((ما مِن مُؤْمِنٍ إلَّا وأنا أوْلَى النَّاسِ به في الدُّنْيا والآخِرَةِ، اقْرَؤُوا إنْ شِئْتُمْ: {النبيُّ أوْلَى بالمُؤْمِنِينَ مِن أنْفُسِهِمْ}[الأحزاب: 6]، فأيُّما مُؤْمِنٍ تَرَكَ مالًا فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَن كانُوا، فإنْ تَرَكَ دَيْنًا، أوْ ضَياعًا فَلْيَأْتِنِي فأنا مَوْلاهُ.)) [1]

ترجمہ: میں مومنوں کی جانوں سے زیادہ ان کے قریب ہوں لہٰذا جو فوت ہوا اور ترکہ میں مال چھوڑا تو وہ مال اس کے عصاب کا ہے اور جو شخص عاجز و درماندہ قرابت دار اور ناتواں بچے چھوڑ جائے اُن کی کفالت کے لئے مجھے بلالو۔

سیرت طیبہ کا یہ بھی امتیاز ہے کہ آپ ﷺ نے نہ صرف ایک مثالی ریاست قائم فرمائی بلکہ وہاں محنت کشوں کی فلاح و بہبود کے حوالے سے ایک ایسا مثالی نظام قائم فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ قوانین اور قرآن کریم کے منشاء کی عملی شکل فراہم کرنے کا ضامن تھا۔ ذیل میں مدنی عہد نبوی میں بہبودِ مزدور کے عملی اقدامات کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

محنت کش غلاموں کی آل محمد ﷺ میں شمولیت:

رسول اللہ ﷺ نے ایک اور قدم ایسا اٹھایا جس کی مثال پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے اور وہ یہ کہ محنت کش غلاموں کو آل محمد میں داخل فرمایا۔ چنانچہ آپ ﷺ کے خادم خاص سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

"رسول کریم ﷺ کے دو غلام تھے۔ ایک حبشی تھا اور دوسرا قبطی۔ ایک مرتبہ دونوں میں تُوتُو میں میں ہو گئی۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کو "یا حبشی" کہہ کر پکارا۔ دوسرے نے جواباً "یا قبطی" کہا۔ رسول کریم ﷺ کو اس بات کی خبر ہوئی تو فرمایا: تم دونوں ایسا نہ کہو (اب تم نہ حبشیوں میں داخل ہو اور نہ قبطیوں میں بلکہ) تم تو آل محمد میں داخل ہو۔ [2]

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جن کا بدل کتابت ادا کر کے رسول رحمت ﷺ نے انہیں آزاد فرمایا تھا، ان کے بارے میں آتا ہے کہ غزوۂ احزاب کے موقع پر جب آپ ﷺ نے ہر آدمی کو چالیس گز خندق کھودنے کی ذمہ داری

1۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، حدیث: 4781

2۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد، ص: 1/195

سونپی۔ تو مہاجرین و انصار نے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں حجت کی۔ وہ قوی آدمی تھے، مہاجرین نے کہا کہ سلمان رضی اللہ عنہ ہم میں سے ہیں اور انصار نے کہا نہیں سلمان رضی اللہ عنہ ہم میں سے ہیں۔ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کی خوش نصیبی کے کیا کہنے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((سلمان منّا اھل البیت)) (1)

ترجمہ: سلمان ہم اہل بیت میں سے ہیں۔

جب بھی ان سے ان کا نسب پوچھا جاتا تو فرماتے: "میں سلمان ابن اسلام ہوں۔ اسی طرح ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابو رافع اور بعض مواقع پہ دوسرے غلاموں نے صدقہ لینے کی اجازت چاہی تو منع کرتے ہوئے ایک اصول کے طور پر فرمایا:

((ان الصدقة لاتحل لی و لا لاھل بیتی و ان مولی القوم منھم)) (2)

ترجمہ: بے شک صدقہ میرے اور میرے اہل بیت کے لئے حلال نہیں اور بے شک کسی قوم کا غلام اسی قوم کا ایک فرد ہوتا ہے۔

سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بیان کرتے تھے:

((یوثرنی علی اھلہ و ولدہ ورزقت منہ حبا فلا اصنع الا ماشئت)) (3)

ترجمہ: وہ مجھے اپنے اہل و عیال اور آل و اولاد سے مقدم سمجھتے ہیں۔ میرے ساتھ انتہائی محبت فرماتے ہیں۔ کام کا بھی کوئی زیادہ بوجھ نہیں، اپنی مرضی کے مطابق کام کرتا ہوں۔

جب سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے والد انہیں لینے کے لئے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زید! تجھے پورا اختیار ہے تو ان کے ساتھ چلا جا، یہ لوگ تجھے لینے آئے ہیں اور چاہے تو حسب سابق میرے پاس رہ جا۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پاس رہوں گا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی کو ترجیح نہ دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی میرے ماں باپ ہیں۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کا یہ جواب سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیار سے انہیں اپنی گود مبارک میں لے لیا اور بھری مجلس میں اعلان فرمایا کہ لوگو! گواہ ہو جاؤ زید آج سے میرا بیٹا ہے۔ میں اس کا وارث بنوں گا اور یہ میرا۔ حارثہ

1۔ طبقات الکبریٰ، ص:2/196

2۔ مدارج النبوۃ، محدث شیخ عبدالحق دہلویؒ، مطبوعہ دہلی، ص:2/347

3۔ انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون صلی اللہ علیہ وسلم، ص:1/439

اور کعب نے اپنے بیٹے کا یہ مثالی احترام دیکھا تو ان کی طبیعت خوش ہو گئی۔ بیٹے کے بارے میں ان کے سارے اندیشے ختم ہو گئے اور وہ خوش و خرم واپس چلے گئے۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ اس کے بعد "زید بن محمد" کہہ کر پکارے جانے لگے۔[1]

اسی طرح سیرت نگاروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام میں ایک نام ابو ضمیرہ کا لکھا ہے۔ ابو ضمیرہ اور ان کے اہل خانہ مال فے کے طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں آئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مکتوب میں ان سب کو آزاد فرماتے ہوئے ابو ضمیرہ کو اختیار دیا کہ وہ پسند کریں تو اپنی قوم کے پاس چلے جائیں اور اگر چاہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہریں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سمجھے جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ محبت و شفقت ابو ضمیرہ کے دل میں گھر کر گئی، انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور ہمیشہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل ہو گئے۔[2]

محنت کشوں کے اہل خانہ سے حسن سلوک:

سیدنا اُسامہ رضی اللہ عنہ، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام سیدنا زید بن حارثہ اور سیدہ اُم ایمن رضی اللہ عنہما کے فرزند تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اتنا ہی پیار فرماتے جتنا اپنے نواسوں سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما سے فرماتے تھے۔ سیدنا اُسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اٹھا کر ایک ران پر اور سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو دوسری ران پر بٹھاتے۔ پھر ہم دونوں کو پیار کے ساتھ سینے سے لگاتے، پھر بارگاہِ الٰہی میں یوں دُعا فرماتے:

((اللھم ارحمھما فانی ارحمھما))[3]

ترجمہ: اے اللہ! تو ان دونوں پر رحم فرما اور ان سے محبت فرما کیونکہ میں بھی ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں۔

ابن سعدؒ کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دُعا فرمائی:

((اللھم انی احبھما فاحبھما))[4]

ترجمہ: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے فرزند اُسامہ رضی اللہ عنہ دروازے کی چوکھٹ سے پھسل کر گر پڑے اور چہرہ زخمی ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ اس کے چہرے سے مٹی وغیرہ دور کر دو۔ میں نے تھوڑا سا گریز کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اُسامہ رضی اللہ عنہ کے چہرے سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا:

1۔ الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم، ص120/2

2۔ الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، ص:1/287

3۔ البدایۃ والنھایۃ، ص:5/314

4۔ مدارج النبوۃ، ص:2/236

"اگر اُسامہ لڑکی ہوتا تو میں اسے زیور پہناتا، اسے عمدہ کپڑے پہناتا حتیٰ کہ اس کے کانوں میں (بالیوں کے لئے) سوراخ کرتا۔"(1)

اپنے اس غلام زادے کے ساتھ رسول کریم ﷺ کو کتنا تعلق خاطر تھا اور ان کی کتنی رعایت فرماتے تھے اس کا اندازہ اس روایت سے ہوتا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے محض سیدنا اُسامہ رضی اللہ عنہ (جو اس سفر میں آپ ﷺ کے ردیف تھے) کے انتظار میں عرفات سے واپسی کو کچھ موخر فرمایا۔ شاید کسی ضرورت و حاجت کے لئے ادھر ادھر گئے ہوں گے۔ ظاہر ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار کے لگ بھگ حاضرین میں سارے لوگ سیدنا اُسامہ رضی اللہ عنہ کو نہیں جانتے تھے اور نہ ہی انہیں اُسامہ رضی اللہ عنہ کے اس بلند مرتبہ کا علم تھا جو انہیں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاصل تھا۔ اس لئے بعض ناپختہ طبائع کو یہ امر ناگوار گزرا۔ تھوڑی دیر بعد مجمع نے دیکھا کہ ایک لڑکا آ رہا ہے جس کی ناک چپٹی اور رنگ کالا ہے تو اہل یمن کی زبان سے ازراہِ حقارت یہ جملہ گستاخانہ جملہ نکلا کہ:

((انما حبسنا من اجل ھذا))(2)

ترجمہ: ہم اس کی وجہ سے اب تک روک رکھے گئے۔

ان کی یہ گستاخانہ بات اور نسلی تفاخرانہ ذہنیت رب ذوالجلال کو پسند نہ آئی چنانچہ اس روایت کے راوی یزید بن ہارونؒ کا کہنا ہے کہ چونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اس معاملہ کو ہلکا سمجھا تھا اس لئے اس گستاخی کی وجہ سے دورِ صدیقی میں مرتد ہو گئے۔(3)

مقروض محنت کشوں کی فوری امداد:

رسول اللہ ﷺ کے محنت کش انصاری صحابی سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے ایک سرمایہ دار یہودی سے قرض لیا۔ اس سال اتفاقاً کھجوریں زیادہ پھل نہ لائیں، قرض ادا نہ ہو سکا اور پورا سال گزر گیا۔ اتفاقاً اگلے سال بھی پھل کم آیا۔ یہودی نے اپنی رقم کا تقاضا کیا تو سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے مہلت مانگی۔ مگر اس نے صاف انکار کر دیا۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے آکر سارا واقعہ آپ ﷺ کو کہہ سنایا۔ آپ ﷺ نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لیا اور یہودی کے گھر تشریف لے گئے اور اس سے مہلت طلب فرمائی۔ اس نے کہا: ابو القاسم (ﷺ)! میں اب مہلت نہیں دوں گا۔ آپ ﷺ کھجوروں کے باغ میں تشریف لے گئے۔ محنت کش صحابی کی پریشانی پر ترس آیا اور دوبارہ یہودی سے

1۔ الطبقات الکبریٰ، ص:4/62

2۔ سیر اعلام النبلاء، امام شمس الدین محمد بن احمد الذھبیؒ موسسہ الرسالۃ، بیروت، سن ندارد، ص:2/358

3۔ الطبقات الکبریٰ، ص:4/63

مہلت مانگنے پہنچے مگر وہ نہ مانا۔ الغرض تین دفعہ اس کے پاس جانے کے باوجود وہ سنگدل سرمایہ دار نہ مانا۔ آپ ﷺ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے کھجوروں کے جھنڈ میں کھڑے ہو گئے اور کھجوریں توڑنا شروع کر دیں۔ آپ ﷺ کی برکت سے اتنی کھجوریں اُتریں کہ یہودی کا قرض اُتارنے کے بعد بھی بچ رہیں۔[1]

اسی طرح ایک واقعہ سیدنا ابو حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ وہ ایک محنت کش تھے اور انہوں نے ایک یہودی سرمایہ دار سے قرض لے رکھا تھا۔ دوسری طرف ان کی غربت کا یہ عالم تھا کہ تن ڈھانپنے کے لئے کپڑوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب رسول اللہ ﷺ خیبر کی مہم کا ارادہ فرما رہے تھے۔ سیدنا ابو حدرد رضی اللہ عنہ نے یہودی سے مہلت مانگی کہ شاید خیبر کی مہم سے اللہ تعالیٰ مال غنیمت دے کر قرض کی ادائیگی کا سامان مہیا فرما دے، مگر جب مسلسل اصرار کے باوجود یہودی نہ مانا تو آپ ﷺ نے اپنی چادر اُتار کر یہودی کے حوالے کر دی اور سر مبارک سے عمامہ اُتار کر کمر سے لپیٹ لیا۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے یہ اعلان بھی فرمایا تھا کہ جو مقروض وفات پائے، اس کے قرض کی ادائیگی ہمارے ذمہ ہو گی۔

اسی طرح ایک صبح رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اور مسجد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھری ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم میں سے کس شخص نے آج اپنے برادر مومن کی اپنی شان کے شایان مدد کی؟ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے۔ آپ ﷺ کے استفسار کرنے پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرا گزر عمار یاسر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہوا۔ ایک یہودی اُن سے لپٹا ہوا تھا جس کا تیس درہم عمار رضی اللہ عنہ کے ذمہ قرض تھا۔ جب عمار رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا تو پکارے: یہ یہودی مجھ سے لڑ رہا ہے اور مجھے اذیت پہنچاتا اور ذلیل کرتا ہے صرف اس وجہ سے کہ میں آپ اہل بیت رضی اللہ عنہم سے محبت کرتا ہوں۔ لہٰذا اپنی عزت و شان کے صدقہ میں مجھے رہائی دلوایئے۔ جب میں نے چاہا کہ یہودی سے ان کے بارے میں کچھ گفتگو کروں تو عمار رضی اللہ عنہ کہنے لگے اے رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے! میں آپ کو اپنے دل اور آنکھوں سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں اس بات سے کہ آپ اس یہودی سے میری سفارش کریں۔ بلکہ آپ اس سے سفارش کیجئے جو آپ کی کوئی حاجت رد نہیں کرتا۔ الغرض اللہ تعالیٰ کی مدد سے یہودی کو اس کا قرض واپس کر دیا گیا۔[2]

بوڑھا محنت کش اور بنت رسول ﷺ کا ہار:

1۔ اسوۃ الرسول ﷺ، ص:3/44

2۔ مسند احمد، ص:3/223 وحیات القلوب، ص:2/923-924

روایات میں ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک بوڑھا سائل آکر کہنے لگا: یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! بھوک مارے ڈال رہی ہے، میں برہنہ بھی ہوں، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مجھے کھانے اور پہننے کے لئے عطا کریں، میں بہت ہی تہی دست اور مفلس ہوں۔ اس وقت آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس کچھ بھی موجود نہ تھا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس بوڑھے کو میری بیٹی کے گھر پہنچا دو۔ سیدنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اس بوڑھے کو لے کر سیدہ فاطمۃ الزہرا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے گھر پر آئے اور اس کی حد درجہ غربت کا ماجرا بیان کیا۔ تین دن ہو چکے تھے کہ خانۂ حیدر میں بھی کھانے پینے کو کچھ وجود نہ تھا۔ علی و فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا خود بھی بھوکے تھے مگر اس فکر میں تھے کہ اس فقیر کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا جائے۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے پاس چاندی کا ایک ہار تھا جسے آپ کی چچازاد بہن (سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی بیٹی) نے تحفے کے طور پر دیا تھا۔ آپ نے وہ ہار اُتارا اور اس بوڑھے کو دیتے ہوئے فرمایا: اسے بیچ کر اپنی ضرورتوں کو پورا کر لو۔ وہ خوش ہو کر واپس آیا اور رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حضور آکر سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اشک جاری ہو گئے۔ اس بوڑھے نے ہار بیچنا چاہا تو سیدنا عمار بن یاسر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا نے اس سے پوچھا کہ کتنے میں بیچو گے؟ بوڑھے نے کہا کہ اتنے کھانے میں جس سے میرا پیٹ بھر جائے اور ایک لباس جس میں نماز پڑھ سکوں اور ایک دینار تا کہ سفر کے اخراجات پورے کر کے اپنے گھر لوٹ سکوں۔

سیدنا عمار رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے ایک غزوہ میں حاصل ہونے والے مال غنیمت کو بیچ کر کچھ روپے جمع کر رکھے تھے۔ انہوں نے بیس دینار اور دو سو درہم اس بوڑھے کو دیئے، اس کے ساتھ ایک جوڑا کپڑا، اپنی سواری اور ایک وقت کھانے کی دعوت بھی دی۔ وہ بوڑھا بہت خوش ہوا۔ اس نے سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کا شکریہ ادا کیا اور ہاتھ بلند کرتے ہوئے گویا ہوا۔ پالنے والے! تو فاطمہ (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا) کو اتنا کچھ دے دے جتنا نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہو اور نہ کسی کان نے سنا ہو۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس پر آمین کہا۔

سیدنا عمار رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے اس ہار کو مشک سے معطر کیا اور اسے ایک یمانی کپڑے میں لپیٹ کر سیدنا سہم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو دیتے ہوئے فرمایا کہ سیدہ کے پاس جا کر یہ ہار انہیں دے دینا، میں نے تجھے بھی انہیں بخش دیا، آج کے بعد تم سیدہ کے غلام ہو۔ سیدنا سہم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے احکام کی تعمیل کی۔ سیدہ فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا نے ہار لے لیا اور سیدنا سہم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو آزاد کر دیا۔ اپنی آزادی کا پروانہ لے کر وہ مسکرانے لگے کہ کیسا بابرکت ہار ہے جس نے ایک بھوکے کو سیر کیا، ایک برہنہ کو لباس عطا کیا، ایک فقیر کو مالدار بنایا، ایک غلام کو آزاد کیا اور آخر کار اپنے مالک کے پاس لوٹ آیا۔[1]

1۔ بشارۃ المصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لشیعۃ المرتضیٰ، علامہ محمد بن ابو القاسم عماد الدین الطبریؒ، موسسۃ النشر الاسلامی، قم، ص: 167

محنت کشوں کی آباد کاری اور روزگار کی فراہمی:

رسول کریم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ بحیثیت حکمران ایک مثال کا درجہ رکھتا ہے۔ مہاجرین رضی اللہ عنہم کا بے روزگاری کا مسئلہ جسے آپ ﷺ نے اس وقت کے حالات کی روشنی میں حل کیا، وہ آپ ﷺ کی پیغمبرانہ معاشی بصیرت کا روشن باب ہے۔ آپ ﷺ نے مواخات کے عمل سے بے روزگار مہاجرین رضی اللہ عنہم کو باروزگار انصار رضی اللہ عنہم کے ساتھ یوں جوڑا کہ ایک مہاجر اور ایک انصاری کا جوڑا بنا دیا۔ یہ مہاجر اپنے انصاری بھائیوں کے شریک کاروبار ہو گئے، بعض کھیتی باڑی میں اور بعض تجارت میں لگ گئے۔ اس طرح تمام افرادِ معاشرہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو گئے۔

اس موقع پر ایثار و قربانی اور للٰہیت و محبت کی وہ نادر مثالیں پیش ہوئیں کہ دُنیا کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز رہے گی۔ انصار نے نہ صرف گھر بار اور جائیدادیں تقسیم کر کے مہاجرین کے حوالے کر دیں بلکہ جس کی دو بیویاں تھیں، اس نے اپنے مہاجر بھائی کو کسی ایک کے اختیار کرنے کی پیش کش کر دی تاکہ وہ اسے طلاق دے دے اور یہ مہاجر بھائی اس سے شادی کر لے۔[1] اللہ تعالیٰ کو انصار کے ایمان اور جذبہ پر وہ پیار آیا، ایسی محبت ہوئی کہ اس نے انصار کی قربانیوں اور ایثار کی تعریف ان الفاظ میں کر کے قیامت تک کے لئے ان کے نام کو زندہ کر دیا۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾[2]

ترجمہ: اور ان کے لئے جنھوں نے اس گھر (یعنی مدینہ) میں اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی اور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کتنی ہی سخت حاجت ہو۔ بات یہ ہے کہ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب اور بامراد ہے۔

اس آیت کریمہ کے شان نزول میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم ﷺ نے بنو نضیر کے یہودیوں کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کرنے کے دن انصار سے فرمایا:

1۔ البدایۃ والنھایۃ، ص:5/284

2۔ سورۃ الحشر:59/9

"اگر پسند کرو تو اپنے مال اور گھر مہاجرین میں تقسیم کر دو اور ان اموال غنیمت میں ان کے ساتھ شریک ہو جاؤ اور اگر چاہو تو تمہارے اموال اور گھر تمہارے ہی رہیں اور ان اموال میں سے تمہیں کوئی چیز نہ دی جائے۔"

اس پر انصار نے عرض کیا:

"ہم اپنے اموال اور گھر بھی مہاجرین میں تقسیم کر دیتے ہیں اور اموال غنیمت میں بھی کچھ نہیں لیتے۔ ہم مہاجرین کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔"

اس پر مندرجہ بالا آیت کریمہ نازل ہوئی اور ان کے اس اعلیٰ جذبے کی تعریف و ستائش کی گئی۔[1] اس طرح بے روزگاری کا پریشان کن مسئلہ محنت کے بندھن سے حل ہو گیا۔ دینی اخوت کے اسی مستحکم جذبے نے مسلمانوں کو درپیش چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت عطا کی۔

خانۂ مزدور کو رونق بخشنا:

رسول کریم ﷺ جس طرح سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما اور دوسرے سرکردہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گھروں میں تشریف لے جاتے اسی طرح غریب محنت کش صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اپنے خدام کے گھروں میں بھی قدم رنجہ فرما کر ان کی حوصلہ افزائی کرتے۔ روایات میں ہے کہ رسول کریم ﷺ کے ایک پڑوسی درزی کے پیشے سے منسلک تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی، آپ ﷺ نے اسے شرف قبولیت سے نوازا۔ انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے روٹی، کدو کا شوربہ اور سوکھا گوشت پیش کیا۔[2]

اس سلسلے میں ہمیں آپ ﷺ کے ہاں کوئی تفریق اور تمیز نظر نہیں آتی۔ آپ ﷺ اپنے خادم انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حوصلہ افزائی اور عزت افزائی کی خاطر اکثر ان کے گھر تشریف لے جاتے اور ان کی دعوت قبول فرماتے۔

محنت کشوں کے لئے رہائشی انتظامات:

ہجرت کے بعد مہاجرین کی سب سے بڑی ضرورت رہائش کی تھی۔ "عقدِ مواخات" کے ذریعہ اگرچہ یہ مسئلہ خوش اسلوبی سے حل ہو گیا لیکن کچھ ہی مدت بعد مہاجرین اپنے مکانوں اور جھونپڑوں میں منتقل ہو گئے۔ یہ مکانات ان "قطاع" پر بنائے گئے تھے جو رسول اللہ ﷺ نے انصار مدینہ کی موہوبہ اراضی یا افتادہ زمینوں سے عطا کئے

1۔ علامہ ابو علی فضل بن حسن بن فضل الطبرسیؒ، مجمع البیان، شرکۃ المعارف الاسلامیہ، تہران، 1379ھ، ص:9/260

2۔ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ذکر الخیاط، حدیث:2092

تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ہجرت کے فوراً بعد مسجد کی تعمیر کے ساتھ ساتھ غریب و نادار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت کے لئے رہائش کا انتظام کیا۔ یہ جگہ صُفہ کے نام سے معروف ہے جو رات کے وقت اقامت گاہ بن جاتی اور دن کے وقت ایک لیکچر ہال، جہاں ہر کوئی بیٹھنے اور حصولِ علم کے لئے آزاد تھا۔ صُفّہ میں بسنے والے محنت کش انتہائی نادار اور مفلس تھے اس لئے ان میں سے بعض لوگ دن میں شیریں پانی بھر لاتے، جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتے اور ان کو بیچ کر جو آمدنی ہوتی اس سے اپنے مصارف پورے کرتے تھے۔

محنت کشوں کے لئے خورد و نوش کا انتظام:

عہد نبوی میں تمام محنت کش اپنی روزی روٹی کا انتظام خود کرتے تھے مگر ناداری کے سبب کبھی کبھی دوسروں کے گھر دعوت کھانے پر مجبور ہو جاتے۔ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ و معمول تھا کہ ان کے کھانے پینے کی فکر کرتے تھے۔ محنت کشوں کو مختلف اوقات میں اپنے گھر لے جا کر کھانے پینے کی چیزوں سے تواضع کرنے کے کئی واقعات کتب سیرت میں ملتے ہیں۔

سیدنا طحفہ بن قیس غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن سب نادار محنت کش، دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم ہو گئے مگر پھر بھی پانچ افراد بچ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر چلو اور جب ہم وہاں پہنچے تو آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کھانا کھلانے کو فرمایا۔ اُم المومنین حریرہ (حیسہ) لائیں، وہ ہم نے کھایا۔ پھر فرمائشِ نبوی پر دودھ کا پیالہ (عس) اور آخر میں ایک دودھ کا قدحہ لائیں اور ہم نے دودھ نوش کیا۔ روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا باری باری سے کھانے پینے کا سامان بنفس نفیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے لاتی رہتی تھیں۔ ایک بار مہمانوں کو حشیشہ نامی کھانا کھلایا تھا۔(1)

رسول کریم ﷺ نے محنت کشوں کے لئے مدینہ منورہ میں میٹھے پانی کا بھی سرکاری سطح پر انتظام فرمایا چنانچہ آپ ﷺ کی خواہش پر سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے چار ہزار دینار میں "بئر رومہ" جو مدینہ منورہ کے کنوؤں میں سب سے میٹھا پانی رکھتا تھا مسلمانوں کے لئے خرید کر وقف کر دیا۔ اس کے علاوہ بھی دیگر کنویں آپ ﷺ کے حکم سے تیار

1۔ أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہم، ص:3/68

کئے گئے۔[1] اسی طرح صاحبانِ ثروت کو یہ ہدایات جاری کی گئیں کہ اپنے باغات سے کھجوروں کے بہترین خوشے نادار و غریب محنت کشوں کے لئے پیش کریں۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جن حضرات کے باغات ہیں وہ اپنے ہر دس خوشوں میں سے ایک خوشہ مساکین کے لئے مسجد میں لایا کریں۔"[2]

امام ابن النجارؒ اپنی کتاب "اخبار المدینہ" میں فرماتے ہیں:

"انصار باوقار اپنے باغات سے فقراء و مساکین کے لئے کھجور کے خوشے لاکر سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش فرماتے، جو ان کے نگران اور منتظم تھے۔ وہ ان خوشوں کو مسجد نبوی میں دو ستونوں سے بندھی ہوئی ایک رسی سے لٹکا دیتے۔ جنہیں نادار صحابہ رضی اللہ عنہم چھڑی سے جھاڑ کر بوقت ضرورت تناول کرتے تھے۔"[3]

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ رقمطراز ہیں کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب اپنی انتہائی فیاضی کے سبب مقروض ہو گئے اور قرض کی ادائیگی کے سلسلے میں انہیں اپنا مکان تک فروخت کر دینا پڑا، تو انہیں بھی (دیگر محنت کشوں کی طرح) رہنے کے لئے صُفَّہ میں جگہ دی گئی اور علاوہ اور چیزوں کے ان پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی کہ وہ (کھجوروں کے) ان خوشوں کی نگرانی کریں (جو انصار تحفہ کے طور پر لا کر ناداروں کیلئے صُفَّہ میں لٹکا دیتے تھے)۔[4]

تفریحی سرگرمیوں کا اہتمام:

دشمن کے مقابلہ اور دفاعی و حفاظتی اقدامات کے تحت فنونِ حرب کو ترقی دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لوگوں کو ورزش کی ترغیب دیتے، نشانہ بازی کی مشق کی بھی تشویق دلاتے، خود بھی وہاں جاتے اور اپنے سامنے گھڑ دوڑ کراتے۔ مقریزیؒ نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانچ اوّل آنے والے گھوڑوں کو انعام دیا کرتے تھے اور یہ انعام کبھی کھجور کی صورت میں ہوتے اور کبھی کسی اور چیز کی صورت میں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیاروں، گھوڑوں اور اُونٹوں کے خریدنے کی طرف بھی توجہ فرمائی۔

1۔ اسلامی فلاحی ریاست اور اس کے تقاضے، پروفیسر سید از کیا ہاشمی، مقالات سیرت، قومی سیرت کانفرنس، 1412ھ، وزارت مذہبی امور، حکومت پاکستان، ص:401

2۔ طحاوی شریف، ص:2/73

3۔ اخبار مدینہ، امام ابن نجارؒ، مطبوعہ مصر، 1388ھ، ص:۸۸

4۔ اسلامی ریاست، ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ، مکتبہ خلیل، لاہور، سن ندارد، ص:129

بے روزگاروں کو محنت کشی کی ترغیب:

اسلام معاشرے کے ہر شخص سے مطالبہ کرتا ہے کہ جب قدرت کا اتنا بڑا کارخانہ صرف اس کے لئے حرکت و عمل میں مصروف ہے تو اس کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ خود بھی اپنے ہاتھ پاؤں کو حرکت دے، محنت سے گریز نہ کرے اور قرب وجوار میں چل پھر کر اپنی روزی خود تلاش کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ﴾ (1)

ترجمہ: وہ ایسا منعم ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر کیا، سو تم اس کے راستوں میں چلو پھرو اور اللہ کی روزی میں سے (جو زمین میں پیدا کی ہے) کھاؤ پیو۔

رسول کریم ﷺ نے بحیثیت حکمران، بے روزگاری اور گداگری کا کوئی وقتی علاج نہیں کیا، نہ ان مسائل و مشکلات سے چشم پوشی فرمائی اور نہ صرف دوسروں کو نصیحت کرنے یا ڈانٹ ڈپٹ کرنے پر اکتفا فرمایا، بلکہ ان چیزوں سے ہٹ کر آپ ﷺ نے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے خود ان لوگوں کو تیار کیا اور اشتراک و تعاون اور معاش کی ایسی مثالیں قائم فرمائیں جس سے انسانیت پہلی بار رُوشناس ہوئی۔

ایک مرتبہ ایک بے روزگار انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں آکر سوال کیا۔ آپ ﷺ نے (غالباً یہ خیال فرما کر کہ اس محترم صحابی رضی اللہ عنہ کو سوال کرنے کی عادت نہ پڑ جائے اور یوں ان کی انسانی صلاحیتیں بے کار نہ ہو جائیں) ان سے دریافت فرمایا کہ کیا ان کے پاس کوئی اپنی چیز ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں ایک کمبل ہے جس کا کچھ حصہ اوڑھ لیتا ہوں کچھ حصہ پہن لیتا ہوں، اس کے علاوہ ایک پیالہ بھی ہے جس سے پانی پیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہی کو لے آؤ۔ چنانچہ وہ لے آئے۔ آپ ﷺ نے دونوں چیزیں لے کر ان کا ہراج کرنا شروع کیا۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے ایک درہم دینا چاہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی اس پر بڑھائے۔ ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ نے دو درہم میں خریدنا چاہا۔ آپ ﷺ نے وہ دو درہم سوال کرنے والے بے روزگار انصاری رضی اللہ عنہ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا: ایک درہم سے کلہاڑی خرید کر لاؤ۔ وہ کلہاڑی لائے تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس میں دستہ ٹھونکا اور انصاری کے حوالے کر کے فرمایا: اس سے جنگل میں جا کر لکڑی کاٹو اور میں چاہتا ہوں کہ تمہیں پندرہ دن نہ دیکھوں۔ چنانچہ اُنہوں نے یہی کیا۔ پندرہ روز بعد رسول کریم ﷺ سے ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے حال دریافت کیا۔ انہوں نے عرض کیا

1۔ سورۃ الملک:67/ 15

کہ اس دوران مجھے دس دینار کی آمدنی ہوئی۔ جن میں سے چند درہم کے کپڑے اور چند درہم کا اناج خرید لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"یہ اس سے بہتر ہے کہ تم کسی سے بھیک مانگو اور قیامت کے دن رسوائی اُٹھاؤ۔ سوال کرنا بس تین حالتوں میں درست ہے، سخت افلاس یا قرض میں یا خون ناحق کے تاوان میں۔"[1]

رسول کریم ﷺ اس محترم صحابی رضی اللہ عنہ کو یوں بھی امداد کر سکتے تھے، مگر آپ ﷺ ایک دانا مربی تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی تربیت کے لئے اور ساری اُمت کے کام کی استعداد رکھنے والوں کو درس دیا کہ گداگری کی بجائے اپنا سامان بیچ کر کھاؤ اور محنت کر کے کماؤ۔ آپ ﷺ نے ایسے ہی ایک دوسرے موقع پر فرمایا:

((لان یاخذ احدکم حبله فیاتي بحزمة الحطب علی ظهره فیبیعها فیکف الله بها وجهه، خیر له من ان یسال الناس اعطوه او رمنعوه)) [2]

ترجمہ: اگر کوئی اپنی رسی اُٹھائے اور لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے، اس کو بیچے اور اللہ اس کے ذریعے اس کی آبرو بچائے رکھے تو یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے کہ وہ دیں یا نہ دیں۔

اسلام مسلسل جدوجہد اور سخت کوشی کا مذہب ہے۔ یہاں عزت نفس اور غیرت کی زندگی گزارنے کے لئے صدقہ لینا بھی قابل ستائش نہیں سمجھا گیا۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

((الصدقة تمیت القلب)) [3]

ترجمہ: صدقہ دل (کے جوانمردی کے احساسات) کی موت ہے۔

نیز آپ ﷺ نے اُمت کو تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

((طلب الکسب فریضة علی کل مسلم)) [4]

ترجمہ: روزگار تلاش کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

1۔ سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب بیع المزایدہ، حدیث: 2198 (اسے امام البانیؒ نے حسن قرار دیا ہے)

2۔ صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسالۃ، حدیث: 1471

3۔ نہج الحکمۃ، کلمات قصار، ص 347

4۔ المبسوط، ص: 10 / 92 وطبقات الکبریٰ، ص: 3 / 154

جوانمردی اور جفاکشی کی زندگی گزار کر عزت نفس برقرار رکھنے والے آپ ﷺ کے پاکیزہ نظریات نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طبائع میں انقلاب برپا کر دیا تھا وہ سوال کرنا بڑا گناہ تصور کرنے لگ گئے تھے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عالم تھا کہ اگر سوار ہوتے اور کوڑا گر جاتا تو سوال کا بار اٹھانے کی بجائے خود اُترتے اور کوڑا اُٹھاتے۔

محنت کشوں کی معاشی پریشانیوں کا مداوا:

ایک مرتبہ مہاجرین کی برہنہ پا اور برہنہ تن جماعت رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ ہر شخص کے بدن پر صرف ایک چادر تھی اور گلے میں ایک تلوار حمائل تھی۔ آپ ﷺ ان کی پریشان حالی دیکھ کر بے قرار ہو گئے، چہرۂ انور کا رنگ متغیر ہو گیا، سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ فوراً اذان دے کر لوگوں کو اکٹھا کریں۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں ان غم کے ماروں کی مدد کی تلقین فرمائی۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ ایک انصاری رضی اللہ عنہ اُٹھے اور اتنا بڑا توڑا جو وہ اٹھا بھی نہ سکتے تھے لا کر آپ ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔ اسی طرح دیگر مخیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا اور یوں آن کی آن میں اللہ تعالیٰ نے ان مفلوک الحال محنت کشوں کی معاشی پریشانی کا حل فرما دیا۔

اسلامی اصولِ مساوات کی تعلیم وتربیت:

اسلام نے رنگ و نسل، مال و منال اور حسن و جمال کو کسی بھی درجہ میں وجہ امتیاز نہیں بتایا۔ یہ تمام اشیاء و خوبیاں اللہ تعالیٰ کی دین ہیں اور ان کو وجہ فخر و امتیاز بنانا دماغی خرابی کی علامت ہے۔ رسول کریم ﷺ نے محنت کشوں کو سکھایا کہ سب انسان برابر ہیں، اپنی معاشی ضروریات میں بھی اور قانون کی نگاہ میں بھی۔

سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ میں اور سیدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ میں تکرار ہو گئی۔ ان کی والدہ عجمی تھی۔ میں نے ان کو "یابن السودا!" (اے کالی ماں کے بیٹے!) کہہ کر طعنہ دیا۔ انہوں نے یہ بات جا کر رسول اللہ ﷺ کو بتا دی۔ آپ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے اس سے جھگڑا کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! پوچھا کیا تم نے اسے اس کی ماں کی وجہ سے طعنہ دیا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((انک امرؤ فیک جاھلیۃ, قلت علیٰ حین ساعتی ھذہ من کبر السن؟ قال نعم ما ذھبت اعرابیتک بعد)) [1]

ترجمہ: تم ایسے آدمی ہو کہ تمہارے اندر ابھی تک جاہلیت کی بو باقی ہے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا اس بڑھاپے میں بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، ابھی تک تمہارا گنوارپن زائل نہیں ہوا۔"

1۔ مسند أحمد، مسند سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ، ص: 5/ 161

سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی سن کر اس طرح معذرت کا انداز اپناتے ہیں کہ رُخسار کے بل زمین پر لیٹ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک بلال رضی اللہ عنہ میرے رُخسار پر اپنا پاؤں نہ رکھیں گے، مٹی سے نہ اُٹھوں گا۔ [1] اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ ایک دن مسجد نبوی میں موجود تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ نہ جانے دل میں کیا خیال گزرا، غالباً محنت کش ابو ذر رضی اللہ عنہ کی تربیت مطلوب تھی، دریافت فرمایا: اے ابو ذر رضی اللہ عنہ! اس مسجد میں بھلا سب سے بلند رتبہ شخص کون ہے؟

ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کی طرف اشارہ کر دیا جو زرق برق لباس میں ملبوس تھا اور اس پر امارت اور معاشی خوشحالی کے آثار نمایاں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، پھر فرمایا: ابو ذر رضی اللہ عنہ! اچھا اب اس مسجد میں ایسا شخص بتاؤ جو سب سے کم تر درجہ کا ہو۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کی طرف اشارہ کر دیا جو پھٹے پرانے کپڑے پہنے ایک طرف بیٹھا تھا۔ نہ کوئی اس سے بات کرتا، نہ اس کی طرف التفات کرتا۔ اس پر غربت، پریشان حالی اور معاشی دُکھوں کے آثار نمایاں تھے۔ میرے یہ دونوں جواب سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ کی قسم! قیامت کے روز اس چیتھڑوں میں لپٹے ہوئے کا وزن نیکی اور بھلائی میں اس جیسوں (یعنی قیمتی لباس میں ملبوس رہنے والوں) سے تمام زمین کے وزن کے برابر زیادہ ہو گا۔" [2]

اشعری قبیلہ کے اصولِ مساوات کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف میں فرمایا:

((ان الاشعریین اذا ارملوا فی الغذو وفنی زادھم او قل طعام عیالھم بالمدینۃ جمعوا ما کان عندھم فی ثوب واحد ثم اقتسموا بینھم فی اناء واحد بالسویۃ بینھم فھم منی وانا منھم)) [3]

ترجمہ: اشعری قبیلہ کے لوگوں کی عادت ہے کہ جب وہ جنگ (ہنگامی حالت) کے لئے روانہ ہوتے ہیں اور ان کا زادِ راہ ختم ہونے کو آئے یا مدینہ میں رہتے ہوئے ان میں غذائی اشیاء کی قلت محسوس ہو تو جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے اسے ایک کپڑے میں اکٹھا کر لیتے ہیں پھر ایک برتن کے ساتھ اسے آپس میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔ وہ (اپنے اس ایثار کی بنا پر) مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔

گداگروں اور بھکاریوں کو تنبیہ:

1۔ فتح الباری، ص: 1/ 87

2۔ مسند أحمد، مسند سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ، ص: 5/ 161

3۔ صحیح فضائل اعمال، ص344

بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو زکوٰۃ اور خیرات جمع کرنے کو پیشہ بنا لیتے ہیں اور پھر انہیں مانگنے کی اس قدر لت پڑ جاتی ہے کہ وہ نہ کوئی کام کرنا پسند کرتے ہیں اور نہ مانگنے میں کسی قسم کی شرم و حیا محسوس کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب جسم کے اچھے اور ہاتھ پاؤں کے تندرست ہوتے ہیں اور کمانے کی پوری صلاحیت ان کے اندر موجود ہوتی ہے۔ ایسے لوگ اپنی غریبی کا جھوٹا رونا رو کر، چاپلوسی، جی حضوری اور خوشامد کا سہارا لے کر مالداروں کے گرد منڈلاتے ہیں اور بھیک کے ٹکڑوں پر گزارہ کرتے ہیں لیکن محنت کشی ہر گز گوارا نہیں کرتے۔ اسی قسم کے دو آدمی ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زکوٰۃ کے فنڈ سے کچھ رقم بطور امداد طلب کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لاحظ فيها لغني ولا لقوي مكتسب)) [1]

ترجمہ: وہ شخص زکوٰۃ کا مستحق نہیں جو طاقت ور ہو اور کمانے کی صلاحیت رکھتا ہو یا یہ کہ اس کے پاس سرمایہ ہو۔

یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے کام سے جی چرانے اور سستی اور کاہلی کرنے والوں کو صدقہ و خیرات سے ہمیشہ دور رکھا تاکہ یہ اپنی حیثیت کے مطابق کسی روزگار سے لگے رہیں۔ روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کے پاس آکر سوال کیا۔ آپ ﷺ نے مرحمت فرمایا، پھر جب اس نے گھر کی دہلیز پر قدم رکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((لو تعلمون ما في المسئلة ما مشى احد الى احد يساله شيئا)) [2]

ترجمہ: مانگنے کی خرابی لوگ جان لیں تو کسی کے دروازے پر جانے کی ہرگز ہمت نہ کریں۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

((لا يفتح عبد باب مسئلة الا فتح الله عليه باب فقر)) [3]

ترجمہ: جس نے بھیک مانگنے کا راستہ اختیار کیا اللہ تعالیٰ اس کے لئے غریبی اور افلاس کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔

سیدنا عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک موقع پر گداگری اور بھیک مانگنے کے نقصانات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

((من سال مسالة وهو عنها غنيٌ كانت شينا في وجهه يوم القيامة)) [4]

ترجمہ: جس نے بلاضرورت سوال کیا، اس کا اثر قیامت کے روز اس کے چہرے پر ہو گا۔

1۔ سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب من یعطی من الصدقۃ وحدّ الغنی، حدیث: 1633 (امام البانیؒ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔)

2۔ سنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب سوال الصالحین، حدیث: 2587 (امام البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔)

3۔ مسند أحمد، مسند الشامیین، حدیث یعلی بن مرۃ، حدیث: 17570

4۔ مسند أحمد، مسند عبد اللہ بن بریدہ، حدیث: 21914

بلاضرورت سوال کرنے والوں کو یہ تنبیہ بھی فرمائی گئی:

((المسائل كدوح يكدح بها الرجل وجهه فمن شاء ابقى على وجهه ومن شاء ترك الا ان يسال الرجل ذاسلطان أوفى أمر لا يجدمنه ابدا)) [1]

ترجمہ: سوال کرنا خراش کے ہم معنی ہے۔ جو کوئی سوال کرتا ہے وہ اپنا چہرہ نوچتا ہے۔ لہٰذا جو چاہے اسے باقی رکھے یا چاہے ترک کردے۔ البتہ یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ کسی صاحبِ اقتدار سے مانگے یا سخت مجبوری کے تحت مانگے۔

دراصل اس قدر پیش بندی اور احتیاط کی وجہ یہ ہے جیسا کہ امام ابن قیمؒ نے فرمایا: لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا اللہ کے ساتھ، اس کے بندوں کے ساتھ اور خود اپنے ساتھ زیادتی اور ناانصافی کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ناانصافی اس طرح ہوگی کہ سائل غیر اللہ سے مدد کا طالب ہوگا۔ غیروں کے سامنے اپنی بے چارگی اور غربت ظاہر کرے گا اور اللہ کی ذات سے اس کا اعتماد ہٹ جائے گا۔ بندوں کے ساتھ ناانصافی اس طرح ہوگی کہ دینے کی صورت میں وہ زیر بار ہوں گے اور نہ دینے کی صورت میں ہدفِ ملامت بنیں گے یا خود شرمندہ اور نادم ہوں گے۔ خود اپنے ساتھ ناانصافی اس طرح ہوگی کہ سائل اپنے جیسی مخلوق کے سامنے اپنی خودی کو مجروح کرے گا، صبر و شکیبائی، اللہ پر توکل اور بندوں سے بے نیازی کو ایک طرف ڈال کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کو بطور پیشہ اختیار کرے گا۔ [2]

محنت کشوں کو لباس نبوی عطا ہونا:

نادار محنت کشوں کے بارے میں رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((هم اخوانكم، جعلهم الله تحت ايديكم، فاطعموهم مما تاكلون وألبسوهم مماتلبسون)) [3]

ترجمہ: وہ تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے ماتحت بنایا ہے، پس جو تم کھاتے ہو اس سے انہیں بھی کھلاؤ اور جو تم پہنتے ہو اس سے انہیں بھی پہناؤ۔"

عبید اللہ بن مغیرہؓ کا بیان ہے کہ حکیم بن حزام نے یزن کا بنا ہوا ایک قیمتی حُلہ بطور ہدیہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جو انہوں نے پچاس دینار میں خریدا تھا، مگر چونکہ حکیم بن حزام اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے

1۔ مسند أحمد، مسند عبد الرحمٰن بن سمرة القرشی، حدیث: 19707

2۔ مدارج السالکین فی شرح منازل السائرین، امام ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن قیم الزرعي الدمشقی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1414ھ، ص:1 / 232۔233

3۔ صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المعاصی من امر الجاهلیة، حدیث:30

تھے اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا: ہم مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتے۔ اب چونکہ تم یہ حُلہ لائے ہو تو ہم اس کو قیمتاً خریدیں گے۔ اس طرح آپ ﷺ نے قیمت دے کر جوڑے کو لیا اور زیب تن فرما کر جمعہ کے خطبہ کے لئے منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ خطبہ جمعہ کے بعد قیمتی حُلہ آپ ﷺ نے سیدنا اُسامہ رضی اللہ عنہ کو پہنا دیا۔[1]

روایات میں ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ دو پیراہن خریدے جن میں سے ایک کی قیمت تین درہم اور دوسرے کی بارہ درہم تھی۔ آپ نے سستا پیراہن خود زیب تن کر لیا اور مہنگا اپنے خادم قنبرؒ کو دے دیا۔ قنبرؒ نے عرض کیا: آپ کے لئے یہ پیراہن زیادہ مناسب ہے کیونکہ آپ منبر پر تشریف لے جاتے ہیں اور لوگوں سے خطاب فرماتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: اے قنبرؒ! تم جوان ہو اور تم میں ابھی جوانی کا سرور باقی ہے۔ مجھے تم پر لباس کے بارے میں فوقیت چاہتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو خود پہنو وہی اپنے غلاموں اور خدمتگاروں کو بھی پہناؤ اور جو خود کھاؤ وہی اُنہیں بھی دو۔

محنت کشوں کو ملامت سے اجتناب:

محنت کش و مزدور اور غلام بھی آخر انسان ہوتے ہیں، بتقاضائے بشریت غلطی کا ارتکاب کر بیٹھنا ان کی فطرت میں داخل ہے۔ رسول کریم ﷺ نے ان کی اس فطری کمزوری کو ہمیشہ مد نظر رکھا۔ دُنیاوی معاملات اور کام کاج کے سلسلے میں آپ ﷺ نے کسی ملازم پر سختی نہ فرمائی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((ماضرب رسول اللہ ﷺ خادما و لا امراۃ قط))[2]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی کسی خادم یا عورت کو نہ مارا۔

ایک آدمی بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا اور پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! آخر ہم لوگ اپنے خادم سے کتنی مرتبہ درگزر کریں۔ آپ ﷺ خاموش رہے۔ اس نے دوبارہ پوچھا تو بھی آپ ﷺ خاموش رہے۔ جب اس نے تیسری مرتبہ بھی یہی سوال دُہرایا تو فرمایا:

((اعفوا عنہ فی کل یوم سبعین مرۃ))[3]

ترجمہ: اس سے دن میں ستر مرتبہ بھی درگزر کرنا پڑے تو درگزر کرو۔

1۔ سیر اعلام النبلاء، ص:2 / 360

2۔ الطبقات الکبریٰ، ص:1 / 367

3۔ سنن النبی ﷺ، علامہ محمد حسین طباطبائی، ص 151

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ کسی بھی دُنیوی معاملے اور کام کے سلسلے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میری ملامت نہ فرمائی اور اگر میری غلطی پر کبھی گھر کے دوسرے فرد نے ملامت کی تو فرماتے:

((دعه وماقدر فهو کائن او ماقضیٰ فهو کائن)) [1]

ترجمہ: اسے کچھ نہ کہو جو کچھ ہونا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔

محنت کش انصاری خاندان کی مدد:

ایک انصاری محنت کش خاندان کے پاس ایک اونٹ تھا جس سے بار برداری اور کنویں سے پانی نکالنے کا کام لیتے تھے۔ وہ اونٹ سرکش ہو گیا اور ان کا کاروبار زندگی بری طرح متاثر ہوا حتیٰ کہ فصلیں اور کھجوریں خشک ہو گئیں۔ چونکہ وہ غریب تھے اس لئے دوسرا اونٹ خریدنے کی سکت بھی نہ تھی۔ مجبوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ چل پڑے۔ باغ میں قدم رکھا تو دیکھا کہ اونٹ ایک کنارے پر الگ تھلگ کھڑا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف بڑھے تو خوف کے مارے انصاریوں کے دل دھڑکنے لگے مبادا اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچا دے۔ وہ چلائے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ اُونٹ تو باؤلے کتے کی طرح وحشی ہو چکا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں۔ جونہی اُونٹ کی نگاہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑنا شروع کر دیا اور قریب پہنچ کر سجدہ کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گر پڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پیشانی سے پکڑا اور اطمینان سے اس کی ناک میں نکیل ڈالی، پھر اسے باندھ دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بڑی حیرت ہوئی اور عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نادان ہونے کے باوجود ایک بے سمجھ جانور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سجدہ کرنے کے لئے گر پڑا ہے۔ ہم تو انسان اور صاحب عقل و دانش ہیں، ہمیں تو بالاولیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سربسجود ہو جانا چاہیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاً فرمایا:

"کسی انسان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی پیشانی کسی بشر کے آگے جھکائے، اگر کسی انسان کو کسی انسان کے لئے سجدے کی اجازت ہوتی تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کے سامنے سربسجود ہو جائے، اس لئے کہ خاوند کے بیوی پر بہت سے حقوق ہیں۔" [2]

1۔ الانوار فی شمائل النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم، امام ابو محمد حسین بن مسعود البغویؒ، تحقیق، ابراہیم یعقوبی، دار المکتبی، دمشق، 1999ء، ص:163

2۔ دلائل النبوۃ، امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ شافعی اصفہانیؒ، دار النفائس، بیروت، ایڈیشن: ۲، 1986ء، ص: 2/ 385

تنگ دست محنت کشوں کو تسبیحات کی تلقین:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دُنیا مجھ سے دور ہو گئی اور پیچھے ہٹ گئی ہے (بہت غربت اور تنگ دستی لاحق ہو گئی ہے)۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم فرشتوں اور خلائق کی اس تسبیح سے کہاں غافل ہو جس کے ذریعہ ان کو رزق دیا جاتا ہے اسے علی الصبح سو مرتبہ پڑھ لیا کرو:

((سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم، استغفر اللہ))

دُنیا تمہارے پاس ذلیل ہو کر آئے گی۔ چنانچہ کچھ ہی دن بعد وہ شخص آیا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دُنیا بہت آگئی ہے اسے کہاں خرچ کروں۔ [1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا کہ ایک انصاری جو غربت مال اور مرض سے حد درجہ پریشان تھے ان سے ملاقات ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کیا بات ہے ایسی حالت کیوں ہے؟ کہنے لگے تنگ دستی اور امراض کی وجہ سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ کو وہ دُعا نہ بتا دوں جس کے پڑھنے سے تنگ دستی اور امراض دور ہو جائیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں بھی وہ دعا سکھا دیجئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تعلیم فرمائی:

((توکلت علی الحي الذی لا یموت و الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا و لم یکن لہ شریک فی الملک و لم یکن لہ ولی من الذل و کبرہ تکبیرا)) [2]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چند دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کیا بات ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! بہت اچھی حالت میں دیکھ رہا ہوں؟"

میں نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دُعا سکھائی تھی اسی کی وجہ سے۔

محنت کشوں کی خواہشات کا احترام:

سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رات بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی (کے انداز میں سرکاری عہدہ لینے کی درخواست) کرتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ میری درخواست یہی رہی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے

1۔ سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ص:10 / 227

2۔ کتاب الدعاء، امام سلیمان بن احمد طبرانیؒ، تحقیق، مصطفیٰ عبد القادر عطا، دار الکتب العملیہ، بیروت، ص:3 / 128

بھی گورنر (حکمران) بنادیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر رضی اللہ عنہ! یہ امانتداری کا عہدہ ہے اور اگر اس کی پاسداری نہ کی گئی تو قیامت کے دن حسرت اور ندامت ہوگی البتہ جس نے اس کے حق کو پہچانا اور اس کے واجبات کو ادا کیا۔[1] ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((یااباذر! انی اراک ضعیفا وانی احب لک مااحب لنفسی)) [2]

ترجمہ: اے ابوذر رضی اللہ عنہ! میں تمہیں کمزور سمجھتا ہوں (کہ تو گورنری کا بار اٹھانہ سکے) اور میں تمہارے لئے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں (یعنی کہ ان کی ندامت اور رسوائی سے بچنا)۔

آخر وہ دن بھی آیا کہ اس محنت کش صحابی کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی جگہ مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام اور امام مقرر فرمایا۔ جب ۷ ہجری میں آپ ﷺ غزوہ ذات الرقاع میں تشریف لے گئے۔[3] یہ سب کچھ اس پیش بندی کے لئے تھا کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ آئندہ چل کر گورنری مانگیں گے اور جب انہیں نہ دی جائے تو شاید دل برداشتہ ہوں تو انہیں کہا جاسکے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ! تم تو میری جگہ مدینہ منورہ کے حاکم رہ چکے ہو، اب کسی اور علاقہ یا شہر کی گورنری کی کیا حیثیت؟

اسی طرح ایک روایت امام ابن ابی حاتمؒ اپنی سند سے سدیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک کے لئے تشریف لے گئے اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب بنایا اور ساتھ نہیں لے گئے تو منافقوں نے باتیں بنائیں اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کسی ناراضگی کی وجہ سے ان کو ساتھ نہیں لے گئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ (ان کے اس رد عمل پر) راستہ میں رسول اللہ ﷺ سے جاملے اور منافقوں کی باتوں سے آپ ﷺ کو باخبر کیا۔ آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب (سیدنا) موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے پاس گئے تو انہوں نے (سیدنا) ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنایا تھا اور میں نے اپنے بعد تمہیں خلیفہ بنایا ہے۔ کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسا کہ (سیدنا) ہارون علیہ السلام، (سیدنا) موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے؟ ہاں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں راضی ہوں۔ (راوی بیان کرتا ہے):

((فلمّا رجع استقبله علیٰ فاردفه النبی ﷺ خلفه و قال لعن اللہ المنافقین و المخالفین)) [4]

1۔ کتاب الاموال، امام ابوعبید قاسم بن سلامؒ، ص:۱۱

2۔ طبقات الکبریٰ، ص:4/ 231

3۔ زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، امام ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن قیم الدمشقیؒ موسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1986ء، ص:1/ 12

4۔ تفسیر ابن ابی حاتم، امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ابی حاتم الرازیؒ، مکتبۃ نزار مصطفی الباز، مکۃ المکرمۃ، 1417ھ، ص:6/ 1865

ترجمہ: جب رسول اللہ ﷺ (غزوہ تبوک سے) واپس تشریف لائے تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا استقبال کیا، نبی کریم ﷺ نے ان کو اپنے پیچھے سوار کر لیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ منافقوں اور مخالفوں پر لعنت فرمائے۔

غیر مسلم محنت کشوں کی فلاح وبہبود:

اسلام اعلیٰ اخلاق و کردار اور امن و آشتی کا حامل وہ آخری دین ہے جس کے دامنِ رحمت میں اپنے پرائے سب محفوظ و مامون ہیں۔ اسلام نہ صرف اپنے پیروکاروں کی فلاح و بہبود چاہتا ہے بلکہ اسلامی ریاست کی حدود میں رہنے والے غیر مسلموں کی فلاح و بہبود کی بھی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں مسلم ریاست کے غیر مسلم محنت کشوں کے حقوق مسلم محنت کشوں کی طرح ہی ہیں۔ بحیثیت انسان ان میں کوئی فرق نہیں۔

اسلام ہر ایک کی فلاح و خوش بختی چاہتا ہے کہ لوگ جائز طریقوں سے ہاتھ آنے والی خیر و برکت سے فائدہ اٹھائیں بشرطیکہ وہ ان فوائد کو اسلام اور انسانیت کے خلاف جنگ میں بروئے کار نہ لائیں اور انہیں مخالفت و مخاصمت کی بنیاد نہ بنائیں۔ نبی کریم ﷺ نے غیر مسلم محنت کشوں کی بہبود کو بھی خصوصی اہمیت دی۔ آپ ﷺ نے غیر مسلم محنت کشوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا اور ان کو ظلم و زیادتی سے تحفظ کی ضمانت دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((الا من ظلم معاهدا أو انتقصه، أو كلفه فوق طاقته، أو أخذ منه شيئا بغير طيب نفس، فانا حجيجه يوم القيامة)) (1)

ترجمہ: خبردار! جس نے کسی غیر مسلم شہری پر ظلم کیا یا اس کا حق مارا یا اس پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈالا یا اس کی دلی رضامندی کے بغیر کوئی چیز اس سے چھین لی تو قیامت کے دن میں اس کی طرف سے جھگڑا کروں گا۔

امام ابو عبید قاسم بن سلام، ابن زنجویہ، ابن سعد اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہم نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ آپ ﷺ کے معاہدے کی یہ شق نقل کی ہے:

((ولنجران وحاشيتها جوار الله وذمة محمد رسول الله ﷺ على أموالهم وأنفسهم وأرضهم وملتهم، وغائبهم وشاهدهم، وعشيرتهم وبيعهم، وكل ماتحت أيديهم من قليل أو كثير)) (2)

1۔ سنن ابی داؤد، کتاب الخراج والامارۃ والفیء، باب فی تعشیر اهل الذمۃ، حدیث: 3052 (امام البانیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

2۔ کتاب الاموال، امام حمید بن زنجویہؒ، مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیۃ، الریاض، 1406ھ، ص: 449 - 450 و الطبقات الکبریٰ، ص: 1/288

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ اہل نجران اور ان کے حلیفوں کے لئے ان کے مالوں، ان کی جانوں، ان کی زمینوں، ان کے دین، ان کے غیر موجود و موجود افراد، ان کے خاندان کے افراد، ان کی عبادت گاہوں اور جو کچھ بھی ان کے ہاتھوں میں ہے، تھوڑا یا زیادہ، ہر شے کی حفاظت کے ضامن اور ذمہ دار ہیں۔

ایک مرتبہ ایک یہودی لڑکا جو آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا بیمار ہو گیا۔ آپ ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ اس کے سر کے قریب بیٹھے اور نور نبوت سے دیکھ لیا کہ یہ اس مرض سے نہیں بچے گا۔ آپ ﷺ کی تو بڑے بڑے مخالف اور دشمن کے بارے میں یہ خواہش ہوتی تھی کہ وہ ایمان لے آئے اور یوں آخرت کے عذاب سے بچ جائے۔ اپنے اس خادم کے بارے میں یہ خواہش کیوں نہ ہوتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹا اب تو اسلام قبول کر لو۔ اس لڑکے نے مشورہ کی نگاہوں سے اپنے باپ کی طرف دیکھا تو اس نے کہا تم ابو القاسم ﷺ کی بات مان لو۔ چنانچہ وہ اسلام لے آیا۔ کلمۂ شہادت پڑھ چکا تو اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ آپ ﷺ کو اس کے کلمہ پڑھ لینے سے بہت خوشی ہوئی۔ باہر نکلے تو آپ ﷺ کی زبان اقدس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا جاری تھی اور فرما رہے تھے: سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میری وجہ سے اس لڑکے کو دوزخ کی آگ سے نجات عطا فرمائی۔[1] یہ بھی روایات میں موجود ہے کہ:

((فان رسول اللہ ﷺ قد ارسل بخمس ماۃ دینار الیٰ اھل مکۃ معونۃ لھم حینما تبلوا بالقحط کما انہ قد ارسل الیھم بعد الفتح بمزید من الاموال ایضا)) [2]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ کو جب وہ قحط میں مبتلا ہو گئے تھے پانچ سو دینار ان کی مدد کے لئے بھیجے جس طرح آپ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد بھی ان کے پاس مزید اموال بھیجے۔

اسی طرح سیما البلقاوی (جو ایک عیسائی محنت کش تھا اور تجارت کے سلسلے میں مدینہ منورہ آیا) کا بیان ہے کہ ہم بلقاء سے مدینہ گیہوں لے کر آئے اور وہاں فروخت کیا اور جب وہاں سے خرمے خریدنا چاہے تو لوگوں نے ہمیں اس کی اجازت نہیں دی۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر انہیں اس قضیہ کی اطلاع دی۔ جو لوگ ہماری راہ میں رکاوٹ تھے، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

((امایکفیکم رخص ھذا الطعام بغلاء ھذا التمر الذی یحملونہ ذروھم یحملوہ)) [3]

1۔ مسند ابی یعلی الموصلی، ص:3 / 354

2۔ المبسوط، ص:10 / 92 وطبقات الکبریٰ، ص:4 / 296

3۔ أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہم، ص:2 / 283

ترجمہ: کیا تمہارے لئے کافی نہیں کہ تم نے سستا گیہوں حاصل کیا اور خرمہ جو یہ لے جارہے ہیں انہیں مہنگا فروخت کیا ہے؟ چھوڑ دو لے جائیں۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلم تاجر اپنا مال مسلمان علاقوں میں لے کر آتے تھے۔ حتیٰ کہ غیر مسلم تاجروں کو جنگ کے زمانہ میں بھی خصوصی تحفظ حاصل تھا جیسا کہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مشرک تاجروں کو قتل نہیں کرتے تھے۔[1] آپ ﷺ خود محنت کشوں کے ضامن تھے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان عالیشان ہے:

((من حمل الینا طعاما فھو فی ضیافتنا حتی یخرج و من ضاء لہ شیء فانا لہ ضامن و لا ینبغی فی سوقنا محتکر))[2]

ترجمہ: جو شخص ہماری طرف غلہ لے کر آئے جب تک وہ (علاقہ سے) خارج نہ ہو ہمارا مہمان ہے اور اگر کسی کی کوئی چیز ضائع ہو جائے تو میں اس کی ضمانت لیتا ہوں اور سزاوار نہیں ہے کہ ہمارے بازار میں کوئی محتکر و ذخیرہ اندوز ہو۔

ایک مرتبہ ایک غیر مسلم مہمان بن کر آپ ﷺ کے گھر آیا۔ آپ ﷺ نے ایک بکری کا دودھ اسے پلایا وہ پی گیا۔ پھر دوسری بکری کا دودھ پلایا وہ بھی پی گیا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے سات بکریوں کا دودھ اسے پلایا اور وہ پی گیا مگر آپ ﷺ نہ تنگ ہوئے اور نہ اسے پیٹو ہونے کا طعنہ دیا۔ عہد رسالت مآب ﷺ ہو یا خلافت راشدہ اور ان کے بعد کے ادوار، اسلامی تاریخ غیر مسلم محنت کشوں سے مثالی حسن سلوک کے ہزاروں واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ دیگر مذاہب اور اقوام سے تعلق رکھنے والے افراد اسلامی ریاست میں پر سکون زندگی گزارتے تھے۔ ان کی فلاح و بہبود کے لئے اسی طرح اقدامات کئے جاتے تھے جس طرح دیگر محنت کش مسلمانوں کے لئے۔

کسب معاش کے نئے مواقع مہیا کرنا:

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کے اطراف میں نئے بازاروں کے لئے جگہیں مخصوص فرمائیں تاکہ محنت کش و مزدور، تاجر اور دیگر پیشوں سے منسلک افراد اور ان کے اہل خانہ کے لئے کسب معاش کے زیادہ سے زیادہ ذرائع مہیا ہو سکیں۔ ابن زبالہؒ نے عباس بن سہلؒ اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ بنی ساعدہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا:

1۔ بازار اسلامی، سید جعفر مرتضیٰ العاملی، ترجمہ، سید احتشام عباس زیدی، معراج کمپنی، لاہور، سن ندارد، ص: 63

2۔ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ص: 4/ ۵۵

((انی قد جئتکم فی حاجۃ، تعطونی مکان مقابر کم فاجعلها سوقا، و کانت مقابرھم ما حازت دار ابن ابی ذئب الی دار زید بن ثابت)) [1]

ترجمہ: میں تمہارے پاس ایک ضرورت سے آیا ہوں۔ تمہارے پاس جو قبرستان کی زمین ہے مجھے دے دو تاکہ میں اسے بازار بنا دوں (ان کا قبرستان ابن ابی ذئب کے گھر سے لے کر زید بن ثابت کے گھر تک کی زمین میں پھیلا ہوا تھا)۔

ان میں سے بعض لوگوں نے وہ زمین دے دی اور بعض نے نہیں دی اور کہنے لگے کہ وہ ہمارا قبرستان اور ہماری عورتوں کی آمد و رفت کی جگہ ہے، لیکن بعد میں اپنی قوم کے افراد کی مذمت کا نشانہ بنے تو خود آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی رضامندی کا اعلان کیا اور زمین آپ ﷺ کے حوالے کر دی۔ لہٰذا آپ ﷺ نے اس جگہ کو بازار قرار دے دیا۔ [2]

اسی طرح ایک محنت کش، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: میں نے بازار کے لائق ایک جگہ دیکھی ہے کیا آپ ﷺ اسے ملاحظہ نہ فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں! پھر آپ ﷺ اس کے ہمراہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس جگہ تشریف لے گئے۔ جب آپ ﷺ نے اس جگہ کو دیکھا تو اسے پسند کیا اور پاؤں سے ضرب لگا کر فرمایا:

((نعم سوقکم ھذا، فلا ینتقض، و لا یضرب علیکم خراج)) [3]

ترجمہ: یہ تم لوگوں کے لئے کیا اچھا بازار ہے۔ اس کا رقبہ کم نہیں کیا جائے گا اور تم پر خراج نہیں لگے گا۔

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ بازار نبیط تشریف لے گئے اور اس کا جائزہ لینے کے بعد فرمایا: یہ تمہارے لئے بازار نہیں ہے (یعنی یہ جگہ بازار کے لئے مناسب نہیں ہے)۔ اس کے بعد (راوی کے منظور نظر) بازار کی طرف واپس ہوئے اور اسے گھوم پھر کر دیکھا، پھر فرمایا:

((ھذا سوقکم فلا ینتقص و لا یضرب علیکم خراج)) [4]

ترجمہ: یہ تمہارا بازار ہے۔ اس سے کم نہیں ہو گا (یعنی اس کا رقبہ کم نہ ہو گا) اور نہ تم پر خراج لگے گا۔

1۔ وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ ﷺ، ص: 2/ 748
2۔ وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ ﷺ، ص: 2/ 748
3۔ نظام الحکومۃ النبویۃ المسمی التراتیب الاداریۃ، ص: 2/ 163
4۔ بصائر الدرجات، ص: 2/751

صالح بن کیسانؒ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بقیع زبیر کی جگہ پر ایک قبہ (بڑا خیمہ) نصب کر کے فرمایا: یہ تمہارا بازار ہے۔ کعب بن اشرف نے اس میں داخل ہو کر اس کی طنابیں کاٹ دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لا جرم لا نفلنها الیٰ موضع هو اغیظ له من هذا، فنقلها الیٰ موضع سوق المدینة ثم قال، هذا سوقكم لا تنحجروا، ولا یضرب علیكم خراج)) (1)

ترجمہ: مجبوراً اسے ایسی جگہ منتقل کرتا ہوں جو اسے اس سے بھی زیادہ غضب ناک کرے گا۔ پھر اسے بازار مدینہ کی جگہ پر منتقل کر دیا اور فرمایا یہ تمہارا بازار ہے، تنگ نہیں ہو گا اور تم پر ٹیکس بھی نہیں لگے گا۔

عطا بن یسارؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مسلمانوں کے لئے ایک بازار معین فرمانے کا ارادہ فرمایا تو بازار قینقاع تشریف لے گئے، اس کے بعد بازار مدینہ کی طرف تشریف لائے اور اسے پاؤں سے تھپتھپا کر فرمایا: یہ تمہارا بازار ہے، چھوٹا نہیں ہو گا اور نہ اس سے کوئی خراج لیا جائے گا۔(2) یزید بن عبید اللہؒ کہتے ہیں کہ بازار پہلے محلہ بنو قینقاع میں تھا اور پھر مدینہ منتقل کیا گیا۔

محنت کش تاجروں سے ٹیکس اور کرایہ کا خاتمہ:

عہد نبوی میں حکومت ہی بازار بنانے کا اقدام کرتی تھی اور مسلمانوں کے بازار سے استفادہ کے عوض ان سے کچھ نہیں لیا جاتا تھا۔ محمد بن عبد اللہ بن حسنؒ سے منقول ہے:

((ان رسول الله ﷺ تصدق على المسلمين بأسواقهم)) (3)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر ان کے بازار تصدق فرما دیئے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ بازار کے کمروں سے استفادہ کے عوض کرایہ نہیں لیتے تھے۔ اسی طرح خود سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے:

((انه كره ان یاخذ من سوق المسلمين اجرا)) (4)

ترجمہ: آپ مسلمانوں کے بازار سے کرایہ لینے میں کراہت محسوس کرتے تھے۔

زیاد بن جدیر سے نقل شدہ روایت ہے، وہ کہتے ہیں:

1۔ وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ ﷺ، ص:2 / 748

2۔ وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ ﷺ، ص:2 / 748

3۔ المصنف فی الاحادیث والآثار، امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہؒ، ص:2 / 233

4۔ وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ ﷺ، ص:2 / 748

"ہم کسی مسلمان اور کسی معاہد کافر (ذمی) سے عشر نہیں لیتے تھے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ آپ کن لوگوں سے عشر لیتے تھے۔ کہا: کافر حربی تاجروں سے اسی طرح وصول کرتے تھے جیسے وہ ہم سے وصول کرتے تھے جب ہم ان کے پاس جایا کرتے تھے۔"[1]

عہد نبوی کے بازار کی ایک شکل بلا کسی تعمیر کے کھلی ہوئی فضا اور میدان کی تھی اور لوگ اپنا مال وہاں رکھ کر فروخت کرتے تھے۔ جب دن تمام ہو جاتا تو اپنی جگہ ترک کر دیتے تھے اور دوسرے روز جو شخص بھی دوسروں سے پہلے آ کر کسی جگہ بیٹھ جاتا تھا تو اس کا حق مقدم ہو جاتا تھا اور رات ہونے تک کسی کے لئے جائز نہیں تھا کہ اس پر اعتراض کرے۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((سوق المسلمین کمصلیٰ المسلمین۔ من سبق الیٰ شیء فھو لہ یومہ حتیٰ یدعہ)) [2]

ترجمہ: مسلمانوں کا بازار اُن کی مسجدوں کی مانند ہے۔ جو شخص جس جگہ پہنچ جائے وہ جگہ اس دن اس کی ہو گی یہاں تک کہ وہ اسے ترک کر دے۔

بازار کی دوسری نوعیت حجروں اور کمروں کی تھی جن پر ٹاٹ یا چٹائی کی چھت تھی، حکومت خود ان کی مالک تھی اور انہیں تاجروں کے اختیار میں دیتی تھی اور ان کا کرایہ نہیں لیا جاتا تھا۔ وہ ان کے استعمال میں آزاد تھے بطور مطلق ان کی ملکیت نہیں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو حجروں سے استفادہ کے عوض کرایہ لے سکتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اُمت کی مصلحت اور معاشرہ کا رفاہ زیادہ اہمیت رکھتا تھا۔ یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ شدید ضرورت کے تحت ٹیکس وصول کیا جا سکتا ہے۔ روایات میں ہے کہ جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے چوپایوں اور غلاموں کے مالکوں نے درخواست کی کہ ہم اپنے مال کا کچھ حصہ ادا کرنا چاہتے ہیں۔ تو آپ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اما طابت انفسھم فحسن ان لم یکن جزیۃ یؤخذ بھا من بعدک أو ما بمعنی ذلک)) [3]

ترجمہ: خود ان کی مرضی سے ہو تو بہتر ہے اگر جزیہ شمار نہ ہو اور آپ کے بعد وصول نہ کیا جائے یا اسی مضمون سے ملتا جلتا ارشاد۔

بازاروں میں ناجائز تعمیرات کا انہدام:

1۔ کتاب الاموال، امام ابو عبید قاسم بن سلامؒ، ص:206

2۔ کتاب الاموال، امام ابو عبید قاسم بن سلامؒ، ص: 123

3۔ سنن الدار قطنی، امام ابو الحسن علی بن عمر بن احمد الدار قطنیؒ، دار المعرفۃ، بیروت، 1386ھ، ص:2/ 126

رسول اللہ ﷺ نے اس خیمے کو جلاڈالنے کا حکم صادر فرمایا جو اس جگہ نصب تھا جہاں کسی کو خیمہ لگانے کا حق نہیں تھا۔ ابن ابی ذئب سے منقول ہے:

((ان رسول اللہ ﷺ مر علیٰ خیمة عند موضع دار المنبعث فقال: ما ھذہ الخیمة؟ فقالوا: خیمة لرجل من بنی حارثة، کان یبیع فیھا التمر، فقال: حرقوھا فحرقت)) [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ ایک خیمے کی طرف سے گزرے جو دار المنبعث کی جگہ پر تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کیسا خیمہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ بنی حارثہ کے ایک شخص کا خیمہ ہے جس میں وہ خرمہ فروخت کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے جلاڈالو۔ پس اسے جلاڈالا گیا۔

ملاوٹ اور دھوکہ دہی کی جانچ:

روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک جگہ سے گزر رہے تھے۔ وہاں گیہوں کے کچھ تھیلے پڑے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ان میں سے ایک میں ہاتھ ڈالا تو کچھ گیہوں نم تھے۔ آپ ﷺ نے گیہوں کے مالک سے پوچھا: یہ نمی کیسی ہے؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اس پر پانی برس گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((افلا جعلته فوق الطعام کی یراہ الناس؟ من غش فلیس منا)) [2]

ترجمہ: تم نے اسے اوپر کیوں نہیں رکھا تاکہ لوگ اسے دیکھیں؟ جو تجارت میں دھوکہ سے کام لیتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

دوسری روایت کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں۔

((انه ﷺ مدیرہ الی سیرة طعام فاخرج طعاما ردیا فقال لصاحب الطعام، ما اراک الا وقد جمعت خبانة ومنشاء للمسلمین)) [3]

ترجمہ: آپ ﷺ نے گیہوں کے ایک تھیلے میں ہاتھ ڈال کر کچھ گیہوں باہر نکالے اور اس کے مالک سے فرمایا: میں دیکھ رہاہوں کہ تم مسلمانوں کے ساتھ خیانت اور تجارت میں ملاوٹ اور دھوکہ کے مرتکب ہوئے ہو۔

1۔ وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ ﷺ، ص:2/ 249

2۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ص:4/ 79

3۔ وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، ص:12/ 209

یہ ضروری ہے کہ گھٹیا اور غیر مرغوب مال لوگوں کے سامنے رہے اور اسے اچھے مال کے نیچے نہ چھپایا جائے۔ محنت کشوں کی بہبود کے لئے حکومت کو چاہیئے کہ بازار میں بکنے والے مال کی جانچ پڑتال کرے تاکہ لوگ خیانت کار تاجروں سے دھوکہ نہ کھائیں۔

بازاروں میں نگرانی کا اہتمام:

بازاروں میں کام کرنے والا محنت کش طبقہ حکومت اور اسلامی معاشرہ کے ثبات اور اس کی ترقی کی راہ میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ بازار کی نقل و حرکت اور کنٹرول کے سلسلے میں حکومت پر مختلف جہتوں اور مختلف موارد میں بہت بڑی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ یہ ذمہ داریاں فطری طور پر دقیق اور ہوشیار نگرانی کا تقاضا کرتی ہیں تاکہ ہر سطح پر قانون شکنی اور غلط کاری کو روکا جاسکے۔ اس مقصد کے لئے رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض اصحاب رضی اللہ عنہم کو بازار پر نگران و سرپرست معین فرمایا تھا۔ سیدنا سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو بازار مکہ کا نگران معین فرمایا اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو مدینہ کے بازار کا نگران بنایا تھا۔[1]

سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بازار کے سرپرست کے اختیارات اور ذمہ داریاں حسب ذیل تھیں۔

ا۔ احتکار اور ذخیرہ اندوزی سے روکنا۔

۲۔ قیمتوں پر نگرانی اور ان کو حد سے بڑھنے سے روکنا۔

۳۔ وزن اور ناپ تول کی چیزوں پر نگرانی اور ان کی جانچ پڑتال۔

۴۔ بازار کی حدود سے آگے بڑھ جانے اور ان کے غیر قانونی قبضہ اور تصرف پر روک۔

۵۔ ملاوٹ اور دھوکہ دہی کی جانچ پڑتال، چاہے مال سایہ میں بیچنے کی حد تک ہی کیوں نہ ہو، ان پر روک اور اچھی جنس کو خراب جنس میں لاکر فروخت کرنے پر پابندی اور انہیں الگ الگ بیچنے پر مجبور کرنا۔

۶۔ محنت کشوں کی مشکلات اور دشواریوں کو حل کرنا جو معمولاً بازاروں میں وجود میں آتی ہیں اوران کی مدد کرنا۔

۷۔ ان محنت کشوں کی حوصلہ افزائی کرنا جن میں مطلوبہ اوصاف پائے جاتے ہیں اور ان کے امور کی دیکھ بھال کرنا۔

۸۔ محنت کشوں کے عزت و احترام کی حفاظت، ان کے حق کا حصول، ان کے راستوں کو پر امن بنانا۔

۹۔ کھانے پینے کا سامان بیچنے والوں کی خاطر مدارات اور جب تک وہ بازار سے باہر نہ ہوں ان کی میزبانی کرنا۔

10۔ ممنوعہ چیزوں کی خرید و فروخت سے روکنا۔

1۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ رضی اللہ عنہم، ص:2/ 47 وانسان العیون فی سیرۃ الامین المامون ﷺ، ص:3/ 327

۱۱۔ گمشدہ افراد کی رہنمائی کرنا۔

ان کے علاوہ بازار کے سرپرست و نگران کے اور دوسرے اختیارات بھی تھے جن کی تفصیلات کتب حدیث میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔[1] حکومت اسلامی کی طرف سے مقرر کردہ نگران اگر خیانت کا مرتکب ہوتا تو سخت ترین سزا کا مستحق ٹھہرتا تھا۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے علی بن اصمعؒ کو بارجاہ کے علاقہ میں بازار کا متولی مقرر فرمایا تھا اور جب اس نے خیانت کی اور محنت کشوں کے حقوق غصب کئے تو اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔[2] اسی طرح اہواز میں بازار کا نگران ابن ھرمہ جب اپنے اختیارات کے دائرے میں موجود اموال کی خیانت کا مرتکب ہوا اور اپنے اس عمل سے بازار میں کام کرنے والے محنت کشوں کی فلاح و بہبود میں حائل ہوا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے تعلیمات نبوی کی روشنی میں اہواز کے قاضی رفاعہ بن شداد کو جو طویل مکتوب تحریر فرمایا اس کا کچھ حصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

((اذا قرأت کتابی ھذا فنح ابن ھرمہ عن السوق۔۔۔فاذا کان یوم الجمعۃ فاخرجہ من السجن، و اضربہ خمسۃ و ثلاثین سوطا و طف بہ الیٰ الاسواق، فمن اتیٰ علیہ بشاھد، فحلفہ مع شاھدہ، و ادفع الیہ من مکسبہ ما شھد بہ علیہ۔۔۔۔فان رایت بہ طاقۃ، أو استطاعۃ، فاضربہ بعد ثلاثین یوما خمسۃ و ثلاثین سوطا، بعد الخمسۃ و الثلاثین الاولیٰ و اکتب الی بما فعلت فی السوق، و من اخترت الخاین و اقطع عن الخائن رزقہ)) [3]

ترجمہ: میرا یہ خط پڑھتے ہی ابن ھرمہ کو بازار سے نکال دو۔۔۔ پس جب جمعہ کا دن آئے تو قید سے باہر لا کر اسے پینتیس (35) کوڑے لگاؤ اور بازار میں پھراؤ، جو بھی اس کے خلاف دعویٰ کرے اور گواہ لائے تو خود اور اس کے گواہ کو قسم دلاؤ، اس کے بعد اس کے مال سے اتنی مقدار مدعی کو ادا کرو، پھر اسے ذلت و خواری کے ساتھ قید خانہ میں واپس لے جا کر اس کے پیروں میں بیڑی ڈال دو اور نماز کے اوقات میں انہیں کھولو۔۔۔ اور جب اس میں طاقت و توانائی دیکھو تو تیس روز کے بعد دوبارہ پینتیس (35) کوڑے لگاؤ۔ نیز تم نے بازار میں کیا اقدام کیا ہے اور کس شخص کو اس خیانت کار کی جگہ پر معین کیا ہے، مجھے لکھو اور خائن کی روزی بند کر دو۔

بازار میں محنت کشوں کو پند و نصیحت کا اہتمام:

1۔ دعائم الاسلام و ذکر الحلال والحرام والقضایا والاحکام، قاضی ابی حنیفہ نعمان بن محمد المغربی التمیمیؒ، دار المعارف، مصر، ص:2/ 530 و وفیات الاعیان، احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکانؒ، دار صادر، بیروت، ص:3/ 175 و التراتیب الاداریہ، ص:1/ 286۔287

2۔ وفیات الاعیان، ص:3/ 175

3۔ دعائم الاسلام، ص:2/ 532

بازار ایسی جگہ ہے جہاں انسان زیادہ سے زیادہ مال و دولت حاصل کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ دُنیا اس کے ہوش و حواس پر مسلط رہتی ہے اور وہ تجارت کے منافع کے نام سے دوسروں کے اموال پر قبضہ کرنے کے امکانات پر غور کرتا رہتا ہے۔ یہ ساری چیزیں انسان کی قدر و قیمت کو گھٹا دیتی ہیں اور انسانی شعور و عطوفت کو کم کر دیتی ہیں۔ ایسی فضا جو ایک محنت کش کو فاجر بنا سکتی ہے اور فاجر کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اسی لئے بازار میں کام کرنے والے محنت کشوں کو پند و نصیحت، اللہ تعالیٰ سے ارتباط اور اس کے ذکر کی ایسی ضرورت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور یہ اس بنا پر ہے کہ انسان اس گندی فضا سے متاثر نہ ہو۔ رسول کریم ﷺ نے بازار کو زمین کا بدترین ٹکڑا اقرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((شرّ بقاع الارض الاسواق وهو ميدان ابليس يغدو برايته ويضع كرسيه ويبث ذريته فبين مطفف في قفيز، او طائش في ميزان۔ او سارق في ذراع او كاذب في سلعته)) [1]

ترجمہ: زمین کے بدترین ٹکڑے بازار ہیں۔ بازار ابلیس کی جولان گاہ ہوتی ہے جو صبح سویرے اپنا پرچم لے کر آن پہنچتا ہے۔ وہاں اپنی کرسی ڈال دیتا ہے اور اپنی ذریت کو سارے بازار میں پھیلا دیتا ہے۔ پس کوئی تو ماپ میں کمی کرتا ہے، کوئی تول میں ڈنڈی مارتا ہے، کوئی ناپ میں چوری کرتا ہے، کوئی مال تجارت میں جھوٹ بولتا ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ سے ارتباط کو باقی رکھنے کے لئے نبی کریم ﷺ نے مختلف طریقوں کے ذریعے اہتمام فرمایا۔ مثلاً بازاروں میں اللہ کا ذکر اور تسبیح کا استحباب کے ذریعے حکم اور اجر و ثواب کا وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے بازاروں میں زیادہ سے زیادہ ذکر الٰہی کے عوض کیا ہے۔ بازار و دوکان میں داخل ہونے کی دُعا پڑھنے، تین بار تکبیر کہنے، اور خرید کے موقع پر منقول دعائیں پڑھنے کا استحباب وغیرہ۔[2] سیدنا رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ نماز کے لئے نکلے، آپ ﷺ نے تاجروں کو خرید و فروخت کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

((يا معشر التجار! فاستجابوا لرسول الله ﷺ و رفعوا اعناقهم و ابصارهم اليه، فقال: ان التجار يبعثون يوم القيامة فجارا الا من اتقى الله و بر و صدق)) [3]

1۔ میزان الحکمۃ، حدیث: 9042

2۔ بحار الانوار، ص: 90/ 154

3۔ جامع الترمذی، کتاب البیوع عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی التجار و تسمیۃ النبی ﷺ ایاھم، حدیث: 1210 (امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔)

ترجمہ: اے تاجروں کی جماعت! ان سب نے آپ ﷺ کی طرف اپنی گردنوں اور آنکھوں کو اُٹھایا اور آپ ﷺ کی آواز رسب نے لبیک کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "بے شک تاجر لوگ قیامت کے دن فاسق و فاجر لوگوں میں اُٹھائے جائیں گے مگر جس نے اس پیشے کو اللہ تعالیٰ کے خوف کے تحت سچائی اور نیک شعاری کے ساتھ انجام دیا۔

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ (محنت کشوں کو بشارت دیتے ہوئے) آپ ﷺ نے فرمایا:

((ان کان خرج یسعی علی ولدہ صغارا فھو فی سبیل اللہ وان کان خرج یسعی علی ابوین شیخین کبیرین فھو فی سبیل اللہ وان کان خرج یسعی علی نفسہ یعفھا فھو فی سبیل اللھوان کان خرج ریاءو مفاخرۃ فھو فی سبیل الشیطان)) [1]

ترجمہ: اگر آدمی اس لئے کمانے میں محنت کر رہا ہے کہ اس کے چھوٹے بچے ہیں تو یہ اللہ کے راستہ میں ہے۔ اگر اس لئے کمانے میں سعی کر رہا ہے کہ اس کے بوڑھے والدین ہیں تو یہ اللہ کے راستہ میں ہے اور اگر یہ کمانے میں تگ و دو کر رہا ہے کہ یہ اپنی ضرورت پوری کرے تاکہ لوگوں کا محتاج نہ رہے تو یہ اللہ کے راستہ میں ہے اور اگر اس لئے کمانے کی سعی کرنے نکلا ہے کہ لوگ اس کے مال دار ہونے کو دیکھیں اور مال کی وجہ سے لوگوں پر فخر کرے، بڑائی ظاہر کرے تو یہ شیطان کا راستہ ہے۔

سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اگر رزق میں تاخیر ہو جائے (تنگی اور پریشانی کا دور آ جائے) تو اللہ سے ڈرو، تلاش رزق میں صحیح طریقہ اختیار کرو۔ رزق کی تاخیر (تنگی اور پریشانی) تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اسے حاصل کرنے میں اللہ کی نافرمانی کرنے لگو۔ اللہ کے پاس سے تم کسی کو حاصل نہیں کر سکتے مگر طاعت اور فرمانبرداری کے ذریعہ۔" [2]

روایات میں ہے کہ ایک محنت کش صحابی سیدنا ابو بکر الھجیمی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم جنگلوں میں رہنے والے لوگ ہیں، ہمیں ایسی بات سکھلایئے جس سے اللہ تعالیٰ ہمیں فائدہ دے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

1۔ اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین، ص:5/ 415

2۔ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ص:4/ 59

((لا تحقرن من المعروف شیئا، ولو ان تفرغ من دلوک فی اناء المستسقی، ولو ان تکلم اخاک ووجھک الیہ منبسط، وایاک واسبال الازار فانہ من المخیلۃ ولا یحبھا اللہ، وان امرأ شتمک بمایعلم فیک فلاتشمتہ بماتعلم فیہ، فان اجرہ لک ووبالہ علی من قالہ)) [1]

ترجمہ: نیکی میں سے کسی چیز کو حقیر مت جان، اگرچہ تو اپنے ڈول سے پانی طلب کرنے والے کے برتن میں پانی ہی ڈال دے اور اگرچہ تو اپنے بھائی سے اس طرح بات کرے کہ تیرا چہرہ اس کی طرف خوشی و انبساط والا ہو اور تو چادر و پاجامہ لٹکانے سے بچ، کیونکہ یہ فخر و تکبر کی وجہ سے ہے اور نہ ہی اسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور اگر کوئی تجھے اس بات کے ساتھ گالی دے جو تیرے بارے میں وہ جانتا ہے تو پھر بھی اسے اس بات کے ساتھ گالی نہ دے جو تو اس کے بارے میں جانتا ہے، بے شک اس کا اجر و ثواب تیرے لئے ہو گا اور اس کا وبال و عذاب اس پر ہو گا جس نے گالی دی ہو گی۔

محنت کشوں کی خیر خواہانہ مشاورت:

رسول اللہ ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جس کے پاس کچھ مال تھا اور وہ اسے بیچنا چاہتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((علیک بأول السوق)) [2]

ترجمہ: تم پر لازم ہے کہ اول بازار کی طرف جاؤ۔

احتمال یہ ہے کہ اول بازار سے مراد شاید وہ جگہ ہو جو اس قسم کا مال بیچنے کے لئے بنائی گئی تھی اور آپ ﷺ نے ایسا مال بیچنے کے لئے مناسب جگہ کی رہنمائی فرما کر اس کی مدد کی اور اس پر احسان فرمایا۔ امام جعفر بن محمد الصادقؒ نے اپنے آباء کے سلسلہ سند سے یہ روایت بیان کی ہے:

((مر النبی ﷺ علی رجل و معہ ثوبیبیعہ و کان الرجل طویلا و الثوب قصیرا فقال لہ اجلس فانہ انفق لسلعتک)) [3]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ ایک لباس بیچنے والے لمبے شخص کے پاس سے گزرے اور وہ لباس اس کے قد کی مناسبت سے چھوٹا تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: بیٹھ جاؤ اس طرح سے تمہارا جامہ بہتر طور سے بکے گا۔

امام حسن بصریؒ سے منقول ہے:

1۔ الصحابی رضی اللہ عنہ یسال والنبی ﷺ یجیب، سلمان نصیف الدحدوح، فرید بک سٹال، لاہور، ایڈیشن: ا، جنوری 2011ء، ص: 423

2۔ وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، ص: 12/ 296

3۔ اصول کافی، ص: 5/ 312

((الاسواق موائد اللہ فمن اتاھا اصاب منہا)) [1]

ترجمہ: یہ بازار اللہ تعالیٰ کے دستر خوان ہیں، جو یہاں لینے آئے گا، پائے گا۔

آپ ﷺ نہیں چاہتے تھے کہ بیچنے والا محنت کش کسی نقصان کا شکار ہو حتیٰ شبہ کے ذریعے بھی جو ایک طویل القامت شخص کے کوتاہ اور چھوٹے لباس بیچنے سے پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا اسے بیٹھ کر بیچنے کی نصیحت فرمائی تاکہ خریدار لباس کے ناپ کے بارے میں وہم کا شکار نہ ہو جائے اور لباس کو اس کے اندازے سے چھوٹا تصور نہ کرے۔

دیہاتی محنت کشوں سے خوش طبعی:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا زاہر بن حرام رضی اللہ عنہ ایک دیہاتی اکثر رسول کریم ﷺ کے لئے گاؤں کی چیزیں تحفہ کے طور پر لایا کرتے تھے اور آپ ﷺ بھی ان کی واپسی پر شہر کی کوئی نہ کوئی سوغات ضرور عنایت فرمایا کرتے تھے۔ اُن کی شکل اتنی خوبصورت نہ تھی مگر آپ ﷺ کو ان سے بے حد اُنس تھا۔ ایک دن وہ بازار میں اپنا سودا بیچ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ پیچھے سے آئے اور ان کی آنکھیں موند لیں۔ انہوں نے کہا: کون ہے مجھے چھوڑ دو۔ مگر جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ تھے۔ اس پر وہ اپنی کمر رسول اللہ ﷺ کے سینہ مبارک سے ملنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ غلام کون خریدتا ہے؟ وہ عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ! تب تو آپ ﷺ مجھے ناقص مال پائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو ناقص مال نہیں ہے۔ [2]

تخمینی فروخت اور خیانت کاری کی مذمّت:

تخمینی فروخت سے مراد بغیر کسی وزن کے مال فروخت کرنا ہے۔ اسلام میں اس طرح کی فروخت سے روکا گیا ہے۔ فروخت کا یہ طریقہ خریدار کے حق میں دھوکہ اور غبن کا باعث ہوتا ہے اور بیچنے والے کو دغابازی اور خیانت کا موقع فراہم کرتا ہے۔ سالمؒ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دیکھا کہ جو لوگ مجازفۃ(یعنی اندازہ اور تخمینہ سے غلہ اور گیہوں بیچتے تھے) ان کی پٹائی ہوتی تھی کہ وہ اس طرح غلہ نہ بیچیں اور اپنا مال واپس لے لیں۔ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ وہ لوگ بازار کے آخری حصہ پر اندازہ سے فروخت کرتے تھے۔ [3] اس قسم کے افراد کے خلاف جو پند و نصیحت کے بعد بھی اپنا عمل جاری رکھتے اور اس پر سختی کے ساتھ جمے رہتے تھے یہی ایک راہ

1۔ اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین، ص: 5/ 417

2۔ الشمائل المحمدیہ، ص: 177

3۔ نظام الحکم فی الشریعہ والتاریخ الاسلامی، الظافر القاسمی، دار النفائس، بیروت، 1407ھ، ص: 1/ 591

تھی کہ ایسے وسائل سے استفادہ کیا جائے جو انہیں ان حرکتوں سے باز رکھ سکیں چاہے ان کے لئے ضرب و شتم اور اہانت کی حد تک ہی کیوں نہ بڑھنا پڑے۔

محنت کش کاشتکاروں کے لگان میں تخفیف:

جب رسول اللہ ﷺ کے نمائندے سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پیداوار کی وصولی کے وقت اراضیءِ خیبر تشریف لے گئے تو جو جملے انہوں نے پیداواری حصہ کی وصولی کے لئے ان سے کہے وہ منصفانہ لگان کے لئے بنیاد کا کام دیتے ہیں۔ روایت کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

((ثم بعث عبداللہ بن رواحۃ رضی اللہ عنہ لیقسم بینہ و بینھم فاھدوا الیہ، فردھدیتھم وقال: لن یبعثنی النبی ﷺ لآکل أموالکم، انما بعثنی لاقسم بینکم و بینہ، ثم قال: ان شئتم عملت و عالجت و کلت لکم، و ان شئتم علمتم و عالجتم و کلتم النصف قالوا: بھذا قامت السموات والأرض)) [1]

ترجمہ: پھر نبی کریم ﷺ نے سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ پیداوار کو آپ ﷺ اور ان (یہود) کے درمیان تقسیم کر آئیں۔ یہود نے انہیں ہدایا پیش کئے مگر انہوں نے یہ کہہ کر لوٹا دیئے کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے اس لئے نہیں بھیجا کہ میں تمہارے مال ہڑپ کر لوں بلکہ اس لئے بھیجا ہے کہ تمہارے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان پیداوار (معاہدہ کے مطابق) تقسیم کروں اور تم کو پورا اختیار ہے کہ اگر یہ پسند کرتے ہو کہ میں عملداری کر کے اس کا تخمینہ کر دوں اور نصف نصف بانٹ دوں تو میں اس کے لئے تیار ہوں اور اگر تم یہ پسند کرو کہ تم خود عملداری کر کے نصف نصف کر دو، تو مجھے یہ بھی منظور ہے۔ یہ بات سن کر یہودی کاشتکار پکار اٹھے: یہی عدل ہے جس کی بدولت زمین و آسمان کا سلسلہ قائم ہے۔

محنت کش صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعلیم و تربیت:

معاشرے کے محنت کش افراد جو اپنی معاشی مجبوری، گھر بار، ملازمت وغیرہ کی وجہ سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے سے محروم رہ گئے ہوں اور ان کی عمر زیادہ ہو گئی ہو، ان کی تعلیم میں مدد دینا تعلیم محنت کشاں کہلاتا ہے۔ تاکہ وہ کم از کم لکھنے پڑھنے اور اپنے پیشوں اور کام کاج سے متعلق حساب کتاب میں ماہر ہو کر خوشگوار زندگی کے اہل بن سکیں اور زمانے کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال سکیں۔

1۔ کتاب الخراج، امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیمؒ، دارالاصلاح، 1981ء، ص:124

معاشرے کو اندرونی خلفشار سے بچانے کی خاطر آپ ﷺ نے فوری طور پر جو اقدامات کئے اُن میں میثاق مدینہ اور مواخات مدینہ کے ساتھ ساتھ تمام مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے بالعموم اور محنت کشوں، مزدوروں، خادموں، ملازمین، مجبوروں، محروموں اور دیگر مفلوک الحال طبقات کے لئے بالخصوص ایک مرکز قائم فرمایا جس کے لئے آپ ﷺ نے مسجد نبوی کے ساتھ جگہ مخصوص فرمادی۔ یہ اسلام کی پہلی اقامتی یونیورسٹی "صُفّہ" تھی۔ مقصد یہ تھا کہ کوئی علم کی نعمت سے محروم نہ رہ جائے۔ اکثر محنت کش صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس وقت تعلیم حاصل کی جب وہ اُدھیڑ عمر کو پہنچ چکے تھے اور آخری عمر میں وہ علم کے سمندر ثابت ہوئے۔[1] روایات میں آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، آپ ﷺ سے دس آیات سنتے تھے تو جب تک اُن آیات کا علم اور احکامات سیکھ کر عمل نہ کر لیتے، حضور ﷺ انہیں آگے سبق نہیں دیتے تھے۔[2] حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((استوصو العلم الاحداث)) [3]

ترجمہ: علم کو بالغوں کے حوالے کرو۔

مجمع الزوائد میں ایک باب ہے:

((باب حث الشباب علی طلب العلم)) [4]

ترجمہ: یعنی جوانوں کو طلب علم کی ترغیب دینا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((مابعث اللہ نبیا الا وھو شاب ولا اوتی عالم علما الا وھو شاب)) [5]

ترجمہ: اللہ نے کسی کو نبی نہیں مبعوث کیا مگر جب وہ جوان تھا اور کسی عالم کو علم نہیں دیا مگر جب وہ جوان ہوا۔

ایک بار حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی مجلس، قُراء سے بھری ہوئی تھی۔ ان میں نوجوان اور عمر رسیدہ ہر قسم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ آپ جب کبھی ان سے کسی مسئلہ پر مشورہ کرتے تو فرماتے: "تم میں سے کوئی شخص اپنی

1۔ عبداللہ بن مسعودؓ اور اُن کی فقہ، ڈاکٹر حنفیہ رضی، ندوۃ المصنفین، لاہور، ایڈیشن: ا، فروری 1971ء، ص: 105

2۔ التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص: 317

3۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد، ص: 1 / 130

4۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد، ص: 1 / 132

5۔ ایضاً

کم عمری کی وجہ سے اظہارِ رائے سے نہ شرمائے۔ کیونکہ علم کم عمری یا بڑی عمر کی وجہ سے نہیں ماپا جاتا۔ یہ تو ایک نعمت ہے جسے اللہ چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔"[1]

محنت کش گھرانوں میں علم کی روشنی:

ہر ترقی پسند ریاست کا اولین فریضہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی مملکت کے ہر فرد کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرے۔ عہد نبوی میں محنت کش گھرانوں کے لئے علم کی شمع روشن کرنے میں بھی بھرپور کردار ادا کیا گیا۔ یہ تعلیم بغیر کسی تعصب اور بغیر کسی تفریق کے عام کی جاتی تھی۔ ہر ریاست کے لئے اس کے بچے، تخلیق اور پیداواری افراد ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام اہل مدینہ بالخصوص محنت کشوں کے بچوں کے لئے ابتدائی لازمی تعلیم کو مفت قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾[2]

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ!

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

((علموا انفسکم و اهلیکم الخیر و ادبوهم))[3]

ترجمہ: اس سے مراد یہ ہے کہ تم خود کو اور اپنے گھر والوں کو نیکی کی تعلیم دو اور انہیں آداب سکھاؤ۔

بیوی اور اولاد کا حق صرف ان کی ضروریاتِ زندگی اور کھانے پینے کی چیزوں کے فراہم کرنے سے پورا نہیں ہو جاتا۔ ان سے زیادہ اہم ان کی روح اور جان کی غذا کا مہیا کرنا اور صحیح اصول تعلیم و تربیت کو عمل میں لانا ہے۔ طرطوشیؒ اپنی مشہور کتاب "سراج الملوک" میں فرماتے ہیں:

> "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، شیوخ اور نوجوانوں سبھی کو سلام کرتے اور سبھی سے قرآن و سنت کا علم حاصل کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ علم کے سمندر اور فقہ و حکمت کے پہاڑ ثابت ہوئے۔ البتہ اگر بچپن میں علم حاصل کیا جائے تو وہ دماغ میں ایک طویل عرصہ تک راسخ رہتا ہے۔ اس عمر میں علم کی فروعات جلد ازبر ہو جاتی ہیں۔"[4]

1۔ التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص:317

2۔ سورۃ التحریم:66/6

3۔ تفسیر الدّر المنثور فی التفسیر الماثور، ص:4/ 94

4۔ سراج الملوک، طرطوشیؒ، المطبعہ الازھریہ، مصر، ایڈیشن:ا، 1319ھ، ص:56

انسان کی حیات بہت مختصر ہے۔ بچپن، شباب اور کہولت ان سب مراحل کے فرائض مختلف ہیں۔ تعلیم حاصل کرنے کا بہترین وقت ملازمت یا شادی سے قبل کا ہے۔ امام بخاریؒ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

((تعلموا قبل ان تسودوا))

ترجمہ: سردار بننے سے پہلے علم حاصل کرلو۔

قاضی عیاضؒ نے "تسودوا" کا معنی "تتزوجو" کیا ہے۔ یعنی شادی کرنے سے پہلے پہلے علم حاصل کرلو۔[1]

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾[2]

ترجمہ: اور (مسلمانو!) اپنے مقدور بھر قوت پیدا کر کے اور گھوڑے تیار رکھ کر دشمنوں کے مقابلے کے لئے اپنا ساز و سامان مہیا کئے رہو۔

امام جلال الدین سیوطیؒ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ حدیث بیان فرماتے ہیں:

((حق الوالد علی الوالدان یعلمہ الکتابۃ والسیاحۃ والرمی))[3]

ترجمہ: اولاد کے حقوق میں یہ شامل ہے کہ باپ اپنے بچے کو جہاں تیرنا اور تیر چلانا سکھائے وہاں اسے لکھنا پڑھنا بھی سکھائے۔

رسول اللہ ﷺ نے جس طرح محنت کش صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بچوں کی تعلیم و تربیت پر زور دیا۔ اسی طرح عورتوں کی تعلیم پر بھی زور دیا۔ یہ آپ ﷺ کی تیسری سکیم تھی۔ امام بخاریؒ نے تعلیم نسواں کے حوالے سے دو باب تالیف کئے ہیں:

((تعلیم الرجل امتہ و اھلہ))

ترجمہ: آدمی کا اپنی لونڈی اور بیوی کو تعلیم دینا۔

((باب عظۃ الامام النساء تعلیھن))

ترجمہ: امام کا عورتوں کو دین سکھانا اور انہیں تعلیم دینا۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

1۔ دور نبوی کا نظام حکومت، مولانا معظم الحق، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، 2003ء، ص: ۳۴۳

2۔ سورۃ الانفال: 8/ 60

3۔ تفسیر الدّر المنثور فی التفسیر الماثور، ص: 4/ 93

"یہاں صرف آدمی کا اپنے اہل کو تعلیم دیناہی نہیں بلکہ حاکم وقت بھی عورتوں کو تعلیم دے سکتا ہے اور اس کا نائب بھی تعلیم دے سکتا ہے۔"(1)

رسول کریم ﷺ نے عورتوں کے لئے ایک الگ دن مقرر فرمایا۔ اس روز آپ ﷺ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی معیت میں خواتین کے اجتماع میں تشریف لے جاتے اور عورتوں کو وعظ و نصیحت فرماتے۔ سیدہ یسیرہ رضی اللہ عنہا، مہاجرات میں سے تھیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

"تسبیح، تہلیل اور تقدیس کو لازم کرو اور پوروں کے ساتھ ذکر کرو، کیونکہ ان سے پوچھا جائے گا اور انہیں قوتِ گویائی عطا کی جائے گی۔ اور غفلت نہ کرنا کہ رحمت کو بھول جاؤ۔" (2)

رسول اللہ ﷺ کے کثرتِ ازدواج کا راز بھی یہی تھا کہ تمام پوشیدہ اور ظاہر احکامِ شریعت اُمت مسلمہ تک پہنچ جائیں جیسا کہ امام تاج الدین سبکیؒ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ حیا والے انسان تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی ازواج، آپ ﷺ کے وہ اقوال و افعال بیان کرتی تھیں جنہیں رسول اللہ ﷺ لوگوں کو خود بیان نہیں کر سکتے تھے۔ اس طرح کثرت ازواج کی وجہ سے تکمیلِ شریعت ہو گئی۔ ان میں اکثر غسل، حیض، عدت اور میاں بیوی کے جنسی تعلقات کے مسائل ہیں، کیونکہ آپ ﷺ کی بیویوں نے آپ کو سوتے جاگتے، خلوت و جلوت ہر طرح سے دیکھا تھا۔ اس طرح شریعت کا ایک عظیم خزانہ اُمت مسلمہ تک منتقل ہوا ہے۔"(3)

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچ کر تعلیم کا جو منصوبہ شروع کیا۔ اس میں تین سکیموں پر عمل در آمد فوری طور پر شروع کر دیا۔ بچوں کے لئے ابتدائی اور لازمی تعلیم، محنت کش جوانوں کے لئے تعلیم بالغاں اور خواتین کے لئے تعلیم نسواں۔ یہ تعلیم و تربیت سب کے لئے مفت تھی۔

مفلوک الحال محنت کشوں کا احساس:

1۔ فتح الباری، ص:1/192

2۔ سنن ابی داؤد، کتاب الوتر، باب الدعا، حدیث:1498 (امام البانیؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے)

3۔ التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص:235

روایات میں تجارتی اسفار سے واپسی پر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ایک معمول تحریر کیا گیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذات گرامی کو ہمیشہ سے محنت کشوں کی مالی ضروریات کا کتنا احساس رہا ہے۔ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سفر سے واپس آتے تو اپنے دوستوں کی خیریت دریافت کرتے اور اگر انہیں یہ پتہ چل جاتا کہ ان میں سے کسی کی مالی حالت اچھی نہیں تو وہ اپنی کمائی کا کثیر حصہ ضرورت مندوں میں تقسیم فرما دیتے تھے اور یہ عمل ایک سوداگر کی طرف سے مثالی نمونہ ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محنت کشوں، غلاموں اور دیگر مفلوک الحال طبقات کے ساتھ ہمدردی پر سب سے بڑی گواہی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفا شعار زوجہ محترمہ سیدہ خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی ہے۔ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی جان پر خشیت کا اظہار فرمایا تو انہوں نے تسلّی دیتے ہوئے عرض کیا:

((کلا واللہ ما یخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علیٰ نوائب الحق)) [1]

ترجمہ: ہر گز نہیں، اللہ کی قسم! اللہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کبھی بھی رسوا نہیں فرمائے گا کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم صلہ رحمی فرماتے ہیں، بے آسرا لوگوں کا ہر قسم کا بوجھ اٹھاتے ہیں، فقیر لوگوں کو کما کر دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی وجہ سے پہنچنے والے مصائب میں اہل حق کی اعانت کرتے ہیں۔

انسان دوسروں سے تو چھپا رہ سکتا ہے، غیروں کے سامنے حقیقت کے برعکس لبادہ اوڑھ سکتا ہے لیکن اپنے رفیقِ زندگی اور قریبی لوگوں بالخصوص زوجہ کے سامنے ایسا نہیں کر سکتا۔ سیدہ خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے ان الفاظ میں ان کے پندرہ سالہ عینی مشاہدات اور واقعات کی ایک جھلک صاف دکھائی دیتی ہے۔

محنت کشوں کی فطری ضروریات کا خیال رکھنا:

صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا بہت ادب کرتے تھے۔ چنانچہ جب کوئی ضرورت پیش آتی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اجازت طلب کرتے اور ضرورت پوری ہونے پر کام میں مصروف ہو جاتے۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر خندق کی کھدائی کا مرحلہ تھا۔ موسم انتہائی سرد تھا اور بہت تیز ہوا چلتی تھی۔ تنگ دستی کے ساتھ ساتھ متوقع دشمن کی آمد کا ہر لحظہ خوف اور کھدائی کا تکلیف دہ مرحلہ جس میں صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم ہاتھوں سے مٹی کھودتے اور پشت پر ڈھوتے تھے۔ حالات و واقعات بلاشبہ انتہائی محتاط، سنجیدگی اور محنت کے متقاضی تھے۔

1۔ اصول کافی، ص:3/374

ایسے حالات میں رسول اللہ ﷺ یہ بات ہرگز نہ بھول پائے کہ یہ محنت کش بھی آخر دوسروں کی طرح انسان ہی ہیں۔ انہیں بھی کام کی مشقت کے بعد سکون کی ضرورت ہے۔ یہ کام وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر کر رہے تھے اور اس میں ان کی نیک نیتی، خوش خصالی اور نیکی کی رغبت کار فرما تھی۔ انہی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی تھی۔

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَنْ لِمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ [1]

ترجمہ: بس مومن تو صرف وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب وہ رسول کے ساتھ کسی اجتماعی کام پر ہوتے ہیں تو آپ سے اجازت لئے بغیر (وہاں سے) چلے نہیں جاتے، (اے نبی!) بلاشبہ جو لوگ آپ سے اجازت مانگتے ہیں وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں، چنانچہ جب وہ اپنے کسی کام کے لئے آپ سے اجازت مانگیں تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دیں اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت مانگیں، بے شک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔

یعنی جب آپ ﷺ سے وہ لوگ اجازت طلب کریں جو پیش آمدہ ضروریات کے سلسلے میں آپ ﷺ سے اجازت لئے بغیر نہیں جاتے تو ان میں سے جسے چاہیں اجازت دے دیں تاکہ وہ اپنی ضروریات پوری کر لے۔ اس کے ساتھ ان کے لئے دُعائے مغفرت بھی کریں۔

محنت کشوں کو جاگیریں عطا کرنا:

عہد نبوی میں محنت کشوں کو رہائشی مکانات کے لئے قطائع کے علاوہ متعدد قطائع زرعی اور تجارتی مقاصد کے لئے بھی دیئے گئے۔ یہ زرعی قطائع بعض اوقات گھاس، کھجوروں کے باغات اور چشموں پر مشتمل ہوتے تھے۔ آپ ﷺ نے قابلِ کاشت اراضی کے علاوہ کچھ مردہ زمینیں بھی محنت کشوں کو بطور قطائع عطا فرمائی تھیں تاکہ ان پر کاشت کی جائے، زراعت کو ترقی دی جائے اور زمین کی پیداوار کو بڑھایا جائے۔ بعض ایسی زمینیں بھی تقسیم کی گئیں جن سے حاصل ہونے والی پیداوار کے ایک حصہ سے مستقل یا عارضی طور پر مستفید ہونے کا حق دیا گیا، مگر ملکیت کے حقوق نہیں ملتے تھے، اس قسم کے عطیہ کو "طعمہ" کہا جاتا تھا۔

زرعی زمینوں کی بدولت محنت کشوں کی اقتصادی حالت کافی بہتر ہو گئی۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہ جائیدادوں اور کاروبار کے مالک بن گئے اور بعض نے جن میں سے اکثریت مہاجرین کی تھی، تجارتی سرگرمیوں کو اپنایا۔ یہ حقیقت بھی

1۔ سورۃالنور:24/ 62

دلچسپ ہے کہ بہت سے مسلمانوں نے بیک وقت زراعت و تجارت دونوں میں محنت کی اور اس طرح اقتصاد و معیشت کے ارتقاء میں دوہرا حصہ لیا۔ آپ ﷺ کی خدمت میں متمول حضرات زر نقد، اجناس اور اسباب کی شکل میں مختلف عطیات بھی ارسال کرتے، جس سے ضرورت مندوں کی اجتماعی کفالت کا فریضہ سرانجام دیا جاتا تھا۔

رسول کریم ﷺ نے محنت کشوں کی فلاح اور بنجر زمینوں کی آباد کاری کے لئے جو اقطاع اور جاگیریں عطا فرمائیں، اُن کے حوالے سے چند روایات حسب ذیل ہیں۔ سیدہ اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں:

((أن رسول الله ﷺ أقطع الزبير رضی الله عنه أرضا بخيبر فيها شجر و نخل)) [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو خیبر سے ایک قطع زمین بطور جاگیر عنایت فرمایا جس میں درخت اور کھجور کے پیڑ تھے۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو وہاں تک زمین عنایت فرمانے کا حکم دیا جہاں تک ان کا گھوڑا دوڑ سکتا تھا۔ انہوں نے اپنا گھوڑا دوڑایا، یہاں تک کہ وہ تھک کر رک گیا، پھر انہوں نے اپنا کوڑا پھینکا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں وہاں تک زمین دے دو جہاں تک ان کا کوڑا پہنچا ہے۔[2]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا بلال بن حارث المزنی رضی اللہ عنہ کو معاون قبلیہ (مکہ اور مدینہ کے درمیان) کی اُونچی زمین بطور جاگیر عطا فرمائی۔[3] ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے پوری وادی عقیق عنایت فرمائی۔[4]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے سیدنا فرات بن حیان العجلی رضی اللہ عنہ کو یمامہ میں زمین بطور جاگیر عطا فرمائی۔[5] سیدنا عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو زمینی قطعات عنایت فرمائے۔[6] اسی طرح آپ ﷺ نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو انصار کے گھروں اور کھجوروں کے درمیان کچھ قطعات زمین عطا فرمائے۔

1۔ صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، ماکان النبی اعطی۔۔

2۔ سنن ابی داؤد، کتاب الخراج والفیئ والامارۃ، باب فی قطاع الارضیین

3۔ سنن ابی داؤد، کتاب الخراج والفیئ والامارۃ، باب فی قطاع الارضیین

4۔ کتاب الاموال، باب الاقطاع 56 : 1

5۔ کتاب الاموال، باب الاقطاع 56 : 1

6۔ کتاب الخراج، ص:132

سیدنا علقمہ بن وائل رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضر موت میں ایک جاگیر عنایت فرمائی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ زمین ماپ کر دیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لم ینه عنه، ولكن قال: أن یمنح أحدكم أخاه خیر له من أن یاخذ شیئا معلوما))

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو اجارہ پر دینے سے منع نہیں فرمایا بلکہ آپ نے زیادہ پسند فرمایا کہ تم میں سے کوئی اگر اپنے (کاشتکار) بھائی کو زمین مفت بطور احسان دے دے اس کی بجائے کہ اس سے مقررہ معاوضہ (کرایہ یا بٹائی) لے کر دے۔

ہر معاملہ میں محنت کشوں کی خیر خواہی:

اسلام میں معاشرت کی بلندی کا معیار یہ ہے کہ خیر خواہی میں اپنے نفس اور اپنے بھائی کے درمیان سر مو فرق باقی نہ رکھا جائے۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے لئے کنویں پر تشریف لے گئے۔ سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما ساتھ تھے۔ اب وہاں پر غسل کرنے کے لئے پردہ کی ضرورت تھی۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس چادر تھی، انہوں نے چادر پھیلا دی اور چادر کی اوٹ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمالیا۔ غسل کر چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حذیفہ رضی اللہ عنہ! تم بھی غسل کر لو۔ تو وہ سوچنے لگے کہ یہ کیسے ہوگا؟ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے چادر لے لی اور پھیلا کر کھڑے ہو گئے۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ پریشان ہو گئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ چادر پھیلائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے ساتھ تم نے ایسا معاملہ کیا تو تمہارے ساتھ ایسا معاملہ کرنے میں مجھے کیا رکاوٹ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو زبردستی فرمایا کہ غسل کرو، میں پردہ کر کے کھڑا ہوں۔ الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر سے پردہ کیا اور سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے غسل کر لیا۔[1]

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مسواکیں بنوائیں۔ ایک ذرا بالکل سیدھی اور خوبصورت تھی اور دوسری ذرا ٹیڑھی سی تھی۔ جو مسواک سیدھی تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خادم کو دے دی اور جو ٹیڑھی تھی وہ خود رکھ لی۔ خادم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا دل چاہتا ہے کہ سیدھی مسواک آپ صلی اللہ علیہ وسلم استعمال فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا بھی دل چاہتا ہے کہ سیدھی مسواک تم استعمال کرو۔[2]

1۔ احیاء العلوم الدین، امام ابو حامد محمد بن احمد الغزالیؒ (م ۵۰۵ھ) شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، 1970ء، ص:3/ 59

2۔ احیاء العلوم الدین، ص:3/ 59

محنت کشوں کے معاشی استحصال کا خاتمہ:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دُنیا میں بھیجنے کے بعد نعمتوں سے نوازا اور ساتھ ہی چند حدود کو بھی مقرر کر دیا تا کہ انسان ان حدود کو توڑ کر دوسروں کا استحصال نہ کرے۔ ناپ تول میں کمی، بد عہدی، سود، رشوت، ملاوٹ وغیرہ کی وجہ سے صارفین کا استحصال ہوتا ہے۔ اسلام نے معاشی استحصال کے خاتمے کے لئے معاشی اخلاقیات کی تعلیم دی۔ جیسا کہ روایات میں ہے رسول کریم ﷺ نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں سود کو استحصالی نظام قرار دے کر اسے کلیتاً مسترد بلکہ ختم کرنے کا اعلان فرمایا۔ ارشاد فرمایا:

((وان کل ربا موضوع ولکم رؤوس أموالکم لا تظلمون ولا تظلمون)) [1]

ترجمہ: بے شک آج سے ہر قسم کا سود (اور سارا سودی نظام) منسوخ کیا جاتا ہے۔ تم اپنے سرمائے کے سوا نہ کچھ لے سکتے ہو اور نہ کچھ دے سکتے ہو۔ نہ تم سودی لین دین کی شکل میں ایک دوسرے پر ظلم کرو اور نہ قیامت کے دن تم پر ظلم کیا جائے گا۔

نیز فرمایا:

((قضی اللہ أنہ لا ربا)) [2]

ترجمہ: یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ سود (اور اس پر مبنی ہر قسم کا اقتصادی استحصال) ممنوع ہے۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

((کان اصحاب المزارع یکرون فی زمان رسول اللہ ﷺ مزارعھم بما یکون علی الساقی من المزارع۔ فجاؤا رسول اللہ ﷺ فاختصموا فی بعض ذلک۔ فنھاھم رسول اللہ ﷺ أن یکروا بذلک۔ وقال: اکروا بالذھب والفضۃ)) [3]

ترجمہ: کھیتوں کے مالکان رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں کھیتوں کو پانی کی نالیوں کے کنارے اُگنے والی فصل کے عوض کرائے پر دیا کرتے تھے۔ مزارعین نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس قسم کے کسی معاملے میں جھگڑا کیا تو آپ ﷺ نے مالکان کھیت کو اس طرح مزارعت پر دینے سے منع فرمایا اور انہیں اجازت مرحمت فرمائی کہ وہ سونا چاندی (نقد لگان) پر اپنے کھیت دیا کریں۔

1۔ مسند ابی یعلی الموصلی، ص: 3 / 139

2۔ مقدمہ کتاب العبر و دیوان المبتدا و الخبر فی العرب والبربر و من عاصر ھم من ذوی الشأن الاکبر، علامہ عبد الرحمٰن بن خلدونؒ، دار الفکر، بیروت، 2003ء، ص: 2 / 480

3۔ جمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد، امام محمد بن سلیمان المغربیؒ، دار ابن حزم، 1402ھ، ص: 1 / 446

مالکان اپنی زمین ضرورت مند مزارعین کو من مانی فاسد شرائط پر دیا کرتے تھے جن کے ذریعے اپنا نفع یا حصہ تو زیادہ سے زیادہ اور یقینی بنا لیتے مگر غریب اور محتاج مزارع (جس کی محتاجی اس کو ان استحصالی شرائط پر آمادہ کرتی تھی) کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے۔ محنت کشوں کے والی ﷺ کو جب اس معاشی استحصال کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے اسے سختی کے ساتھ روک دیا۔

ایک محنت کش صحابی سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانے میں زمین نالیوں سے ملحقہ یا ان سے سیراب ہونے والی زمین کے حصہ کی پیداوار کے تہائی یا چوتھائی پر لیا کرتے تھے (جب رسول اللہ ﷺ کو ہمارے اس استحصال کا علم ہوا تو) آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا:

((من كانت له أرض فليزرعها۔ فان لم يزرعها فليمنحها أخاه۔ فان لم يمنحها أخاه فليمسكها)) [1]

ترجمہ: جس کے پاس زمین ہے وہ اسے خود کاشت کرے۔ اگر خود کاشت نہیں کرتا تو اپنے (کسان) بھائی کو بطور عطیہ دے دے۔ اگر ایسا بھی نہیں کر سکتا تو پھر بطور سزا اپنی زمین کو روکے رکھے۔

محنت کشوں کے معیار زندگی میں بہتری لانا:

عہد نبوی میں محنت کشوں کے معیار زندگی میں بہتری لانا اوّلین ترجیحات میں شامل تھا۔ رسول کریم ﷺ اس بات کی حوصلہ افزائی فرماتے کہ آدمی کیڑے مکوڑوں کی طرح زندگی نہ گزارے اور ایسے وسائل اختیار کرے جن سے اس کا معیار زندگی بلند ہو۔ اس کی بیماری اور کبر سنی کے دن سکھ چین سے بسر ہوں اور اس کے بعد اس کے بچے دربدر کی ٹھوکریں نہ کھاتے پھریں۔ اسی لئے آپ ﷺ نے بہت پہلے سے ان فاسد اوہام اور باطل خیالات کی جڑیں کاٹ دیں جن کے ہوتے ہوئے آدمی محنتی اور جفاکش بننے کی بجائے کاہل اور سست بن جاتا ہے۔

کچھ لوگوں کو یہ وہم ہو جاتا ہے کہ انہیں اللہ پر بھروسہ ہے۔ اس نے پیدا کیا ہے تو رزق بھی وہی دے گا۔ خواہ اس کے لئے محنت و مشقت کی جائے یا نہ کی جائے۔ اسلام اس قماش کے لوگوں کو ناسمجھ تصور کرتا ہے۔ اس لئے کہ توکل کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آدمی محنت کرنے اور اسباب کو استعمال کرنے سے گریز کرے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہے۔ روایات میں ہے کہ امام موسیٰ بن جعفر الکاظمؑ اپنی زرعی زمینوں میں کھیتی باڑی کے امور میں مصروف تھے، آپ پوری تندہی سے کام میں مشغول تھے اور بدن پر پسینہ جاری تھا۔ علی بن حمزہ بطائنی نے آپ کو جب اس حالت میں دیکھا تو

1۔ حیات القلوب، ص: 177/3

عرض کی: آپ پر قربان جاؤں، کیوں خود زحمت فرماتے ہیں، یہ کام کسی اور کے حوالے کیوں نہیں فرماتے؟ آپ نے فرمایا: کیونکر کسی دوسرے کے ذمہ لگاؤں۔ مجھ سے بہتر میرے بزرگان، رسول اللہ ﷺ، امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور میرے سارے آباء واجداد یہ کام خود کرتے تھے۔ زمین میں کام کرنا، زمین کی آبادکاری کرنا اور کھیتی باڑی کا کام کرنا انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے، اوصیاء و اولیاء کا طریقہ ہے۔ اللہ کے نیک بندے اسی طرح زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔

محنت کشوں کے لئے بیت المال کا قیام:

بیت المال اپنے جامع مفہوم میں وہ ادارہ ہے جو اسلامی ریاست کی مالیاتی پالیسی کو بروئے کار لانے اور اس کے مقاصد کے حصول کے لئے قائم کیا جاتا ہے، البتہ اپنے سادہ اور عام فہم مفہوم میں بیت المال اس عمارت کو بھی کہتے ہیں جو سرکاری خزانہ کا محفوظ مقام ہوتا ہے۔ اپنے جامع مفہوم کے اعتبار سے تو بیت المال کی بنیاد رسول کریم ﷺ کے مبارک عہد میں ہی پڑ چکی تھی جب آپ ﷺ نے بحرین، یمن اور عمان سے آنے والے خراج اور جزیہ کی رقم کو فقراء اور دیگر محنت کش صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرما کر یہ واضح فرما دیا کہ اسلام کی مالیاتی پالیسی کا مقصد غربت اور افلاس کے خاتمہ کے ساتھ معاشی خوشحالی کا حصول بھی ہے۔

مورخین کے بیان کے مطابق ان دنوں جزیہ، خراج اور دیگر ذرائع سے ہونے والی آمدنی کو مسجد نبوی کے صحن میں رکھ دیا جاتا اور فوراً مستحقین میں تقسیم کر دیا جاتا۔ اس زمانے میں بیت المال میں زر محفوظ (Reserve funds) کی کوئی مدنہ تھی جسے ناگہانی حالات اور مستقبل کی حاجات کے لئے رکھا جاتا۔

خدمت گاروں کو آل محمد ﷺ پر ترجیح:

محنت کشوں کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی خاطر ان کی محبت کے دعویدار تو بہت ہیں مگر کون ہے جو رسول کریم ﷺ کی طرح اس قابل احترام مگر مظلوم طبقے کی دلجوئی کرے۔ سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

((یوثرنی علیٰ اھلہ وولدہ ورزقت منہ حبا فلا اصنع الا ماشئت))[1]

ترجمہ: وہ (رسول کریم ﷺ) مجھے اپنے اہل و عیال اور آل اولاد سے مقدم سمجھتے ہیں۔ میرے ساتھ انتہائی محبت فرماتے ہیں۔ کام کا بھی کوئی زیادہ بوجھ نہیں۔ اپنی مرضی کے مطابق کام کرتا ہوں۔

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:

1۔ انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون ﷺ، ص:1 / 439

((كان رسول اللہ ﷺ یاخذنی فیقعدنی علیٰ فخذہ ویقعد الحسن علیٰ فخذہ الاخری، ثم یضمھما، ثم یقول: اللھم ارحمھما فانی ارحمھما)) [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ مجھے اٹھا لیتے اور اپنی ایک ران پر بٹھا لیا کرتے اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی دوسری ران پر بٹھاتے، پھر دونوں کو اپنے ساتھ چمٹا لیتے اور دُعا فرماتے: اے اللہ! ان دونوں پر رحم فرما کیونکہ میں بھی ان پر رحم کرتا ہوں۔

محنت کش کی قبر پر نماز جنازہ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک حبشی نوجوان مسجد کی صفائی کیا کرتا تھا، پھر (کچھ دن) نبی کریم ﷺ نے اسے موجود نہ پایا، تو اس کے متعلق دریافت فرمایا: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ فوت ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟ راوی بیان کرتے ہیں گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی موت کو اتنی اہمیت نہ دی تھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس کی قبر کے بارے میں بتاؤ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو اس کا مقام تدفین بتایا، پھر آپ ﷺ نے (وہاں تشریف لے جا کر) اس کی نماز جنازہ ادا کی اور فرمایا:

((ان ھذہ القبور مملوءۃ ظلمۃ علیٰ أھلھا وان اللہ عزوجل ینورھا لھم بصلاتی علیھم)) [2]

ترجمہ: یہ قبریں ان قبر والوں کے لئے ظلمت اور تاریکی سے بھری ہوئی ہیں۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ میری ان پر پڑھی گئی نماز جنازہ کی بدولت (ان کی تاریک قبور میں) روشنی فرما دے گا۔

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ عالیہ (مدینہ منورہ کی جنوب مشرقی آبادی) میں ایک نادار محنت کش عورت (رضی اللہ عنہا) رہا کرتی تھی۔ وہ سخت بیمار ہوئی اور اس کے بچنے کی اُمید ختم ہو گئیں۔ رسول کریم ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ آپ ﷺ خود اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ مگر اس نے رات اس وقت رخت سفر باندھا جب آپ ﷺ سو چکے تھے۔ لوگوں نے آپ ﷺ کو بیداری کی زحمت دینا مناسب نہ سمجھا اور اس کی نماز جنازہ پڑھا کر دفن کر دیا۔ آپ ﷺ نے صبح لوگوں سے اس کی خیریت دریافت فرمائی، جب پتہ چلا کہ اس کو دفن کر دیا ہے تو رنج ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت لے کر اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور وہاں نماز جنازہ پڑھی۔ [3]

محنت کشوں سے متعلق وصیتیں:

1۔ صحیح ابن حبان، حدیث: 6961

2۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصلاۃ علی القبر، حدیث: 1527 (امام البانیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

3۔ سنن النبی ﷺ، ص190

رسول کریم ﷺ نے مختلف مواقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنہری وصیتیں فرما کر ان کا تزکیۂ نفس کیا۔ کبھی آپ ﷺ نے کسی سے محبت و شفقت اور دین میں خصوصی لگاؤ دیکھ کر اسے کوئی وصیت فرمادی اور کبھی کسی کے سوال کے جواب میں اسے کوئی وصیت کردی۔ جس طرح ایک ماہر طبیب، مریض کے مزاج اور بیماری کو مدنظر رکھ کر علاج اور غذا تجویز کرتا ہے اسی طرح آپ ﷺ جو انسانیت کے سب سے بڑے روحانی معالج تھے ہر شخص کو اسی عمل کی وصیت فرماتے جو اس کے لئے ضروری اور اس کے حالات کے مطابق ہوتا۔ ایک مرتبہ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو خادموں کے متعلق وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

((هم اخوانكم، جعلهم الله تحت ايديكم، فاطعموهم مما تاكلون وألبسوهم مما تلبسون، ولا تكلفوهم ما يغلبهم فان كلفتموهم فاعينوهم)) [1]

ترجمہ: وہ تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے ماتحت بنایا ہے، پس جو تم کھاتے ہو اس سے انہیں بھی کھلاؤ اور جو تم پہنتے ہو اس سے انہیں بھی پہناؤ اور ان کو ایسا کام کرنے کا نہ کہو جو اِن پر بھاری ہو لیکن اگر تم انہیں کسی ایسے کام کا حکم دو جو سخت مشقت طلب ہو تو پھر اس کام میں ان کی مدد کیا کرو۔

خطبہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے پچھلے نظام اور جاہلانہ امور کو منسوخ کرتے ہوئے فرمایا:

((ألا! كل شيء من أمر الجاهلية تحت قدمي موضوع، ودماء الجاهلية موضوعة۔۔۔ وربا الجاهلية موضوع)) [2]

ترجمہ: خبردار! دور جاہلیت کا سارا (ظالمانہ اور استحصالی) نظام میں نے اپنے پاؤں تلے روند ڈالا ہے۔ آج سے نظام جاہلیت کے سارے خون کالعدم قرار دیئے جاتے ہیں اور آج سے نظام جاہلیت کے سارے سودی لین دین بھی ختم کئے جاتے ہیں۔

غیر استحصالی انسانی معاشرہ قائم کرنے کے لئے آپ ﷺ نے یہ اعلان بھی فرمایا:

((أرقائكم أرقائكم اطعموهم مما تأكلون واكسوهم مما تلبسون)) [3]

ترجمہ: لوگو! زیردست انسانوں کا خیال رکھنا، زیردستوں کا خیال رکھنا۔ انہیں وہی کچھ کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور ایسا ہی پہناؤ جیسا تم خود پہنتے ہو۔

1۔ صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المعاصی فی امر الجاہلیۃ، حدیث:30 و صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اطعام المملوک۔۔۔، حدیث:1661

2۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ، حدیث:1218

3۔ الطبقات الکبریٰ، ص:2/ 185

اس اعلانِ نبوی نے عالمی نظام سے غلامی کے خاتمے کی بنیاد رکھ دی اور انسانی طبقات میں غیر فطری تفاوت کے خلاف انقلاب آفرین نظام وضع کر دیا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے مرض الموت میں محنت کش غلاموں سے حسن سلوک کی وصیت فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اللہ اللہ الصلاۃ و ماملکت ایمانکم)) (1)

ترجمہ: اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، نماز کا خیال رکھو اور غلاموں کے حقوق ادا کرو۔

امام جعفر بن محمد الصادقؒ سے منقول ہے:

((وصی رسول اللہ ﷺ علیا عند وفاتہ فقال: یاعلی! لا یظلم الفلاحون بحضرتک)) (2)

ترجمہ: بوقت وفات رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! آپ کی موجودگی میں کسانوں پر ظلم نہیں ہونا چاہیئے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مالک اشترؒ کے نام لکھے ہوئے عہد نامے میں محنت کش تاجروں اور صنعت کاروں کے اہم کردار پر تاکید کی ہے اور ان کے حق میں وصیت فرمائی ہے۔ قاضی ابو حنیفہ تمیمیؒ نے اپنی کتاب "دعائم الاسلام" میں اس وصیت کو رسول کریم ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے۔ عہد نامہ کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

((ثم استوص بالتجار و ذوی الصانعات، و اوص بھم خیرا، المقیم منھم، و المضطرب بمالہ، المترفق ببدنہ، فانھم مواد المنافع، و اسباب المرافق، و جلابھا من الماعد و المطارح فی برک، و بحرک، و سھلک، وجبلک۔۔۔فاحفظ حرمتھم، و آمن سبلھم، و خذلھم بحقوقھم، فانھم سلم لا تخاف بائقتہ، و صلح لا تحشیٰ غائلتہ، و تفقدا مورھم بحضرتک، وفی حواشی بلادک)) (3)

ترجمہ: تاجروں اور صنعت کاروں سے ان کے نیک مشورے قبول کرو اور انہیں نیکی کی دعوت دو۔ چاہے وہ جو ایک مستقل جگہ رہ کر تجارت کا کام کرتے ہیں یا وہ جو اپنا سرمایہ یہاں سے وہاں لے جاتے اور اپنے بدن سے بھی کام لیتے ہیں۔ یہ لوگ منفعت کے سرچشمے، آرام کے وسائل اور دور دراز کے علاقوں، بیابانوں، سمندروں، جنگلوں، سنگلاخ وادیوں اور ایسی جگہوں سے منافع وارد کرنے والے ہیں جہاں ہر ایک جانے کی جرأت بھی نہیں کر سکتا۔ پس ان کی

1۔ صحیح سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی ذکر مرض رسول اللہ ﷺ، حدیث: 1625

2۔ وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، ص: 13 / 216

3۔ دعائم الاسلام، ص: 1 / 371-372

عزت و حرمت محفوظ رکھو، ان کی راہوں کو پر امن بناؤ اور ان کے حقوق حاصل کرو کہ یہ لوگ صلح و امن والے ہیں، ان کی طرف سے کوئی خوف و خطر نہیں ہے، یہ حضر میں ہوں یا سفر میں، اِن کے معاملات حل کرو۔

عہد نامہ کے آخر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے لکھا:

((فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فعل ذلک)) [1]

ترجمہ: بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے۔

بہبودِ مزدور کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئے گئے عملی اقدامات سے ظلم و ناانصافی کے خاتمے اور نظام مساوات و انصاف کے نفاذ کی عملی جدوجہد کا آغاز ہوا اور جلد ہی اسلام کی اس ابھرتی ہوئی طاقت نے روم اور فارس کی دونوں عالمی استحصالی طاقتوں کو چیلنج کر دیا اور ان طاقتوں کو عبرتناک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ محنت کشوں پر ظلم و بربریت کا خاتمہ ہو گیا اور ایک ایسے بین الاقوامی معاشرے کا آغاز ہوا جس میں خیر، تعمیر، ارتقاء اور عدل ہی عدل تھا اور جو انسان کے بنیادی حقوق کا ضامن تھا۔

1۔ نہج السعادۃ، ص:5 / ۹۹

فصل سوم: عہد خلافت راشدہ میں بہبود محنت کشاں

اسلام کے نزدیک حکمران رعایا کی دُنیوی و مادی فلاح کا نگران اور اخلاقی و دینی اقدار کا محافظ ہوتا ہے اور وہ ہر آن اللہ کی مخلوق کی بہبود کی فکر میں رہتا ہے، رفاہِ عامہ اور معاشی فلاح سے تعلق رکھنے والے امور کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس کی سینکڑوں ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ترین ذمہ داری محنت کش طبقے کی خوشحالی کا خیال ہے۔ ایسے ہی حکمرانوں کے بارے میں رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا:

((خیار ائمتکم الذین تحبونھم ویحبونکم وتصلون علیھم ویصلون علیکم و شرار ائمتکم الذین تبغضونھم ویبغضونکم وتلعنونھم ویلعنونکم)) [1]

ترجمہ: تمہارے بہترین حکام وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور جو تم سے محبت کرتے ہیں، جن کے لئے تم دُعا کرتے ہو اور تمہارے لئے وہ دُعا کرتے ہیں اور تمہارے بدترین حکمران وہ ہیں جن سے تم نفرت کرو اور وہ تم سے نفرت کریں، ان پر تم لعنت بھیجو اور وہ تم پر لعنت بھیجیں۔

رسول کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے وصال کے بعد جو افراد اسلامی حکومت کی صدارت کے منصب پر فائز ہوئے انہیں اپنی وسیع ذمہ داریوں کا پورا شعور تھا۔ اس حقیقت پر خلافت راشدہ کی پوری تاریخ گواہ ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نے ایک مرتبہ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے محنت کشوں سے اپنے بے پایاں ربط و تعلق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"ہم قوم پر حاکم نہیں بلکہ قوم کے خادم ہیں۔ حتی المقدور عوام کی ضروریات پوری کریں گے۔ ان کے مسائل سلجھائیں گے، ان کے معاملات حل کریں گے۔ ہاں اگر یہ سب نہ کر سکے تو لوگوں سے ہمدردی اور غمخواری کا معاملہ کریں گے تاکہ معاملہ برابر سرابر ہو جائے۔۔۔ حاکم لوگوں کی جانوں کا مالک نہیں ہوتا اور قوم حاکم کی غلام و چاکر نہیں ہوتی، بلکہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور حاکم امین ہے۔ اگر امانت میں وفاداری و دیانت کرتا ہے تو وہ کامیاب ہے اور اگر خیانت و بدعہدی کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ بڑے گھاٹے میں ہے۔" [2]

خلفائے راشدین رَضِيَ اللهُ عَنْهُم نے رسول کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے اُسوۂ حسنہ کی پیروی میں محنت کشوں کی بہبود کو اپنی ترجیحات میں شامل کیا۔ اس کے چند نمونے ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

1۔ جامع السعادات، الشیخ محمد مهدی النراقیؒ، دار المرتضی، لبنان، ص: 2/ 213

2۔ أخبار عمر رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، علی بن مصطفی الدمشقی الطنطاویؒ، دار المنارة، دمشق، سن ندارد، ص: 82

بے روز گاری کا خاتمہ:

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی اپنے حالات کے مطابق بے روز گاری کا علاج کیا کرتے تھے۔ اس دور میں کاشتکاری اور صنعت و تجارت ہی روز گار کے ذرائع تھے۔ تجارت تمام محصولات سے آزاد تھی۔ جو چاہتا تجارت میں مشغول ہو جاتا۔ زمین عام تھی جو چاہتا کاشتکار بن جاتا۔ ان دنوں عصر حاضر کی بے روز گاری کے مسائل نہ تھے۔ کام کرنے والوں کو کام مل جاتا، محنت کرنے والوں کے لئے محنت کا میدان وسیع تھا۔ صرف ترغیب ہی کے واقعات ملتے ہیں کہ کسی صحت مند کو بھیک مانگتے دیکھا تو اس کو کاروبار کی تلقین کر دی۔ سرکاری کاموں کے لئے بھی ضرورت مندوں اور صاحب استعداد افراد کو بھرتی کر لیا جاتا، البتہ سست و کاہل اور ارادی طور پر بے کار رہنے والے شخص کی اس معاشرہ میں بھی کوئی وقعت نہ تھی۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تو ایسے افراد کو تلقین فرماتے تھے:

((لا تکونوا عیالا علی المسلمین))[1]

ترجمہ: دیکھو مسلمانوں پر اپنی پرورش کا بار نہ ڈالنا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہی ایک دن ایک صحت مند نوجوان کو دیکھا کہ مسجد میں سوال کر رہا ہے کہ جہاد کرنے میں کون اس کی مدد کر سکتا ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ کر ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا کہ وہ اسے اپنی زمین میں کام پر لگائیں۔ چند ماہ بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انصاری سے دریافت فرمایا کہ اس شخص کا کیا حال ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ٹھیک ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے میرے سامنے لائیں۔ دیکھا اس نوجوان کے پاس دراہم کی بھری ہوئی تھیلی ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا: یہ تھیلی لے کر چاہے جہاد کرو چاہے گھر میں بیٹھو۔[2]

گویا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پہلے اس کی مالی حالت کو بہتر بنانا پسند فرمایا اور جب اس کی تھیلی درہموں سے بھر گئی تو پھر اسے اختیار دیا کہ چاہو تو گھر بیٹھو اور چاہو تو جہاد کے لئے جاؤ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محتاجی کی زندگی گزارنے کی بجائے محنت کر کے کمانا اور گھر بیٹھ کر کھانا بھی نیکی ہے۔

تقسیم وظائف میں محنت کش گھرانوں کو ترجیح:

وظائف تقسیم کرنے کے موقع پر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا اُسامہ رضی اللہ عنہما کو اپنے بیٹے سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ پر ترجیح دیتے ہوئے ان کا زیادہ وظیفہ مقرر فرمایا تو اس پر سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا:

1۔ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ص: 17/2

2۔ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ص: 18/2

((انه کان احب الی رسول اللہ ﷺ منک و کان ابوہ احب الی رسول اللہ من ابیک)) [1]

ترجمہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ (اُسامہ رضی اللہ عنہ) تم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کو محبوب تھے اور ان کے باپ (زید رضی اللہ عنہ) سے بھی بنسبت تمہارے باپ کے رسول اللہ ﷺ زیادہ محبت فرماتے تھے۔

محنت کشوں میں اراضی کی تقسیم:

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو زمین بطور جاگیر دی اور انہیں اس کا پروانہ بھی لکھ کر دیا جس پر لوگ گواہ ٹھہرائے گئے جن میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔[2] سیدنا ابو عبد اللہ نافع رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ ہمارے ہاں بصرہ میں کچھ ایسی زمین پڑی ہے جو خراجی نہیں ہے اور نہ ہی اس کے اقطاع میں کسی مسلمان کا نقصان ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو وہ مجھے بطور جاگیر عطا کر دیں۔ میں اس میں اپنے گھوڑوں کے لئے گھاس اور پودے اُگاؤں گا۔ آپ نے ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے گورنر بصرہ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا: اگر وہ زمین ایسی ہی ہے جیسی یہ بتا رہے ہیں تو پھر انہیں بطور جاگیر دے دی جائے۔

سیدنا عوف بن ابی جمیلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا وہ خط پڑھا جو انہوں نے سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا (اس میں درج تھا) ابو عبد اللہ نے دجلہ کے کنارے مجھ سے زمین کا قطعہ مانگا ہے۔ اگر وہ زمین جزیہ کی نہ ہو اور نہ ہی جزیہ کے پانی سے سیراب ہوتی ہو تو انہیں دے دو۔[3]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ وہ غیر مزروعہ زمین کو آباد کریں اور بنجر زمینوں کو کاشت کرائیں۔ چنانچہ انہوں نے شرعی قاعدہ کے مطابق بنجر زمین کو قابل کاشت بنانے والے کو اس زمین کے مالکانہ حقوق سپرد فرما دیئے۔ ان کا مزاج یہ تھا کہ وہ اجتماعی مصالح کو ذاتی مصلحتوں پر ترجیح دیا کرتے تھے، گویا وہ ایک سوشلسٹ مصلح بھی تھے، چنانچہ انہوں نے سیدنا بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے وہ پورا قطعۂ زمین لے لیا جو رسول کریم ﷺ نے انہیں بطور جاگیر عطا کیا تھا، کیونکہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اس کی کاشت پر قادر نہ تھے اور اسے یونہی غیر مزروعہ چھوڑ رکھا تھا۔[4]

1۔ البدایہ والنہایہ، ص: 312/5

2۔ جامع الترمذی، باب احیا الموات

3۔ کتاب الاموال، باب الاقطاع 56 :1

4۔ اَخبار عمر رضی اللہ عنہ، ص 94

سیدنا موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نہر بین اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو سینا میں زمینیں دیں۔ اسی طرح انہوں نے سیدنا خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کو صعنبی کی زمین اور سیدنا سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کو ہرمز کا گاؤں عنایت فرمایا۔[1]

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ اصحاب رضی اللہ عنہم کو زمینیں دیں۔ ان حضرات میں سیدنا زبیر بن عوام، سیدنا سعد بن ابی وقاص، سیدنا عبد اللہ بن مسعود، سیدنا اسامہ بن زید اور سیدنا خباب بن الارت رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔[2]

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے جب سیدنا عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کی بیٹی کا نکاح ان کے چچازاد سیدنا قاسم بن محمد سے کیا تو فرمایا کہ اس کا مہر میری وہ قابل کاشت زمین ہے جو مدینہ منورہ میں ہے، یہ اتنی زمین ان کے لئے کافی ہو گی، انہیں کسی اور کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح آپ نے اپنی زندگی میں تین دفعہ اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں ضرورت مندوں کے درمیان بانٹ دیا، یہاں تک کہ اپنے جوتے بھی فقیر کو دے دیئے۔[3]

کاشت کاروں کے لئے وسائل آبپاشی کی فراہمی:

آب پاشی مصنوعی طریقہ سے زمین تک پانی پہنچانے کا نام ہے۔ یہ عمل زرعی فصلیں اُگانے، زرعی زمین کی ساخت برقرار رکھنے اور خشک علاقوں میں زمین کو قحط یا بارش کی کمی کے موسم میں قابل کاشت بنانے کے لئے کام آتا ہے۔ خلافت راشدہ میں نہروں کی کھدائی کا کام بہت اہتمام سے کیا گیا۔ اس فلاحی کام کا صحیح آغاز سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔ نہریں کھودی گئیں، بند تعمیر کئے گئے، تالاب اور چھوٹی چھوٹی نہریں نکالی گئیں۔ اس سلسلے میں بصرہ کی نہر ابو موسیٰ (سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے دجلہ سے کاٹ کر بنائی)، کوفہ کی نہر سعد (سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کھدوائی)، اور مصر کی نہر امیر المومنین قابل ذکر ہیں۔[4] سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد نہر ثار، نہر دبیس، نہر اساورہ، نہر

1۔ مراصد الاطلاع علی اسما الامکنۃ والبقاع، صفی الدین عبد المومن بن عبد الحق البغدادیؒ، (م739ھ)، دار الجیل، بیروت، ص: 1401 و کتاب الاموال، باب الاقطاع، ص: 285 (حاشیہ) نوٹ: نہر بین کو نہرین بھی پڑھا گیا ہے اور نہر بیلی بھی۔ یہ بغداد کے نواح کا علاقہ تھا۔ سینا کو استینیا بھی پڑھا گیا ہے۔ یہ کوفہ کا ایک گاؤں تھا۔ صعنبی عراق کا گاؤں تھا۔

2۔ کتاب الاموال، باب الاقطاع، ص: 285

3۔ بحار الانوار، ص:44/ 120

4۔ فتوح البلدان، علامہ احمد بن یحییٰ بن جابر البغدادی البلاذریؒ، ازھر پریس، قاھرۃ، 1932ء، ص:352۔353

عمرو، نہر حرب اور اس قسم کی دیگر نہریں جن کی تعداد سینکڑوں سے تجاوز کرتی ہے جاری کی گئیں جن کا ذکر کتب تاریخ میں ملتا ہے۔

کاشت کاروں کے لگان میں تخفیف:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما کو دجلہ کی اور سیدنا عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ کو فرات کے کنارے کی اراضی پر خراج وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ جب ان دونوں حضرات نے واپس آکر خراج کی ایک بڑی مقدار سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو پیش کی تو آپ نے مشکوک انداز میں ان سے دریافت فرمایا:

((کیف وضعتما علی الأرض؟ لعلکما کلفتما أهل عملکما ما لا تطیقون؟))

ترجمہ: تم نے زمین پر خراج کس مقدار سے مقرر کیا؟ مجھے لگتا ہے کہ تم نے کاشتکاروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا ہے۔

((لعلکما حملتما علی الأرض ما لا تطیق؟))

ترجمہ: شاید تم نے زمین کی حیثیت سے زیادہ خراج وصول کیا ہے؟

یہ سن کر سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے ان کے لئے بہت زیادہ چھوڑا ہے اور سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں ان کے پاس دوگنا چھوڑ آیا ہوں اور اگر چاہتا تو اس میں سے بھی وصول کر سکتا تھا۔[1]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جب عراق کا خراج وصول ہو کر آتا تو عراق کے متمدن شہروں مثلاً کوفہ، بصرہ وغیرہ سے دس دس آدمیوں کا وفد بلاتے اور ان سے چار چار مرتبہ قسم دلا کر پوچھتے کہ کیا ان پر ظلم کر کے تو خراج وصول نہیں کیا گیا؟ وہ قسم کھا کر شہادت دیتے کہ ان پر کوئی ظلم اور زیادتی نہیں کی گئی۔ تب کہیں جا کر امیر المومنین کو تسلی ہوتی۔ انہیں یہ یقین دہانی بھی کرائی جاتی کہ کسی مسلمان پر ظلم ہوا ہے اور نہ ہی کسی ذمی پر۔[2]

محنت کشوں کی عذر خواہی کو قبول کرنا:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام کے دورے سے تشریف لا رہے تھے۔ راہ میں کیا دیکھتے ہیں کہ چند آدمیوں کو دھوپ میں کھڑا کیا گیا ہے۔ آپ نے وجہ دریافت فرمائی تو بتایا گیا کہ عذر کی بنا پر جزیہ ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے انہیں سزا دی جا رہی ہے۔ آپ نے اپنے عاملین کو سخت ڈانٹ ڈپٹ کی اور اس ظالمانہ روش سے باز رہنے کو کہا۔ آپ نے فرمایا:

1۔ کتاب الخراج، ص:۸۸

2۔ کتاب الخراج، ص:228

((دعوھم لا تکلفوھم مالا یطیقون فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: لا تعذبوا الناس فی الدنیا یعذبھم اللہ یوم القیامۃ وامر بھم فخلی سبیلھم)) [1]

ترجمہ: انہیں چھوڑ دو، ان کی طاقت سے زیادہ انہیں تکلیف نہ دو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا ہے: لوگوں کو عذاب میں نہ ڈالو۔ اس لئے کہ جو لوگ دُنیا میں انسانوں کو عذاب میں ڈالتے ہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انہیں عذاب میں مبتلا کرے گا۔ پھر آپ نے حکم دے کر انہیں خلاصی دلوائی۔

محنت کشوں کے مویشیوں کے لئے چراگاہیں وقف کرنا:

اسلمؒ بیان کرتے ہیں کہ میں اس وقت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا جب انہوں نے اپنے آزاد کردہ غلام ہنی کو سرکاری چراگاہ پر نگران بنایا تو فرمایا۔ اے ہنی! خبردار اپنے بازوؤں کو لوگوں سے سمیٹے رکھنا اور مظلوم کی بددُعا سے بچنا، اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے۔ تو میری اس قائم کردہ چراگاہ میں بکریوں اور دیگر چوپایوں کے ریوڑ والوں کو اجازت دے کہ وہ چَرا سکیں۔ سیدنا عثمان اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کے چوپایوں کی پرواہ نہ کر۔ اس لئے کہ ان کے چوپائے ہلاک بھی ہو جائیں تو وہ مدینہ میں اپنے کھجوروں کے باغ اور زمین کی کاشت سے فائدہ اٹھا سکیں گے اور اگر ان غریب چرواہوں کے چوپائے بھوک سے ہلاک ہوئے تو یہ مسکین چیختے پکارتے آئیں گے اور یا امیر المومنین، یا امیر المومنین پکار پکار کر مدد طلب کریں گے۔ لہٰذا بیت المال کی رقم پر بوجھ ڈالنے سے میرے لئے یہ زیادہ آسان ہے کہ ان کو چراگاہ کے گھاس اور پانی سے فائدہ اٹھانے کی اجازت رہے۔ [2]

محنت کی نقل پذیری:

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے میں مسلمانوں نے محنت کی نقل پذیری بہت زیادہ کی۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی آبادکاری کی پالیسی جس کے تحت انہوں نے بصرہ، کوفہ اور فسطاط وغیرہ کے بڑے بڑے شہر آباد کئے، بھی یہی تھی کہ مسلمان بہتر ذرائع معاش کی تلاش میں جزیرہ عرب کے سنگلاخ اور بے آب و گیاہ زمین کو چھوڑ کر زرخیز علاقوں کی طرف نقل پذیری کریں۔ دین اسلام کی اشاعت بھی کریں اور بہتر مواقع رزق کو استعمال کر کے معاشی خوشحالی بھی حاصل کریں۔

1۔ کتاب الاموال، امام ابو عبید قاسم بن سلامؒ، ص:45

2۔ اخبار عمر رضی اللہ عنہ، ص:33

جب آپ مسلمانوں کو ایران فتح کرنے بھیج رہے تھے تو اس وقت جو تقریر آپ نے لشکریوں کے سامنے کی، اس سے یہی حقیقت عیاں ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا: مسلمانو! سن لو۔ سرزمین حجاز میں تمہارے معاش کی صرف ایک ہی صورت ہو سکتی ہے کہ تم (اپنے ریوڑ اور گلوں کے) چارے کی تلاش میں ادھر ادھر پھرتے رہو۔ اس کے علاوہ یہاں کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔[(1)]

اسی طرح سیدنا جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے کو شام کی طرف لے جانا چاہتے تھے۔ مگر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں نصیحت فرمائی کہ اگر انہیں نقل پذیری کرنا ہی ہے تو پھر عراق جائیں کیونکہ وہاں کی زمین زیادہ زرخیز ہے۔ آپ نے فرمایا:

> "وہاں شام میں تمہاری ضرورت نہیں، عراق جاؤ۔ اس ملک کو چھوڑ دو جس کی شان و شوکت اللہ تعالیٰ نے کم کر دی ہے۔ اس قوم کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے بڑھو جس نے معاش کے تمام ذرائع و وسائل پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ وہ تمہیں بھی اس میں سے حصہ دے گا اور تم بھی دیگر لوگوں کی طرح معاش کے ان وسائل سے فائدہ اٹھاؤ گے۔"[(2)]

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب بلادِ عجم کی فتوحات کے لئے لشکر کشی کر رہے تھے تو انہوں نے اسلامی لشکر کے سامنے جو خطاب فرمایا اس کا ایک حصہ خالصتہً معاشی نقطہ نظر رکھتا ہے اور محنت کی نقل پذیری کی اہمیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

> "مسلمانو! ملک عرب میں (معاش کے لئے) کیا رکھا ہے؟ تم دیکھ نہیں رہے یہاں (عراق و عجم میں) مٹی کے ٹیلوں کی طرح خوراک کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر جہاد کرنا اور دین کی اشاعت کرنا ہم پر فرض نہ بھی ہوتا تب بھی میں تم کو یہی رائے دیتا کہ ان زرخیز زمینوں کے لئے لڑو اور ان کے مالک بن جاؤ اور یوں بھوک اور غذائی قلت کا مسئلہ ان سستی کے ماروں کے لئے چھوڑ دو جو اس مبارک جدوجہد میں تمہارے ساتھی بننے سے جی چُراتے ہیں۔"[(3)]

الغرض قرآنی تعلیم، اُسوۂ حسنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہدایتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان پہلی صدی کی ابتداء ہی میں معاش کی طلب اور دین کی تبلیغ کے لئے دور دور تک نکل گئے۔ ان کی نو آبادیاں مشرق میں چین، جاوا، سماترا، لنکا اور

1۔ تاریخ الامم والملوک، ص:4/100

2۔ تاریخ الامم والملوک، ص:4/112

3۔ تاریخ الامم والملوک، ص:4/120

ہندوستان تک تھیں تو دوسری طرف براعظم افریقہ میں مصر، طرابلس، تیونس، مراکش، الجزائر اور حبش وغیرہ تک۔ نیز بحیرہ روم کے اکثر جزیرے اور خود یورپ میں سپین، فرانس اور اٹلی وغیرہ کے علاقوں میں مسلمان جا بسے تھے۔ تجارت اور ملازمت کے ساتھ ساتھ دین کی تبلیغ بھی کرتے تھے۔ خود ہندوستان میں مسلمان فاتحانہ حیثیت میں آنے سے پہلے جنوبی ہند میں تاجرانہ حیثیت سے آچکے تھے۔

محنت کشوں کے لئے بیت المال کا قیام:

ایک تحقیق کے مطابق بیت المال کا باقاعدہ قیام سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں 15 ہجری میں ہوا۔ یہ مرکزی بیت المال تھا اور اس کے ناظم سیدنا عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہما تھے۔ جب قیصر و کسریٰ کے خزینے اور دفینے مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کے بیت المال میں منتقل ہو گئے تو اس دور میں بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بچا اور سنبھال کر رکھنے کی فکر لاحق نہ ہوئی۔ آپ کے نزدیک اسلام کی ترویج، اسلامی ریاست کا پھیلاؤ اور غلبہ، اخلاص عمل، اتحاد اُمت اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مر مٹنے کے جذبہ سے ممکن ہے۔[1]

ان کے جذبہ صادق ہی کا کرشمہ تھا کہ گو سرکاری خزانہ سرخ و سفید (سونا چاندی) سے خالی رہتا تھا مگر اسلام جزیرہ عرب سے نکل کر شام، عراق، ایران اور مصر کی حدود میں داخل ہو گیا۔ اس موقع پر آپ کو ایک دُور اندیش نے بچا کر رکھنے کی طرف ترغیب دلائی تو فرمایا:

((انی لا اعد للحادث الذی یحدث سوی طاعة اللہ و رسولہ وھی عدتنا التی بلغنا بھا ما بلغنا))[2]

ترجمہ: میں مستقبل کے حادثات کے لئے تو بچا اور تیار کر کے نہیں رکھتا۔ البتہ (بچانے یا نہ بچانے میں) اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری ضرور کرتا ہوں اور دراصل یہی وہ ہماری پونجی ہے جس نے ہمیں کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔

البتہ تنخواہوں اور مقررہ وظائف کے لئے رقم محفوظ رکھی جاتی تھی۔ مؤرخین کے مطابق مدینہ منورہ کے مرکزی بیت المال میں اس مقصد کے لئے مجموعی رقم تین کروڑ درہم سالانہ رکھی جاتی تھی۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے باقاعدہ رجسٹرز اور دیوان مرتب کرائے۔[3]

1۔ اسلام کا قانون محاصل، ڈاکٹر نور محمد غفاری، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، ایڈیشن:2، 1989ء، ص:47

2۔ النظام المالی الاسلامی المقارن، عبد اللطیف عوض بدوی، طبع قاہرۃ، 1392ھ، ص:79

3۔ تاریخ الیعقوبی، ص:2/ 175

مظلوم محنت کشوں کی دادرسی:

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو علاقہ عکبری کا عامل مقرر کیا اور اسے لوگوں کے رُوبرو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ان سے خراج کا ایک درہم بھی وصول کئے بغیر نہ چھوڑنا، اور سختی کے ساتھ تاکید فرمائی۔ پھر اس سے فرمایا: نصف دن کے وقت مجھے آکر ملنا۔ وہ حاضر ہوا تو آپ نے (رازدارانہ انداز میں) فرمایا:

((انی کنت قد أمرتک بأمر۔ وانی أتقدم الیک الان, فان عصیتنی نزعتک۔ لا تبیعن لھم فی خراج حمار او لا بقرۃ و لا کسوۃ شتاء و لا صیف و ارفق بھم, و افعل بھم و افعل بھم)) [1]

ترجمہ: دیکھو اس وقت میں نے تمہیں جو کچھ کہا اس کی ایک وجہ تھی لیکن اب میں تمہیں اصل حکم دے رہا ہوں۔ اگر تم نے میری خلاف ورزی کی تو تمہیں سرزنش کروں گا۔ پھر فرمایا: خراج کی وصولی میں ان میں سے کسی کا گدھا یا بیل ہرگز نہ بیچنا اور نہ ہی ان کے سردی اور گرمی کے لباس فروخت کرنا اور ان سے نرمی برتنا اور ان سے ایسے ہی کرنا اور ان سے ایسے ہی کرنا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حکومت اپنے ہاتھ میں لینے، حاکم و فرمانروا بننے کی وجہ واضح طور پر عظیم اہداف و مقاصد، حق کے قیام اور باطل کی نابودی قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے منصب و حکومت کے لئے قیام نہیں کیا بلکہ میرا مقصد مظلوموں کو ظالموں سے نجات دینا ہے۔ جس چیز نے مجھے مجبور کیا کہ حکومت اور فرمانروائی کو قبول کروں وہ یہ تھی کہ تو نے علماء سے عہد لیا اور ان کا فرض قرار دیا کہ ظالموں کی ظالمانہ پرخوری اور ناجائز فائدہ اٹھانے، نیز مظلوموں کی بھوک کے سلسلے میں خاموش نہ بیٹھیں۔"[2]

ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا:

((اللھم انک تعلم انہ لم یکن الذی کان منا منافسۃ فی سلطان و لا التماس شیء من فضول الحطام)) [3]

1۔ کتاب الاموال، ص:47

2۔ کتاب الخراج، ص:222-223

3۔ نہج البلاغۃ، سید ابو الحسن محمد بن حسین بن موسیٰ الشریف الرضیؒ، ترجمہ سید رئیس احمد امروہویؒ و الآخرون، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، نومبر 1981ء، خطبہ:۳

ترجمہ: اے اللہ! تو بخوبی جانتا ہے کہ جو کچھ میں نے انجام دیا وہ سیاسی طاقت حاصل کرنے اور ناچیز دُنیا کے اموال کے حصول کے لئے نہیں تھا۔

اس کے بعد آپ نے اپنے اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے مقصد اور کوشش کے بارے میں فرمایا:

((ولکن لنرد المعالم من دینک نظھر الاصلاح فی بلادک فیامن المظلومون من عبادک)) [1]

ترجمہ: بلکہ اس وجہ سے تھا کہ تیرے دین کے روشن اصول وضوابط پلٹاؤں اور ملک میں اصلاح کروں تاکہ ستم رسیدہ بندے چین وامن کا سانس لیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں:

"اس حکوت کی حیثیت میری نظر میں اس ناچیز جوتے سے بھی کم ہے۔ جو چیز ضروری ہے وہ انصاف قائم کرنا ہے۔" [2]

ایک مقام پر فضل بن ابو قرّہ نے امام جعفر بن محمد الصادقؒ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیلچہ چلاتے تھے اور زمین کو ہموار کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کی گٹھلی کو اپنے لعاب دہن سے تر فرما کر بوتے تھے اور کونپل اسی وقت نکل آتی تھی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ کی (اس) محنت سے ایک ہزار غلام خرید کر آزاد کئے تھے۔ [3]

محنت کش پڑوسیوں کا خیال رکھنا:

جب ایک مرتبہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے خادم نے انہیں خط لکھا کہ میں نے آپ کی زمینوں کی آب پاشی اور باغوں کی سیرابی کے بعد باقی پانی کا سودا تیس ہزار (30000) درہم میں دوسرے محنت کشوں سے کر لیا ہے اور آپ کی اجازت کا طالب ہوں۔ تو اس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا:

((فقد جاءنی کتابک وفھمت ما کتبت بہ الی وانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول: من منع من فضل ماء لیمنع بہ فضل الکلاء منعہ اللہ فضلہ یوم القیامۃ فاذا جاء کتابی ھذا فاء سق زرعک و نخلک واصلک، وما فضل فاءسق جیرانک الاقرب فالاقرب۔۔والسلام)) [4]

1۔ نہج البلاغۃ، خطبہ: ۱۳۱

2۔ نہج البلاغۃ، خطبہ: ۱۳۱

3۔ وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، ص:12 / 54

4۔ کتاب الخراج، ص:207

ترجمہ: مجھے تمہارا خط مل گیا ہے اور جو تم نے مجھے لکھا اس کا مقصد میں نے سمجھ لیا ہے مگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے ضرورت سے زائد پانی روک کے رکھا تا کہ اس کے ذریعہ سے ضرورت سے زائد گھاس کو بھی روک سکے (یعنی پانی کی مثال بنا کر) اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنا فضل اس سے روک لیں گے، لہٰذا جب تمہیں میرا یہ خط ملے تو پانی سے اپنی کھیتی اور کھجوروں کے باغ اور زمین کو سیراب کر لینا اور جو پانی بچ جائے اس سے اپنے ہمسائیوں کی زمینوں کو سیراب ہونے دینا اور اس میں درجہ بدرجہ ہمسائیگی کا خیال رکھنا۔ والسلام۔

غیر مسلم محنت کشوں کی فلاح و بہبود:

اسلام کسی کے لئے حتیٰ کہ غیر مسلم کے لئے بھی فقر و غربت، سختی اور تنگ دستی نہیں چاہتا بلکہ ان کی فلاح و بہبود کی ضمانت دیتا ہے۔ خلافت راشدہ میں اس کی متعدد علامات نظر آتی ہیں۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شام کے گورنر سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو جو فرمان لکھا تھا اس میں من جملہ دیگر احکام کے یہ بھی درج تھا:

((وامنع المسلمين من ظلمهم والاضرار بهم وأكل أموالهم الا بحلها)) [1]

ترجمہ: (تم بحیثیت گورنر شام) مسلمانوں کو ان غیر مسلم شہریوں پر ظلم کرنے، انہیں ضرر پہنچانے اور ناجائز طریقہ سے ان کا مال کھانے سے سختی کے ساتھ منع کرو۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ جب بھی ان کے پاس اسلامی ریاستوں سے کوئی وفد آتا تو آپ اس وفد سے غیر مسلم شہریوں کے احوال دریافت فرماتے کہ کہیں کسی مسلمان نے انہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف تو نہیں پہنچائی؟ اس پر وہ کہتے: ہم اور کچھ نہیں جانتے مگر یہ کہ ہر مسلمان نے اس عہد و پیمان کو پورا کیا ہے جو ہمارے اور مسلمانوں کے درمیان موجود ہے۔ کتاب الاموال کی روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، غیر مسلم شہریوں میں سے ایک بوڑھے شخص کے پاس سے گزرے جو لوگوں کے دروازوں پر بھیک مانگتا تھا۔ آپ نے فرمایا:

((ما أنصفناك أن كنا أخذنا منك الجزية في شبيبتك، ثم ضيعناك في كبرك)) [2]

ترجمہ: ہم نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ ہم نے تمہاری جوانی میں تم سے ٹیکس وصول کیا، پھر تمہارے بڑھاپے میں تمہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔

پھر آپ نے اس کی ضروریات کے لئے بیت المال سے وظیفہ کی ادائیگی کا حکم جاری فرمایا۔ نیز روایات میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری لمحات میں غیر مسلم محنت کشوں کے حوالے سے وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

1۔ کتاب الخراج، ص:152

2۔ کتاب الاموال، ص:57

((أوصى الخليفة من بعدى بذمة الله و ذمة رسوله صلى الله عليه وآله وسلم: أن يوفى لهم بعهدهم، وأن يقاتل من ورائهم، وأن لا يكلفوا فوق طاقتهم)) (1)

ترجمہ: میں اپنے بعد والے خلیفہ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ذمہ میں آنے والے غیر مسلم شہریوں کے بارے میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ ان سے کئے ہوئے عہد کو پورا کیا جائے، ان کی حفاظت کے لئے بوقت ضرورت لڑا بھی جائے اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔

امام ابو عبیدؒ اور بلاذریؒ نے غیر مسلموں سے متعلق سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سرکاری فرمان نامہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

((انی أوصیک بهم خیرا فانهم قومٌ لهم الذمة)) (2)

ترجمہ: میں تمہیں ان غیر مسلم شہریوں کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت کرتا ہوں۔ یہ وہ قوم ہے جنہیں جان ومال، عزت و آبرو اور مذہبی تحفظ کی مکمل امان دی جاچکی ہے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے گورنر سیدنا قرظہ بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ کو لکھا:

"تمہارے تحت فرمان علاقہ کے کچھ اہل ذمہ نے کہا ہے کہ ان کی زمینوں میں ایک نہر تھی جو پٹ گئی اور خشک ہو گئی ہے اور وہاں ان کی آبادی ہے۔ پس تم اور وہ لوگ اس کام کا جائزہ لو، اس نہر کی صفائی اور اصلاح کرو اور انہیں آباد کرو۔ میری جان کی قسم! اگر وہ آباد ہوں تو یہ ہمارے نزدیک ان کے کوچ سے زیادہ محبوب ہے۔ (کیونکہ آوارہ وطن ہونے کی صورت میں) وہ مجبور وناتواں ہوں گے یا ان کاموں کے کرنے سے معذور ہوں گے جن میں حکومت کی خیر وصلاح ہے۔" (3)

اسی طرح سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مسلمان کو پکڑ کر لایا گیا جس نے ایک غیر مسلم محنت کش کو قتل کیا تھا۔ ثبوت فراہم ہو جانے کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قصاص میں مسلمان کو قتل کئے جانے کا حکم دیا۔ قاتل کے ورثاء نے مقتول کے بھائی کو خون بہا دے کر معاف کرنے پر راضی کر لیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے مقتول کے وارث کو فرمایا:

((لعلهم فزعوک أو هددوک))

1۔ المصنف فی الاحادیث والآثار، حدیث: 37059

2۔ فتوح البلدان، ص: 91

3۔ تاریخ الیعقوبی، ص: 2/203

ترجمہ: شاید ان لوگوں نے تجھے ڈرا دھمکا کر یہ کہلوایا ہے۔

اس نے عرض کیا: نہیں، بات دراصل یہ ہے کہ قاتل کے قتل کئے جانے سے میرا بھائی تو واپس آنے سے رہا اور اب یہ مجھے اس کی دیت دے رہے ہیں جو پسماندگان کے لئے کسی حد تک کفایت کرے گی۔ اس لئے میں خود اپنی مرضی سے بغیر کسی دباؤ کے معافی دے رہا ہوں۔ اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا تمہاری مرضی۔ تم زیادہ بہتر سمجھتے ہو۔ لیکن بہر حال ہماری شریعت کا اصول یہی ہے کہ:

((من کان لہ ذمتنا، فدمہ کدمنا، و دیتہ کدیتنا)) [1]

ترجمہ: جو ہماری غیر مسلم رعایا سے ہے اس کا خون اور ہمارا خون برابر ہیں اور اس کی دیت ہماری دیت کی طرح ہے۔

رحم دل محنت کش کیلئے باغ کا ہدیہ:

سیدنا عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے بہت سے باغات تھے۔ ایک حبشی محنت کش ان کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ ایک دن وہ اپنے ایک باغ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ حبشی محنت کش کام میں مصروف ہے اور اس کا پسینہ جاری ہے۔ دوپہر کے وقت جب کھانے کے لئے بیٹھا تو اس کے پاس دو خشک روٹیاں تھیں۔ اس نے وہ دو روٹیاں کھانے کے ارادے سے سامنے رکھیں کہ اتنے میں کہیں سے ایک کتا آ گیا۔ اس حبشی نے ایک ٹکڑا اس کی طرف پھینکا۔ وہ زیادہ بھوکا تھا۔ وہ ٹکڑا کھا کر پھر اور مانگا۔ اس نے باقی ٹکڑا بھی پھینک دیا۔ حتیٰ کہ کچھ دیر میں اس نے دونوں روٹیاں کتے کو کھلا دیں اور دستر خوان سمیٹ کر کھڑا ہو گیا۔

سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ تو نے کھانا نہیں کھایا؟ اس نے عرض کیا کہ کتے کی بھوک مجھ سے دیکھی نہیں گئی تو میں نے اپنی روٹی اسے کھلا دی۔ میرا کیا ہے میں دوسرے وقت میں کھا لوں گا۔ جب اس نے یہ بات کہی کہ میں نے خود بھوکا رہنا پسند کیا اور کتے کو سیر کر دیا۔ تو سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو اس پر پیار آ گیا۔ جتنے باغات تھے انہوں نے سارے اس محنت کش کو ہدیہ میں عطا فرما دیئے۔ [2]

محنت کش غلام کی آزادی:

1۔ کتاب الحجۃ علی أھل المدینۃ، امام ابو عبد اللہ محمد بن حسن بن فرقد الشیبانیؒ، عالم الکتب، بیروت، 1403ھ، ص: 4/355

2۔ مکارم الاخلاق، امام عبد اللہ بن محمد بن ابی الدنیا القرشی البغدادیؒ، المرکز العربی للکتاب، ص: 153۔ 154

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ایک غلام نے عرض کیا کہ میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں آپ میری امداد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: میں تجھے دو کلمے سکھا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو گا اللہ تعالیٰ ادا فرما دیں گے۔ کلمات یہ ہیں:

((اللھم فارج الھم کاشف الغم مجیب دعوۃ المضطرّین رحمٰن الدنیا والآخرۃ و رحیمھما انت ترحمنی فارحمنی برحمۃ تغنینی بھا عن رحمۃ من سواک)) [1]

ترجمہ: اے اللہ! رنج و غم اور فکر و پریشانی کو دور کرنے والے، بے قراروں کی دعاؤں کو قبول کرنے والے، دنیا و آخرت کے رحمٰن و رحیم! تو میرے حال پر رحم فرما اور ایسی مہربانی عنایت فرما کہ تیرے در کے سوا میں ہر کسی سے بے نیاز ہو جاؤں۔

اسلام کے احکام سبھی طبقات خاص کر مزدوروں، کسانوں اور کمزوروں کی آسائش و رفاہ کے لئے ہیں۔ اسلام ان کے لئے دوسرے طبقات سے زیادہ حق کا قائل ہے۔ محنت کشوں اور محتاجوں پر زیادہ توجہ دینے والی اور انہیں مصیبتوں سے نجات دلانے والی حکومت، اسلام کی حکومت ہے جس کے نزدیک کوئی حد اور اونچائی نیچائی ختم ہے اور اس حکومت کا نمونۂ عمل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

1۔ تہذیب الاحکام، شیخ ابو جعفر محمد بن حسن الطوسیؒ، دار المعارف للمطبوعات، بیروت، 1414ھ، ص:2/149

فصل چہارم: محنت کشوں کے حقوق و فرائض

دُنیا میں انسانی حقوق کی بنیاد رکھنے والا مذہب دینِ اسلام ہے، اسی مذہب نے معاشرے کو امن وآشتی کا گہوارہ بنایا اور تقسیم کار کے فطری قانون کے ذریعہ کسی کو مالک تو کسی کو مملوک، کسی کو خادم تو کسی کو مخدوم، کسی کو حاکم تو کسی کو محکوم قرار دیا۔ اسی بناء پر باہمی حقوق و فرائض عائد کئے گئے اور اسی کی خاطر ایک دوسرے کے ساتھ شفقت و ہمدردی کی تعلیم دی گئی۔

محنت کشوں کے حقوق:

محنت کشوں کو سب سے پہلے اسی دین نے وسیع اور جامع ترین حقوق فراہم کئے۔ نبی کریم ﷺ نے محنت کشوں اور خدمت گاروں کو آئینی تحفظات عطا فرمائے، ان کا مختصر سا تذکرہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

جانی تحفظ:

انسانی جان کا احترام ایسا ہے جس میں آزاد و غلام، امیر و غریب، سلطان و گدا کسی کی کوئی تمیز نہیں۔ سب کے لئے حکم برابر ہے اور سب ہی کی جان لائقِ صد احترام ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((المسلمون تتکافا دماؤھم)) [1]

ترجمہ: مسلمانوں کے خون برابر ہیں۔

سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((من قتل عبدہ قتلناہ، ومن جدع عبدہ جدعناہ)) [2]

ترجمہ: جو شخص اپنے غلام کو قتل کرے گا ہم اسے قتل کریں گے، جو اپنے غلام کی صورت بگاڑے گا ہم اس کی صورت بگاڑ دیں گے۔

ایک دفعہ مومن کی جان کی قدر و قیمت کا اظہار کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

((قتل المومن اعظم عند اللہ من زوال الدنیا)) [3]

ترجمہ: مومن کا قتل اللہ تعالیٰ کے نزدیک دُنیا کے تہ و بالا ہونے سے بڑھ کر ہے۔

1۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطھارۃ، باب فی المراۃ تستحاض۔۔، حدیث: 275 (امام البانیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)
2۔ سنن ابی داؤد، کتاب الدیات، باب من قتل عبدہ۔ حدیث: 4515 (شیخ زبیر علی زئیؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔)
3۔ سنن النسائی، کتاب تحریم الدّم، باب تعظیم الدّم، حدیث: 3988 (شیخ زبیر علی زئی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔)

مالی تحفظ:

محنت کش اور غلام کو غنیمت میں ویسے ہی حق دار قرار دیا جیسے آزاد افراد ہیں۔ مالِ غنیمت کے متعلق جتنے احکام ہیں ان میں آزاد اور غلام کی تفریق نہیں۔ اسی بنا پر خلفائے راشدین بیت المال سے وظائف تقسیم کرتے وقت آزاد اور غلام میں فرق نہ کرتے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((کان ابی یقسم للحرّ و العبد)) [1]

ترجمہ: میرے والد غلام اور آزاد دونوں میں تقسیم کرتے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ہر مسلمان کے لئے ہر ماہ دو پیمانے گیہوں اور دو پیمانے زیتون اور دو پیمانے سرکہ کے مقرر کئے ہیں۔ تو ایک شخص نے عرض کیا کہ غلام کو بھی؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں غلام کو بھی۔ [2]

اخلاقی تحفظ:

اسلام نے ایک مومن کو اخلاقی معیار عطا کیا ہے۔ اس معیار پر قائم رہنا اس کا آئینی حق ہے۔ کسی شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسروں کو بد اخلاقی پر مجبور کرے۔ عربوں میں رواج تھا کہ وہ اپنی باندیوں سے قحبہ گری کرواتے تھے۔ اسلام نے جب زنا کو حرام قرار دیا تو اسے غلاموں پر بھی نافذ کیا، باندیوں سے قحبہ گری کروانے کو ممنوع قرار دیا اور اس اخلاقی برائی کو قانونی طور پر ختم کیا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ [3]

ترجمہ: اپنی باندیوں کو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہیں بدکاری پر مجبور نہ کرو اس لئے کہ تم دُنیا کا سامان چاہتے ہو اور جو کوئی انہیں مجبور کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کی اس مجبوری پر بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

شہادت کا حق:

اسلام سے قبل غلام کی گواہی کو غیر معتبر سمجھا جاتا تھا لیکن اسلام نے اسے معتبر قرار دیا۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غلام کی شہادت جائز ہے بشرطیکہ عادل ہو۔ امام ابن تیمیہؒ غلام کی شہادت کے بارے میں لکھتے ہیں:

1۔ کتاب الخراج، ص:42

2۔ فتوح البلدان، ص:246

3۔ سورۃ النور:24/ 33

"رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایسی کوئی بات منقول نہیں جس میں یہ کہا گیا ہے کہ غلاموں کی گواہی ناقابل اعتبار ہے۔ اس کے برعکس کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم اور میزان عدل سب اس پر دلالت کرتے ہیں کہ غلام کی شہادت ان تمام امور میں معتبر ہونی چاہیئے جن میں آزاد کی شہادت قبول ہوتی ہے۔"[1]

تعلیم وتربیت کا حق:

محنت کش وملازم صرف خدمت ہی کے لئے نہیں بلکہ تعمیرِ شخصیت کے لئے بھی ہے۔ اس کا اخلاقی حق ہے کہ وہ اپنی شخصیت کی تعمیر کے لئے تعلیم وتربیت حاصل کرے۔ تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ خدمت گار بہترین معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے طلبِ علم کو فرض قرار دیا ہے۔ اور اس میں آزاد اور غلام کی کوئی تمیز نہیں ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے غلام عکرمہؒ کو قرآن وحدیث کی تعلیم دیتے تھے۔[2] اُن کے علم کا بڑا حصہ عکرمہؒ ہی سے منقول ہے۔

حسن معاملہ کا حق:

محنت کش معاشرے کا اہم حصہ ہیں۔ ان کے ساتھ اخوت کے تعلقات رکھنا اخلاقی ذمہ داری ہے۔ رسول کریم ﷺ کی صداقت وامانت اور ساتھی محنت کشوں سے حسن معاملہ کی داستان ہی تو سیدہ خدیجہ طاہرہ علیہا السلام کو حبالہء زوجیت میں لانے کا سبب بنی۔

آپ ﷺ محنت کشوں کی دعوت بھی قبول کرتے اور اُن کے ہاں تشریف لے جاتے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((ان خیاطا دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لطعام صنعه، قال انس بن مالک: فذهبت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی ذلک الطعام، فقرب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خبزا و مرقا، فیه دبا و قدید))[3]

ترجمہ: ایک خیاط نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی جو اس نے خود تیار کیا تھا۔ میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ گیا۔ اس نے آپ ﷺ کے سامنے روٹی، کدو کا شوربہ اور سوکھا گوشت رکھا۔

1۔ القیاس فی الشرع الاسلامی، امام ابو العباس تقی الدین احمد ابن تیمیہؒ، منشورات دار الآفاق الجدیدۃ، بیروت، سن ندارد، ص:128

2۔ سُنَن دَارمی، امام ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن التمیمی الدّارمیؒ، مطبعۃ الاعتدال، دمشق، 1349ھ، ص:1 / 92

3۔ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ذکر الخیاط، حدیث:2092

حسن معاملہ کے سلسلے میں نبی کریم ﷺ کی تربیت کا اثر تھا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غلاموں اور کمزوروں کے ساتھ حسن سلوک کو انتظامی سلسلے میں خصوصی اہمیت دیتے۔ ان کے پاس جب کوئی وفد آتا تو علاقے کے گورنر کے بارے میں دریافت کرتے کہ کیسا ہے؟ غلاموں کی عیادت کرتا ہے کہ نہیں؟ ضعیفوں اور کمزوروں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتا ہے؟ ان غرباء کو اس کے دروازے پر بیٹھنے کی اجازت ہے کہ نہیں؟" اگر سوالات کا جواب نفی میں ہوتا تو اس گورنر کو معزول کر دیتے۔[1] اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اس سلسلے میں سرمایہ داروں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے ماتحتوں سے بد خلقی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہو گا۔

سیادت کا حق:

رسول کریم ﷺ نے انسانی نسل، طبقات اور معاشروں کی ایک دوسرے پر مصنوعی فضیلت و برتری کے سب دعووں کو ختم کر دیا اور انسانی مساوات کا اعلان فرما کر ساتھ ہی باہمی فضیلت کا دائمی عادلانہ اصول بھی مقرر فرمائے۔ ارشاد فرمایا:

((الناس بنو آدم و آدم من تراب))[2]

ترجمہ: تمام بنی نوع انسان، آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے تخلیق کئے گئے تھے۔

نیز فرمایا:

((ان اکرمکم عند اللہ أتقاکم فلیس لعربی علی عجمی فضل ولا لعجمی علی عربی ولا لأسود علی ابیض ولا لأبیض علی أسود فضل الا بالتقوی))[3]

ترجمہ: تم میں بزرگ و برتر وہی ہے جو زیادہ پرہیز گار (بہتر کردار کا مالک) ہے۔ پس کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی برتری نہیں اور نہ ہی کسی کالے کو گورے پر اور کسی گورے کو کالے پر برتری حاصل ہے۔ ساری برتریاں، کردار و عمل پر مبنی ہیں۔

یہی وجہ تھی کہ باصلاحیت اور محنت کش غلاموں کو آزادی دے کر انہیں سیادت کے منصب پر فائز کرنے کا اعزاز بھی اسلام کو حاصل ہوا۔ اسلامی معاشرہ چونکہ مساوات پر مبنی تھا اس لئے تقویٰ اور صلاحیت کی بنا پر غلام اور ملازم

1۔ تاریخ الامم والملوک، ص:5/ 33

2۔ سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی تفاخر بالاحساب، حدیث:5116 (امام البانیؒ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔)

3۔ طبرانیؒ، سلیمان بن احمد بن ایوب (امام) م360ھ، المعجم الکبیر، دار الحرمین للطباعۃ والنشر والتوزیع، سن ندارد، ص:18/ 12

بھی عزت کے مستحق ٹھہرے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو جنگ موتہ میں قائد لشکر مقرر فرمایا اور ان کے بیٹے سیدنا اُسامہ بن زید کو شام کی مہم کی قیادت بخشی جب کہ وہ صرف اٹھارہ برس کے نوجوان تھے۔

سیدنا سالم رضی اللہ عنہ، سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سالم رضی اللہ عنہ نماز کی امامت کرتے اور سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر، سیدنا ابو مسلمہ، سیدنا زید، سیدنا غافر بن ربیعہ رضی اللہ عنہم بھی ان کی اقتداء میں نماز ادا کرتے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا قاضی بنا کر بھیجا تو سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا امام صلوٰۃ اور قائد لشکر بنا کر روانہ فرمایا۔[1]

اعانت کا حق:

آجر کو چاہیئے کہ اجیر کو اپنا بھائی سمجھے اور ہر معاملہ میں حتی المقدور اس کے ساتھ تعاون کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ولاتکلّفوھم مایغلبھم فان کلّفتموھم فاعینوھم))[2]

ترجمہ: اور ان پر اتنا کام نہ لادو جو اِن کو مغلوب کردے اور اگر ان پر بار ڈالو تو ان کی مدد بھی کرو۔

کام میں محنت کشوں کی اعانت کا ایک عملی نمونہ علامہ مجلسیؒ نے نقل کیا ہے جب رسول اللہ ﷺ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تجارتی قافلے کو لے جانے کے لئے ابطح (وہ مقام جہاں قافلہ قیام پذیر تھا) پہنچے تو دیکھا کہ سیدہ رضی اللہ عنہا کے اموال سب زمین پر پڑے ہیں اور اُونٹوں پر بار نہیں ہوئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ اُونٹوں پر یہ سامان کیوں نہیں باندھے گئے۔ خادموں نے عرض کیا اے محمد ﷺ! ہم کام کرنے والے کم ہیں اور مال زیادہ ہے۔ غلاموں کی بات سن کر اس معدن رحم و کرم کو ان پر رحم آ گیا اور آپ ﷺ روانگی ملتوی کر کے اُترے اور آن واحد میں بقدرت ید اللہی ہر اُونٹ پر نہایت مضبوطی سے سامان باندھا۔ اُونٹوں کو جو اشارہ کرتے وہ اللہ کے حکم سے عمل میں لاتے اور اپنے منہ آپ ﷺ کے قدموں پر ملتے۔ (راوی کہتا ہے) جب دھوپ تیز ہوئی تو آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس سے پسینے کے قطرے ٹپک رہے

1۔ فتوح البلدان، ص:341

2۔ صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المعاصی فی امر الجاھلیۃ، حدیث:30

تھے۔[1] ایک موقع پر آپ ﷺ نے سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کو خادموں کے حقوق کے متعلق نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

((هم اخوانکم جعلهم الله تحت ايديكم فمن جعل الله أخاه تحت يده فليطعمه ممايا كل وليلبسه ممايلبس ولا يكلفه من العمل مايغلبه فان كلفه مايغلبه فليعنه عليه)) [2]

ترجمہ: یہ (غلام بھی) تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہاری ماتحتی میں دیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ جس کی ماتحتی میں بھی اس کے بھائی کو رکھے اسے چاہیئے کہ جو خود کھائے اس کو بھی کھلائے اور جو خود پہنے اسے بھی پہنائے اور اسے ایسا کام کرنے کے لئے نہ کہے جو اس کے بس میں نہ ہو۔ اگر اسے کوئی ایسا کام کرنے کے لئے کہنا ہی پڑے تو اس کام میں اس کی مدد کرے۔

تحفظِ ملازمت:

محنت کش خادم اور نوکر کا یہ بھی حق ہے کہ اسے تحفظِ ملازمت حاصل ہو۔ اسلام کسی آجر کو خواہ وہ فرد ہو یا حکومت یہ حق نہیں دیتا کہ وہ اپنی مرضی سے محنت کش سے معاہدۂ ملازمت توڑ کر اسے بے روزگار بنادے یا اپنی معاشی اغراض کے لئے کارخانہ بند کر کے محنت کشوں کو بے کار کر دے یا ان کو اخراج کی دھمکی دے کر ان سے ناجائز فائدہ اُٹھائے۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام زندگی کسی ایک خادم کو بھی خدمت سے الگ نہیں فرمایا۔ آپ خادموں کی کوتاہیوں کو نظر انداز فرمادیا کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کے نزدیک معاہدہ اُجرت صرف مندرجہ ذیل صورتوں میں فسخ کیا جاسکتا ہے:

۱۔ مالک اتنا بیمار پڑ جائے کہ کام کی نگرانی نہ کرسکے۔

۲۔ کارخانہ پر کوئی ناگہانی افتاد پڑ جائے مثلاً آگ لگ جائے یا مشینری ایسی خراب ہو جائے کہ اس کو فوراً چلایا نہ جاسکے۔[3]

لہٰذا کوئی بھی آجر بلاوجہ محنت کش کو بے روزگار نہیں کرسکتا۔

تخصیصِ اُجرت:

محنت کش سے کام کرانے سے پہلے اس کی اُجرت طے کرلی جائے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((اذا استاجرت أجيرا فاعلمه أجره)) [1]

1۔ حیات القلوب، ص:2/ 179

2۔ صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ماینھی من السباب واللعن، حدیث:6050

3۔ اسلام کا قانون محنت، ص:11

ترجمہ: جب بھی تم کسی مزدور کو اُجرت پر رکھنا چاہو تو اس کو (پہلے ہی سے) اس کی اُجرت سے آگاہ کر دو۔

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

((من استاجر جیرا فلیعلمہ أجرہ))[2]

ترجمہ: جس شخص نے کسی مزدور کو اُجرت پر رکھا اسے چاہیئے کہ اس کی اُجرت پہلے بتائے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نام ایک مکتوب میں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

((بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔ و لعنۃ اللہ و ملٰئکتہ والناس اجمعین علی من ظلم اجیرا اجرہ))[3]

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔۔۔ اللہ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اس شخص پر جو مزدور کی مزدوری کے بارے میں اس پر ظلم کرے۔

سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

((ان النبی ﷺ نھی عن استئجار الأجیر حتی یبین لہ أجرہ))[4]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے کسی بھی مزدور سے مزدوری لینے سے منع فرمایا حتیٰ کہ اس کو اُجرت بتادی جائے۔

اُجرت کا تعین صرف معاشی اصول "طلب و رسد کی کمی بیشی" پر نہ کیا جائے بلکہ اُجرت عادلانہ نظام پر رکھی جائے یعنی اتنی اُجرت دی جائے کہ مزدور باعزت زندگی گزار سکے۔

تحفظِ اُجرت:

محنت کش کا ایک حق اُس کی اُجرت کی حفاظت ہے۔ اُجرت ادا کرتے وقت محنت کش کا حق مارنے کی کوشش نہ کی جائے، حتیٰ کہ اگر کوئی اپنی محنت کا صلہ چھوڑ کر چلا جائے تو اس کے مال کو محفوظ کر کے کسی ذریعہ سے بڑھانے کی کوشش کی جائے۔ بھلائی کی نیت کی وجہ سے یقیناً اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں یہ عمل عظیم الشان ہو گا جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے بنی اسرائیل کے تین لوگوں کا قصہ ہم سے بیان فرمایا:

1۔ سنن النسائی، کتاب المزارعۃ، باب الثالث من الشروط فیہ المزارعۃ والوثائق، حدیث:3857 (امام البانیؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔)

2۔ المصنف فی الاحادیث والآثار، حدیث:21109

3۔ مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل، ص:2/ 508

4۔ السنن الکبریٰ، حدیث:11432

"تین اشخاص کہیں جارہے تھے کہ اچانک بارش ہونے لگی۔ انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں جا کر پناہ لے لی۔ پہاڑ کی چٹان اوپر سے ڈھلکی اور غار کا منہ بند ہو گیا تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے: اپنا سب سے اچھا عمل جو تم نے کبھی کیا ہو اس کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔۔۔ تیسرے شخص نے دعا کی: اے اللہ تو جانتا ہے میں نے ایک مزدور سے ایک فرق جوار پر کام کرایا تھا، جب میں نے اس کی مزدوری اسے دی تو اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ میں نے اس جوار کو زمین میں کاشت کر دیا (کھیتی جب کٹی تو اس میں اتنا غلہ ہوا کہ) اس سے میں نے گائیں خریدیں اور ایک چرواہا رکھ لیا۔ کچھ عرصہ بعد پھر اس نے آکر مزدوری مانگی کہ اللہ کے بندے! مجھے میرا حق دے دے۔ میں نے کہا: وہ گائیں اور چرواہا لے جاؤ، اُس نے کہا: مجھ سے مذاق کرتے ہو؟ میں نے کہا میں مذاق نہیں کرتا واقعی یہ تمہارے ہیں۔ اے اللہ! اگر تیرے نزدیک یہ کام میں نے صرف تیری رضا کے لئے کیا تھا تو تُو ہمارے لئے (اس چٹان کو ہٹا کر) راستہ بنا دے۔ چنانچہ وہ غار پورا کھل گیا اور تینوں شخص باہر آ گئے۔"[1]

اُجرت کی بروقت ادائیگی:

طے شدہ اُجرت کی بروقت ادائیگی کرنا آجر کا فرض ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے نصیحت فرمائی:

((أعطوا الأجير أجره قبل أن يجف عرقه))[2]

ترجمہ: مزدور کی مزدوری اُس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کیا کرو۔

اُجرت کی ادائیگی میں بہت ملال، تاخیر، عدم ادائیگی یا ادائیگی بطور احسان کی سخت ممانعت کی گئی ہے۔ حدیث قدسی کے الفاظ ہیں:

((قال الله عز وجل: ثلاثة أنا خصمهم يوم القيامة۔۔۔ (ومنهم) رجل استاجر أجيرا فاستوفى منه ولم يعطه أجره))[3]

ترجمہ: اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کا قیامت کے دن میں مدعی ہوں گا۔۔۔ (ان میں سے) ایک وہ شخص ہو گا جو مزدور سے کام تو پوری طرح لیتا ہو مگر اُجرت پوری نہ دیتا ہو۔

1۔ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب اذا اشتری شیئا لغیرہ بغیر اذنہ فرضی، حدیث: 2215

2۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الرھون، باب اجر الاجراء، حدیث: 2443 (امام البانیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

3۔ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب النھی عن البائع ان لا یحفل الابل والبقر والغنم وکل محفلۃ، حدیث: 2150

اب جس مقدمے کا مدعی خود اللہ تعالیٰ ہو اس کا کیا انجام ہو گا؟ میدان محشر میں اعلانِ خداوندی ہو گا:

﴿لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ﴾ (1)

ترجمہ:آج (کسی قسم کا ظلم) نہیں، یقیناً اللہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔

محنت کش کی ناحق اُجرت کھانے والے پر تین جرائم ثابت ہوتے ہیں:

پہلا جرم: کسی کا حق غصب کرنے کی وجہ سے ظلم کا ارتکاب۔

دوسرا جرم: عہد شکنی کی وجہ سے وعدہ خلافی کا ارتکاب۔

تیسرا جرم: کسی کا حق کھانے کی وجہ سے حرام خوری کا گناہ۔

ایک اور مقام پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مطل الغني ظلم)) (2)

ترجمہ: مالدار کا (مالداری کے باوجود دوسرے کے مالی حقوق کی ادائیگی میں) تاخیر کرنا ظلم ہے۔

آجر کے لئے یہ بھی لازمی ہے کہ وہ محنت کش کی اُجرت اس کو خود ہی ادا کر دے، تاکہ مزدور کو اپنی اُجرت مانگنے کی ضرورت نہ پڑے۔ قرآن کریم میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے جس میں آپ علیہ السلام نے سیدنا شعیب علیہ السلام کی بکریوں کو پانی پلایا تھا۔ پانی پلانے کے بعد آپ علیہ السلام ابھی وہیں موجود تھے کہ سیدنا شعیب علیہ السلام کی ایک بیٹی آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی:

﴿إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا﴾ (3)

ترجمہ: اس نے کہا: میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ وہ آپ کو اس (محنت) کا معاوضہ دیں جو آپ نے ہمارے لئے (بکریوں) کو پانی پلایا ہے۔

آیت کریمہ میں "یَدْعُوْکَ" کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ مزدور کو مزدوری خود بلا کر دینی چاہیئے تاکہ اُسے مانگنے کی حاجت نہ پڑے۔

حسن سلوک کا حق:

1۔ سورۃ المومن: 40/ 17

2۔ صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب تحریم مطل الغنی وصحۃ الحوالہ واستحباب قبولھا۔۔، حدیث: 1564

3۔ سورہ القصص: 28/ 25

بعض لوگوں کا اپنے خدمت گاروں سے ویسا ہی طرز سلوک ہے جیسا دور جاہلیت میں مالکوں کا اپنے زر خرید غلاموں سے ہوا کرتا تھا۔ اُن کا خیال ہے کہ مزدوروں سے جب تک سختی سے نہ پیش آیا جائے وہ اطاعت نہیں کرتے۔ جبکہ ایسا سوچنا غلط ہے کیونکہ نیک سلوک کے ذریعے اُنہیں فرمانبردار بنایا جاسکتا ہے۔ نیز محنت کش خدمتگاروں سے مہربانی اور خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی اُن کا حق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعوت میں محنت کشوں کے معاشی استحصال اور انسانی تذلیل کو خصوصی موضوع بنایا۔ قرآن کریم نے خدمت گاروں کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین فرمائی۔ سورۃ النسا میں اللہ تعالیٰ نے جن آٹھ قسم کے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اُن میں غلام اور لونڈیاں بھی ہیں، اس آیت کریمہ پر عمل کرنے کے لئے آدمی کے ماتحت افراد جو اگرچہ غلام نہیں حسن سلوک کے حق دار ہیں۔ مثلاً گھر، دوکان اور کارخانوں کے ملازم اور نوکر چاکر وغیرہ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ [1]

ترجمہ: اور ان کے ساتھ (حسن سلوک کرو) جو تمہارے دائیں ہاتھ کی ملکیت ہیں۔

نیز رسول اللہ ﷺ نے اپنی الوداعی وصیت میں فرمایا:

((الصلوۃ وماملکت)) [2]

ترجمہ: نماز اور غلام (یعنی ان دونوں کا خاص خیال رکھنا)۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ثلاث من کن فیہ یسّر اللہ کنفہ و ادخلہ الجنۃ رفق بالضعیف و الشفقۃ علی الوالدین و الاحسان الی المملوک)) [3]

ترجمہ: جس میں تین صفات ہوں اللہ تعالیٰ اس کی موت کو آسان کر دیتا ہے اور اسے جنت میں داخل کرتا ہے۔ کمزور کے ساتھ نرمی، والدین کے ساتھ مہربانی اور غلاموں کے ساتھ احسان۔

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((کفیٰ بالمرء اثما أن یحبس، عمن یملک قوتہ)) [4]

1۔ سورۃ النسا: 4/ 36

2۔ سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی حق المملوک، حدیث: 5156 (امام البانیؒ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔)

3۔ الہلالی، سلیم بن عید، مکارم الاخلاق، ترجمہ: محمد شاکر، دالا لکتب السلفیۃ، لاہور، 2004ء، ص 31

4۔ صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال والمملوک۔۔، حدیث: 994

ترجمہ: انسان کے لئے اتنا گناہ ہی کافی ہے کہ وہ جن کی خوراک کا مالک ہے انہیں نہ دے۔

ایک حدیث مبارکہ میں ہے:

((حسن الملکۃ یمن و سوء الخلق شؤم)) [1]

ترجمہ: حسن سلوک باعث برکت ہے اور بد خلقی بد بختی ہے۔

رسول کریم ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اپنے ماتحتوں سے حسن سلوک تاریخ میں سنہرے حروف سے درج ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جن کی فوجیں قیصر و کسریٰ کے محلات اور تخت و تاج کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند چکی تھیں جب بیت المقدس کی فتح کا معاہدہ لکھنے کے لئے عازمِ سفر ہوئے تو بطور زادِ راہ ایک تھیلا ستو، ایک لکڑی کا پیالہ اور اونٹ کے لئے بطور چارہ کھجور کی پسی گٹھلیاں اونٹ کی پچھلی نشست پر رکھے تھے۔ خدمت کے لئے ایک خادم ساتھ تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور خادم باری باری اونٹ پر سوار ہوتے۔ خادم سوار ہوتا تو آپ مہار پکڑ کر آگے چلتے اور آپ سوار ہوتے تو خادم مہار پکڑ کر آگے پیدل چلتا۔ منزل پر اسلامی فوج اپنے سپہ سالاروں کے ساتھ استقبال کے لئے تیار تھی۔ مختلف اقوام کے لوگ بھی خلیفۃ المسلمین کا تزک و احتشام دیکھنے کے لئے جوق در جوق جمع ہو چکے تھے۔ یکایک گردِ راہ سے ایک اونٹ نمودار ہوا، افسروں اور خیر مقدم کرنے والوں کا آگے بڑھنا غیر مسلم تماشائیوں کے لئے تعجب خیز تھا۔ وہ خلیفہ کے ساتھ ایک قافلے کی توقع کر رہے تھے۔ ان میں سے کسی نے ایک مسلمان سپاہی سے پوچھا کہ کیا آپ کے خلیفہ یہی ہیں جو اس اونٹ پر سوار ہیں؟ تو مسلمان سپاہی نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ نہیں، ہمارے خلیفہ وہ ہیں جو اس اونٹ کی مہار پکڑے پیادہ آ رہے ہیں، سوار تو اُن کا غلام ہے۔ [2]

سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جو کچھ خود پہنتے وہی اپنے غلاموں کو پہناتے، حتیٰ کہ اگر ایک چادر ہوتی تو اس کو پھاڑ کر ایک حصہ اپنے غلام کو دے دیتے اور ایک حصہ خود استعمال میں لاتے۔ [3]

محنت کش کا یہ حق ہے کہ آجر اس سے حسن سلوک سے پیش آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سلسلے میں آجروں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

((لا یدخل الجنۃ سیّء الملکۃ)) [4]

1۔ سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب اخبار الرجل الرجل بمحبۃ ایاہ، حدیث: 5126 (امام البانیؒ نے اسے صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔)

2۔ رحمۃ للعالمین ﷺ، قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، 2010ء، ص: 3/380

3۔ فتح الباری، ص: 1/87

4۔ جامع الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء ان الاقامۃ مثنی مثنی، حدیث: 194 (امام البانیؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔)

ترجمہ: اپنے ماتحتوں سے بد خلقی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہو گا۔

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

((حسن الملکة نماء و سوء الخلق یشؤم)) (1)

ترجمہ: ماتحتوں سے اچھا سلوک برکت کا ذریعہ بنتا ہے اور ان سے بد خلقی بد بختی لاتی ہے۔

آجر اور اجیر کے باہمی تخاطب کے لئے نصیحت فرمائی:

((لا یقل أحدکم أطعم ربّک وضیئ ربّک اسق ربّک ولیقل سیدي ومولاي ولا یقل أحدکم عبدي أمتي ولیقل فتاي وفتاتي وغلامي)) (2)

ترجمہ: تم میں سے کوئی بھی (اپنے خادم یا ملازم کو) یہ نہ کہے کہ اپنے آقا کو کھانا کھلاؤ، اپنے آقا کو وضو کراؤ، اپنے آقا کو پانی پلاؤ، بلکہ مزدور یا خادم کو صرف یہ کہنا چاہیئے: میرے سردار۔ اور تم میں سے کوئی یوں بھی نہ کہے: میرے غلام، میری لونڈی، بلکہ چاہیئے کہ وہ کہے میرے نوجوان، ملازم، میری ملازمہ اور میرے بیٹے۔

غلطیوں سے درگزر:

عفو و درگزریوں بھی ایک اخلاقی وصف ہے جو ہر مومن میں ہونا چاہیئے اور لوگوں کے ساتھ معاملات میں اس کا اظہار ہونا چاہیئے۔ لیکن محنت کش خادموں اور ملازمین کے ساتھ یہ رویہ خصوصی طور پر پسندیدہ ہے۔ اُن کی نادانستہ یا چھوٹی موٹی غلطیوں سے چشم پوشی کرنی چاہیئے۔ ہلکی پھلکی حکم عدولی، نافرمانی یا سہواً رویے پر جھڑکنے، مارنے یا ذلیل کرنے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ ایسے حالات میں آجر کو عفو و درگزر اور فراخ دلی کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ اس بات کا درس سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی درج ذیل حدیث مبارکہ سے ملتا ہے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی:

((یا رسول اللہ ﷺ! کم أعفو عن الخادم؟ فصمت رسول اللہ ﷺ، ثم قال: یا رسول اللہ! کم أعفو عن الخادم؟))

ترجمہ: یا رسول اللہ ﷺ! اپنے ملازم کو میں کتنی بار معاف کروں؟ آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اُس نے دوبارہ سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اپنے ملازم کو میں کتنی بار معاف کروں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

1۔ سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب اخبار الرجل الرجل بمحبتہ ایاہ، حدیث: 5126 (امام البانیؒ نے اسے صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔)

2۔ صحیح البخاری، کتاب الخصومات، باب من باع علی الضعیف ونحوہ، حدیث: 2414

((کل یوم سبعین مرۃ)) [1]

ترجمہ: اسے ہر روز ستّر (70) بار معاف کیا کرو۔

سیرت طیبہ میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے آجر کو اجیر کے ساتھ کتنا نرم رویہ رکھنے کی تلقین فرمائی ہے۔

قابلیت کے مطابق ذمہ داری کی تفویض:

محنت کش کا یہ بھی حق ہے کہ اُسے وہی کام سونپا جائے جس میں وہ مہارت رکھتا ہو۔ اس طرح اُن کا نظم و ضبط بھی قائم رہے گا اور کام میں ٹال مٹول بھی نہیں ہو گی۔ سیدنا طلق بن علی یمامی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ مسجد نبوی کی تعمیر میں حصہ لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((قربوا الیمامی من الطین، فانہ احسنکم لہ مسیسا)) [2]

ترجمہ: یمامی کو گارے کے قریب کرو۔ یہ تم لوگوں سے اچھا گارا بناتا ہے۔

ابن حبانؒ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا: "یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں بھی ان کی طرح پتھر ڈھوؤں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں! تم گارے کا کام سنبھالو کیونکہ تم اس کے ماہر ہو۔" [3]

سیدنا علی بن ابی طالب علیہ السلام اپنے فرزند سیدنا حسن علیہ السلام سے فرماتے ہیں:

((واجعل لکل انسان من خدمک عملا تاخذہ بہ فانہ احری ان لا یتواکلوا فی خدمتک)) [4]

ترجمہ: اپنے ہر کارکن کے ذمے ایک مخصوص کام لگاؤ جسے فقط وہی انجام دے کیونکہ اس صورت میں وہ کام ایک دوسرے پر نہیں ٹالیں گے۔

خوراک و لباس کی فراہمی:

رسول کریم ﷺ نے سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو خادموں کے حقوق کے متعلق نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

1۔ سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی حق المملوک، حدیث: 5164 (امام البانیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

2۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد، ص: 2/ 9

3۔ صحیح ابن حبان، حدیث: 1122

4۔ الشریف الرضیؒ، ابوالحسن محمد بن حسین بن موسیٰ (سید) م 406ھ، نہج البلاغۃ، ترجمہ سید رئیس احمد امروہویؒ والآخرون، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، نومبر 1981ء، ص: 730

((هم اخوانکم جعلهم اللہ تحت ایدیکم فمن جعل اللہ أخاہ تحت یدہ فلیطعمہ ممایاکل ولیلبسہ ممایلبس ولا یکلفہ من العمل مایغلبہ فان کلفہ مایغلبہ فلیعنہ علیہ)) [1]

ترجمہ: یہ (غلام بھی) تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہاری ماتحتی میں دیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ جس کی ماتحتی میں بھی اس کے بھائی کو رکھے اسے چاہیئے کہ جو خود کھائے اس کو بھی کھلائے اور جو خود پہنے اسے بھی پہنائے اور اسے ایسا کام کرنے کے لئے نہ کہے جو اس کے بس میں نہ ہو۔ اگر اسے کوئی ایسا کام کرنے کے لئے کہنا ہی پڑے تو اس کام میں اس کی مدد کرے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

((لحا اللہ قوما یرغبون عن ارقائهم ان یاکلوا معهم)) [2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بُرا کرے ان لوگوں کا جو اپنے غلاموں کے ساتھ کھانا کھانے سے احتراز کرتے ہیں۔

روایات میں ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ دو پیراہن خریدے جن میں سے ایک کی قیمت تین درہم اور دوسرے کی بارہ درہم تھی۔ آپ نے سستا پیراہن خود زیب تن کر لیا اور مہنگا اپنے خادم قنبرؒ کو دے دیا۔ قنبرؒ نے عرض کیا: آپ کے لئے یہ پیراہن زیادہ مناسب ہے کیونکہ آپ منبر پر تشریف لے جاتے ہیں اور لوگوں سے خطاب فرماتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: اے قنبرؒ! تم جوان ہو اور تم میں ابھی جوانی کا سرور باقی ہے۔ مجھے تم پر لباس کے بارے میں فوقیت چاہتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو خود پہنو وہی اپنے غلاموں اور خدمتگاروں کو بھی پہناؤ اور جو خود کھاؤ وہی اُنہیں بھی دو۔

علاج و امداد کی سہولت:

کسی ملک کے بیکار، اپاہج اور بیمار افراد کی دیکھ بھال کی سب سے زیادہ ذمہ داری تو حکومت پر ہوتی ہے، لیکن معاشرہ کے دیگر افراد پر بھی اس کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ اگر کوئی فرد بیکاری کی وجہ سے بھوکوں مر جائے یا علاج میسر نہ ہونے کی وجہ سے لقمۂ اجل ہو جائے تو محض حکومت ہی قصوروار نہ ہو گی بلکہ معاشرہ کے وہ تمام افراد گناہ گار ہوں گے جنہوں نے قدرت کے باوجود اس کی دیکھ بھال نہیں کی، اور یہ ذمہ داری اس شخص پر اتنی ہی زیادہ ہو گی جو اس سے جتنا قریبی تعلق رکھتا ہو گا۔ خواہ وہ تعلق خون کا ہو، عزیزانہ ہو یا محلہ پڑوس کا۔ مستاجر جن محنت کشوں سے یا کوئی مالک جن

1۔ صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما ینھی من السباب واللعن، حدیث: 6050

2۔ الادب المفرد، ص: 176

ملازمین سے کام لیتا ہے وہ ان سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے، اس لئے ان کی جملہ ضروریات کی دیکھ بھال ان کے ذمہ ہونی چاہیئے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((المسلم اخو المسلم، لا یظلمه ولا یسلمه، ومن کان في حاجة اخیه کان الله في حاجته ومن فرج عن مسلم کربة فرج الله عنه کربة من کربات یوم القیامة)) [1]

ترجمہ: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجتیں پوری فرماتا ہے۔ جو کسی مسلمان کی پریشانی دور کرے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی ہولناک پریشانیوں میں سے ایک بڑی پریشانی اس سے دور فرمادے گا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک وقت تھا جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی پر درہم و دینار کو ترجیح نہ دیتا تھا جبکہ آج ہمیں مسلمان بھائی کی نسبت درہم و دینار زیادہ محبوب ہیں، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((کم من جار متعلق بجاره یوم القیامة، یقول: یارب! هذا اغلق بابه دونی فمنع معروفه)) [2]

ترجمہ: کتنے پڑوسی قیامت کے روز اپنے پڑوسیوں سے چمٹے ہوئے ہوں گے، ان میں سے ہر ایک اپنے پڑوسی کے بارے میں کہے گا: اے میرے رب! اس نے میرے سامنے اپنا دروازہ بند کر کے اپنی نیکی کو روک لیا تھا۔

ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کوئی مدد کے لئے پکارتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں "لبیک" کہتے ہوئے آگے بڑھتے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:

((ان رجلا نادی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فی منزله فقال لبیک قد اجبتک فخرج الیه)) [3]

ترجمہ: ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم لبیک کہتے ہوئے باہر تشریف لائے۔

اللہ تعالیٰ نے اعانت کو تمام مخلوقات کی فطرت میں گوندھ دیا ہے، خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی۔ چیونٹیوں کی مثال ہمارے سامنے ہے، وہ کس طرح اپنی خوراک اکٹھی کرنے میں اور دشمنوں کے مقابلے میں تعاون اور اتحاد کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ انسان کو جو صاحب عقل و شعور ہے، تعاون کے باب میں سب سے بڑھ کر ہونا چاہیئے۔

1۔ صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب لایظلم المسلم المسلم ولا یسلمه، حدیث: 2442

2۔ الأدب المفرد، ص: ۱۱۱

3۔ مسند امام اعظم، امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؒ، ترجمہ: مولانا دوست محمد، فرید بک سٹال، لاہور، ایڈیشن: 3، 2012ء، حدیث: 457

ظلم کے خلاف احتجاج کا حق:

محنت کش کو یہ حق حاصل ہے کہ ظلم پر خاموشی اختیار کرنے کی بجائے ظالم کے خلاف زبردست جدوجہد کرے یہاں تک کہ ظالم ظلم سے باز آجائے۔ اسلامی معاشرت انسان کی پائمالی کی قطعی طور پر نہ تو اجازت دیتی ہے اور نہ ہی اسے برداشت کرتی ہے۔ قرآن کریم میں سیدنا شعیب علیہ السلام کے وہ الفاظ نقل کئے گئے جو انہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ملازم رکھتے وقت استعمال فرمائے:

﴿وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾ [1]

ترجمہ: میں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ آپ کو کسی مشقت میں ڈالوں۔ آپ ان شاءاللہ مجھے نیک آدمی پائیں گے۔

نیک ہونے کے ساتھ آپ علیہ السلام نے سختی کی بھی نفی فرمائی۔ اور یقین دلایا کہ نہ جھگڑا کروں گا، نہ اذیت پہنچاؤں گا اور نہ ہی سختی سے کام لوں گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ دراصل وہی مالک ہونے کا حقدار ہو سکتا ہے جو نیک ہو اور ملازمین کی تمام ضروریات اور ان کے احساسات و جذبات کا خیال رکھنے والا ہو۔ محنت کشوں پر کسی بھی حوالے سے ظلم کیا جارہا ہو اور ان کی مدد اور دادرسی نہ کی جائے تو پھر دُنیا میں زور آور کمزوروں کو اور باوسائل بے وسیلہ لوگوں کو جینے ہی نہ دیں جس سے زمین میں فساد بھر جائے۔ ایسی صورت میں محنت کشوں کو احتجاج کا حق حاصل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾ [2]

ترجمہ: اجازت دے دی گئی اُن لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جارہی ہے، کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔

نیز فرمایا:

﴿وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ (41) إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (42)﴾ [3]

ترجمہ: اور جو لوگ ظلم ہونے کے بعد بدلہ لیں اُن کو ملامت نہیں کی جاسکتی۔ ملامت کے مستحق تو وہ ہیں جو دوسروں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق زیادتیاں کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

1۔ سورۃ القصص:28/ 27

2۔ سورۃ الحج:22/ 39

3۔ سورۃ الشوریٰ:42/ 41-42

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے جو عہد نامہ مالک اشترؒ کا حصہ ہے:

"لوگ جب ظلم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر عذابِ عام نازل کر دے۔"[1]

تبدیلیءِ ملازمت کا حق:

ساری زمین اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔ ہر انسان کو یہ حق حاصل ہے کہ اللہ کی اس وسیع دُنیا میں اپنی روزی کی تلاش میں کہیں بھی جائے۔ اس کی اس ہجرت کو روکنے کا حق کسی کو بھی حاصل نہیں۔ انسان جہاں چاہے عارضی یا مستقل ہجرت کر کے اپنی روزی حاصل کر سکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"یہ پوری دُنیا اور تمام ممالک اللہ تعالیٰ کی مِلک ہیں۔ انسان کو اللہ نے تخلیق کیا ہے، اس لئے جہاں تمہیں بہتری نظر آئے جاؤ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اللہ کی زمین پر پھیل جاؤ اور اپنا رزق تلاش کرو۔"[2]

آزادی اظہارِ رائے کا حق:

اسلامی معاشرے میں مسلمانوں کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنی رائے کا اظہار بلاخوف وخطر کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ اگر فرماں رواحق سے ذرا سا بھی ہٹے تو اسے فوراً ٹوک دو، پھر زور دے کر قرآن کریم میں بنی اسرائیل کی تنزلی کا یہ سبب بیان کیا گیا:

﴿كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾[3]

ترجمہ: انہوں نے ایک دوسرے کو برے افعال کے ارتکاب سے روکنا چھوڑ دیا تھا۔

قرآن کریم نے متعدد مقامات پر اظہار رائے کے حق کو استعمال نہ کرنے پر سخت تنبیہ کی نوید دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾[4]

1۔ دعائم الاسلام وذکر الحلال والحرام والقضایا والاحکام، ص: 1 / 373

2۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ص: 1 / 133

3۔ سورۃ المائدۃ: 5 / 79

4۔ سورۃ النساء: 4 / 135

ترجمہ: اور اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔

ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ فلاں فلاں مقام پر قیام کرو۔ ایک صحابی نے کھڑے ہو کر دریافت کیا: یارسول اللہ ﷺ! یہ ارشاد وحی ہے یا آپ ﷺ کی ذاتی رائے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ میری ذاتی رائے ہے۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: پھر تو یہ منزل مناسب نہیں، اس کی بجائے فلاں فلاں منزل مناسب ہو گی۔ چنانچہ اس رائے پر عمل کیا گیا۔"[1]

مزدور یونین بنانے کا حق:

یہ بھی محنت کشوں کا حق ہے کہ وہ اپنی یونین بنائیں جو اُن کی اجتماعی فلاح و بہبود، اُن کے جائز مطالبات کو منوانے، جملہ فطری حقوق کے حصول، معاشی و معاشرتی خوشحالی، بہتر مستقبل اور بنیادی ضروریات کی فراہمی کے لئے کوشاں ہو۔ کیونکہ اسلام کی عظیم تعلیمات میں امداد باہمی اور تعاون بھی شامل ہیں۔ یہ اصول آپس میں محبت و الفت اور یگانگت کا علمبردار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾[2]

ترجمہ: اور نیکی اور پرہیز گاری (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

اس آیت کریمہ کے تحت ایک دوسرے کا فائدہ اور بھلائی سوچنے اور اس سلسلے میں عملی اقدامات کرنے کا سبق ملتا ہے۔ اس طرح کے اقدامات میں انجمن سازی (Unionism) کا تصور بھی ملتا ہے۔ یعنی مشترکہ بھلائی اور مفاد کے سلسلے میں نہ صرف انفرادی طور پر بلکہ اجتماعی انداز میں بھی عامۃ الناس کے لئے کام کیا جائے۔ چنانچہ معاشی میدان میں تجارتی انجمنیں (Trade Unions) بنائی جاسکتی ہیں۔ اسلام ایسی انجمنیں بنانے کی نہ صرف اجازت بلکہ ترغیب بھی دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((تری المؤمنین في تراحمهم وتوايدهم وتعاطفهم كمثل الجسد اذا اشتكى عضوا تداعى له سائر جسده بالسهر والحمى))[3]

1۔ دلائل النبوۃ، امام ابی بکر احمد بن حسین بن علی البیہقیؒ، ص:5/117

2۔ سورۃ المائدۃ:5/2

3۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تراحم المومنین وتعاطفھم وتعاضدھم، حدیث:2586

ترجمہ: تم مومنوں کو ان کے آپس میں رحم کرنے، آپس میں محبت کرنے اور آپس میں لطف و احسان کرنے میں ایک جسم کی مانند دیکھو گے جس کے کسی ایک عضو کو جب کبھی تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بیداری اور تکلیف میں اس کا شریک ہو جاتا ہے۔

مندرجہ بالا سطور میں محنت کش طبقہ کو اپنے حقوق سے خود آگہی، خود بینی اور خود شناسی کی ترغیب اس لئے دی گئی ہے تاکہ وہ خودداری و خود اعتمادی سے اپنی خودی کو بلند کر کے اپنے حالات کو بدل ڈالیں۔ علامہ محمد اقبالؒ نے محنت کشوں کے سرخیل یعنی کھیت کا سینہ چیر کر روزی تلاش کرنے والے مزدور دہقاں کو یہی درس دیا ہے:

؎ آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں ذرا
دانہ تو، کھیتی بھی تو، باراں بھی تو، حاصل بھی تو

چائلڈ لیبر کی لعنت:

چائلڈ سے مراد ایسا بچہ ہے جو بلوغت تک نہ پہنچا ہو۔ پاکستانی قانون میں لڑکے کے لئے بلوغت کی عمر اٹھارہ (18) برس اور لڑکی کی عمر سولہ (16) برس ہے۔ چائلڈ لیبر سے مراد بچے کی ذات کا اجارہ ہے۔ یعنی بچے کو اس کے حقِ تعلیم و تفریح سے دور کر کے اس کو چھوٹی عمر میں ہی کام پر لگا دیا جائے۔ چائلڈ لیبر ایک ایسی لعنت ہے جو ہمارے معاشرے میں بری طرح سے سرایت کر چکی ہے۔ بچے جو کسی قوم کا مستقبل، سرمایہ اور اثاثہ ہوتے ہیں، جب حالات سے مجبور ہو کر محنت و مزدوری کے لئے نکل کھڑے ہوتے ہیں تو یقیناً اس معاشرے کے لئے ایک المیہ وجود پا رہا ہوتا ہے۔

سال 2015ء میں انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن (ILO) نے اپنی ایک رپورٹ میں دُنیا کے ستاسٹھ (67) ایسے ممالک کی فہرست جاری کی ہے جہاں چائلڈ لیبر کے حوالے سے صورتحال خطرناک ہے۔ اس فہرست میں پاکستان کا چھٹا نمبر ہے۔ ILO کی تحقیق کے مطابق اس وقت پوری دُنیا میں چوبیس کروڑ ساٹھ لاکھ بچے چائلڈ لیبر کا شکار ہیں اور ان میں سے تین چوتھائی سخت مشقت والے کام کرتے ہیں جیسے کانوں میں کام کرنا، کیمیکلز کے ساتھ کام کرنا، کھیتی باڑی اور خطرناک قسم کی مشینری کے ساتھ کام کرنا۔ ہیومن رائٹس واچ کی رپورٹ کے مطابق برکینا فاسو، چاڈ، ٹوگو، سیر الیون، نائیجر، گھانا اور سنٹرل افریقن ریپبلک میں پچاس (50) فیصد سے زیادہ بچے چائلڈ لیبر کا شکار ہیں۔ ان سب ممالک میں سے نائیجر میں یہ حد چھیاسٹھ (٦٦) فیصد تک پہنچ گئی ہے۔[1] حالیہ سروے کے مطابق پاکستان میں اکیس (21) ملین بچے ایسے ہیں جو کم عمری میں مشقت کرنے پر مجبور ہیں۔ اس تعداد کا ستائیس (27) فیصد حصہ بچیوں پر مشتمل ہے۔

1۔ www.ilo.org/global/topics/child-labour at 0700 AM, August 02, 2021

بچوں سے محنت و مزدوری کا کام لینا، دو لحاظ سے زیادتی اور ظلم تصور ہوتا ہے۔ ایک اس لئے کہ یہ عمر تعلیم حاصل کرنے یا کوئی ہنر سیکھنے کی ہوتی ہے اور بچے اس سے محروم ہو جاتے ہیں۔ دوسرا اس وجہ سے کہ اس عمر میں ان پر محنت و مشقت کا بوجھ ڈالنا اور اُنہیں مسلسل جسمانی مشقت میں مصروف رکھنا سراسر زیادتی ہے۔ انہیں جائز تفریح کے مواقع نہیں ملتے جو ان کی ذہنی نشو و نما کے لئے ضروری ہیں۔ اس طرح تعلیم و تربیت سے محرومی کے ساتھ ساتھ اُن پر ذہنی اور جسمانی نشو و نما کے دروازے بھی بند ہو جاتے ہیں۔

رضاکارانہ خدمت اور جبری محنت

ہمارے ہاں بچوں سے کام لینے کا رواج عام ہے۔ اس میں ایک تو وہ رضاکارانہ کام اور خدمت ہے جو ماں باپ اپنی اولاد سے اور اساتذہ اپنے شاگردوں سے لیتے ہیں۔ یہ کام تربیت ہی کا حصہ ہوتا ہے اور اسلام ماں باپ اور اساتذہ کے اس حق کو تسلیم کرتا ہے بشرطیکہ وہ تربیت اور شفقت کے دائرہ میں ہو۔ رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو انصارِ مدینہ رضی اللہ عنہم کے ہر خاندان نے اپنی بساط کے مطابق آپ ﷺ کی خدمت و معاونت کی ہر ممکن کوشش کی۔ ایک انصاری خاتون سیدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی خدمت میں اپنے دس سالہ فرزند سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو لے کر آ گئیں کہ میرے پاس اور کچھ نہیں ہے اس لئے اپنے اس بچے کو آپ ﷺ کی خدمت کے لئے وقف کرتی ہوں۔

دوسرا کام جبری ہے جو بچوں سے محنت و مزدوری کرا کے اُن کی کمائی حاصل کرنے کے لئے لیا جاتا ہے۔ اسلام کا اصول یہ ہے کہ جو کام کسی جائز حق کے حصول میں رکاوٹ بنتا ہو وہ ممانعت کے زُمرے میں شامل ہو جاتا ہے۔ ہمارے ہاں بچوں سے جبری مشقت لینے کا رجحان موجود ہے اور کارخانوں، دکانوں، ہوٹلوں اور کام کاج کے دیگر مراکز میں ہمیں بچوں کی ایک بڑی تعداد دکھائی دیتی ہے۔

چائلڈ لیبر کے متعلق بنیادی ضابطہ:

آئینِ پاکستان میں چائلڈ لیبر کے متعلق بنیادی ضابطے کا ذکر کیا گیا ہے جس کی رُو سے چودہ سال سے کم عمر کسی بچے کو کسی فیکٹری، کان یا کسی دوسری خطرناک ملازمت پر نہیں لگایا جا سکتا۔[1] اسی طرح پاکستان میں متعدد ایسے ایکٹ موجود ہیں جن میں صراحتاً یا ضمناً چائلڈ لیبر کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔ ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

The Shops and Extablishments Act 1969(1)

1۔ The Constitution of Pakistan, Section 11 (3)

The Employment of Children Act 1991(2)

The Labour Code 357-362(3)

دینِ اسلام کا یہ اصولی ضابطہ ہے کہ وہ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف میں مبتلا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ [1]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اُس کی وسعت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔

مذکورہ بالا قرآنی ضابطے کے مطابق تین قسم کے افراد کے اعمال پر گرفت نہیں ہے۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تین افراد سے قلم اُٹھا دیا گیا ہے۔ سونے والے سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے، بچے سے یہاں تک کہ اس کو احتلام ہو جائے اور مجنون سے یہاں تک کہ اُس کو سمجھ آ جائے۔"[2]

اس سے معلوم ہوا کہ سونے والے، مجنون اور بچے سے سرزد ہونے والے اعمال پر گرفت نہیں ہے۔ اسی ضابطے کے پیشِ نظر سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خطبہ کے دوران ہدایات دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اور تم بچے کو روزگار کا مکلف نہ بناؤ۔"[3]

بچے کو باقاعدہ روزگار کا ذمہ دار بنانا اس کو استعداد سے بڑھ کر تکلیف دینے کے مترادف ہے۔ ایسی محنت و مشقت جو بچوں کی استعداد کے مطابق ہو اور اُن کی تعلیم و تربیت کو متاثر نہ کرے درست ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((کنت ارعاها علی قراریط لاهل مکة)) [4]

ترجمہ: میں اہلِ مکہ کی بکریاں کچھ قیراطوں کے عوض میں چرایا کرتا تھا۔

حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اقتصادی، علمی اور تربیتی پروگراموں کے ذریعے چائلڈ لیبر کا خاتمہ کرے۔ تاکہ ایسے تمام بچے معاشرے کے لائق اور کارآمد افراد بنیں۔ روایات میں ہے کہ مہاجرین کی اولاد میں سے ایک بچہ، رسول

1۔ سورۃ البقرۃ:2/286

2۔ نہج البلاغۃ، کلمات قصار، ص:340

3۔ الموطا، کتاب الاستیذان، ص:812

4۔ صحیح البخاری، کتاب الاجارۃ، باب رعی الغنم علی قراریط، حدیث:2262

اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں ایک یتیم بچہ ہوں، میری ایک یتیم بہن ہے اور ایک بیوہ ماں ہے۔ جو کچھ اللہ نے آپ ﷺ کو کھانے کے لئے دیا ہے اس میں سے ہمیں بھی کھلایئے تا کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے اُس میں سے وہ آپ ﷺ کو اس قدر دے کہ آپ ﷺ راضی اور خوش ہو جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بیٹا تم نے کتنی اچھی بات کہی ہے! پھر آپ ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی طرف رُخ کر کے فرمایا: جاؤ اور جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ لے آؤ۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ خرمے کے اکیس دانے لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے بچے کو مخاطب کر کے فرمایا: سات دانے تیرے لئے، سات دانے تیری بہن کے لئے اور سات دانے تیری والدہ کے لئے ہیں۔"

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اُٹھے اور یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا: اللہ تیری یتیمی کی تلافی کرے اور تجھے اپنے باپ کا اچھا جانشین بنائے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف رُخ کر کے فرمایا: اے معاذ رضی اللہ عنہ! تیرے اس کام کا کیا سبب تھا؟ انہوں نے عرض کی: محبت اور رحمت۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص تم میں سے کسی یتیم کی سرپرستی اپنے ذمہ لے اور اس کا حق ادا کرے اور یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے تو اللہ تعالیٰ ہر بال کے بدلے اس کے لئے ایک نیکی لکھے گا اور ہر بال کے بدلے ایک گناہ محو کر دے گا اور ہر بال کے بدلے اس کو ایک درجہ عطا فرمائے گا۔"(1)

عصر حاضر میں بھی مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اس سلسلے میں انفرادی کاموں پر قناعت نہ کریں بلکہ اپنی توانائیوں کو یکجا کر کے استعمال کرتے ہوئے نادار اور یتامیٰ کو اقتصادی، علمی اور تربیتی پروگراموں کے ذریعے کارآمد بنائیں اور انہیں اسلامی معاشرے کے لائق افراد بنائیں اور یہ اہم کام عمومی تعاون کا محتاج ہے۔

محنت کش جانوروں کی فلاح و بہبود:

اسلام دین فطرت ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق۔ لہٰذا اس نے جو حق جس کو دیا ہے وہ اس قابل تھا کہ اسے یہ حق ملتا اور جو حق کسی کو نہیں دیا وہ اس قابل تھا کہ اسے وہ حق نہ دیا جائے۔ جس طرح محنت و مزدوری کا کام انسان سے لیا جاتا ہے، اسی طرح جانوروں سے بھی لیا جاتا ہے۔ اسلامی شریعت میں صرف محنت کش انسانوں ہی کے نہیں بلکہ ان بے زبان جانوروں کے حقوق بھی مقرر ہیں جن سے ہم کام لیتے یا کوئی فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

عرب جاہلیہ میں جانوروں پر مظالم:

1۔ مجمع البیان، ص:10 / 506

بعثت نبوی سے قبل محنت کش انسانوں کی طرح محنت کش جانوروں پر بھی مظالم روا رکھے جاتے تھے۔ سفر میں کھانے کا سامان ختم ہو جاتا تو وہ بے رحم لوگ زندہ جانور کے جسم سے گوشت کاٹ لیتے تھے۔ جانوروں کے ناک، کان یا دُم کاٹ لینا، شریطہ کرنا (زندہ جانور کی کھال اتار دینا)، جانوروں کو باندھ کر ان پر نشانہ بازی کرنا اور جانوروں کے جسم پر داغ لگانا ان کا معمول تھا۔ اگر سفر کے دوران پانی نہ ملتا تو یہ لوگ اُونٹ کا کوہان چیر لیتے اور پانی نکال کر پی جاتے۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ دنبوں کی چکیاں اور اونٹ کی کوہان کاٹ لیتے تھے۔ آپ ﷺ نے تنبیہ فرمائی:

"زندہ جانور کا گوشت کاٹ کر الگ کرنا مردار اور اس کا کھانا ممنوع ہے۔"[1]

جب کوئی شخص مر جاتا تو اس کی قبر پر اونٹ باندھ کر بھوکا پیاسا رکھتے آخر کار وہ بھوک کے عذاب سے مر جاتا۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ یہ اونٹ مرنے والے کی آخرت میں سواری کے کام آئے گا۔ وہ اس اونٹ کو "بلیہ" کہتے تھے۔ مکہ کے کافروں کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ جب بارش نہ ہوتی تو گھاس جمع کر کے کسی دنبے کی دم کے پیچھے باندھ کر اسے آگ لگا دیتے۔ جب اس کا جسم جلنے لگتا تو وہ بے چینی سے ادھر ادھر بھاگتا، جلتا، تڑپتا مگر انہیں اس بے زبان پر ذرا بھی ترس نہ آتا۔[2] آپ ﷺ نے جانوروں کے معاملے میں لوگوں کو سمجھایا، انہیں ہدایات دیں اور اُن بے زبانوں پر ظلم کا سلسلہ بند کروا دیا۔ اس طرح آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی جانوروں کے لئے بھی رحمت بن کر آئی۔

محنت کش جانور انسان کی اہم ضرورت:

قرآن کریم میں محنت کش جانوروں کا ذکر اکثر مقامات پر آیا ہے۔ اسلام نے جانوروں سے ہر جائز فائدہ اُٹھانے کی اجازت دی ہے۔ ان سے بار برداری، سواری، کھیتی باڑی کا کام لیا جا سکتا ہے۔ ان کا دودھ پیا جا سکتا ہے۔ ان کے بال، چمڑے، گوشت، ہڈی سے فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔ قرآن کریم نے ان فوائد کے ساتھ ان کو عزت و زینت کا سبب بھی قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ (5) وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ (6)﴾[3]

1۔ صحیح البخاری، کتاب الذبائح والصید، باب مایکرہ من المثلۃ والمصبورۃ والمجثمۃ، حدیث: 5513

2۔ الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ﷺ، ص: 2/ 225

3۔ سورۃ النحل: 16/ 5۔6

ترجمہ: اسی نے چوپائے پیدا کیے جن میں تمہارے لئے گرمی کے لباس ہیں اور بھی بہت سے منافع ہیں اور تمہارے کھانے کے کام آتے ہیں۔ اور ان میں تمہاری رونق بھی ہے جب چرا کر لاؤ تب بھی اور جب چرانے لے جاؤ تب بھی۔

اس آیت کریمہ میں پہلے تو چوپایوں کی خلقت کا ذکر ہے اور اس کے بعد ان کے ذریعے جو نعمتیں حاصل ہوتی ہیں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے سب سے پہلے "دفء" کا ذکر ہے یہ ہر قسم کے لباس اور پہناوے کو کہتے ہیں۔ اور یہ اشارہ ہے جانوروں کی اُون اور چمڑے سے بنائی جانے والی چیزوں مثلاً لباس، سویٹر، کمبل، جوتا، ٹوپی اور خیمہ وغیرہ کی طرف۔ اس کے بعد "منافع" کا لفظ آیا ہے۔ یہ دودھ اور اس سے بنائی جانے والی چیزوں کی طرف اشارہ ہے۔ پھر فرمایا: "ومنھاتاکلون" یہ ان کی گوشت سے استفادہ کرنے کی جانب اشارہ ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَى بَلَدٍ لَمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ (7) وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ (8)﴾ [1]

ترجمہ: اور وہ تمہارے بوجھ ان شہروں تک اُٹھالے جاتے ہیں جہاں تم جانوں کی مشقت کے بغیر پہنچ ہی نہیں سکتے تھے۔ یقیناً تمہارا ربّ بڑا شفیق اور نہایت مہربان ہے۔ گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کو اس نے پیدا کیا کہ تم ان پر سواری کرو اور وہ باعث زینت بھی ہیں، اور بھی وہ ایسی بہت سی چیزیں پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم نہیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ (71) وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ (72)﴾ [2]

ترجمہ: کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی چیزوں میں سے اُن کے لئے چوپائے جانور (بھی) پیدا کر دیئے جن کے یہ مالک ہو گئے ہیں۔ اور ان مویشیوں کو ہم نے اُن کا تابع فرمان بنا دیا ہے۔ جن میں سے بعض تو اُن کی سواریاں ہیں اور بعض کا گوشت کھاتے ہیں۔

قرآن کریم میں دیگر مقامات پر بھی جانوروں سے فائدہ اُٹھانے کا ذکر ملتا ہے۔ ان تمام آیات میں دو احکامات کی طرف خصوصی اشارہ ملتا ہے۔

اوّل: جن جانوروں کے مالک انسان بن بیٹھے ہیں وہ دراصل اللہ تعالیٰ کی مِلک ہیں۔ اس لئے کہ ان کی تخلیق اُس نے کی ہے اور اُن کو انسان کی تحویل میں دیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کو انسان کا تابعدار نہ بناتا تو انسان کی کیا مجال ہے کہ وہ اپنے سے

1۔ سورۃ النحل: 16/ 7-8

2۔ سورۃ یٰس: 36/ 72

کہیں زیادہ طاقتور حیوانات کو اپنے قبضے میں کر لیتا۔ یہ صرف پروردگار کی مہربانی اور شفقت ہے کہ انسان حیوانوں پر حاوی ہے حتیٰ کہ چھوٹے بچے بھی انہیں کھینچتے پھرتے ہیں۔ لہٰذا جو جانور انسان کی ملکیت میں آ گئے ہیں ان کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہیئے جو ایک امین، امانت کے ساتھ کرتا ہے۔ مسلمان کے ذہن میں اللہ تعالیٰ کے اس احسان کی یاد تازہ رکھنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے سواری پر سوار ہوتے وقت یہ دُعا تعلیم فرمائی:

﴿سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ، وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ﴾ [1]

ترجمہ: پاک ذات ہے اُس کی جس نے اسے ہمارے بس میں کر دیا، حالانکہ ہمیں اسے قابو کرنے کی طاقت نہ تھی اور بالیقین ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

دوّم: ان آیات بینات سے دوسرا خدائی حکم یہ نکلتا ہے کہ حیوان بھی اللہ کی مخلوق ہیں اور اس حیثیت سے انسان اور ان میں کوئی فرق نہیں۔

﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ﴾ [2]

ترجمہ: اور جتنے قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنے قسم کے پرندے ہیں کہ اپنے دونوں بازوؤں سے اُڑتے ہیں اُن میں کوئی قسم ایسی نہیں جو کہ تمہاری طرح کے گروہ نہ ہوں۔

مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی ایسی جماعتیں ہیں جو اپنے اپنے نام سے پہچانی جاتی ہیں۔ قتادہؒ کا بیان ہے کہ پرندے ایک اُمت ہیں، انسان ایک اُمت ہیں اور جن بھی ایک اُمت ہیں۔ یہ ایک جیسا ہونا اور یہ شباہت کس جہت سے ہے، اس بارے میں مفسرین رحمۃ اللہ علیہم کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض ان کی انسانوں سے شباہت، خلقت کے تعجب خیز اسرار کی جہت سے سمجھتے ہیں کیونکہ دونوں ہی خالق کی عظمت کی نشانیاں اپنے ساتھ لیے ہوئے ہیں۔ بعض سمجھتے ہیں کہ یہ شباہت زندگی کی مختلف ضروریات کی جہت سے ہے یا اُن وسائل کے لحاظ سے کہ جن کے ذریعے وہ اپنی طرح طرح کی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔[3] جبکہ کچھ دوسرے لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کی انسان کے ساتھ شباہت سے مراد ادراک اور فہم و شعور میں شباہت ہے یعنی وہ بھی اپنے عالم میں علم، شعور اور ادراک رکھتے ہیں۔ وہ اپنے خالق و مالک کی معرفت رکھتے ہیں اور اپنی توانائی کے مطابق اس کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اگرچہ ان کی فکر، انسانی فکر و فہم سے بہت نچلی سطح پر ہے۔ مندرجہ بالا دونوں قرآنی احکامات محض اخلاقی تعلیم ہی نہیں بلکہ قانونی دفعات کا درجہ بھی رکھتے ہیں۔

1۔ سورۃ الزخرف: 43/ 13۔14

2۔ سورۃ الانعام: 6/ 38

3۔ جامع البیان فی تفسیر آی القرآن، امام ابی جعفر محمد بن جریر الطبریؒ (م 310ھ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، سن ندارد، ص: 7/ 247

محنت کش جانوروں کے حقوق:

رسول کریم ﷺ نے محنت کش انسانوں ہی کے نہیں بلکہ محنت کش جانوروں تک کے حقوق متعین فرمائے ہیں۔ ذیل میں اُن کے حقوق مختصراً پیش کئے جاتے ہیں۔

محنت کش جانور کو مارنے کی ممانعت:

ایک دفعہ سیدنا عبد اللہ بن بشیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہوتا ہے اور اس کو کوڑے مارتا ہے۔ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا کوئی ارشاد آپ کو معلوم ہو تو بتایئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں (میں نہیں جانتا)۔ اندرون خانہ سے ایک خاتون بولیں کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ﴾ [1]

ترجمہ: اور جتنے قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنے قسم کے پرند جانور ہیں کہ اپنے دونوں بازوؤں سے اُڑتے ہیں اُن میں کوئی قسم ایسی نہیں جو کہ تمہاری طرح کے گروہ نہ ہوں۔

یعنی ایسے موقع پر ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ جو سلوک روا رکھتا ہے وہی اس جانور کے ساتھ بھی رکھنا چاہیئے۔ ایک حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

((لو لا الکلاب امتہ من الامم لامرت بقتلھا)) [2]

ترجمہ: اگر کتے اُمتوں میں سے ایک اُمت نہ ہوتے تو میں ان کے قتل کا حکم دے دیتا۔

اسلام میں بلاوجہ کُتے تک کو ہلاک کرنے کی اجازت نہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ رسول کریم ﷺ نے بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت کا واقعہ بیان فرمایا کہ وہ ایک کتے کے پاس سے گزری جو کنویں کے کنارے زبان نکالے پیاس سے مرنے کے قریب تھا۔ اس نے اپنا موزہ اتارا، اسے اپنی چادر سے باندھ کر کنویں سے پانی نکالا اور کتے کو پلا دیا، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔[3] اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت دوزخ میں دیکھی جس

1۔ سورۃ الانعام: 6/ 38

2۔ تفسیر خازن، ص: 2/ 902

3۔ صحیح البخاری، کتاب الاحادیث الانبیاء، حدیث: 3467 و کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، حدیث: 43116

کا قصور یہ تھا کہ اس نے ایک بلی کو اتنا عرصہ باندھے رکھا، اُسے بالکل نہ چھوڑا اور وہ پیاس سے ہلاک ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو اس ظلم کے نتیجے میں دوزخ میں ڈال دیا۔ [1]

اچھی خوراک کا اہتمام کرنا:

سیدنا عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن انصار کے باغ میں تشریف لے گئے، تو وہاں ایک اُونٹ بندھا ہوا تھا۔ جیسے ہی اس اُونٹ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو رونے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، وہ خاموش ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ کس کا اونٹ ہے؟ ایک انصاری نوجوان حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میرا اُونٹ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کیا تو اس جانور کے معاملہ میں اللہ سے نہیں ڈرتا جس نے تجھے اس کا مالک بنایا ہے؟ اس اونٹ نے مجھ سے تیری شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور بہت تھکاتا ہے (یعنی مزدوری زیادہ لیتا ہے اور محنت کا صلہ کم دیتا ہے)۔" [2]

دوسری روایت میں سیدنا سہل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اُونٹ کے پاس سے گزرے جس کا پیٹ پیٹھ سے لگ گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اتقوا اللہ في ھذہ البھائم المعجمة، فاركبوھا وكلوھا صالحة)) [3]

ترجمہ: ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ ان پر اچھی طرح سواری کرو اور اچھی خوراک کھلاؤ (یعنی استعمال بھی کرو اور چارہ بھی کھلاؤ)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب تم موسم بہار میں سفر کرو تو اُونٹوں کو زمین کی سبزی میں سے اپنا حصہ وصول کرنے دو (یعنی انہیں چرنے دو) اور جب قحط کے دنوں میں سفر کرو تو اونٹوں کو تیز چلایا کرو۔" [4]

اپنی ذات سے بھی زیادہ خیال رکھنا:

1۔ صحیح البخاری، کتاب المساقاۃ، باب فضل سقی الماء، حدیث: 2365

2۔ سنن ابی داؤد، کتاب الصوم، باب فی صوم الثلاث من کل شھر، حدیث: 2549 حکم: صحیح م بجملة الهدف والحائش فقط) الألباني

3۔ سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب مایومر بہ من القیام علی الدواب والبھائم، حدیث: 2548 (امام البانیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

4۔ جامع الترمذی، کتاب الادب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: 2858 (شیخ زبیر علی زئیؒ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔)

نبی کریم ﷺ صدقے کے اونٹوں کو اپنے ہاتھ سے چارہ ڈالا کرتے اور پانی پلایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم سفر میں تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو ہم سے آگے جا کر حوض صاف کر کے پانی نکالنے کا انتظام کرے گا؟ اس پر سیدنا جابر اور سیدنا جبار بن صخر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہم یہ کام کریں گے۔ چنانچہ وہ پہلے کنویں پر پہنچے اور حوض صاف کر کے پانی نکالا۔ اتنی دیر میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے اُن سے پوچھا: اگر اجازت ہو تو میں پانی پی لوں! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سر تسلیم خم کیا۔ آپ ﷺ نے پہلے اپنی اونٹنی کو پانی پلا کر سایہ میں بٹھایا اور پھر خود پانی پیا۔[1]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اُسوہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جب منزل پر اُترتے تھے تو نماز پڑھنے سے پہلے سواریوں کا کجاوہ کھول دیتے تھے۔ اسی اُسوۂ صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی روشنی میں محدثین رحمۃ اللہ علیہم نے لکھا ہے کہ اپنے کھانے پینے اور آرام سے پہلے جانوروں کے کھانے پینے اور آرام کا سامان کرنا چاہیئے۔[2]

تکلیف کو جانوروں سے دور کرنا:

رسول کریم ﷺ نے ایک ناقہ کو دیکھا جس کے دونوں پاؤں بندھے ہوئے تھے اور اس پر پالان کسا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((این صاحبھا؟مروہ فلیستعد للخصومۃ))[3]

ترجمہ: اس کا مالک کہاں ہے؟ اسے کہو کہ وہ مقدمہ کے لئے تیار ہو جائے۔

سیدنا یعلی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث مبارکہ کا ٹکڑا ہے کہ رسول کریم ﷺ کا گزر ایک اُونٹ کے پاس سے ہوا جس کی گردن جھکی ہوئی تھی اور وہ بلبلا رہا تھا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے مالک کو میرے پاس لے کر آؤ۔ جب وہ آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

> ”تیرے اونٹ کو کیا ہوا؟ وہ یہ شکایت کر رہا ہے کہ تم کھیت سینچنے کے لئے اس سے رہٹ چلانے کا کام لیتے رہے اور اب جب وہ بوڑھا ہو گیا ہے تو تم اسے ذبح کرنا چاہتے ہو؟ اس کو ذبح نہ کرو اور اسے اونٹوں میں چھوڑ دو۔ یہ ان کے ساتھ چلتا پھرتا رہے گا۔“[4]

1۔ صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقاق، حدیث:7516

2۔ معالم السنن شرح سنن ابی داؤد، امام ابو سلیمان حمد بن محمد البستی الخطابیؒ (م388ھ)، موسسۃ الرسالۃ، ص:3/122

3۔ مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل، ص:2/50

4۔ دلائل النبوۃ، امام ابی بکر احمد بن حسین بن علی البیہقیؒ، ص:6/ 20-21

دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے مالک سے فرمایا: اسے میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے آپ ﷺ کو ہدیہ کیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نہیں اس کی قیمت لے لو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس سے وہ اونٹ خرید کر آزاد کر دیا۔ وہ مدینہ کی گلیوں میں گھومتا پھرتا اور سائلوں کی طرح انصار کے دروازوں پر جاتا۔ لوگ اس کا احترام کرتے اور چارہ دیتے۔ لڑکیاں اس کے لئے کھانا بچا کر رکھتیں کہ جب وہ آئے گا تو کھلائیں گی۔ لوگ کہا کرتے تھے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا آزاد کردہ ہے۔ وہ بہت فربہ ہو گیا تھا۔[1]

سیدنا سوادہ بن ربیع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ سے سوال کیا (یعنی کچھ مدد چاہی)۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ مجھے کچھ اُونٹنیاں دی جائیں۔ پھر مجھے فرمایا: جب تم اپنے گھر پہنچو تو انہیں کہنا کہ موسم بہار میں پیدا ہونے والے بچوں کو اچھی غذا دیں۔ انہیں یہ بھی کہنا کہ وہ اپنے ناخن تراش لیا کریں تاکہ دودھ دوہتے وقت مویشی کے تھنوں کو کوئی تکلیف نہ ہو۔[2]

جانور سے نرمی اور ان کی فطرت کا خیال رکھنا:

ایک مرتبہ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اُونٹ پر سوار ہوئیں تو اُونٹ بگڑ گیا۔ وہ ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اُونٹ پر غصہ آ گیا اور وہ اُسے گھمانے لگیں۔ آپ ﷺ نے سیدہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

> "اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کرنے پر وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو کچھ اور کرنے پر عطا نہیں فرماتا۔"[3]

ایک سفر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سواریوں کو تیز بھگانے لگے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

> "لوگو! تم پر نرمی اور آہستگی لازم ہے، جلدی نہ کرو، گھوڑے اور اونٹ دوڑانے میں نیکی اور خیر ہرگز نہیں ہے۔"[4]

جانوروں کا ایک حق یہ ہے کہ اُن سے وہی کام لیا جائے جس کے لئے وہ پیدا کیے گئے ہیں۔ جیسے ہاتھی، گھوڑا، گدھا اور اونٹ سواری کے لئے پیدا کیے گئے ہیں جبکہ بیل کھیتی باڑی کر سکتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اس بات کا احساس دلایا اور ایک واقعہ ذکر فرمایا: بنی اسرائیل کا ایک شخص ایک بیل پر سوار ہو کر کہیں جا رہا تھا۔ بیل نے پیچھے مڑ کر

1۔ حیات القلوب، ص:2/358

2۔ أسد الغابة فی معرفة الصحابة رضی اللہ عنہم، ص:2/ 486

3۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب من لعنہ النبی ﷺ اوسبہ اودعاعلیہ، حدیث:2601

4۔ سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب الدفعة من عرفة، حدیث:1920

دیکھا اور کہا: میں اس (سواری) کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہوں بلکہ میں تو کھیتی باڑی کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس پر میں بھی ایمان لایا، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی اس پر ایمان رکھتے ہیں۔[1]

محنت کش جانور کی مقدرت کا خیال رکھنا:

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

"اُونٹوں سے بوجھ اُتار دیا کرو کیونکہ ان کے ہاتھ بھی بندھے ہیں اور ٹانگیں بھی۔"[2]

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

((ان اللہ یحب الرفق ویعین علیه، فاذا رکبتم الدّابة العجف فانزلوها منازلها، فان کانت الارض مجذبة فانجوا علیها، وان کانت مخصبة فانزلوها منازلها))[3]

ترجمہ: جب لاغر سواری پر سوار ہو تو اسے منزل بہ منزل (آرام کے لئے) اُتارو۔ اگر بے آب و گیاہ زمین ہو جہاں کوئی آبادی نہ ہو، تو اسے بلند جگہ پر لے جا کر اس سے سامان اُتار دو اور اگر زمین آباد ہو تو اسے وہیں بٹھا دو۔

سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا ایک اونٹ تھا جس کا نام "دَمُون" تھا۔ جب کوئی اُن سے یہ اونٹ مستعار لیتا تو یہ اس سے کہتے کہ اس پر اس اس طرح سوار نہ ہونا کیونکہ یہ اس سے زیادہ کی استطاعت نہیں رکھتا۔ جب سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اونٹ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"اے دمون! کل کو (یعنی روز قیامت) رب کے سامنے میرے ساتھ مت جھگڑنا، میں نے تجھ پر کبھی کوئی ایسا بوجھ نہیں ڈالا جسے تو اٹھا نہ سکے۔"[4]

احنف بن قیس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ تیزی کے ساتھ سواریاں دوڑاتے ہوئے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ آپ ہمارے ساتھ ہمارے پڑاؤ کی طرف چلنے لگے۔ ہمارے اُونٹ بھوک سے نڈھال تھے اور ان کے پیٹ پیٹھ سے لگ چکے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا:

1۔ صحیح البخاری، کتاب المزارعة، باب استعمال البقر للحراثة، حدیث:2324

2۔ المسند، امام ابو بکر احمد بن عمرو بصری البزار رحمہ اللہ، حدیث:1081

3۔ بحار الانوار، ص:75/ 62

4۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة، حدیث:30

"کیا تمہیں ان سواریوں کے بارے میں اللہ سے ڈر نہیں لگتا؟ کیا تمہیں اس بات کی خبر نہیں کہ چوپایوں کے بھی تم پر حقوق ہیں؟ تم نے ان اونٹوں کو راستے میں کچھ دیر آرام کے لئے کیوں نہیں چھوڑا تاکہ وہ زمین سے گھاس پھونس کھا سکیں۔"[1]

جانوروں کو گالی دینے سے اجتناب:

ایک شخص اُونٹ کو لعنت کر رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا:

((ارجع لا تصحبنا علی بعیر ملعون))[2]

ترجمہ: واپس چلا جا کیونکہ تو ہمارے پاس ملعون اُونٹ پر نہیں آسکتا۔

نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک انصاری نے اپنی اونٹنی پر لعنت کی۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:

"اُونٹنی سے اتر جاؤ اور اب اس پر کبھی سوار نہ ہونا (پھر فرمایا) اپنے مال اور اپنی اولاد اور اپنے خادم کو بددعا مت دیا کرو، ہو سکتا ہے یہ بددعا منہ سے اس وقت نکلے جب دعا کی قبولیت کا وقت ہو۔"

انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے اونٹنی سے پالان وغیرہ اتار دیا۔ راوی کہتے ہیں گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ اونٹنی ادھر ادھر پھر رہی ہے اور کوئی اس کی طرف توجہ نہیں دیتا۔[3]

جانور پر بلاضرورت بیٹھنے سے اجتناب:

اپنی سواریوں پر بلاضرورت بیٹھنے سے بھی اجتناب کرنا چاہیئے۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

((ارکبوا ھذہ الدواب سالمۃ واتدعوھا سالمۃ، ولا تتخذوھا کراسی لاحادیثکم فی الطرق والاسواق فرب مرکوبۃ خیر من راکبھا، واکثر ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ منہ))[4]

ترجمہ: ان سواریوں پر سواری کرو جو صحیح وسالم ہوں، انہیں صحیح وسالم آواز کے ساتھ پکارو، راستوں اور بازاروں میں انہیں کرسیاں نہ بناؤ کیونکہ بہت سی سواریاں اپنے سواروں سے بہتر ہوتی ہیں اور ان سے بہتر اللہ کا ذکر کرتی ہیں۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

1۔ الرتبیۃ القیادۃ، الدکتور منیر احمد الغضبان، دار الوفا، المنصورۃ، ایڈیشن:۱، 1418ھ، ص:115

2۔ میزان الحکمۃ، حدیث:4525

3۔ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب النھی عن بیع الثمار قبل بدو صلاحھا بغیر شرط القطع، حدیث:1536

4۔ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، حدیث:75942

"اپنی سواریوں کی پیٹھوں کو منبر سمجھ کر بیٹھے ہی نہ رہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے قابو میں دیا ہے تاکہ یہ تمہیں اپنے شہر میں پہنچادیں، جہاں آدمی جان جوکھوں میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زمین بنائی ہے اس پر اپنی حاجتیں پوری کیا کرو۔"[1]

جانور کے چہرے کو داغنے سے اجتناب:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے والد سیدنا عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُونٹ پر سوار کہیں جارہے تھے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے اُس اونٹ کے چہرے کو داغ کا نشان لگایا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: عباس! یہ کون سی علامت ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ہم جاہلیت میں یہ علامت لگایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: داغ کی علامت نہ لگایا کرو۔[2]

جانوروں کو پہچان کے لئے داغ لگایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس دور کے لوگوں کی ضرورت تھی۔ اگر وہ داغ نہ لگاتے تو لوگوں کے جانور آپس میں مل جایا کرتے اور یہ پتانہ چلتا کہ یہ جانور کس کا ہے اور آپس میں جھگڑا ہو جاتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے داغنے کی اجازت دی لیکن منہ پر نہیں بلکہ دوسرے حصوں پر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ کی قسم! میں تو اس جگہ داغ لگاتا ہوں جو منہ سے بہت دور ہے یعنی پٹھوں پر۔ اور سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی پٹھوں پر داغنے کا کام کیا۔"[3]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت کش جانور کے اپنے مالک پر چھ حقوق بیان فرمائے ہیں:

((یعلفها اذا نزل، ویعرض علیها الماء اذا مرّ به، ولا یضربها الا علی حق، ولا یحملها ما لا یطیق، ولا یکلّفها من السّیر الا طاقتها، ولا یقف علیها افواقا))[4]

ترجمہ: جب وہ اس سے اُترے تو اسے چارہ ڈالے، جب اسے لے کر چلے تو پہلے پانی پلائے، اسے ناحق نہ مارے، طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادے، طاقت سے زیادہ اسے نہ چلائے، اسے کافی دیر ٹھہرا کر اس پر سوار نہ رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک گدھا گزارا گیا جس کے منہ پر نشان لگایا گیا تھا۔ یہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

1۔ شعب الایمان، امام ابی بکر احمد بن حسین بن علی البیہقیؒ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1410ھ، حدیث: 11083

2۔ مسند ابی یعلی الموصلی، حدیث: 6695

3۔ صحیح مسلم، حدیث: 5553

4۔ مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل، ص: 2/50

((امابلغکم انّی لعنت من وُسم البھیمۃ فی وجھھا أو ضربھا فی وجھھا)) [1]

ترجمہ: تمہیں معلوم نہیں ہوا کہ میں نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو جانور کے منہ پر نشان لگائے یا اسے منہ پر ضربیں لگائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((اضربوھا علی النفار ولا تضربوھا علی العثار)) [2]

ترجمہ: جانور جب سرکشی پر اُتر آئے تو اسے مارو لیکن اگر لغزش کرے تو نہ مارو۔

ایک حدیث مبارکہ میں ہے:

((لاتضربوا الزواب علی وجوھھا فانھا تسبح بحمداللہ)) [3]

ترجمہ: سواری کے جانوروں کے منہ پر مت مارا کرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح بیان کرتے ہیں۔

آج دُنیا کے کسی ملک کے مذہبی یا سیاسی دستور میں محنت کش جانوروں کے حقوق کا کوئی ایسا مکمل قانون موجود نہیں ہے جس میں ان کے حقوق کی پوری ضمانت و حفاظت کی گئی ہو۔ جہاں جہاں انسدادِ بے رحمی کے محکمے بنا کر جانوروں کی حفاظت کے کچھ ضوابط بنائے بھی گئے ہیں تو اس کا تعلق محض جذبات، روایات یا بعض مالی منفعتوں سے ہے۔ مگر اس نقطہ نظر سے ان کے حقوق متعین نہیں کئے گئے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بے زبان مخلوق ہیں، اس لئے ان کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ کرنا چاہیئے۔ ضرورت کے لئے ان سے کام لینا اور فائدہ اُٹھانا تو صحیح ہے مگر ان پر ظلم و ستم کرنا، ان کی طاقت سے زیادہ کام لینا، ان کو خواہ مخواہ تکلیف پہنچانا، ان کی نگہداشت نہ کرنا اور ان کو آرام نہ پہنچانا وغیرہ اسلامی اخلاق و قانون دونوں لحاظ سے مجرمانہ فعل ہے

محنت کشوں کے فرائض

محنت کش و مزدور کو یہ بات جان لینی چاہیئے کہ اس نے مستاجر سے کام کرنے کا جو معاہدہ کیا ہے اس معاہدہ کی پابندی صرف اس پر قانونی حیثیت ہی سے ضروری نہیں ہے بلکہ اخلاقی حیثیت سے بھی ضروری ہے۔ جو محنت کش، اپنے مالک و آقا سے بددیانتی، خیانت، وقت کا ضیاع اور اس کا نقصان کرنے سے اجتناب کرے گا اس کا بدلہ دُنیا و آخرت میں

1۔ سنن ابی داؤد، کتاب الاجارۃ، باب فی تضمین العاریۃ، حدیث:3564

2۔ وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، ص:8/ 357

3۔ میزان الحکمۃ، حدیث:4528

بہترین ہو گا۔ اور اگر وہ اپنے کام میں کوتاہی کر کے یا اسے بگاڑ کر قانونی چارہ جوئی سے بچ بھی جائے تو قیامت کے مواخذہ سے نہ بچ سکے گا۔

جس طرح اللہ تعالیٰ، سرمایہ دار کے ہر کھلے چھپے ظلم کو دیکھتا ہے، اسی طرح محنت کش کی کھلی اور چھپی کوتاہیوں اور غفلتوں پر بھی نگاہ رکھتا ہے۔ لہٰذا اس بات کو جان لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ محنت کش کے معاہدہ پورا کرنے اور نہ کرنے کو دیکھ رہا ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اُجرت کا معاہدہ کیا تو قانونی شرائط طے کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ذَلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَاللَّهُ عَلَى مَا نَقُولُ وَكِيل﴾ [1]

ترجمہ: مجھ میں اور آپ میں یہ (عہد پختہ ہوا) میں جونسی مدت (چاہوں) پوری کر دوں پھر مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو، اور ہم جو معاہدہ کرتے ہیں اللہ اُس کا گواہ ہے۔

نیز محنت کش کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی چادر سے زیادہ پاؤں نہ پھیلائے اور اپنے آجر کے حقوق کی رعایت کرے۔ ایک دفعہ امام جعفر بن محمد الصادقؒ نے اپنے ایک خادم کو کسی کام کے لئے بھیجا۔ وہ چلا گیا اور لوٹ کر آنے میں دیر کی۔ آپ خود اُس کے پیچھے گئے اور اسے سوتا پایا۔ آپ اس کے پاس بیٹھے رہے حتیٰ کہ وہ جاگ اُٹھا۔ پھر آپ نے فرمایا:

((یافلان! واللہ ما ذاک لک تنام اللیل و النھار، لک اللیل و لنا منک النھار)) [2]

ترجمہ: اے مرد! تو رات کو بھی اور دن میں بھی کیوں سوتا ہے؟ رات تو تیری اپنی ہے لیکن دن ہمارے لئے چھوڑ دے۔

اسلام نے محنت کشوں پر جو ذمہ داریاں عائد کی ہیں اُن کا احساس کرنا اور اُن پر عمل پیرا ہونا ہر محنت کش کے فرائضِ منصبی میں شامل ہے۔ ذیل میں محنت کشوں کے فرائض کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

اپنے کام میں مکمل مہارت ہونا:

محنت کش کو عزت دیتے ہوئے سب سے پہلے اُسے کہا گیا ہے کہ وہ اپنے کام میں مہارت حاصل کرے، اور پیش آنے والے مسائل سے واقفیت حاصل کرے تا کہ اپنے فرض کے ساتھ پورا پورا انصاف کر سکے اور حرام کا مرتکب نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((ان اللہ یحب اذا عمل احدکم عملا أن یتقنہ)) [3]

1۔ سورۃ القصص:28/ 28

2۔ روضہ کافی، ابو جعفر محمد بن یعقوب الرازی الکلینیؒ، طبع تہران، حدیث:50

3۔ مسند ابی یعلی الموصلی، حدیث:4386

ترجمہ: یقیناً اللہ یہ پسند فرماتا ہے کہ تم جب کسی کام کو اپناؤ تو اس میں پوری مہارت حاصل کرو۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بازار میں کھڑے ہو کر بیوپاریوں کو مخاطب کیا اور فرمایا:

((یامعشر التجار! الفقه ثم المتجر، الفقه ثم المتجر، الفقه ثم المتجر)) (1)

ترجمہ: اے تاجروں کی جماعت! اوّل فقہ (شرعی مسائل کا سمجھنا) اور اس کے بعد تجارت، اوّل فقہ (شرعی مسائل کا سمجھنا) اور اس کے بعد تجارت، اوّل فقہ (شرعی مسائل کا سمجھنا) اور اس کے بعد تجارت۔

محنت کش کے لئے ضروری ہے کہ وہ جس کام کو کرنے کا ذمہ لے اس میں وہ کام کرنے کی صلاحیت اور مہارت بھی موجود ہو۔ اس کے برعکس کام سے ناواقف ہونا اور پھر بھی کام کرنے کا دعویٰ کرنا سراسر بے ایمانی اور دھوکہ دہی کے مترادف ہے۔ اس ضمن میں قرآن کریم بھی رہنمائی فرماتا ہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کو جب عزیز مصر نے اپنا مشیر خاص بنانے کا فیصلہ کر لیا تو آپ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ میں چونکہ زمین سے متعلقہ معاملات کو اچھی طرح سمجھتا ہوں اور اس میں مہارت رکھتا ہوں اس لئے مجھے اسی کام پر ہی مامور کیا جائے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ﴾ (2)

ترجمہ: یوسف (علیہ السلام) نے کہا: مجھے سرزمین (مصر) کے خزانوں پر (وزیر اور امین) مقرر کر دو، بے شک میں (ان کی) خوب حفاظت کرنے والا (اور اقتصادی امور کا) خوب جاننے والا ہوں۔

فرائض کی انجام دہی میں خلوصِ نیت:

اگر مزدور اپنا فرض ادا نہیں کر رہا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آجر کا حق چھین رہا ہے۔ لہٰذا ہر محنت کش کا فرض ہے کہ وہ جو کام کر رہا ہے اس کے تعمّل میں لگن، اخلاص اور نیک نیتی کا اظہار کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((خیر الکسب کسب العامل اذا نصح)) (3)

ترجمہ: بہترین کمائی مزدور کی کمائی ہے بشرطیکہ وہ خیر خواہی اور بھلائی کے ساتھ کام سرانجام دے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنی دُعا میں اللہ تعالیٰ سے یوں عرض گزار ہوتے:

((اللهم اجعل عملي كله صالحا واجعله لوجهک صالحا ولا تجعل لاحد فيه شيئا)) (4)

1۔ فروع کافی، ابو جعفر محمد بن یعقوب الرازی الکلینیؒ، مرکز بحوث دار الحدیث، قم، 1401ھ، ص: 1/371

2۔ سورۃ یوسف: 12/55

3۔ الفردوس بماثور الخطاب، حدیث: 2910

4۔ الاستقامۃ، امام ابو العباس تقی الدین احمد بن عبد الحلیم بن تیمیہؒ، دار ابن الجوزی، القاہرۃ، ص: 2/229

ترجمہ: اے اللہ! میرے سارے اعمال کو نیک بنا دیجئے اور ان کو خالص اپنے لئے بنا لیجئے اور ان میں کسی کا کوئی حصہ مت رکھیے۔

سورۃ القلم میں اللہ تعالیٰ نے ایک باغ والوں کا قصہ بیان کیا ہے کہ جن کی نیت کا فتور آندھی کا عذاب بن کر اُن کے باغ کو بھسم کر گیا۔ اس وقت نہ زمین کی زرخیزی کام آئی نہ اُن کی کوئی تدبیر۔ اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ اگر خلوص نیت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نادیدنی وسائل کے ذریعے رزق فراہم کر سکتا ہے تو نیت میں فتور آنے پر ایسے ہی نادیدنی وسائل سے دیئے ہوئے رزق کو چھین بھی سکتا ہے۔

صادق، امین اور عادل ہونا:

محنت کش اپنے مالک کے ساتھ امانت اور دیانت داری کا مظاہرہ کرے۔ کام میں انہماک، لگن، دلجمعی اور دلچسپی لازمی ہے۔ تمام اخلاقی برائیوں سے اجتناب کرتے ہوئے سچائی، دیانت داری اور ذمہ داری کو اپنانا ضروری ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے مدین کی طرف سفر کرنے کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ دورانِ سفر جب انہوں نے سیدنا شعیب علیہ السلام کی بکریوں کو پانی پلایا تو سیدنا شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں میں سے ایک نے اپنے والد محترم کو یہ مشورہ دیا:

﴿يَآبَتِ اسْتَأْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ﴾ [1]

ترجمہ: اے (میرے) والد گرامی! انہیں اپنے پاس اُجرت پر رکھ لیں بے شک بہترین شخص جسے آپ مزدوری پر رکھیں وہی ہے جو طاقت ور، امانت دار ہو۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((ان اللہ عزوجل یحب المحترف الامین)) [2]

ترجمہ: اللہ عزوجل امین صاحبِ حرفت کو دوست رکھتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من استعملناہ علی عمل فرزقناہ رزقا فما أخذ بعد ذلک فھو غلول)) [3]

ترجمہ: جس کسی کو ہم کسی کام کے لئے مقررہ تنخواہ (اُجرت) پر متعین کریں اور وہ اپنی اُجرت سے زیادہ (کسی بھی ذریعہ سے) لے گا تو وہ غبن ہو گا۔

1۔ سورۃ القصص: 28/ 26

2۔ وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، ص: 12/ ۴

3۔ المستدرک، حدیث: 147

اسی طرح کسی محنت کش کو یہ روا نہیں کہ وہ بلا کسی حقیقی یا شرعی عذر کے کام کو ادھورا چھوڑ دے یا معاہدہ کے بعد اس میں غلو کرے اور بلاوجہ مشاہرہ، مزدوری یا اُجرت میں اضافہ کا مطالبہ کرنا شروع کر دے اور اگر مطالبہ پورا نہ ہو تو کام چھوڑ کر بھاگ جائے۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک درزی کو مخاطب کر کے فرمایا:

”اے درزی! پسر مردہ مائیں تیرے سوگ میں بیٹھیں۔ مضبوط سلو، ٹانکے اچھے لو اور گھنی سلائی کرو کہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے: اللہ قیامت کے دن خیانت کرنے والے درزی کو اس عالم میں اٹھائے گا کہ وہ لباس جو اس نے دنیا میں سلا ہے اور اس میں خیانت کی ہے اس کے تن پر ہو گا۔ باقی بچے ہوئے ٹکڑوں سے پرہیز کرو کہ لباس کا مالک اس کا زیادہ حق دار ہے۔ انہیں اپنے لئے محفوظ نہ رکھو۔“[1]

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾[2]

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے (ان کے حقوق کی ادائیگی میں) خیانت نہ کیا کرو اور نہ آپس کی امانتوں میں خیانت کیا کرو حالانکہ تم جانتے ہو۔

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ان المقسطين عند الله على منابر من نور، عن يمين الرحمن عز وجل و كلتا يديه يمين، الذين يعدلون في حكمهم و اهليهم و ما ولوا))[3]

ترجمہ: عدل کرنے والے، اللہ تعالیٰ کے پاس نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے دائیں ہاتھ کے پاس ہوں گے اور اس کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اہل و عیال کے معاملات میں اور جو کام ان کے سپرد تھے ان میں عدل کرتے تھے۔

عہد و پیمان پر پورا اترنا:

محنت کش کے لئے ضروری ہے کہ وہ مالک کے ساتھ کئے گئے عہد و پیمان کو وفا کرے اور اپنی ذمہ داری کام ختم ہونے تک نبھائے۔ ”وفا“ کا لفظ ایک مقدس لفظ ہے جو ہر جگہ احترام سے یاد کیا جاتا ہے اور اسے غیر معمولی اہمیت دی

1۔ تذکرۃ الخواص، امام جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن بن جوزی البغدادیؒ، المکتبۃ الحیدریہ، نجف اشرف، 1383ھ، ص: 116

2۔ سورۃ الانفال: 8/ 27

3۔ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل و عقوبۃ الجائر والحث علی الرفق بالرعیۃ والنھی عن ادخال المشقۃ علیھم، حدیث: 1827

جاتی ہے۔ عہد و پیمان کا وفا کرنا اسلام کے نقطہءِ نظر سے انسانی فضائل کا عالی ترین جزو شمار کیا گیا ہے۔ ایفائے عہد کی تلقین کرتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ [1]

ترجمہ: اے ایمان والو! (اپنے) عہد پورے کرو۔

رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں:

((من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیف اذا وعد)) [2]

ترجمہ: جو شخص اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ جب وعدہ کرتا ہے تو اسے وفا کرتا ہے۔

اسلام پیمان شکنی کو نفاق کی نشانیوں میں شمار کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اربع من کن فیہ فھو منافق۔۔۔۔۔ واذا وعد خلف)) [3]

ترجمہ: چار چیزیں ایسی ہیں جو جس شخص میں ہوں وہ منافق ہے۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے۔

مزدور یونین کے غلط استعمال سے اجتناب:

شریعت مقدسہ نے جہاں محنت کشوں کو یہ حق دیا ہے کہ وہ مزدور یونین اور ٹریڈ یونین بنائیں جو اُن کی اجتماعی فلاح و بہبود، اُن کے جائز مطالبات کو منوانے، جملہ فطری حقوق کے حصول، معاشی و معاشرتی خوشحالی، بہتر مستقبل اور بنیادی ضروریات کی فراہمی کے لئے کوشاں ہو، وہاں انہیں اس ذمہ داری کا احساس بھی دلایا ہے کہ مزدور یونین کا غلط استعمال خود مزدوروں کے نقصان، معاشی بدحالی، کارخانوں کی تالہ بندی، ہڑتال، جھگڑا فساد، لاقانونیت، بے روزگاری، افلاس اور مجموعی طور پر ملکی معیشت کے زوال کا باعث ہوگا۔ ان سب معاشی اور سماجی برائیوں کی اسلام سختی سے مخالفت کرتا ہے اس طرح ان پر تشکیل دی گئی ایسی تمام انجمنوں کا شدّت سے رد کرتا ہے۔

اس باب کے اختتام پر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے وہ الفاظ ملاحظہ کیجئے جو انہوں نے اپنے فرائض بجا نہ لانے والے محنت کشوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمائے:

1۔ سورۃ المائدۃ:5/1

2۔ جامع السعادات، ص:2/ 327

3۔ بحار الانوار، ص:15/ 143

"افسوس ہے تم پر۔ اے مزدوری کا حق ادا نہ کرنے والو! تم مزدوری پوری لیتے ہو، مالک کا رزق کھاتے ہو، اس کے دیئے ہوئے لباس پہنتے ہو، اس کے عطا کردہ مکانات میں رہتے ہو لیکن جو تمہیں مزدوری دینے والا ہے اس کے کام کو صحیح طریقہ سے انجام نہیں دیتے۔ وہ وقت قریب ہے کہ جب تمہیں بلایا جائے گا اور اس عمل کو دیکھا جائے گا جسے تم نے خراب کر رکھا ہے پھر تم پر رسوا کن عذاب نازل ہو گا۔"[1]

اسی طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری نے ایک خط افسین کے نام لکھا جس میں محنت کشوں کا ذکر کیا ہے اور ان کو تاکید کی:

"تم اپنے آقاؤں کی اطاعت ایسی ہی کرو جیسے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی کرتے ہو۔ آقاؤں کی اطاعت تم پر لازم ہے اور اخیر میں کہا کہ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں وہ سیدنا مسیح علیہ السلام کی بعینہ تعلیم ہے اور جو شخص اس سے انکار کرتا ہے وہ جھوٹا ہے۔"[2]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے عمّال کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"اپنا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے، اور اپنا وزن کرو قبل اس کے کہ تمہارا وزن کیا جائے، اگر کل تم اپنے لئے حساب میں آسانی چاہتے ہو تو آج اپنا محاسبہ کرلو۔"[3]

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ﴾[4]

ترجمہ: جس دن اللہ کے سامنے حساب کے لئے پیش کئے جاؤ گے تمہاری کوئی بات اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہ ہو گی۔

مختصر یہ کہ فرض کا احساس و شعور ہی محنت کشوں میں نظم و ضبط اور ہم آہنگی پیدا کرتا اور ترقی کی راہ ہموار کرتا ہے۔ یہی احساس و شعور انسان کو جفاکش اور مجاہد بناتا ہے اور اس میں دیانت داری اور ذوق و شوق سے اپنے فرائض کی انجام دہی کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ ایک فرض شناس فرد ہی ایک اچھا کارکن اور اچھا انسان ہوتا ہے۔

1۔ گفتارِ انبیاء علیہم السلام، ص:212

2۔ دائرۃ المعارف، علامہ فرید وجدی، دار الکتب، ص:4/ 278

3۔ کتاب الزھد، امام احمد بن حنبلؒ، ص:149

4۔ سورۃ الحاقۃ:69/ 18

اسلام کی جانب سے محنت کشوں پر عائد ہونے والے فرائض اور ان کے حقوق، دُنیا میں رائج نظام ہائے معیشت کو یہ موقع فراہم کرتے ہیں کہ وہ دُنیا میں بسنے والے ہر طبقے کی فلاح و بہبود کا خیال رکھتے ہوئے ترقی کے مدارج طے کریں۔ اب یہ ہمارا فرض ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تعلیمات پر غور کریں، ان کی روح تک پہنچیں اور پھر ان پر عمل پیرا ہو کر پوری دُنیا کے سامنے بہترین نظامِ معیشت پیش کریں تا کہ دُنیا بھر کی معیشت جو چاروں طرف سے مایوس ہو کر اندھیروں میں بھٹک رہی ہے اور راہنمائی کی خواہاں ہے اسلام کے سایہءِ عاطفت میں پناہ لے سکے۔

خلاصۃ البحث:

☆......انبیائے کرام علیہم السلام نے جہاں انسانوں کو شرک و بدعت سے پاک کیا، وہیں محنت کش طبقے کو ظالموں سے آزاد کرایا، غربت و افلاس سے نکالا، انہیں ان کے حقوق دلائے، مساوات و اخوت کے درجے پر فائز کیا اور ان کی زندگیوں کو اعلیٰ قوانین کا پابند بنایا۔ وہ کسی ایسے اقدام سے پیچھے نہ رہے جس کے ذریعے محنت کشوں کے حقوق کا تحفظ ممکن ہو سکے۔

☆......ریاست مدینہ کے بنیادی اصولوں میں محنت کشوں کی فلاح و بہبود کے تمام ضروری پہلو رکھے گئے۔ محنت اور بہبود محنت کشاں کے قوانین مرتب کئے گئے اور محنت کشوں کو تمام آئینی تحفظات فراہم کئے گئے۔ خلافت راشدہ میں بھی نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نظام بہبود محنت کشاں کے اصولوں کو آگے بڑھایا گیا۔ محنت کش و مزدور کے معیارِ زندگی کو بلند کرنے کیلئے عملی اقدامات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی اوّلین ترجیح تھے۔

☆......اسلام نے محنت کشوں کیلئے جن حقوق کا تعین کیا ان میں تحفظ ملازمت، اُجرت کی تعیین اور بروقت ادائیگی، حسن سلوک، منافع میں حصہ، تقرری میں میرٹ کا لحاظ، خوراک و لباس کی فراہمی، علاج و معالجہ کا سہولیات، اوقاتِ کار کا تعین، آرام گاہ کا بندوبست، تعطیلات کے مناسب قواعد و ضوابط اور اظہار رائے کی آزادی وغیرہ شامل ہیں۔ اسلام نے محنت کش انسانوں ہی کے نہیں بلکہ محنت کش جانوروں کے حقوق بھی متعین فرمائے۔

☆......محنت کشوں کے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ وہ اپنے کام میں مکمل مہارت رکھتے ہوں۔ فرائض کی ادائیگی میں اپنی نیت خالص رکھیں۔ ذمہ داریوں کی ادائیگی میں انہماک، لگن، دلجمعی کا مظاہرہ کریں۔ تمام اخلاقی برائیوں سے اجتناب کرتے ہوئے، ایفائے عہد، سچائی، دیانت داری اور ذمہ داری کو اپنا وطیرہ بنائیں۔ قرآن و سنت کی روشنی میں محنت کش و مزدور پر عائد ہونے والے فرائض اور اُن کے حقوق، دُنیا بھر میں رائج نظام ہائے معیشت کو یہ موقع فراہم کرتے ہیں کہ وہ ہر طبقے کی فلاح و بہبود کا خیال رکھتے ہوئے ترقی کے مدارج طے کریں۔

باب چہارم: حکومت پاکستان کی 2010ء سے نافذ العمل لیبر پالیسی کا جائزہ

فصل اوّل: پاکستان میں محنت کشوں کے طبقات

وطن عزیز پاکستان کو آزادی حاصل کیے تقریباً چوہتر سال مکمل ہو چکے ہیں۔ اسلامی نظریہ حیات کی اساس پر بننے والی مملکت کے قیام کے مقاصد میں سے ایک بہت بڑا مقصد مسلمانانِ برصغیر کے معاشی حقوق کا تحفظ بھی تھا مگر قیام پاکستان کے ساتھ ہی وہ جاگیر دار طبقہ جس نے برطانوی راج کی چاکری کر کے اور اپنی ملت کے مفادات بیچ کر یہ جاگیریں حاصل کی تھیں، یہاں برسرِ اقتدار آگیا۔ وطن عزیز میں آج بھی جاگیر داری نظام اپنی ان تمام قباحتوں کے ساتھ موجود ہے جو چودھویں صدی عیسوی سے قبل یورپ میں موجود تھا۔ صنعتی عمل کے شروع ہونے سے اس طبقے نے اس شعبے میں بھی اپنے تارپور بکھیر دیئے۔ ان کے علاوہ کچھ دیگر مراعات یافتہ طبقات بھی صنعت پر چھاگئے، انہی کے گٹھ جوڑ سے سرمایہ دار طبقہ وجود میں آگیا اور ملک کی دولت اور صنعت و تجارت کے ایک بڑے حصے پر یہ دو(2) فیصد طبقہ قابض ہو گیا۔ ان کے ساتھ تیسرا طبقہ یورپ کی ذہنی غلام بیوروکریسی ہے۔ آج وطن عزیز کے اٹھانوے(98) فیصد عوام ان تین طبقات کے چنگل میں گرفتار ہیں۔ یہاں پر جتنی بھی حکومتیں تبدیل ہوئیں یہی طبقات برسر اقتدار رہے۔ ذیل میں اعداد و شمار کی روشنی میں پاکستان میں محنت اور محنت کش کے طبقات کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

محنت کشوں کے اعداد و شمار:

حکومت پاکستان کے فراہم کردہ اعداد و شمار کے مطابق پورے ملک میں محنت کشوں کی کل تعداد تقریباً 47 ملین افراد ہے۔ برسرِ روزگار افراد 43 ملین جبکہ بے روزگار افراد کی تعداد 4 ملین ہے۔ ان 4 ملین میں ڈیڑھ ملین بے روزگار میٹرک اور گریجویشن کے درمیان تعلیم یافتہ نوجوان ہیں۔ نیز ہمارے ملک میں مختلف شعبوں میں روزگار کا تناسب حسب ذیل ہے:[1]

نمبر شمار	صنعتوں کی تقسیم	منسلک افراد
1	زراعت	18.60 ملین افراد
2	صنعت / کان کنی	5.96 ملین افراد
3	تعمیرات	2.52 ملین افراد

1۔ www.infopak.gov.pk, 3rd Jan. 2017 at 10:30 pm

4	تجارت	6.39 ملین افراد
5	ٹرانسپورٹ	2.48 ملین افراد
6	دیگر متفرق شعبہ جات	6.98 ملین افراد

ان تمام شعبوں میں مرد لیبر فورس کا تناسب 79.05 فیصد جبکہ خواتین لیبر فورس کا تناسب 20.95 فیصد ہے۔[1] اس کے بعد تصویر کا دوسرا رُخ دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ 86 فیصد لوگوں کی یومیہ آمدنی دو ڈالر سے کم ہے۔ ایک تہائی آبادی ایک ڈالر یومیہ سے بھی کم پر گزارہ کر رہی ہے۔ 35 فیصد لوگ خطِ افلاس سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ 51 فیصد لوگ زندگی کی بنیادی سہولیات سے محروم ہیں۔ 59 فیصد لوگ آلودہ پانی پینے پر مجبور ہیں اور 94 فیصد گھروں میں صرف ایک فرد کما رہا ہے۔[2]

گزشتہ دس سال میں حقیقی اُجرت میں کمی ہوئی ہے جس کا نتیجہ مہنگائی میں اضافہ ہے۔ پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش میں عام آدمی کی اوسط آمدنی تقریباً برابر ہے جبکہ تینوں ممالک میں بنیادی ضروریات زندگی کی قیمتوں کے جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں پر بنگلہ دیش کے مقابلے میں دو گنا اور بھارت کے مقابلے میں ایک تہائی قوتِ خرید درکار ہے۔ اقوام متحدہ کے انسانی ترقی کے انڈیکس میں دنیا کے 177 ممالک میں پاکستان کا نمبر 135 واں ہے۔ خوراک کی کمی کا یہ عالم ہے کہ یونیسیف کی رپورٹ کے مطابق پاکستان اور جنوبی ایشیاء میں کم وزن (under weight and under nourished) بچوں کی تعداد دُنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ پاکستان میں پانچ سال سے کم عمر ان بچوں کی تعداد اسی (80) لاکھ کے قریب ہے۔[3]

ان چشم کشا حقائق کی روشنی میں پاکستان میں محنت کشوں کی کسمپرسی کو آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ محنت کشوں کی استحصال کا ایک حربہ طبقاتی تقسیم ہے۔ ذیل میں ہم اس کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں۔

پاکستان میں محنت کشوں کی طبقاتی تقسیم:

طبقاتی نظام کی تعریف معروف مصری سکالر محمد قطبؒ نے ان الفاظ میں کی ہے:

1۔ اکنامک سروے آف پاکستان، 2012ء، 2013ء

2۔ ماہنامہ ترجمان القرآن، مدیر: پروفیسر خورشید احمد، زیر انتظام: الابلاغ ٹرسٹ، لاہور، جون 2006ء، ص: 15

3۔ ایضاً، ص: 12۔14 (تلخیص)

"طبقاتی نظام کی بنیاد دراصل اُس غلط مفروضے پر قائم ہے کہ دولت ہی دراصل قوت ہے۔ اس لئے جس طبقے کے پاس دولت ہوتی ہے لازماًوہی سیاسی قوت کا بھی مالک ہوتا ہے۔ ملک کی قانون سازی میں اس کا عمل دخل ہوتا ہے۔ وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ ایسے قوانین بناتا ہے جن کا منشاء خود اس کے اپنے مفادات کا تحفظ اور دوسرے طبقات کو ان کے تمام قانونی حقوق سے محروم کرکے اپنے تابع رکھنا ہوتا ہے۔"[1]

اس تعریف کی رُو سے پاکستان میں دو ہی بڑے طبقات ہیں۔ حکمران طبقہ اور عام آدمی۔ ذیل میں ان طبقات کا تفصیلی تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

1۔ حکمران طبقہ (Ruling Class):

یہ طبقہ جاگیرداروں، سرمایہ داروں اور بیوروکریسی کے گٹھ جوڑ سے شروع سے یہاں پر حکمران ہے، جن کا رہن سہن، لباس پوشاک اور ے تعلیم اس ملک میں رہتے ہوئے یہاں کی عوام کی اکثریت سے مختلف ہے۔ ان کے لئے ایچی سن کالج، برن ہال یا اس طرح کے دیگر تعلیمی ادارے ہیں جن میں صرف انہی کے بچے پڑھ سکتے ہیں، عام آدمی کا وہاں گزر بھی نہیں ہوسکتا۔ یہ طبقہ پیدا ہی حکمرانی کے لئے ہوتا ہے۔

2۔ عام آدمی (Working Class):

یہ طبقہ حکمرانوں کی خدمت کے لئے پیدا ہوتا ہے اور ساری زندگی ان کے لئے سرمایہ پیدا کرنے کے لئے اپنے جسم کا خون پسینہ بہاتا رہتا ہے، مگر اس طبقے پر اپنی گرفت مضبوط رکھنے کے لئے اس نظام نے ان لوگوں میں سے بھی کچھ کو چند اختیارات دے کر اپنے ہی لوگوں پر آقا بنا کر مسلط کیا ہوتا ہے۔ یہی وہ طبقاتی نظام ہے جو پاکستان میں بُری طرح موجود ہے اور محنت کشوں کے ذریعے ہی ان پر غلامی مسلط ہے۔ ذیل میں پاکستانی محنت کشوں کے مختلف طبقات کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔

سرکاری و نیم سرکاری شعبہ (Govt & Semi-Govt Department):

پاکستان میں سب سے بڑا آجر حکومتِ پاکستان یا اس کے تحت صوبائی حکومتیں ہیں۔ سرکاری ملازمین کی سب سے بڑی تعداد دفاع یا اس سے متعلقہ اداروں سے وابستہ ہے جن کے اپنے قواعد اور نظامِ ملازمت ہے۔ سرکاری ملازمین کی

1۔ اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، ص100

بڑی تعداد حکومت کے انتظامی شعبوں سے وابستہ ہے۔ تعلیم، صحت، مواصلات یا سرکاری شعبے میں قائم مختلف صنعتوں سے بھی ایک بڑی تعداد وابستہ ہے۔ اس کے علاوہ بنیادی ضروریات کی فراہمی کے ادارے واپڈا، سوئی گیس، پی ٹی سی ایل، بینک، پی آئی اے، او جی ڈی سی وغیرہ اور دیگر سرکاری و نیم سرکاری اداروں سے وابستہ ملازمین ہیں۔ اسی طرح صوبائی حکومتوں میں سرکاری ملازمتوں سے ایک بڑی تعداد وابستہ ہے۔

پاکستان میں سب سے پرکشش ملازمت سرکاری ملازمت ہی سمجھی جاتی ہے اس لئے اکثر لوگوں کی خواہش ہوتی ہے کہ انہیں سرکاری ملازمت چاہے کیسی بھی ہو ملنی چاہیئے۔ اس کی وجہ روزگار کا تحفظ، قواعد و ضوابط کی موجودگی اور بعد از ملازمت پنشن، گریجویٹی وغیرہ کی سہولیات ہیں اور دوسری وجہ کام کی زیادتی کا نہ ہونا ہے۔ کیونکہ سرکاری ملازمین کے متعلق یہ شکایت عام ہے کہ جتنا کام انہیں کرنا چاہیئے وہ نہیں کرتے اور بعض ملازمین تو محض چھٹی کا انتظار کرنے ڈیوٹی پر جاتے ہیں۔ اس کا ثبوت ہمارے ہاں سرکاری اداروں کی کارکردگی کا زوال ہے۔

سرکاری ملازمین کی تنخواہیں ایک سے لے کر بائیسویں سکیل کے مطابق حکومت کے اعلان کردہ قواعد و ضوابط کے مطابق ادا کی جاتی ہیں۔ حکومت چار پانچ سالوں کے بعد نئے سکیلوں کا اعلان بھی کرتی رہتی ہے اور سالانہ ترقی کی بنیاد پر ان میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔ مگر اس کے باوجود سرکاری ملازمین کی حقیقی تنخواہیں (Real wages) بہت کم ہیں۔ خاص طور پر پہلے سے دسویں سکیل تک کے ملازمین جن کی تنخواہ آج کل عموماً پندرہ سے بیس ہزار کے درمیان بنتی ہے، اس لئے بہت مشکل سے گزارہ کرتے ہیں۔ کئی محکموں کے لئے سپیشل پے سکیلز ہیں اس لئے ان کی تنخواہیں دوسرے محکموں کے اپنے ہم پلہ ملازمین سے زیادہ ہوتی ہیں۔ رزقِ حلال پر قناعت کرنے والے اور کرپشن سے بچنے والے ملازمین بہت مشکل سے گزارہ کرپاتے ہیں۔

اس کے علاوہ اعلیٰ افسران کے ذریعے سرکاری ملازمین کو حکومتیں اپنے تمام جائز و ناجائز حربوں کے لئے استعمال کرتی ہیں۔ ان کے اندر مختلف طبقات کے ذریعے ایک دوسرے کا استحصال بھی عام ہے۔

عارضی ملازمین:

سرکاری ملازمتوں کے اخراجات کم کرنے کے لئے اور عالمی ماحولیاتی اداروں کے دباؤ پر حکومت نے مستقل سرکاری ملازمتوں کے دروازے تقریباً بند کر رکھے ہیں۔ اب عارضی طور پر کنٹریکٹ اور ڈیلی ویجز کے نام پر لوگوں کو بھرتی کیا جاتا ہے۔ انہیں برائے نام معاوضوں کے ساتھ ساتھ جب چاہے فارغ کر دیا جاتا ہے۔ وفاقی اور صوبائی تقریباً

تمام محکموں میں عارضی ملازمت کا نظام مجبور لوگوں کے استحصال کے مترادف ہے۔ انہیں چھٹیوں، ترقیوں اور بعد از ملازمت مراعات میں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

نجی شعبہ (Private Department):

نجی شعبے میں محنت کش مزید کئی طبقات میں تقسیم ہیں۔

مستقل صنعتی مزدور:

نجی شعبے میں قائم تمام صنعتوں اور ادروں کو پاکستان کے لیبر قوانین کے مطابق پابند کیا جاتا ہے کہ وہ ادارے میں تین ماہ سروس مکمل کر لینے والے ہر مزدور کو مستقل کرے۔ مستقل کرنے کے نتیجے میں اسے حکومت کی مقرر کردہ کم از کم تنخواہ کے مطابق معاوضہ ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ سوشل سیکیورٹی کے ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں سے مفت علاج اور دیگر سکیموں سے مستفید ہونے کا موقع ملتا ہے۔ ورکرز ویلفیئر بورڈ کے قائم سکولوں میں بچوں کی تعلیم، تعلیمی وظائف اور دیگر مراعات حاصل ہو جاتی ہیں۔

EOBI کے ذریعے اسے بڑھاپا پینشن کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ ملازمت کے اختتام پر گریجویٹی کا حق دار ہو جاتا ہے۔ صنعتی مزدوروں میں ایسا مزدور کسی حد تک بہتر حالت میں ہوتا ہے۔

عارضی صنعتی مزدور:

سرمایہ دار عام طور پر ملازمین کو مستقل نہیں کرتے بلکہ مختلف حربوں سے انہیں حکومت کے لیبر ویلفیئر کے اداروں سے مستفید ہونے کا موقع نہیں دیتے۔ سوشل سیکیورٹی اور EOBI میں بعض اوقات اپنے ملازمین کا فنڈ جمع کروانے کے باوجود کارڈ حاصل نہیں کرنے دیتے۔ اس کی وجہ ان کا یہ خوف ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی محنت کش کو ملازمت سے فارغ کریں تو وہ کہیں لیبر کورٹ میں نہ چلا جائے۔ اسی طرح حکومت کے محکمہء محنت کے اہل کاروں کے ساتھ مل کر سرمایہ دار مزدور کا استحصال کرتے ہیں۔

ٹھیکے داری نظام کے مزدور:

سرمایہ داروں نے مزدوروں کے حقوق سے چشم پوشی کے لئے ٹھیکے داری نظام متعارف کروا رکھا ہے۔ اس کی کئی شکلیں ہیں۔ بعض اوقات تو مزدور کے ساتھ کام کا ٹھیکہ کر لیا جاتا ہے۔ مثلاً دس میٹر کپڑا بنانے کے لئے اتنے روپے وغیرہ۔ اس کے علاوہ کئی شعبے کارخانے کے مالکان نے ٹھیکے پر دے رکھے ہوتے ہیں۔ وہاں ملازمین ٹھیکے دار کے ہوتے

ہیں۔ وہ انہیں جو چاہے معاوضہ دے، ادارے سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ان مزدوروں کو کوئی سہولت حاصل نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ چھٹی پر ان کی تنخواہ کاٹ لی جاتی ہے۔ دیگر مراعات کے دروازے تو ان پر بالکل بند ہیں۔

آزاد مزدور:

تعمیرات میں کام کرنے والے، بازاروں منڈیوں میں وزن اٹھانے والے، اسی طرح مختلف پیشوں سے وابستہ موچی، حجام، ریڑھی بان وغیرہ صبح گھر سے نکلتے ہیں، مزدوری مل جائے تو اس دن ان کے گھر کا نظام چل جاتا ہے۔ بعض اوقات کام نہ ملنے کی صورت میں بیمار ہو جانے یا کسی اور مجبوری کی بنا پر کام نہ کر سکنے کی وجہ سے فاقے بھی کرنا پڑتے ہیں۔ آج کل بڑے شہروں میں مزدور کی یومیہ مزدوری تقریباً چھ سو (600) روپے ہے مگر دیگر شہروں میں اس سے بھی کم ہے۔ یہ لوگ صبح سے شام تک پسینہ بہاتے ہیں۔ بلند و بالا عمارتیں، سڑکیں، شاہراہیں اور دیگر مشکل کام انہی کے مرہونِ منت ہیں۔ ان کی سوشل سیکیورٹی یا بڑھاپہ پنشن کا کوئی ذریعہ نہیں اور انہیں بڑھاپے کے باوجود پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لئے مزدوری کرنا ہی پڑتی ہے۔ یہ منظر سڑکوں کے کنارے اکثر دیکھنے کو ملتا ہے۔ بوڑھے مزدور وزن اٹھا کر اپنا اور اپنے اہل خانہ کا پیٹ پالنے کے لئے عمر کے اس حصے میں کام پر مجبور ہیں۔

بھٹہ مزدور:

ہمارے ملک میں حیوانوں سے بدتر زندگی گزارنے والا اور صحیح معنوں میں غلامی کی چکّی میں نسل در نسل پسنے والا بھٹہ مزدور آج اکیسویں صدی کے روشن خیال دور میں بھی موجود ہے۔ اس کے نہ کوئی انسانی حقوق ہیں، نہ عزت ہے نہ آبرو۔ اپنے بیوی بچوں سمیت صبح سے شام تک اینٹیں بنانے میں مگن یہ مزدور اتنا معاوضہ بھی حاصل نہیں کرپاتا کہ صرف وہ اور اس کے اہلِ خانہ صرف دو وقت کی روٹی کھا سکیں۔ اپنی اس بنیادی ضرورت کے لئے بھی اسے بھٹہ مالکان کا مقروض ہونا پڑتا ہے اور یہی قرض اسے نسل در نسل غلامی میں مبتلا کئے ہوئے ہے۔ یہ بڑی بڑی عمارتیں اور ٹاورز جس اینٹ کے محتاج ہیں اس کے بنانے والے کو اس کی مزدوری نو سو باسٹھ روپے (962) ملتی ہے جبکہ بازار میں اس اینٹ کی قیمت نو ہزار روپے فی ہزار ہے۔

زرعی مزدور:

بڑے زمینداروں کی زمینوں میں مزدوری کرنے والے افراد کی حالت بھی بعینہ بھٹہ مزدوروں جیسی ہے۔ یہ بھی نسل در نسل غلام ہیں۔ انہیں لاکھوں من غلہ اُگا کر بھی دو وقت کی روٹی عزت سے نہیں ملتی۔ زرعی مزدوروں کے علاوہ دیہاتوں میں چھوٹے کاشتکاروں کی حالت بھی بہت دگرگوں ہے۔ یہ لوگ دن رات میں بیس بیس گھنٹے کام کرنے کے

باوجود نہ اپنے بچوں کو تعلیم دلا سکتے ہیں نہ ہی بیماری پر علاج کرواسکتے ہیں۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ معیاری علاج اور ادویات میسر نہ ہونے کے باعث یہ لوگ لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔

خواتین کارکن:

آج کل مالی پریشانیوں کی وجہ سے مردوں کے ساتھ خواتین کی بھی ایک بڑی تعداد کام کرنے پر مجبور ہے۔ پڑھی لکھی خواتین تو شعبہء تعلیم یا دفاتر وغیرہ میں کام حاصل کر لیتی ہیں مگر نیم پڑھی لکھی اور ان پڑھ غریب خواتین کو فیکٹریوں میں یا تو مزدوروں کے برابر کام کرنا پڑتا ہے یا پھر لوگوں کے گھروں میں کام کرنا ان کی مجبوری ہوتا ہے۔ خواتین کے کام کے لئے گھر سے باہر نکلنے سے جہاں ان کی گھریلو زندگی عدم توازن کا شکار ہوتی ہے وہاں کام پر جاتے ہوئے اور کام پر مختلف مسائل اُن کا پیچھا کرتے ہیں۔ مردوں کی مقابلے میں انہیں کم معاوضہ دیا جاتا ہے۔ فیکٹریوں میں اُن کے لئے الگ آرام کی جگہ، کینٹین اور باتھ رومز وغیرہ کا بھی بندوبست نہیں ہوتا۔ سب سے بڑھ کر اُن کی آبرو کو خطرات لاحق ہوتے ہیں۔

بچوں سے مشقت:

سردیوں کی یخ بستہ صبح ہو یا گرمیوں کی آگ برساتی دوپہر، جب گلیاں اور بازار سنسان ہو جاتے ہیں تو پھولوں کی طرح کچھ معصوم بچے سردی اور گرمی سے بے نیاز، ننگے پاؤں کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں پر رزق تلاش کرتے نظر آئیں گے۔ کبھی کسی بس سٹاپ پر کھڑے ہوں یا ریستوران میں بیٹھے ہوں، کئی دفعہ ہمارے کانوں میں معصوم آواز پڑتی ہے کہ جوتے پالش کروالو۔ یہ حقیقت ہے کہ ہمارے ملک میں لاکھوں نونہال سکول جانے کی عمر میں مزدوری پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے کئی ایک اپنے والدین کی معذوری کی وجہ سے اور کچھ تعلیم سے بھاگ کر کام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اعداد و شمار کے مطابق صرف قالین سازی کی صنعت میں دس(10)لاکھ بچے کل وقتی ملازم ہیں۔ قالین، چوڑیوں کی صنعت، کٹلری، پلاسٹک اور موم بتی بنانے کے کارخانوں میں 8 سے 12 سال کی عمر کے لڑکے اور لڑکیاں سولہ (16) گھنٹے روزانہ کام کرتے ہیں اور چھ ہزار روپے ماہانہ تنخواہ پاتے ہیں۔ اسی طرح بعض بچے سڑکوں، چوراہوں پر پھول بیچتے، گاڑیوں کے شیشے صاف کرتے، ورکشاپوں اور ہوٹلوں میں کام کرتے دیکھے جاسکتے ہیں جو زبان حال سے کہہ رہے ہیں:

ہم ننھے مزدور ہمارے چھالے چھالے ہاتھ
کھیل رہا ہے کون ہمارے مستقبل کے ساتھ

اُجرت کی کمی، قیمتوں میں ہوش رُبا اضافہ، سرکاری طور پر فراہم کی جانے والی خدمات کا فقدان یا ان کی ناگفتہ بہ حالت جیسے تعلیم، علاج کی سہولت، صاف پانی کی فراہمی، مکان، سڑکوں اور روشنی تک رسائی ان سب کے مجموعی اثرات کا نتیجہ ہے کہ عام آدمی کے لئے زندگی گزارنا مشکل ہو گیا ہے اور ایمان کی کمزوری اور اخلاقی زوال کے اس دور میں مسلمان معاشرے میں ان حالات کے ردعمل میں ایک طرف مایوسی اور بے بسی کی وہ کیفیت رونما ہو رہی ہے جو جسم فروشی اور خودکشی کی طرف لے جا رہی ہے۔ اس صورتحال کی ذمہ داری سب سے زیادہ حکومت اور معاشرے کے متمول طبقات پر عائد ہوتی ہے۔

فصل دوم : غیر مسلم ماہرین معاشیات کی پیش کردہ لیبر پالیسی

انسانیت کے آغاز کے بعد آہستہ آہستہ انسانوں میں ایسے افراد اور گروہ پیدا ہونا شروع ہو گئے جنہیں شیطان نے اللہ تعالیٰ اور انبیائے کرام علیہم السلام کے راستے سے بھٹکانا شروع کر دیا۔ وہیں سے انسانوں میں اپنی خواہشاتِ نفس کی پیروی میں دوسرے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی بجائے اپنا غلام بنانے کے رجحانات پیدا ہونا شروع ہوئے۔ بالآخر انبیائے کرام علیہم السلام اور اہلِ ایمان کے مقابل ایسے گروہ پیدا ہو گئے جو نہ صرف ان کی دعوت قبول نہ کرتے تھے بلکہ انہیں نقصان پہنچانے کا کوئی حربہ بھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ یہ باغی طبقات دُنیا کے اقتدار پر بھی قابض ہوتے گئے اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنے آپ کو انسانوں کا رب سمجھنے لگے، وہیں سے مزدوروں اور غلاموں پر ظلم و ستم کی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے۔ آج کے جتنے بھی ترقی یافتہ ممالک ہیں اُن کی سابقہ تاریخ کو اٹھا کر دیکھا جائے تو ظلم و ستم کے ایسے دردناک منظر نظر آتے ہیں کہ انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

تاریخ انسانی میں محنت کشوں کے حقوق سے چشم پوشی:

یہودیت الہامی مذہب ہے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر کاربند ہونے کا دعویدار رہے، اس لئے اس میں انسان کے کسی طبقہ کے ساتھ ظلم و ستم اور ان کو حقیر و ذلیل سمجھنے کی تعلیم نہ ہونی چاہیئے تھی۔ مگر یہودیوں نے اپنی سرمایہ دارانہ ذہنیت کے تحت محنت کش طبقہ کے بارے میں جو اصول اپنے مذہب میں داخل کر دیئے ہیں وہ ایک الہامی مذہب کے لئے بدنما داغ ہیں۔ یہودیوں کی محنت کش طبقات سے دشمنی اور ظالم سرمایہ دارانہ ذہنیت کے حوالے سے یہودی بائبل کے چند اقتباسات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

"اگر کوئی مالک اپنے خادم یا ملازم کو زدوکوب کرے اور وہ فوراً مر جائے تو مالک کو سزا دی جائے گی لیکن وہ بدقسمتی سے کچھ دن زندہ رہ گیا تو پھر اس کو کوئی سزا نہ دی جائے گی، اس لئے کہ وہ ملازم کا مال ہے۔"[1]

ایک دوسرے مقام پر یہ عبارت درج ہے:

1۔ بائبل، ہجرت، باب 20، ص:33

"اگر آقا اپنے ملازم کی شادی کر دے اور اس سے بچے پیدا ہوں تو وہ آقا کی ملکیت ہوں گے۔ اور اگر وہ مطالبہ کرے تو عدالت کا فرض ہے کہ اس کے کان میں سُوا چھید کر اس کو دروازہ میں گھسا دے کہ وہ اس طرح ہمیشہ اس کی خدمت کرے۔"(1)

ان اقتباسات کے تناظر میں آج دُنیا کی معیشت پر قابض یہودی بنیے کی پالیسیوں کو آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔

اسی طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنی زندگی میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف بلاتے رہے اور ان کے دکھوں اور غموں کو بانٹنے کے لئے مسیحا بن کر تشریف لائے۔ مگر ان کے آسمان پر اٹھا لئے جانے کے بعد ان کے ماننے والوں، خاص طور پر سینٹ پال (Saint Paul) نے عیسائیت کی جو تصویر دُنیا کے سامنے پیش کی وہ اس سے یکسر مختلف ہے۔ انجیل میں محنت کشوں کے بارے میں اس کی تعلیم یہ ہے:

"مزدور اور ملازم اس قابل نہیں کہ ان کا شکریہ ادا کیا جائے۔"(2)

دوسری جگہ کہا گیا ہے:

"اور خدائی بادشاہت کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ گھر بار، بیوی بچے اور پیشہ چھوڑ دے۔ جو کوئی اپنا ہاتھ بیل پر رکھ کر پیچھے دیکھتا ہے وہ خدا کی بادشاہت کے لائق نہیں۔"(3)

عیسائیت میں محنت کش طبقات کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے اور ترکِ دُنیا کی تعلیم دی گئی ہے۔

ہندومت اپنے آپ کو دُنیا کے قدیم ترین مذاہب میں شمار کرنے کا دعویدار ہے۔ اس میں محنت کش طبقے کے ساتھ جو ذلیل ترین سلوک روا رکھا گیا ہے اسے آج جدید ہندو معاشرے میں بھی شودروں کے معاشرتی مقام سے دیکھا جا سکتا ہے۔ ہزاروں سال سے ذات پات میں تقسیم ہندو معاشرے میں برہمنوں کے مقابلے میں دوسرے طبقات ویش اور کھشتری کو بھی گھٹیا خیال کیا جاتا ہے۔ ہندومت کی کوئی ایسی کتاب نہیں جس میں محنت کش کو ذلیل نہ کیا گیا ہو۔ چنانچہ منو سمرتی کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"بڑھئی، درزی، سنار، لوہار، رنگ ریز، دھوبی اور معمار وغیرہ کے ساتھ کھانے سے اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی کہ بال اور ہڈی کھانے سے۔"(4)

1۔ بائبل، ہجرت، باب 21، ص 42

2۔ انجیل لوقا: باب 1، ص: 5

3۔ انجیل لوقا: باب 16، ص: 59

4۔ منوسمرتی ادھیائے چار منتر 321، ص: 1540

فرائنہ مصر کے عہد میں بھی محنت کشوں کے حقوق کی پائمالی کے مناظر سامنے آتے ہیں۔ سیدنا یوسف علیہ السلام جب مصر کے اقتدار پر فائز ہوئے تو ان کے والد سیدنا یعقوب علیہ السلام اور ان کے بھائی بھی مصر آکر ایک علاقے میں آباد ہو گئے اور کھیتی باڑی کرنے لگے۔ یہ خاندان سیدنا یوسف علیہ السلام کے بعد بھی وہیں آباد رہا اور ان کی کئی نسلیں وہاں پروان چڑھیں۔ ان کی آبادی میں خاصا اضافہ ہوا اور انہوں نے ایک بڑے قبیلے بنی اسرائیل کے طور پر اپنی شناخت قائم رکھی۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کے دُنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد آہستہ آہستہ فراعنۂ مصر کا رویّہ بھی بنی اسرائیل کے بارے میں بدلتا گیا اور بالآخر بنی اسرائیل ان کی جبری غلامی میں چلے گئے، اب ان پر ظلم کی نئی نئی قسمیں آزمائی جانے لگیں، جن کا نقشہ قرآن کریم نے ان الفاظ میں کھینچا ہے:

﴿وَإِذْ نَجَّيْنَاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَلِكُمْ بَلَاءٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ﴾ (1)

"اور یاد کرو وہ وقت جب ہم نے تمہیں فرعونیوں کی غلامی سے نجات بخشی۔ انہوں نے تمہیں سخت عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا، تمہارے لڑکوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔"

ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دلانے کے لئے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ اسی طرح دیگر اقوام کے عبرت آمیز حالات تاریخ میں محفوظ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قبل اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو محنت کش طبقات اور مزدوروں کی حالت جانوروں سے بھی بدتر نظر آتی ہے

غیر مسلم معیشت دانوں کی لیبر پالیسی:

محنت کے بارے میں یورپی نظام افراط و تفریط کا شکار رہے ہیں۔ کسی نے اسے جنسِ بازار (comodity) قرار دے کر اس کا استحصال کیا، کسی نے اسے ہی اصل عاملِ پیدائش قرار دے کر قدرِ زائد کا نظریہ پیش کیا اور محنت کشوں کو پر فریب نعروں کے جال میں پھنسا کر سرمایہ داروں کی تباہی کے ساتھ ساتھ لاکھوں بے گناہ انسانوں کا خون بہایا، مگر وہاں بھی آخرِ کار استحصال مزدور کا ہی ہوا۔ دُنیا کی معاشی زندگی کا کارخانہ وہی نظام بہتر طور پر چلا سکتا ہے جو سرمایہ و محنت کی آویزش کا بہترین حل پیش کر سکے اور وہ نظام اسلام کا سایۂ رحمت ہی ہے۔ ذیل میں غیر مسلم ماہرین معاشیات کی پیش کردہ لیبر پالیسیز کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

1۔ سورۃ البقرۃ:2/ 49

یورپ کا جاگیر داری نظام:

قرون وسطیٰ یعنی 400 عیسوی تا 1300 عیسوی کا زمانہ یورپ کا تاریک ترین دور ہے۔ اس زمانے میں یورپ کے رائج معاشی نظاموں میں سے ایک جاگیر داری نظام ہے۔ کیونکہ اس زمانے میں یورپ کی پوری معاشی زندگی زرعی پیداوار پر موقوف اور صنعت و تجارت کالمعدوم تھی۔ صنعت سے تو وگوں کو خود ہی کوئی دلچسپی نہیں تھی اور تجارتی کاروبار کی تمام راہیں مسدود ہو جانے کے دو سبب تھے۔

1۔ عیسائی کیتھولک مذہب جو اس زمانے میں مذہبی قوت ہونے کے علاوہ سیاسی طاقت بھی سب سے زیادہ رکھتا تھا۔ وہ تجارت کے کاروبار کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا، تاجر پر اتنی پابندیاں عائد کر دی جاتی تھیں کہ اس کے لئے اپنے کاروبار کو ترقی دینا یا زیادہ دیر تک چلانا ممکن نہ رہا تھا۔

2۔ اس زمانے میں یورپ دُنیا کے دوسرے براعظموں سے بالکل کٹا ہوا تھا۔ اس کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ بیرونی ممالک سے تجارتی تعلقات پیدا کر سکے، کیونکہ تمام سمندری راستوں پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ تھا۔ امریکہ اس وقت تک دریافت نہیں ہوا تھا۔ اسی طرح ہندوستان کا موجودہ راستہ بھی اس وقت تک یورپ دریافت نہ کر سکا تھا۔

ان دونوں اسباب کی بنا پر یورپ میں تجارت کے فروغ کا کوئی راستہ باقی نہ رہا۔ اس لئے لا محالہ یورپ کی پوری معاشی زندگی کا انحصار زراعت اور زمین کی پیداوار پر ہو گیا۔ زمینوں کے حقوق اور کاشت کا جو ایک مخصوص نظام اس زمانہ میں رائج تھا وہی "جاگیر داری نظام" کہلاتا ہے۔

جاگیر داری نظام کی حقیقت:

اس نظام کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ زمیندار اور جاگیر دار تھوڑی تھوڑی زمین کسانوں کو کاشت کے لئے دیتے تھے اور ان سے جو پیداوار حاصل ہوتی اس کا ایک خاص حصہ جاگیر دار کو اور ایک خاص حصہ کلیسا کو دے کر جو کچھ بچ رہتا وہ کسان کی ملکیت میں ہوتا تھا۔

2۔ زمین ایک مرتبہ کاشتکار کے حوالہ کر دینے کے بعد زمیندار واپس نہیں لے سکتا تھا، اسی طرح کاشتکار بھی اس زمین کو چھوڑ کر کہیں اور نہیں جا سکتا تھا۔

3۔ جاگیر دار کا فرض ہوتا تھا کہ وہ کاشتکار کی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کرے، اسی طرح کاشتکار کا فرض تھا کہ وہ وقت پڑنے پر اپنے آقا کو فوجی اور مالی امداد دے۔

4۔ کاشتکار پر اور بھی کچھ محاصل لگائے جاتے تھے، عموماً ان محاصل کا بار اتنا زیادہ ہوتا تھا کہ وہ بمشکل اپنے اہل و عیال کا پیٹ پال سکتا تھا۔

5۔ اگر جاگیر دار کسی جنگ میں قید ہو جائے تو کاشتکار کا فرض تھا کہ وہ اپنے آقا کا فدیہ ادا کر کے اسے چھڑائے۔

6۔ اگر آقا کی لڑکی کی شادی ہو تو جہیز کا بڑا حصہ کاشتکار کے ذمہ تھا کہ وہ فراہم کرے۔

7۔ جب آقا کا بڑا لڑکا سردار بنایا جاتا تو اس تقریب کے اخراجات بھی کاشتکاروں سے وصول کئے جاتے تھے۔

8۔ یورپ کے بعض علاقوں مثلاً رُوس کے کاشتکار اپنے آقا کی مرضی کے بغیر شادی بھی نہیں کر سکتے تھے۔

9۔ نظری طور پر پورے ملک کی زمین بادشاہ کی ملکیت سمجھی جاتی تھی اور کسی کو زمین کا مالک نہیں سمجھا جاتا تھا۔

10۔ کاشتکار جس جاگیر دار سے مذکورہ شرائط پر زمین لیتا تھا وہ جاگیر دار اسی طرح کسی بڑے جاگیر دار سے مشروط طور پر زمین لیتا تھا، بڑا جاگیر دار بھی صحیح معنی میں اپنی زمین کا مالک نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ کسی بڑے نواب کا باج گزار ہوتا، اس طرح ایک سلسلہ قائم تھا جس کا بلند ترین نقطہ بادشاہ یا شہنشاہ کی ذات تھی۔[1]

اس نظام کے تحت محنت کش طبقات کی حالتِ زار کو محمد قطبؒ نے اس طرح بیان کیا ہے:

"پورے یورپ میں جاگیر داری نظام چھایا ہوا تھا۔ لوگ جاگیر داروں کے غلام تھے۔ اگر کوئی شخص اپنی زمین چھوڑ کر چلا جاتا تو وہ بھگوڑا متصور ہوتا اور قانون کے ذریعے اسے پکڑ کر لایا جاتا اور آگ کا داغ لگا کر اس کے جسم پر غلامی کا نشان ثبت کر دیا جاتا تھا کیوں کہ یہ شخص اپنے خداوند جاگیر دار کی نافرمانی کا مرتکب ہوا تھا۔ یہ جاگیر دار اپنے غلاموں کو زندگی گزارنے کے لئے زمین کا ایک ایک ٹکڑا دے دیا کرتے تھے لیکن زمین کے اس ٹکڑے پر ان غلاموں کے حقوق غیر مالکانہ ہوتے تھے۔ بالکل اسی طرح جیسے بکریوں کا ایک گلہ چراگاہ پر چرتا رہے اور دودھ گھی دیتا رہے بس اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"[2]

عملی حیثیت سے کاشتکار اور جاگیر دار کا تعلق بالکل غلام اور آقا کا تھا، جو کاشتکار ایک مرتبہ ایک جاگیر دار سے وابستہ ہو گیا اب وہ اس سے آزاد ہو کر کہیں نہیں جا سکتا تھا، مرکزی حکومت اس قدر کمزور ہو گئی تھی کہ رعایا کے حقوق اور جان و مال کی حفاظت وہ براہ راست نہیں کر سکتی تھی، بادشاہ کے برائے نام اختیارات صرف نوابوں اور راجاؤں تک

1۔ طبقاتی جدوجہد اور بنیاد پرستی، شوکت صدیقی، نگارشات، لاہور، 1988ء، ص69

2۔ جدید جاہلیت، ص:118

محدود تھے، جاگیر دار اس قدر طاقتور اور خود مختار ہو گئے تھے کہ بادشاہ ان کے اور کسانوں کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کر سکتا تھا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ نفاذِ قانون کا کام بھی جاگیر داروں سے متعلق ہو گیا، چنانچہ جاگیر دار اپنی رعیت کے باہمی تنازعات کا خود تصفیہ کرتے تھے۔ غرض یہ کہ جاگیر دار کسانوں کے سیاہ و سفید کے مالک بنے ہوئے تھے اور کسانوں کے لئے جاگیر دار کا ہر ظلم و ستم برداشت کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا۔

صنعتی انقلاب اور سرمایہ داری نظام(Capitalism):

نظامِ سرمایہ داری کی بنیاد جس نظریہ پر قائم ہے وہ صاف اور سادہ الفاظ میں یہ ہے کہ ہر شخص اپنے کمائے ہوئے مال کا تنہا مالک ہے۔ اس کی کمائی میں کسی کا کوئی حق نہیں۔ اس کو اختیار ہے کہ اپنے مال میں جس طرح چاہے تصرف کرے، جس قدر وسائل ثروت اس کے قابو میں آئیں ان کو روک رکھے اور اپنی ذات کے لئے کوئی فائدہ حاصل کئے بغیر ان کو صرف کرنے سے انکار کر دے۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں اس کی تعریف اور مضمرات کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

"Capitalism is a widely adopted economic system in which there is private ownership of the means of production. It has been criticized for a number of reasons throughout history. Among them are the inreliability and instability of capitalists growth, production of social harms, such as pollution and inhumane treatment of workers and forms of inequality attributed to capitalism such as mass income disparity."[1]

یہ نظریہ اس خود غرضی سے شروع ہوتا ہے جو ہر انسان کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے اور آخر کار اس انتہائی خود غرضی تک پہنچ جاتا ہے جو انسان کی تمام اُن صفات کو دبا دیتی ہے جن کا وجود انسانی جماعت کی فلاح و بہبود کے لئے ضروری ہے۔ اسی حوالے سے سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں:

> "اگر اخلاقی نقطۂ نظر کو چھوڑ کر خالص معاشی نقطۂ نظر سے بھی دیکھا جائے تو نظام سرمایہ داری کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ تقسیم ثروت کا توازن بگڑ جائے، وسائل ثروت رفتہ رفتہ سمٹ کر ایک زیادہ خوش قسمت یا زیادہ ہوشیار طبقہ کے پاس جمع ہو جائیں اور سوسائٹی عملاً دو طبقوں میں تقسیم ہو جائے۔ ایک مالدار، دوسرا نادار۔ "(2)

---

[1] Gloria Lotha, The balance, Capitalism, its characteristics with pros & cons, Nov, 18, 2019. (britanica.com/topic/capitalism)

2۔ اسلام، سرمایہ داری اور اشتراکیت، سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ایڈیشن:10، 2000ء، ص:11

اس نظام میں ایک طرف ساہوکار، کارخانہ دار اور زمیندار پیدا ہوتے ہیں اور دوسری طرف مزدور، کسان اور قرضدار۔ یورپ میں جب لوگ کلیسا کی زیر سرپرستی جاگیرداری نظام سے تنگ آ گئے تو اسی نظام کہن کی کوکھ سے سرمایہ داری نظام نے جنم لیا۔ لوگوں نے جاگیرداری کے ساتھ ساتھ کلیسا کے مذہبی نظام سے بھی آہستہ آہستہ بغاوت کرنا شروع کر دی۔ اسی بغاوت کے بعد سرمایہ داری نظام کے ذریعے صنعتی انقلاب کا آغاز ہوا۔ خالص مادی اور لادینی بنیادوں پر حاصل کی جانے والی صنعتی ترقی عیارانہ نظام سرمایہ داری کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ صنعتی انقلاب اور اس کی پیدا کردہ خوشحالی پر سود، سٹے اور قمار وغیرہ کے ذریعے چند سرمایہ دار اور مہاجن سانپ بن کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے صنعت و تجارت کا جو نظام قائم کیا، اسی کو "نظام سرمایہ داری" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس نظام کا بنیادی اصول "بے قید معیشت" ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ صنعت و تجارت اور کسب معاش کے تمام طریقے اور معاشیات کا پورا نظام ہر قسم کی سرکاری اور مذہبی پابندیوں سے کامل طور پر آزاد ہونے چاہئیں، حکومت اور مذہب کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی فرد کے معاشی اور اقتصادی نظام میں کسی قسم کی مداخلت کرے۔

سرمایہ داری نظام کی حقیقت:

1۔ اس نظام میں بنیادی چیز جسے پورے معاشی نظام کی روح قرار دیا گیا ہے وہ ہر کاروباری کا ذاتی نفع ہے، یعنی کاروباری کے لئے ضروری نہیں کہ وہ اپنی تجارت و صنعت میں ملک و قوم کے نفع و نقصان کو بھی پیش نظر رکھے، بلکہ ہر وہ پالیسی اختیار کر سکتا ہے جو خود اس کے لئے مفید ہو۔ ملک و قوم کو اس سے فائدہ کی بجائے اگر نقصان پہنچتا ہو تو فرد اس کا جوابدہ نہیں۔

2۔ اس نظام میں انفرادی ملکیت خواہ وسائل پیداوار ہو یا عام اشیاء کی کامل طور پر آزاد ہوتی ہے۔ لین دین کی کوئی صورت جو طرفین کی رضامندی سے طے پا جائے، اسے روکنے کا اختیار نہ مذہب کو ہے، نہ کسی حکومت کو، تجارت و صنعت یا ملازمت و مزدوری وغیرہ کے ذریعے نفع اندوزی پر کسی قسم کی قانونی یا مذہبی تحدید عائد نہیں کی جا سکتی۔

3۔ خرچ کرنے کے معاملے میں بھی سرمایہ دار پر کسی قسم کی پابندی نہیں ہوتی۔ مذہب یا قانون کسی سے یہ مطالبہ نہیں کر سکتا کہ وہ اپنی دولت کا کوئی بھی حصہ ایسے مد میں خرچ کرے جس میں وہ اپنا مادی نفع نہیں دیکھتا۔

4۔ مذہب کو نظام سیاست و معیشت سے خالی ہاتھ کر کے گرجاؤں، مسجدوں اور خانقاہوں میں گوشہ نشین کر دیا جاتا ہے تا کہ وہ ناجائز نفع اندوزی میں رکاوٹ نہ بن سکے۔

5۔ بڑے سرمایہ دار چھوٹے چھوٹے تاجروں کو اس قابل نہیں چھوڑتے کہ وہ اپنے کاروبار کو ترقی دے سکیں یا باقی رکھ سکیں، بالآخر چھوٹے تاجر اور چھوٹے کارخانے یا تو روز بروز کم ہو جاتے ہیں یا بڑے سرمایہ داروں کی تجارتی پالیسیوں کے تابع محض ہو کر زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

6۔ غریب کی غربت اور سرمایہ دار کی دولت روز بروز بڑھتی چلی جاتی ہے اور متوسط طبقہ روز بروز کم اور بے دست و پا ہوتا چلا جاتا ہے۔ معیارِ زندگی اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ متوسط طبقہ کے لوگ اس کا ساتھ دینے پر مجبور ہونے کے باوجود اس کا ساتھ نہیں دے سکتے جس سے ان گنت معاشرتی الجھنیں پیدا ہو کر معاشرے کو کھوکھلا کر دیتی ہیں۔

7۔ گھریلو صنعتوں اور دستکاریوں سے تیار ہونے والا مال مِلوں کی پیداوار کا مقابلہ نہیں کر پاتا۔ اس کے سامنے گھریلو صنعتیں اور دستکاریاں دم توڑ دیتی ہیں اور دستکار اپنا آزاد پیشہ چھوڑ کر مزدوری یا ملازمت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

8۔ ملازمت اور مزدوری کے طلبگاروں میں روز بروز اضافہ ہوتا ہے، لیکن مشین کے روزافزوں استعمال کے باعث انسانی محنت کی کھپت روز بروز کم ہونے لگتی ہے جس سے پورے ملک میں بے روزگاری طوفانی رفتار سے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ لازمی نتیجے کے طور پر مزدور کم سے کم اُجرت پر زیادہ سے زیادہ محنت کا سودا کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

9۔ ملک کی کل آبادی دو طبقوں میں بٹ جاتی ہے۔ ایک طبقہ سرمایہ داروں کا اور دوسرا مزدوروں کا۔ یہیں سے سرمایہ دار اور مزدور کی طبقاتی کشمکش کا آغاز ہوتا ہے۔

یہ نظام پورے معاشرے اور اس کے تمدن کو اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے۔ صرف مال داری ہی عزت و شرف کا معیار بن جاتی ہے۔ علم، عقل اور اخلاقی اقدار کی بجائے انسان کی قدر و منزلت اس کے بینک بیلنس سے پہچانی جاتی ہے۔ افراد کو صرف کھانے کمانے کی دھن ہو جاتی ہے۔ خود غرضی، سنگدلی، عیاشی اور اخلاقی دیوالیہ پن اس نظام کا ایک خاصہ ہے جو اس سے کبھی جُدا نہیں ہوتا۔[1]

اس نظام میں محنت کش کو جو گری پڑی اُجرت اور برائے نام سہولیات حاصل ہوتی ہیں وہ اس بنیاد پر نہیں کہ یہ انسان ہے بلکہ محض اس بنیاد پر کہ یہ سرمایہ دار کے سرمایہ میں اضافہ کا ایک آلہ ہے۔ چنانچہ اس نظام میں ایسے افراد کی زندگی اور معاش کا کوئی انتظام نہیں ہوتا جو خلقی طور پر ہی محنت کے قابل نہ ہوں یا کسی حادثے کے باعث محنت کے قابل نہ رہے ہوں یا بڑھاپے کی اس حد پر پہنچ گئے ہوں جہاں سب اعضاء جواب دے جاتے ہیں اور صرف پیٹ کا مطالبہ باقی رہ جاتا ہے

1۔ موسیٰ سے مارکس تک، سبط حسن، مکتبہ دانیال، لاہور، 1998، ص56

نظامِ اشتراکیت(Socialism):

سرمایہ داری کے عین مقابل ایک دوسرا نظام معیشت ہے جسے نظامِ اشتراکیت کہتے ہیں۔ اس کی بنیاد اس نظریہ پر ہے کہ تمام وسائل ثروت معاشرے کے درمیان مشترک ہیں۔ اس لئے افراد کو فرداً فرداً اُن پر مالکانہ قبضہ کرنے اور اپنے حسبِ منشا ان میں تصرف کرنے اور ان کے منافع سے تنہا متمتع ہونے کا کوئی حق نہیں۔ اشخاص کو جو کچھ ملے گا وہ محض ان خدمات کا معاوضہ ہو گا جو معاشرے کے مشترک مفاد کے لئے وہ انجام دیں گے۔

سرمایہ دارانہ نظام کے ظلم اور استحصال کے رد عمل کے طور پر اشتراکیت پروان چڑھی۔ اس کا فکری بانی "کارل مارکس" 5 مئی 1818ء کو ٹریویس واقع رائن لینڈ پروشیا حال جرمنی میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ یہودی تھا، بعد میں عیسائی ہو گیا۔ اس لحاظ سے کارل مارکس(Karl Marx)نسلاً یہودی تھا۔ بون برنس اور ورجینیا کی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کی وہیں سے 1841ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔[1] دورانِ تعلیم ہی وہ سرمایہ داروں کے استحصالی رویّے کے خلاف متحرک رہا۔ اس دوران ایک رسالے "زینش زیٹنگ" کا ایڈیٹر رہا۔ اپنے انہی افکار کی بنا پر اسے پروشیا اور فرانس سے جلاوطن ہونا پڑا۔[2]

اس کام میں اس کا شریک کار اینجلز(Angles) ایک بڑے سرمایہ دار کا بیٹا تھا۔ ان دونوں کا گزارہ اینجلز کے باپ کے کارخانہ میں مزدوروں کے استحصال کی آمدنی سے ہی ہوتا تھا۔ 1847ء میں انہوں نے کمیونسٹ لیگ قائم کی اور فروری 1848ء میں کمیونسٹ مینی فیسٹو پیش کیا۔[3] 1867ء میں کارل مارکس کی مشہور زمانہ کتاب "سرمایہ" (Dos Capital) کی پہلی جلد منظرِ عام پر آئی۔ ان کی فکر کا لبِ لباب یہ تھا:

> " ذاتی ملکیت ختم ہونی چاہیئے اور کارخانوں میں تیار شدہ اشیاء کی لاگت سے زیادہ قیمت (منافع) مالک اور مزدوروں میں برابر تقسیم ہو۔ "[4]

سوشلزم کے لغوی معنی "اجتماعیت" اور اصطلاحی معنی "اشتراکیت" ہیں۔ یہ لفظ "انفرادیت" کی ضد ہے۔ انفرادیت کا حاصل یہ تھا کہ فرد ہی سب کچھ ہے، جماعت کچھ نہیں، لہٰذا حکومت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ فرد کے معاشی معاملات میں دخل اندازی کرے، اور اشتراکیت کا حاصل یہ ہے کہ جماعت ہی سب کچھ ہے فرد کچھ نہیں، لہٰذا حکومت

1۔ Eric Rahim, The formation of Karl Marx's world view, Folio Books, pg: 12-15 (Summary)

2۔ عالمی مزدور تحریک، ص33

3۔ کمیونسٹ مینی فیسٹو، کارل مارکس / فریڈرک اینگلز، ترجمہ: ریاض درانی، جمہوری پبلیکیشنز، لاہور، 2016ء، ص:3

4۔ سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کا اسلامی نظام سے موازنہ، مولانا شمس الحق افغانی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص:11

ہی تمام وسائلِ پیداوار کی مالک ہے۔ وہی تمام زرعی اور صنعتی و تجارتی پالیسیاں بنانے اور نافذ کرنے کی مجاز ہے، وہی افراد کے پیشے معین کرنے کا حق رکھتی ہے۔ انفرادی طور پر کوئی شخص کسی ذریعۂ پیداوار کا مالک نہیں ہو سکتا۔ حکومت اس کے لئے جو پیشہ، ڈیوٹی اور اُجرت مقرر کر دے، فرد پر اس کی تعمیل واجب ہے۔

سوشلزم اور کمیونزم ایک ہی فلسفے کے دو درجے ہیں، کمیونزم سوشلسٹوں کا منتہائے مقصود ہے اور سوشلزم اس کے راستے کی ایک منزل، بس اس سے زیادہ کوئی فرق ان دونوں میں نہیں۔ اسی لئے ان دونوں اصطلاحوں کو بکثرت ایک دوسرے کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔

اشتراکیت کے فلسفے کو جرمنی کے مشہور انقلابی مفکر "کارل مارکس" (Karl Marx) اور اس کے ساتھی "فریڈرک اینجلز" (Fredrick Angles) نے مرتب کیا تھا۔ اس میں تاریخی انقلابات کی تعبیر بھی ایک نئے ڈھنگ سے کی گئی ہے۔ اس فلسفے نے انسانی تاریخ میں ایک نیا بہاؤ پیدا کیا اور یہی ایک نئے عہد کو جنم دینے کا مدعی ہے، نیز اسی فلسفے کی بنیاد پر 1917ء میں مشہور انقلابی لیڈر لینن (Lenin) نے روس میں زار کی حکومت کا تختہ الٹ کر سب سے پہلی اشتراکی حکومت قائم کی۔ اس فلسفے کی رُو سے اشتراکی حکومت ایسی آمریت (ڈکٹیٹر شپ) ہے جو نہ اللہ کے سامنے جوابدہ سمجھی جائے، نہ عوام کے سامنے، جو کسی مذہب کی پابند ہو اور نہ اخلاقی اصولوں کی، آئین کی پابند ہو نہ قانون کی۔ ایک ایسی آمریت جو عوام کے انتخاب کی بجائے محض طاقت اور تشدد کے ذریعہ اقتدار حاصل کر لے اور انفرادی آزادیوں کا خاتمہ کر ڈالے۔ اس کے ہر حکم کی بلاچون وچرا اس تعمیل کی جائے اور کسی کو سرتابی کی مجال نہ ہو۔

نظام سرمایہ داری فرد کو آزادی دینے میں اگر ایک انتہا پر تھا تو سوشلزم نے اس کے مقابلے میں بالکل دوسری انتہا پر پہنچ کر دم لیا۔ اس نے انفرادی آزادی کی اس بت لگامی ہی کا ازالہ نہیں کیا جس نے نظام سرمایہ داری کو پروان چڑھایا تھا بلکہ ہر فرد کی وہ فطری آزادی بھی سلب کر لی جو اس کے انسان ہونے کا طبعی تقاضا تھی اور جسے تاریخِ عالم کے تمام مذاہب اور نظام ہائے حیات تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔

سوشلزم نے تمام وسائلِ پیداوار کی ملکیت او سیاست و معیشت کے تمام اختیارات مطلق العنان ڈکٹیٹر شپ کے ہاتھ میں تھما دیئے اور اس طرح بہت سارے سرمایہ داروں کو نگل کر ایک بڑا سرمایہ دار (حکومت) وجود میں آ گیا، جس نے فرد کے ساتھ وہ سلوک کیا جو کسی مشین کے بے جان پرزے کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ انسان کو پیشے کی آزادی، اظہارِ رائے کی آزادی اور انفرادی ملکیت وغیرہ کے حقوق سے بھی محروم کر دیا۔

یہ محرومی صرف سرمایہ دار ہی کا مقدر نہیں بنی بلکہ اس کی زد یکساں طور پر مزدور اور کسان پر بھی پڑی، وہ بھی ہر قسم کے وسائلِ پیداوار کی ملکیت سے اسی طرح محروم کئے گئے جس طرح سرمایہ دار۔ پہلے اگر کوئی کسان چھوٹے سے حصۂ زمین کا مالک تھا تو اب اس کا بھی نہ رہا۔ پہلے اگر مزدور اپنی مرضی سے ایک کارخانہ چھوڑ کر دوسرے کارخانے میں مزدوری حاصل کر لیا کرتا تھا تو سوشلزم نے اس کا یہ حق بھی سلب کر لیا۔ پہلے اگر وہ سرمایہ داری کے جال میں پھڑ پھڑا کر اور چیخ چلا کر اپنا کوئی حق منوالیا کرتا تھا تو اب اس کی بھی گنجائش نہیں رہی، کیونکہ اب کارخانوں کے مالک عام سرمایہ دار نہ تھے بلکہ خود حکومت اور افسر شاہی (بیوروکریسی) تھی، جس نے ہڑتالوں اور ہر قسم کے اجتماعی مطالبات کو سنگین جرم قرار دے دیا تھا۔

غرض سوشلزم صرف سرمایہ داری کے لئے ہی نہیں بلکہ مزدور اور کسان کے لئے بھی ایسا شکنجہ ثابت ہوا جس میں کسی کو پھڑ پھڑانے کا بھی یارانہ تھا۔ اب وہ مزدور جس نے معاشی مساوات کے فریب میں آکر اپنا سب کچھ سوشلسٹ انقلاب کی بھینٹ چڑھا دیا تھا۔ سوشلزم کے شکنجہ میں کس جانے کے بعد حسرت کے ساتھ سرمایہ داری کے اس جال کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں اس کو کم از کم پھڑ پھڑانے اور چیخنے چلانے کی آزادی تو حاصل تھی۔

سوشلزم اور کیپٹل ازم کی قدرِ مشترک:

قرونِ وسطیٰ کی تاریخ سے یہ حقیقت واضح طور پر سامنے آچکی ہے کہ یورپ میں جو فلسفہ مادیت اور انکار، خدا و آخرت کا ہمہ گیر طوفان آیا در حقیقت اس کی ساری ذمہ داری اس نام نہاد عیسائیت پر عائد ہوتی ہے جسے پوپ اور پادریوں نے اپنی ناپاک اغراض کی تکمیل کے لئے سادہ لوح عوام پر مسلط کر دیا تھا۔ یہ خود ساختہ مذہب جمود، اوہام پرستی اور عقل دشمنی کا ایسا گھناؤنا مرکب تھا کہ جن لوگوں نے اس کے علاوہ کوئی دینِ حق اور دینِ سماوی دیکھا ہی نہ تھا وہ سرے سے ہر دین سے بیزار ہو گئے اور یہ خیال پورے یورپ میں عام ہو گیا کہ نہ خدا کا کوئی حقیقی وجود ہے، نہ مذہب کوئی ایسی چیز ہے جو انسان کی دُنیاوی ترقی کو برداشت کر سکے۔ جو لوگ کسی درجے میں کسی مذہب کے قائل رہ گئے تھے ان کے نزدیک بھی یہ بات مسلّم تھی کہ مذہب اور دُنیاوی کاروبار دو الگ الگ چیزیں ہیں، ترقی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک سیاست و معیشت اور دیگر دنیاوی کاروبار کو پورے طور پر مذہب سے آزاد نہ کر لیا جائے۔ یہی وہ اصل الاصول تھا جس سے پہلے نظام سرمایہ داری کی عمارت تعمیر ہوئی اور اب اسی اصول پر اشتراکیت کا صور پھونکا جا رہا تھا، بس اتنے فرق کے ساتھ کہ نظام سرمایہ داری خدا و مذہب کا منکر تھا اور سوشلزم منکر بھی تھا اور دشمن بھی۔

مغربی مفکرین و فلاسفہ کے ایک گروہ نے سرمایہ داری اور کمیونزم دونوں پر اعتراض کیا ہے اور ہر ایک نے اپنی فکر و نظر کے مطابق ایک معتدل راستہ بنانا چاہا ہے۔ ان مفکرین میں ویلیم جیمس، امریکی فلسفی ہیرولڈ لاسکی، جان اسٹریچی، برٹرانڈرسل اور والٹرلپ میں وغیرہ شامل ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ کمیونزم افراد کی حریّت، فطری آزادی اور ارادہ و اختیار کو سلب کرتا ہے اور تمام شخصی و اجتماعی امور میں حکومت کو حاکم مطلق مانتا ہے جس کے نتیجے میں فرد کی شخصیت اور اس کی ابتکاری صلاحیتیں زنگ آلود ہو جاتی ہیں اور فردی تکامل رُشد و ترقی سے رک جاتا ہے۔ اسی طرح سرمایہ داری میں یہ خرابی بھی ہے کہ فردی آزادی افراط کی حد تک پہنچ جاتی ہے، اجتماعی ہم آہنگی کو ضرر پہنچتا ہے، سرمایہ داروں کا ایک گروہ تمام منابع و ثروت اور دستگاہ تولیدی پر قابض ہو کر لوگوں کو اپنے ارادے کا تابع بناتا ہے، نیز سیاست و حکومت پر اپنا پورا اثر و رسوخ قائم کرلیتا ہے۔

مغربی نظاموں کی اس افراط و تفریط سے بچنے کے لئے اور فرد و اجتماع کے منافع کو محفوظ رکھنے کے لئے بشریت کو ایک تیسری راہ درکار ہے جس کو اسلام نے آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے دُنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ یہ نظام جہاں ایک طرف فرد کو معقول آزادی عطا کرتا ہے وہیں دوسری جانب سرمایہ داری کے سرکش اونٹ کو نکیل ڈالتا ہے اور بالآخر انسان کو ایسے رستے پر لگا دیتا ہے جو بشریت کو سرگردانی اور بدبختی سے نجات دے سکتا ہے۔

اسلامی نظام:

ظہورِ اسلام سے قبل محنت کش طبقات پر ظلم روا رکھا جاتا تھا۔ ان حالات میں اسلام نے مزدوروں اور غلاموں پر احسان عظیم کیا اور ان پر سایۂ رحمت بن کر نہ صرف انہیں ظلم سے نجات دلائی بلکہ انہیں معاشرے میں بھی باعزت مقام عطا کیا۔ عہد رسالت مآب ﷺ کے بعد خلافت راشدہ میں اور ان کے بعد اُموی، عباسی، مغلیہ سلطنت، صفوی سلطنت اور خلافت عثمانیہ میں بھی محنت کش افراد کو معاشرے میں باعزت مقام حاصل رہا۔ مگر ان ادوار کے معاصر یورپ اور دیگر ملکوں میں مزدور اور محنت کش اسی طرح ظلم کی چکی میں پستے رہے۔

غیر مسلم ماہرین معاشیات نے اپنی لیبر پالیسیاں اس حیثیت سے پیش کی تھیں کہ وہ انسانی تاریخ کی صحیح ترین تعبیر، زندگی کا صحیح ترین فلسفہ اور معاشی مسائل کا صحیح ترین حل ہیں۔ مگر بہت جلد ثابت ہوا کہ یہ سب محض فریب تھا۔ اس کے مقابلے میں اسلام اپنی صداقت کو ساڑھے چودہ سو سال سے بدستور باقی رکھے ہوئے ہے۔

اسلام دینِ فطرت ہے اور اس کا نظام کسی انتقام یا ردعمل پر مبنی نہیں ہے بلکہ اپنے وجود ہی میں کائناتِ انسانی کی عام فلاح و بہبود کا ہمہ گیر نظام اور انسانی ضروریاتِ دینی و دنیوی کے ہر شعبے میں مستقل انقلابی پیغام ہے۔ اس نے اپنے اقتصادی نظام میں مذموم سرمایہ داری کی حمایت نہیں کی بلکہ سرمایہ اور محنت میں ایک معتدل توازن قائم رکھا ہے۔

فصل سوم: پاکستان میں لیبر پالیسی کا آغاز وارتقاء

1947ء کی آزادی سے قبل ہندوستان میں برطانوی حکومت کے دوران لیبر مارکیٹ کا انتظامی و اداراتی ڈھانچہ کار فرما تھا اور آزادی کے بعد صنعتی تعلقات اور معاشی ترقی کے لئے پاکستان کے مضبوط نظام کرنے پر زور دیا۔ برصغیر میں سب سے پہلے 1934ء میں فیکٹری ایکٹ پاس ہوا تھا جو سماجی تحفظ کی جانب پہلا اہم قدم تھا۔ اب تک اس قانون میں بہت سی تبدیلیاں لائی جاچکی ہیں۔ اس قانون کے تحت چھٹی معہ تنخواہ کے، کینٹین، علاج کی سہولتیں اور دوسرے تحفظ کے انتظامات کئے گئے۔ اس قانون کے تحت کوئی کارخانے کا مالک بچوں کو فیکٹری میں ملازم نہیں رکھ سکتا۔ اس کی خلاف ورزی کرنے پر جرمانہ کیا جاتا ہے۔

یہ قانون فیکٹری کے اندر صفائی، ہوا، پانی اور روشنی کے انتظام سے متعلق ہے اور یہ قانون اُن فیکٹریوں پر لاگو کیا گیا جہاں بیس (20) یا اس سے زائد مزدور کام کرتے تھے اور اس قانون کی رو سے کسی بھی مزدور سے ہفتے میں اڑتالیس (48) گھنٹے سے زیادہ کام نہیں لیا جائے گا اور مزدور کو ہفتے میں ایک چھٹی دی جائے گی اور خواتین سے رات کے وقت کام نہیں لیا جاسکتا۔[1]

قیام پاکستان سے اب تک چھ لیبر پالیسیاں تشکیل پاچکی ہیں۔ پہلی لیبر پالیسی 1955ء میں پیش کی گئی۔ اور اس کے بعد بالترتیب 1959ء، 1969ء، 1972ء، 2002ء اور 2010ء میں لیبر پالیسیوں کا اعلان کیا گیا۔ جن میں یونین سازی کے فروغ، کارکنوں کے حقوق کا تحفظ، صنعتی تنازعات کے حل اور کارکنوں کی شکایات کے ازالے کے لئے حقوق کا تعین کیا گیا۔ محکمہ محنت کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ یہ پالیسیاں پاکستان کے توثیق شدہ آئی ایل او(ILO) کنونشن پر عمل درآمد کا اہتمام بھی کرتی ہیں۔ مگر یہ پالیسیاں صرف کاغذی کارروائیاں ثابت ہوئیں اور اس سلسلے میں جو کام ہوا اس کی رفتار انتہائی سست رہی۔ صبور غیور لکھتے ہیں:

> "یہ تمام قوانین کارکنوں کو تحفظ مہیا کرنے کے لئے ناکافی تھے۔ اگرچہ گزرتے سالوں میں ان قوانین محنت میں ترامیم کی گئی ہیں مگر پھر بھی یہ مبہم، غیر واضح اور پیچیدہ ہیں۔ ان قوانین کے ساتھ ساتھ ہمیں ان پر عمل درآمد کا ایک ناکارہ نظام بھی ورثے میں ملا اور قوانین محنت پر عمل درآمد کا یہ نظام وسائل کے فقدان کا شکار ہے۔"[2]

1۔ قوانین محنت، جاری کردہ: آل پاکستان فیڈریشن آف لیبر، راولپنڈی، 2003ء، ص:15

2۔ صوبائی صنعتی تعلقات کے قانون میں کام سے متعلق حقوق، صبور غیور، پاکستان ورکرز فیڈریشن، راولپنڈی، 2018ء، ص:5

ان تمام پالیسیوں کا لب لباب محنت کشوں کی فلاح و بہبود تھا لیکن آج حالات ہمارے سامنے ہیں کہ عملی طور پر محنت کش کی حالت زار اس حد تک ناگفتہ بہ ہے کہ محنت کش فاقہ کشیوں، خود کشیوں اور اپنے گُردے فروخت کرنے پر مجبور ہیں۔ محنت کشوں کے حقوق کے ضامن سیاستدان و سرمایہ دار خود ہی غاصب بنے بیٹھے ہیں۔ احتسابی عمل کا غیر فعال ہونا، حکومتی اداروں میں سفارشات، رشوت و ذاتی پسند و ناپسند نے قانون کی حکمرانی کو کمزور کر دیا ہے۔ ایسے حالات میں جہاں پاکستان تاریخ کے سنگین حالات سے نبرد آزما ہے، ضرورت ہے کہ عوامی فلاحی ریاست کے آئینی ڈھانچے پر عمل درآمد کیا جائے۔

قیام پاکستان کے بعد صنعت اور محنت کشوں کی حالت:

آزادی کے بعد پاکستان میں صنعت برائے نام تھی۔ بڑے صنعتی مراکز ہندوستان میں رہ گئے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انگریز حکمرانوں نے ہندو اکثریتی علاقوں میں صنعتی ترقی کے لئے کام کیا تھا، وہ سارے ہندوستان کو مل گئے جبکہ پاکستان کے حصے میں جو فیکٹریاں آئیں اُن میں ڈالمیا سیمنٹ کراچی، اوکاڑہ ٹیکسٹائل، مردان شوگر فیکٹری، اٹک آئیل ریفائنری، لائل پور کاٹن ملز، کھیوڑہ سالٹ مائنز، کراچی پورٹ ٹرسٹ، بجلی، ڈاک، تار، پاکستان منٹ، باٹا شوز فیکٹری جیسے ادارے موجود تھے۔[1] برصغیر میں ریلوے کے نظام میں نو(9) ڈویژن تھے اور پاکستان کے حصے میں صرف ڈیڑھ ڈویژن آئے۔

چنانچہ اس دور میں صنعتی مزدوروں کی تعداد بہت کم تھی۔ سرکاری ملازمین ہی زیادہ تعداد میں تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بتدریج نئی صنعتیں قائم ہوتی رہیں۔ صنعت کا بڑا میدان ٹیکسٹائل ہی تھا جس کے بڑے مراکز کراچی اور لائل پور (حال فیصل آباد) بن گئے۔ مشرقی پاکستان میں چائے اور پٹ سن کی صنعتیں قائم ہوئیں۔ ساٹھ کی دہائی تک صنعتی ترقی کی بنیاد پر سرمایہ دار اتنے مضبوط ہو گئے تو پاکستان بائیس خاندانوں کی ملکیت کہلانے لگا، مگر محنت کش طبقہ بدستور استحصال کا شکار ہوتا رہا۔ مزدوروں نے کئی مرتبہ اپنے مسائل کے لئے ہڑتالیں اور احتجاج بھی کئے مگر پھر بھی وہ سرمایہ داروں کے رحم و کرم پر ہی رہے۔ انہی حالات میں پاکستان دولخت ہو گیا۔ مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا۔ باقی ماندہ مغربی پاکستان میں مزدوروں کے حقوق اور اسلامی سوشلزم کے نعرے کی بنیاد پر کامیابی حاصل کرنے والی پاکستان پیپلز پارٹی نے حکومت بنائی۔ اس دور میں مزدوروں کے لئے کئی ایک مراعات کا پیکج نئی لیبر پالیسی کی شکل میں سامنے آیا، جس سے ایک حد تک محنت کش طبقات مستفید بھی ہوئے مگر عام طور پر محنت کشوں کے حوالے سے کوئی بڑی تبدیلی نہ آ

1۔ پاکستان کے محنت کش، رانا محمود علی خان (صدر نیشنل لیبر فیڈریشن)، ماہنامہ "الکاسب" کراچی، جنوری فروری 2017ء، ص:24

سکی۔ اس کے بعد مارشل لاء اور دیگر ادوار گزر جانے کے باوجود آج بھی مزدوروں کی اکثریت اپنے حقوق سے محروم ہے، کیونکہ اسلام کے نام پر بننے والی اس مملکت میں مزدور مسائل کے حل کے سلسلے میں دیگر نظاموں سے تو رہنمائی لی گئی مگر اسلام سے رہنمائی حاصل نہ کی گئی۔

محنت کشوں کے لئے قوانین سازی کے مراحل:

پاکستان کے قیام کے فوراً بعد قائد اعظم محمد علی جناحؒ اور لیاقت علی خانؒ کو شدید مشکلات کا سامنا تھا لیکن خلوص نیت سے کام کا آغاز کیا گیا اور پاکستان آہستہ آہستہ ترقی کرتا گیا۔ بد قسمتی سے عوام کو جاگیر داروں اور سرمایہ داروں کے تسلط سے نکالنے کے لئے اور ان کی حدود مقرر کرنے کے لئے کوئی خاص تدبیر نہیں کی گئی اور یہ ہی خرابی کا سبب بنا۔ پاکستان کے محنت کشوں نے کم اُجرت اور مراعات نہ ہونے کے باوجود محنت اور لگن سے کام کیا۔ پاکستان کی صنعتی ترقی میں ان محنت کشوں کا ناقابل فراموش کردار ہے۔ بعد میں محنت کشوں کے لئے قوانین تو بنائے گئے لیکن حکومت نے ان قوانین پر عمل درآمد نہیں کرایا اور محنت کش ہمیشہ اپنے حقوق سے محروم ہی رہے۔ امیر امیر سے امیر تر ہوتا چلا گیا اور غریب غریب سے غریب تر۔ محنت کشوں کے بچے تعلیم وہنر سے محروم رہے اور آج تک محروم ہیں۔

پاکستان کے قیام کے وقت لیبر قوانین نہ ہونے کے برابر تھے۔ یونین سازی کے لئے ٹریڈیونین ایکٹ 1926ء کو اپنایا گیا جبکہ اُجرت کی ادائیگی کا قانون 1936ء، دی فیڈرل ایکسیڈنٹ ایکٹ 1885ء، ورک مین کمپنسیشن ایکٹ 1923ء، فیکٹری ایکٹ 1934ء، ایمپلائیز لائبلٹی ایکٹ 1938ء کو اپنایا گیا۔

1957ء کے مارشل لاء کے بعد لیبر کے متعلق مارشل لاء دور میں بہت زیادہ قانون سازی ہوئی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

- کم سے کم اُجرت کا قانون — 1961ء
- روڈ ٹرانسپورٹ ورکرز آرڈیننس ایکٹ — 1961ء
- اپرینٹس شپ ایکٹ — 1962ء
- ایمپلائیز سوشل سیکیورٹی آرڈیننس — 1965ء
- اسٹینڈنگ آرڈر — 1968ء
- کمپنیز پرافٹ ایکٹ — 1968ء
- شاپس ایکٹ — 1969ء

1969ء میں مارشل لاء کے بعد ائیر مارشل نور خآن نے آئی آر او1969ء تشکیل دیا اور پہلی مرتبہ ملک میں ٹریڈ یونین کی رجسٹریشن، ادارے میں ایک سے زائد ٹریڈ یونینز ہونے کی صورت میں ریفرینڈم کا انعقاد، انفرادی اور اجتماعی مسائل کے حل کے لئے لیبر کورٹس کا قیام عمل میں آیا۔ یہ نہایت اہم قانون تھا اور اس کے بعد یونین سازی میں اضافہ ہوا۔

وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں بھی قانون سازی کی گئی اور اس قانون سازی میں سب سے اہم ای او بی آئی ایکٹ 1976ء، نیو ایمپلائیز سروس ایکٹ 1976ء، ورکرز ویلفئیر آرڈیننس 1971ء اور ورکرز چائلڈ ایجوکیشن آرڈیننس شامل ہیں۔

ملک میں اس قانون سازی کے بعد جنرل پرویز مشرف نے آئی آر او1969ء منسوخ کر کے انڈسٹریل ریلیشن ایکٹ 2002ء نافذ کیا جس کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ بنیادی طور پر مزدور دشمن قانون تھا جس پر ملک کی تمام لیبر فیڈریشنز نے بھرپور احتجاج کیا۔ مشرف حکومت کے بعد پیپلز پارٹی حکومت نے انڈسٹریل ریلیشن آرڈیننس 2008ء نافذ کیا۔ اٹھارویں ترمیم کے بعد تمام صوبوں میں انڈسٹریل ریلیشن ایکٹ 2010ء نافذ کیا گیا جبکہ سندھ نے دوبارہ ترمیم کر کے انڈسٹریل ریلیشن ایکٹ 2013ء نافذ کیا۔ اور صوبوں نے بھی دیگر قوانین میں قانون سازی کی۔ صوبوں کی قانون سازی غیر معیاری تھی جس میں محنت کشوں کی مراعات اور یونینز کی آزادی کے لئے کوئی اچھا قانون نہیں تھا۔ اس قانون سازی نے ٹریڈ یونین اور عام محنت کشوں کو الجھا دیا اور صوبائی سطح پر ٹریڈ یونین کو محدود کر دیا گیا۔ وفاق نے انڈسٹریل ریلیشن ایکٹ 2012ء نافذ کر کے صوبوں کی ٹریڈ یونینز کی قرارداد کو عملاً ختم کر دیا۔ این آئی آر سی(National Industrial Relations Commision) کو لامحدود اختیارات دے دیئے۔ اس قانون کا فائدہ صرف سرمایہ داروں کو ہوا اور آج ٹریڈ یونین اور عام محنت کش اس قانون کی وجہ سے مشکلات کا شکار ہیں۔

حکومت پاکستان کی لیبر پالیسی کا عملی نفاذ:

قیام پاکستان کے بعد ہمیں برطانوی حکومت کے رائج کردہ قوانین ورثہ میں ملے، تاہم ان میں وقت اور تبدیل شدہ حالات کے مطابق ترجیحات کی گئی ہیں اور بہت سے نئے قوانین بھی رائج کئے گئے۔ ان کو لیبر کوڈ(Labour code) کا حصہ قرار دیا جاتا ہے اور یہ "قوانینِ محنت" کہلاتے ہیں۔ اگرچہ یہ سارے قوانین بیک وقت ہر ادارے اور ہر کارخانے پر لاگو نہیں ہو سکتے لیکن پھر بھی ایک وقت میں درجن سے زائد قوانین کا چھوٹے چھوٹے اداروں پر اطلاق ہوتا ہے۔ پاکستان میں بنائے گئے قوانین آئی ایل او کے بنیادی مقاصد پر مبنی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

1۔ اقوام متحدہ کی سماجی و اقتصادی خوشحالی

2۔ محنت کشوں کے لئے سماجی انصاف کا فروغ[1]

قیام پاکستان کے بعد جب وقت کے ساتھ ادارے بڑھنے لگے تو مزدوروں کے مسائل بھی بڑھنے لگے لہٰذا ان کے حل کے لئے حکومت نے وقتاً فوقتاً قوانینِ محنت کے ذریعے فلاح و بہبود کی اصلاحات کیں۔ پاکستان کے موجودہ لیبر قوانین کے حوالے سے لیبر پالیسی 2010ء میں بھی لیبر قوانین کی تدوین کی تجویز پیش کی گئی تھی کہ موجودہ لیبر قوانین کی بڑی تعداد اپنے احاطۂ کار میں گڈ مڈ (overlapping) اور تعریف اور وسعت میں بے قاعدگی (Anomalous) کا شکار ہیں۔ لیبر قوانین میں تنوع اور پیچیدگی نے صنعتی تعلق کے نظام میں بگاڑ پیدا کیا ہے، لہٰذا موجودہ قوانین کو معقول بنانے اور مدوّن کرنے کی ضرورت ہے۔[2]

اس پالیسی میں یہ تجویز بھی دی گئی کہ لیبر قوانین کو صرف مندرجہ ذیل چھ بنیادی قوانین کی صورت میں آسان اور عام فہم بنایا جائے اور مدوّن کیا جائے:

1۔ صنعتی تعلقات کے قوانین

2۔ شرائط ملازمت

3۔ اُجرتوں کی ادائیگی

4۔ انسانی وسائل کی ترقی

5۔ پیشہ ورانہ تحفظ اور صحت

6۔ بہبودِ کارکنان اور سماجی تحفظ[3]

حکومت پاکستان کی لیبر پالیسی کی بنیاد آئی ایل او کے قوانین کو بناتے ہوئے اس بات کا اعتراف کیا گیا:

"The labpur laws and the system of labour administration in Pakistan will thus be brought in conformity with these standards to meet national objectives and international obligations." [4]

1۔ ٹریڈ یونین و دیگر انسانی حقوق، (دوروزہ سیمینار رپورٹ)، آل پاکستان فیڈریشن آف لیبر، راولپنڈی، 2013ء، ج4، ص:1

2۔ مسودہ لیبر پالیسی 2010ء، (اُردو ترجمہ)، آل پاکستان فیڈریشن آف لیبر، راولپنڈی، 2011ء، ص: 9

3۔ مسودہ لیبر پالیسی 2010ء، ص10

4۔ Labour policy 2010, (English), Kausar Brothers Law book publishers, Lahore, Pg no.9

لیکن موجودہ دونوں نظاموں (کمیونزم اور سوشلزم) کے برخلاف عالمگیر مذہبِ اسلام نے مزدوروں کے لئے ایک نہایت واضح اور جامع منشور پیش کیا ہے جو کہ آج سے چودہ سو سال قبل پیش کیا گیا تھا اور جس کے تحت تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ چاہے کام کی نوعیت کچھ بھی ہو۔ جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے ایک مرتبہ سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کو خادموں کے متعلق وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

((هم اخوانكم، جعلهم الله تحت ايديكم، فاطعموهم مما تاكلون وألبسوهم مما تلبسون، ولا تكلفوهم مايغلبهم فان كلفتموهم فاعينوهم)) [1]

ترجمہ: وہ تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے ماتحت بنایا ہے، پس جو تم کھاتے ہو اس سے انہیں بھی کھلاؤ اور جو تم پہنتے ہو اس سے انہیں بھی پہناؤ اور ان کو ایسا کام کرنے کا نہ کہو جو اِن پر بھاری ہو لیکن اگر تم انہیں کسی ایسے کام کا حکم دو جو سخت مشقت طلب ہو تو پھر اس کام میں ان کی مدد کیا کرو۔

اسی طرح ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی:

((يا رسول الله ﷺ! كم أعفو عن الخادم؟ فصمت رسول الله ﷺ، ثم قال: يا رسول الله ﷺ! كم أعفو عن الخادم؟))

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ! اپنے ملازم کو میں کتنی بار معاف کروں؟ آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اُس نے دوبارہ سوال کیا: یارسول اللہ ﷺ! اپنے ملازم کو میں کتنی بار معاف کروں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((كل يوم سبعين مرة)) [2]

ترجمہ: اسے ہر روز ستّر (70) بار معاف کیا کرو۔

ذیل میں حکومت پاکستان کے چیدہ چیدہ لیبر قوانین کا جائزہ اسلام کی عالمگیر تعلیمات کی روشنی میں پیش کیا جاتا ہے۔

1۔ اُجرتوں سے متعلق قانون 1936ء (The payment of wages Act 1936):

پاکستان میں صنعتی اور تجارتی کارکنان کے لئے ایک بڑی تکلیف دہ بات یہ تھی کہ ادائیگی میں اکثر تاخیر کی جاتی تھی یا جرمانہ کے نام پر رقم کاٹ لی جاتی تھی۔ چنانچہ 1931ء کی سفارشات کے مطابق حکومت نے 1936ء میں یہ ایکٹ منظور کیا تھا جو کہ اب بھی رائج ہے۔ اس کی کچھ خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

1۔ صحیح البخاری، حدیث: 30 و صحیح مسلم، حدیث: 1661، 4213

2۔ سنن ابی داؤد، حدیث: 5164

1۔اس کا اطلاق پورے پاکستان کے فیکٹری یا منظّم مزدوروں پر ہو گا۔

2۔اُن اُجرتوں پر جو اوسطاً ماہانہ تین ہزار روپے سے زائد ہوں، اس ایکٹ کا اطلاق نہیں ہو گا۔[1]

پاکستانی قانونِ اُجرت یہ کہتا ہے کہ یہ قانون صرف سرکاری و منظّم ملازمین کی نمائندگی کرتا ہے جب کہ اسلام کی نظر میں ہر وہ شخص جو ہاتھ سے کمائی کرتا ہے مزدور کہلاتا ہے۔شاہ ولی اللہؒ نے "اجارہ" کو تعاون اور معاونت میں شمار کیا ہے یعنی ایسے کل معاملات اور کاروبار جو دو فریقین کے باہمی مدد و اعانت سے فائدہ مند ہوتے ہیں وہ بابا "تعاون" میں شمار ہوں گے۔وہ فرماتے ہیں:

"معاملات کی چند اقسام ہیں اور اجارہ بعض لحاظ سے مبادلہ اور بعض لحاظ سے معاونت ہے۔"[2]

2۔دی کول مائنز(اُجرت کے تعین کا)آرڈیننس 1960ء

(The Coal mines (fixation of rates of wages)ordinance 1960)

اس آرڈیننس کے تحت کوئلے کی کان کو مالک مقررہ اجرت سے کم اجرت نہیں دے سکتا، اگرچہ یہ ایک احسن قدم ہے لیکن اس کے باوجود پاکستان میں مزدور کو اجرت کی ادائیگی کے سلسلے میں اس کا پورا حق نہیں ملتا لہٰذا حکومت پاکستان کو چاہیئے کہ وہ کوئلے کی کانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کے حقوق کا تحفظ کرے اور اجرت کی ادائیگی میں باقاعدہ چیکنگ کرے اور اپنے اندر احساسِ ذمہ داری پیدا کرے۔سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حکومت کی پالیسی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"تمہارا کمزور شخص میرے نزدیک قوی ہے جب تک کہ میں اسے اس کا حق نہ دلاؤں اور تمہارا قوی آدمی میرے نزدیک کمزور ہے جب تک کہ اس کے ذمے جو حق ہے وہ اس سے نہ لے لوں۔"[3]

اسی طرح لوگوں کو حقوق کی فراہمی کے سلسلے میں سب سے زیادہ زریں مثالیں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں ملتی ہیں۔خلیفہ عمر بن عبد العزیزؒ ساری ساری رات خوفِ خداوندی میں روتے رہتے تھے۔ایک مرتبہ اپنی اہلیہ کے دریافت کرنے پر جواب دیا:

1۔ قوانین محنت، ص: 21

2۔ حجۃ اللہ البالغۃ، شاہ ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم محدث دہلویؒ، المکتبۃ السلفیہ، لاہور، ج2، ص:537

3۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ، محمد حسین ہیکلؒ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1993ء، ص86

"میرے حالات ایسے ہیں کہ مجھ پر پوری ملت کے سیاہ و سفید کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ایسے محتاج جو میرے نزدیک ہیں یا دُور اور جن کی زندگیاں کسمپرسی کے باعث تباہ ہو رہی ہیں (اور) وہ فقیر، وہ قیدی جو بوڑھے اور کمزور ہیں، ان کے بارے میں مجھ سے اللہ تعالیٰ ضرور جواب طلب کرے گا۔"[(1)]

3۔ دی پراونشل ایمپلائزسوشل سیکورٹی آرڈیننس 1965ء:

(The Provincial employees social security ordinance 1965)

یہ پاکستانی کارکنان کے لئے صوبائی سطح پر سماجی تحفظ کا قانون ہے اور اس کا اطلاق صنعتی، تجارتی، پیشہ ورانہ، زراعتی اور دوسرے اداروں پر ہوتا ہے۔ اس کے تحت کارکنان کی ماہانہ تنخواہ تین ہزار روپے تک تھی جو کہ ترمیمی آرڈیننس 2001ء کے تحت اُجرت کی شرح تین ہزار روپے ماہانہ سے بڑھا کر پانچ ہزار روپے ماہانہ مقرر کر دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں اس قانون کے تحت کارکنان کو تحفظِ جان، طبّی امداد، بیمہ وغیرہ کی سہولیات بھی حاصل ہیں لیکن اس کے باوجود علاج کی مراعات حاصل نہیں ہوتیں۔

اگر اس قانون پر صحیح معنوں میں عمل درآمد ہو تو کافی حد تک اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگی کرتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ مرکز کے بجائے صوبائی سطح پر جانے سے مزدوروں کی حالت میں بہتری کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ معاشی تجزیہ کار خورشید احمد لکھتے ہیں:

"لیبر قوانین کا اطلاق صوبائی حکومت کے تحت کر دیا ہے، جس کے سربراہ خود صنعتی کارخانہ دار ہیں، جو ان قوانین پر عمل نہیں کراتے لہٰذا اسے دوبارہ مرکزی حکومت کے حوالے کیا جائے۔"[(2)]

اگرچہ صوبائی سطح پر اس قانون کا اطلاق ایک مؤثر قدم ہے اگر حکومت خود اس کی نگرانی کرے کہ آیا اس پر عملاً نفاذ ہو رہا ہے یا نہیں۔

4۔ چائلڈ لیبر ایکٹ 1991ء (The Child Labour Act 1991):

1991ء میں چائلڈ لیبر ایکٹ نافذ کیا گیا۔ اس کے چند اہم نکات درج ذیل ہیں۔

1۔ کام کے ادارہ جات میں دکان، فیکٹری، تجارتی ادارہ، فارم، ورکشاپ، ریستوران، ریلوے اسٹیشن، صنعت کاری اور رہائشی ہوٹل وغیرہ شامل ہیں۔

1۔ کتاب الخراج، ص:17

2۔ پاکستان میں محنت کشوں کو درپیش مسائل، خورشید احمد (روزنامہ جنگ راولپنڈی، جمعرات، یکم مئی 2018ء)، ص:6

2۔ بچوں کے لئے ہفتہ وار چھٹی لازمی قرار دی گئی۔

3۔ اوقاتِ کار سات (7) گھنٹے یومیہ مقرر کئے گئے۔

4۔ عمر کی حد پندرہ (15) سال مقرر کی گئی۔[1]

چائلڈ لیبر کے حوالے سے اسلام کا نقطہ ٔ نظر یہ ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ذہن میں جب یہ خیال آتا کہ فُرات کے کنارے پیاس سے تڑپتے ہوئے کتّے کے بارے میں بھی روز محشر انہیں جوابدہ ہونا پڑے گا تو انہیں نیند نہ آتی۔ اسی طرح آپ سے منسوب ایک یہ قول بھی ہے:

((لو مات جمل ضياعاً على شط الفرات لخشيت ان يسالنى الله عنه))[2]

ترجمہ: اگر ساحلِ فرات پر کوئی بے سہارا اونٹ مر جائے تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ مجھ سے اس کے بارے میں باز پرس کرے گا۔

آج چائلڈ لیبر کے خاتمے کے حوالے سے کام کرنے والی سرکاری اور غیر سرکاری تنظیموں کا یہ حال ہے کہ سالانہ بائیس ہزار (22000) بچے جبری مشقت کے دوران مختلف حادثات کی نظر ہو جاتے ہیں اور دُنیا بھر کے 24 کروڑ ساٹھ لاکھ بچوں میں ہر چھٹا بچہ ایسی مشقت پر مجبور ہے جو اس کے ذہن، جسم اور خیالات پر منفی اثرات مرتب کرتی ہے۔ روزنامہ "نوائے وقت" کا مقالہ نگار چائلڈ لیبر قوانین پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"ان قوانین کے باوجود بچوں کا استحصال ہو رہا ہے کیونکہ صنعت کار اور آجر بچوں اور ان کے غریب والدین کی مجبوریوں سے بخوبی آگاہ ہیں اور اس کا ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہیں۔"[3]

پاکستان بننے کے بعد سے لے کر اب تک محنت کشوں نے انصاف کے حصول کے لئے بڑی قربانیاں دی ہیں لیکن جب بھی محنت کشوں کے برسوں اور عشروں پر مشتمل طویل احتجاج اور شدید دباؤ پر قانون سازی کی گئی تو ان قوانین میں کچھ ایسے سقم ڈال دیئے گئے کہ محنت کشوں کی قربانیاں رائیگاں ہوتی نظر آئیں۔

پاکستان میں ان لیبر قوانین کا جائزہ لینے سے یہ بات اُجاگر ہوتی ہے کہ اگرچہ یہ قوانین اعلانیہ حد تک تو ایک اچھی کاوش ظاہر کرتے ہیں لیکن عملاً ان کا مکمل طور پر نفاذ نہیں ہو رہا۔ لہٰذا اس اسلامی ریاست کو چلانے کے لئے محنت کے سلسلے میں اس دائمی دستور کو اپنانا چاہیئے جو قرآن و سنت کی صوت میں ہمارے پاس محفوظ ہے اور یہ دستور اخلاقی تعلیمات

1۔ قوانین محنت، ص:30

2۔ الطبقات الکبریٰ، ص:3/305

3۔ محنت کشوں کے حقوق، نیاز علی ناز (روزنامہ نوائے وقت لاہور، یکم مئی 2018ء)، ص:9

کی بنیاد پر قوانینِ محنت وضع کرتا ہے۔ کتب فقہ میں "کتاب الاجارہ" کے تحت اسلامی قوانینِ محنت کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے جو اس سلسلے میں معاون ثابت ہو سکتا ہے اور صحیح معنوں میں ان کی مدد سے معاشی ترقی کو ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر نور محمد غفاری لکھتے ہیں:

"حکومت چاہے تو ان (اسلامی) اخلاقی تعلیمات کی مدد سے محنت و سرمایہ کے تعلقات کو خوشگوار بنانے کے لئے قوانین سازی بھی کر سکتی ہے، محنت عدالتیں قائم کر سکتی ہے اور ایسے منصفین کا تقرر کر سکتی ہے جو اسلام کے قانونِ اجارہ (محنت و معاوضہ) اور جدید صنعت کے پیداواری عمل کی پیچیدگیوں کا علم بھی رکھتے ہیں۔"[1]

حکومت پاکستان کی موجودہ لیبر پالیسی:

حکومت پاکستان کی لیبر پالیسی کا پیش لفظ سید خورشید شاہ نے تحریر کیا ہے جو اس وقت فیڈرل منسٹر فار لیبر اینڈ مین پاور تھے۔ یہ پالیسی 52 نکات پر مشتمل ہے۔ اور اس کے صفحات کی تعداد 21 ہے۔ اس کا اصل متن 17 صفحات پر ہے جبکہ پیش لفظ کے لئے علیحدہ سے 4 صفحات مختص ہیں۔ یہ پالیسی یکم مئی 2010ء کو منظر عام پر آئی۔ اس پالیسی کو پاکستان کے عوام کی سماجی اور معاشی خوشحالی اور صنعتی تعلقات کے فریم ورک کا نام بھی دیا گیا ہے۔

پالیسی کا تعارف نہایت حسین ہے جس میں اس عزم کا اظہار کیا گیا ہے کہ حکومت محنت کشوں کی معاشی زندگی میں حقیقی تبدیلی لانا چاہتی ہے۔ اسی کے ساتھ لیبر پالیسی کی کامیابیوں کو معاشی ترقی اور خوشحالی سے منسلک کرنے کا حقیقت پسندانہ تصور بھی پیش کیا گیا ہے جو خوش آئند ہے۔ لیکن اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ اگر حکومت ملک کو معاشی اعتبار سے مکمل طور پر نہ اٹھا سکی تو لیبر پالیسی کے اہداف کا حصول بھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا۔

1۔ اسلام کا معاشی نظام، ڈاکٹر نور محمد غفاری، ص:254

فصل چہارم: لیبر پالیسی (2010ء) کے اسلامی تعلیمات سے مماثل اور مخالف پہلو

اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیرتِ رسول کریم ﷺ کو مشعلِ راہ بناتے ہوئے خلفائے راشدین، مسلم حکمرانوں اور بزرگانِ دین نے ہمیشہ محنت کو شعار بنایا اور دوسروں کو بھی محنت کرنے کی ترغیب دی۔ سید مناظر احسن گیلانیؒ لکھتے ہیں:

> " اسلام نے آجروں اور مزدوروں کے درمیان حقوق اور ذمہ داریوں کی حدبندی کرنے کی تحریک کو جنم دیا۔ اسلام نے جہاں مزدور کے ساتھ روزمرہ کی اقتصادی کشمکش کی طرف توجہ دی، وہاں آجروں کی یہ ذمہ داری ٹھہرائی کہ وہ لوٹ کھسوٹ سے کام نہ لیں۔"[1]

الغرض اسلام نے ایک ایسے معاشی نظام اور ایک ایسے معاشرے کے قیام کرنے کی تلقین کی جو ظلم واستحصال اور معاشی ناہمواریوں سے پاک ہو۔ حکومتِ پاکستان نے بھی مزدوروں کی فلاح و بہبود کے لئے وقتاً فوقتاً قوانین مرتب کئے اور لیبر پالیسی کے ذریعے ان کی فلاح کی اصلاحات نافذ کیں۔ پاکستان کی لیبر پالیسی 2010ء کے تعارف میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ:

> " اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین اور عالمی لیبر معیارات (standards) مملکت کو تمام شہریوں، مرد و خواتین، جوان اور بوڑھوں، مسلم اور غیر مسلم کے لئے مساوی طور پر انسانی حقوق کے حصول کا قطعی فریضہ سونپتے ہیں۔ ان ہی اعترافات کے طور پر ایک نئی لیبر پالیسی تشکیل دی گئی ہے جو کہ 1972ء کے بعد پہلی لیبر پالیسی ہے۔"

لیبر پالیسی کے اسلامی تعلیمات سے مماثل پہلو:

حکومتِ پاکستان کی لیبر پالیسی کسی حد تک اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ بھی ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں چند اہم نکات کو بیان کیا جاتا ہے:

1۔ محنت کشوں کے حقوق کا اعتراف:

1۔ اسلامی معاشیات، سید مناظر احسن گیلانیؒ، شوکت علی اینڈ سنز، کراچی، 1962ء، ص:35

اس لیبر پالیسی کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں پہلی بار واضح طور پر محنت کشوں کے حقوق کا اعتراف کیا گیا۔ جیسا کہ پالیسی کے پیش لفظ میں متذکرہے:

"یہ پالیسی سماجی انصاف کے فروغ، مزدوروں کے حقوق اور ان کی بہبود کے حصول میں حکومت، آجرین اور کارکنوں کو انتظامی، قانونی اور عدالتی کارروائی میں رہنمائی فراہم کرے گی۔"[1]

اسی بات کا درس رسول کریم ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لا يدخل الجنة سيى الملكة))

ترجمہ: اپنے ماتحتوں سے بد خلقی اور بد معاملگی کرنے والے جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔

یہ اسلام کی اس تعلیم کا اثر تھا کہ عرب کے وہ لوگ جو جاہلیت میں غلاموں اور محنت کشوں کے ساتھ چوپایوں جیسا سلوک روا رکھتے تھے، ان کو اپنا بھائی بنا کر گلے لگالیا اور جو خود کھایا وہی ان کو کھلایا، جیسا لباس ان کو پہنانا چاہا ویسا ہی خود بھی زیب تن کیا۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے معمول کے بارے میں امام بخاریؒ بیان فرماتے ہیں:

((كان ابن عمر لا يا كل حتى يؤتى بمسكين يا كل معه))[2]

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما اس وقت تک کھانا تناول نہیں فرماتے تھے جب تک کوئی حاجت مند آپ کے ساتھ شریک نہ ہو جاتا۔"

2۔ لیبر قوانین کی یکجائی اور عام فہم بنانا:

اس لیبر پالیسی کی ایک اہم خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں لیبر قوانین کی تدوین کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے کہ چھتیس (36) قوانینِ محنت کو چھ (6) عدد ضروری قوانین میں یکجا کر دیا جائے اور ان کو آسان، سادہ اور عام فہم بنایا جائے جو کہ درج ذیل ہیں:

1۔ صنعتی تعلقات کے قوانین

2۔ شرائط ملازمت کے قوانین

3۔ اُجرت کی ادائیگی کے قوانین

4۔ انسانی وسائل کی ترقی کے قوانین

1۔ مسودہ لیبر پالیسی 2010ء، ص:2

2۔ سنن ابن ماجہ، حدیث: 3691

5۔ پیشہ ورانہ تحفظ اور صحت کے قوانین

6۔ بہبودِ کارکنان اور سماجی تحفظ کے قوانین

لیبر پالیسی کی یہ سفارش نہ صرف آجر و اجیر کے فرائض سے بحث کرتی ہے بلکہ اجیر کے حقوق کا مکمل طور پر تحفظ بھی فراہم کرتی ہے جس میں ملازمت کا تحفظ، معاشرتی و سماجی تحفظ وغیرہ شامل ہیں۔ اور ان کی نگرانی کرنا حکومت کا فرضِ اوّلین بن جاتا ہے تاکہ سب کو بنیادی ضروریات میسر آسکیں۔ فہیم عثمانی لکھتے ہیں:

"نصوصِ شرعیہ سے ثابت ہے کہ ہر وہ ضرورت بنیادی ضروریات میں داخل ہے جس کی تکمیل پر کسی انسان کی زندگی کی بقاء کا انحصار ہو اور جس کی عدم موجودگی میں انسانی زندگی کو کوئی خطرہ لاحق ہو یا اس کے ضیاع کا احتمال ہو۔"[1]

یہ بات واضح ہے کہ ان تمام لیبر قوانین کی تشکیل کا اوّلین مقصد محنت کشوں کے حالاتِ کار کو بہتر بنا کر ان کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کرنا ہے جو کہ ایک اسلامی ریاست کی ابتدائی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے:

((ان الخلیفة هو الذی یقضی بکتاب الله و یشفق علی الرعیة شفقة الرجل علی اهله))[2]

ترجمہ: خلیفہ وہ ہے جو کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کرے اور رعایا پر اس طرح شفقت کرے جس طرح آدمی اپنے اہل وعیال پر شفقت کرتا ہے۔

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لیس لابن آدم حق فی سوی هذا الخصال: بیت یسکنه و ثوب یواری به عورته و جلف الخبز))[3]

ترجمہ: ابن آدم کا دُنیا میں صرف ان اشیاء کا حق ہے: گھر رہنے کے لئے، کپڑا جسے پہن کر ستر پوشی کر سکے اور سادہ روٹی۔

3۔ عدالتی نظام برائے لیبر کی تنظیمِ نو:

1۔ اسلامی معیشت کے چند نمایاں پہلو، محمد فہیم عثمانی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 1975ء، ص51

2۔ کتاب الاموال، امام ابو عبید قاسم بن سلامؒ، ص:6

3۔ جامع الترمذی، حدیث:2341

موجودہ لیبر پالیسی میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ انصاف کی جلد فراہمی کے لئے عدالتی نظام برائے لیبر (Labour Judiciary) کی تنظیم نو کرکے اسے سادہ اور مختصر بنایا جائے گا۔ اس کے تحت محنت کشوں کو لیبر کورٹ کے حکم کے خلاف اگر اپیل کرنی ہے تو اپیل عدالتِ عالیہ (High Court) میں کی جاسکے گی۔ یہ شقّ محنت کشوں کو بروقت انصاف فراہم کرنے کے لئے ایک اہم قدم ہے۔ اس کے تحت محنت کشوں کے مختلف نوعیت کے مقدمات کا فیصلہ جلد از جلد کرنے کی ضرورت پر بھی زور دیا گیا۔

4۔ ملازمین کے سماجی تحفظ کے پروگرام کی بہتری اور فروغ:

اس لیبر پالیسی میں سفارش کی گئی ہے کہ ملازمین کے سماجی تحفظ کے پروگرام اور بہبودِ کارکنان سے متعلق اداروں یعنی ورکرز ویلفیئر فیڈ (WWF)، ای او بی آئی (EOBI) اور صوبائی ادارہ سوشل سیکیورٹی (ESSI) کی بہتری اور فروغ کو عمل میں لایا جائے۔

اس شقّ کا اسلامی نقطہ ء نظر سے جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے محنت کشوں کو آج سے چودہ سو سال پہلے، جبکہ آج کی طرح نہ تو صنعتیں تھیں اور نہ ہی ان کا تصور، جو حقوق عطا فرمائے تھے وہ آج جدید اور ماڈرن سوسائٹی جو اپنے آپ کو پچھلے تمام زمانوں سے افضل شمار کرتی ہے، آج بھی محنت کشوں کو عطا کرنے سے نہ صرف قاصر ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ عطا نہیں کرسکتی تو کچھ بے جا نہ ہوگا۔ اسلامی معاشرے میں ہر فرد کو نہ صرف جینے کی آزادی ہے بلکہ اس کے ساتھ ہی اسے یہ حق بھی حاصل ہے کہ اس کے حقوق پر کوئی مداخلت نہ کرے، نہ اس کی کمائی چھینے اور نہ ہی کسی کو یہ حق ہے کہ وہ دوسرے کا حق بالجبر چھین لے یا اسے اپنے قبضے میں لے لے۔

5۔ اُجرت کے نظام میں جنسی امتیاز کا خاتمہ:

لیبر پالیسی میں اس بات کا اعتراف کیا گیا کہ محنت کے شعبے میں عورت کے کردار کی وضاحت کی جائے اور انہیں ملازمت کے مساوی مواقع فراہم کئے جائیں اور ان کے مقامِ کار میں ساز گار ماحول فراہم کیا جائے لہٰذا مساوی قدر کے کام کے لئے مساوی تنخواہ کا اصول، عالمی ادارہ محنت کے کنونشن کے مطابق اختیار کیا گیا ہے تاکہ تنخواہ / اُجرت کے نظام میں مساوات کو فروغ دیا جائے۔[1]

اسلام نے ایک متوازن اور معتدل نظامِ اُجرت عطا کیا ہے اور اسلام میں عورتوں پر کام کرنے اور کمانے پر کوئی پابندی عائد نہیں ہے۔ رشیدہ پٹیل لکھتی ہیں:

1۔ مسودہ لیبر پالیسی، 2010ء، ص:10

"کسی بھی جائز پیشے یا حیثیت سے کمانے میں عورتیں مردوں کے برابر آزاد ہیں اور ان کو اپنی کمائی پر پورا پورا اور بلا شرکتِ غیرے اختیار ہے۔ اسلام میں عورت اپنی املاک کے سلسلے میں قطعی خود مختار ہے، وہ جائیداد رکھ سکتی ہے، خرید سکتی ہے، فروخت کر سکتی ہے۔"(1)

قرآن کریم بھی ہمیں اسی بات کا درس دیتا ہے:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ﴾(2)

ترجمہ: مردوں کے لئے وہ ہے جو وہ کمائیں اور عورتوں کے لئے وہ ہے جو وہ کمائیں۔

عورت اور مرد کی کمائی کے اس حق کو اگر تسلیم کر لیا جائے تو دونوں کے لئے اُجرت کے مساویانہ نظام کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے جو کہ بلا امتیاز جنسی تفریق کے ہے۔ لہٰذا اگر پاکستان میں جو کہ ایک نظریاتی اسلامی مملکت ہے، عورت اور مرد کے معاشی میدان میں برابر کے حقوق کو اسلامی اصولوں کے تحت تسلیم کیا جائے تو معاشی انصاف کا بول بالا ہو جائے گا۔

قرآن کریم میں نکاح، وصیت اور رضاعت کے بیان میں جہاں جہاں معاوضہ یا اُجرت دینے کا ذکر ہے وہاں قرآن کریم نے لفظ "معروف" کا استعمال کیا ہے یعنی اُجرت اور مزدوری معروف طریقہ پر دی جائے۔ مثلاً رضاعت کے سلسلے میں اُجرت معروف طریقے پر ادا کرنے کا حکم یوں بیان ہوتا ہے:

﴿ وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ﴾(3)

ترجمہ: اور اگر تم کسی دوسری عورت سے اپنے بچوں کو دودھ پلوانا چاہتے ہو تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے اگر تم معروف طریقہ پر ان کو اُجرت دو۔

سید امداد الدین اسد کے بقول:

"Islam has granted man and woman equal rights to contract, to enterprise and to earn and possess independently."(4)

1۔ پاکستانی عورت کی سماجی و قانونی حیثیت، رشیدہ پٹیل، کل پاکستان انجمن پاکستان، 1981ء، ص:38

2۔ سورۃ النسا:4/ 32

3۔ سورۃ البقرۃ:2/ 233

4۔ Gender Equality in Islam, Syed Imad-u-Din Asad, Daily "Dawn", Rawalpindi, April 5, 2002,pg:10

6۔ مشقتِ اطفال اور جبری محنت کے خاتمے کا اعتراف:

پاکستان کی موجودہ لیبر پالیسی میں کہا گیا کہ مشقتِ اطفال اور جبری محنت کے خاتمے کے لئے قومی پالیسیوں پر عمل درآمد کی ضرورت ہے۔ پاکستان نے عالمی ادارۂ محنت کے کنونشن 182 کی توثیق کو قبول کرتے ہوئے مزدور مارکیٹ میں داخلے کے لئے مشقتِ اطفال کی بدترین صورتوں کے ضمن میں عمر کی حد اٹھارہ (18) سال تک بڑھانے کا حکم دیا ہے۔

اسلامی تناظر کی روشنی میں دیکھا جائے تو بچوں کی پرورش، دیکھ بھال اور ان کی کردار سازی کے سلسلے میں رہنما اصول سامنے آتے ہیں تاکہ ان کو معاشرے کا ذمہ دار فرد بنایا جا سکے کیونکہ رسول کریم ﷺ نے بچوں کو "جنت کے پھول" قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے ایک مقام پر فرمایا:

((لیس منّا من لم یرحم صغیرنا و لم یؤقر کبیرنا)) [1]

ترجمہ: وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا ادب نہ کرے۔

اسلام نے بچوں کے جو حقوق مقرر کئے ہیں اگر ان کی روشنی میں اسلامی قوانین رائج کر دیئے جائیں اور بچوں کو ان کے جائز حقوق سے محروم نہ کیا جائے تو ان کی مشقت کا خاتمہ ہو جائے گا، لیکن اسلام نے تمام ذمہ داری صرف والدین پر ہی عائد نہیں کی بلکہ بچوں کی کفالت والدین، خاندان، برادری، معاشرے بلکہ ریاست پر عائد ہوتی ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تو باقاعدہ طور پر بچوں کے وظائف مقرر کر رکھے تھے۔ دورانِ گشت جب کئی راتوں تک آپ کو ایک گھر سے بچے کے رونے کی آواز آئی، تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ بچے کے رونے کا سبب حکومت کا وہ قانون ہے جس کے مطابق بچے کو سرکاری وظیفہ دودھ چھوٹنے کے بعد شروع ہوتا ہے تو مائیں وظیفہ حاصل کرنے کے لئے وقت سے پہلے ہی بچے کا دودھ چھڑوانے کی کوشش کرتیں، بچے بھوک سے بلکتے اور مائیں انہیں لوریاں سنا کر کھجور، آب زم زم، جو اور زیتون کی عادی بنا کر حکومت سے وظیفہ حاصل کر لیتیں۔ وہ وظیفہ بچے کی نگہداشت اور گھر کے دیگر اخراجات پر صرف ہوتا۔ یہ ایک الگ بات ہے لیکن بچے کو دودھ چھڑوا کر چند سکّوں کے لئے اسے وقت سے پہلے سخت غذا کو ہضم کرنے کی مشقت پر لگانا، جس کی اجازت نہ فطرت دیتی ہے اور نہ اس کا چھوٹا سا معدہ۔ یہ دُنیا کی پہلی چائلڈ لیبر تھی جو ریاست کے ایک قانون تلے جنم لے رہی تھی۔ [2]

1۔ مشکوٰۃ المصابیح، حدیث: 4751

2۔ الفاروق رضی اللہ عنہ، علامہ شبلی نعمانیؒ، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، 1975ء، ص:97

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو انہوں نے نہ اس پر این جی اوز کی کوئی ورکشاپ منعقد کروائی نہ کوئی سیمینار، نہ ہی والدین کو کوئی سزا دی بلکہ انہوں نے اپنا ذاتی رائج کردہ قانون ختم کرکے قانونِ فطرت بحال کردیا کہ بچے کو سرکاری وظیفے کے لئے دودھ نہ چھڑایا جائے۔ آپ نے نومولود بچوں کے حقِ خوراک کو سمجھتے ہوئے ان کے لئے بھی وظیفہ مقرر فرمایا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

((کان عمر لا یفرض للمولود حتی یفطم قال: ثم امر منادیاً فنادی: لا تعجلوا اولادکم عن الفطام، فانا نفرض لکل مولود فی الاسلام، قال: و کتب بذلک فی الآفاق بافرض لکل مولود فی الاسلام)) (1)

ترجمہ: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نومولود بچے کا وظیفہ اس وقت تک جاری نہ کرتے تھے جب تک کہ اس کا دودھ نہ چھڑا دیا جاتا، راوی کہتے ہیں: لیکن بعد میں انہوں نے منادی کرادی کہ اپنے بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کرو، ہم ہر مسلمان بچے کی پیدائش کے وقت سے ہی اس کا وظیفہ جاری کریں گے۔ یہی حکم انہوں نے تمام اسلامی مملکت میں بھیج دیا کہ مسلمان کے ہر بچے کا اس کی پیدائش سے ہی وظیفہ مقرر کردو۔

لہٰذا اسے وظیفہ اس کی پیدائش کی پہلی سانس ہی سے ملنا شروع ہوگیا۔ اس طرح چائلڈ لیبر پر سب سے پہلی پابندی اور اس کی بنیادی وجوہات کا خاتمہ سب سے پہلے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا اور یوں بچوں کی ماں کے دودھ کی بجائے سخت غذا کو ہضم کرنے کی مشقت کا خاتمہ ہوگیا۔

پاکستان کی موجودہ لیبر پالیسی کے یہ وہ نکات ہیں جو کافی حد تک اسلامی تعلیمات سے مماثلت رکھتے ہیں اور پاکستان کے مزدوروں کے حالاتِ کار کو بہتر بناتے ہیں۔

لیبر پالیسی کے اسلامی تعلیمات کے مخالف پہلو:

پاکستان کی اس نئی لیبر پالیسی کے اعلان کے بعد بھی آج پاکستانی محنت کش طبقہ بہت سے مسائل اور حق تلفیوں کا شکار ہے، یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں غربت میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے اور 40٪ پاکستانی غربت کی شرح سے کم معیار پر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ اس لیبر پالیسی میں کچھ ایسے نکات بھی ہیں جو اسلامی تعلیمات کے عین مطابق نہیں ہیں۔ ان کا تذکرہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

1۔ کتاب الاموال، امام ابوعبید قاسم بن سلامؒ، ص:302

1۔ کم اُجرت کا تعین:

موجودہ لیبر پالیسی میں مہنگائی کے دور میں کم از کم تنخواہ پندرہ ہزار روپے ماہوار رکھی گئی جبکہ مہنگائی کے تناسب سے مزدوروں کی تنخواہیں نہایت ہی کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اُجرت کے معاملے میں کہا گیا تھا کہ سہ فریقی کانفرنس میں مزدور رہنماؤں نے کم از کم تنخواہ ایک تولہ سونا کی قیمت کے برابر مقرر کرنے کا کہا تھا، ہم وہ تو نہ کر سکے مگر تنخواہ پر ہر تین سال بعد نظر ثانی کی جائے گی۔[1]

اس کے برعکس اسلامی تعلیمات کے مطابق محنت کشوں کو اتنی اُجرت ملنی چاہیئے جس سے ان کی بنیادی ضروریات پوری ہو سکیں جو کہ غذا، لباس اور مکان ہی نہیں بلکہ اس میں علاج اور تعلیم بھی شامل ہے۔ جیسا کہ مولانا مجیب اللہ ندوی نے لکھا ہے:

> "اسلامی نقطۂ نظر سے مزدوروں کی اُجرت کا معیار اُجرتِ متعارفہ (Nominal wage) نہیں بلکہ اُجرتِ صحیحہ (Real wage) ہے یعنی ان کو اتنی اُجرت ملنی چاہیئے جس سے ان کی بنیادی ضرورت پوری ہو سکے۔"[2]

رسول کریم ﷺ نے جن تین آدمیوں کے خلاف خود مدعی ہونے کا اعلان فرمایا ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو اُجرت ادا نہ کرے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

((رجل استاجر اجیر او استوفی منہ ولم یعط اجرہ))[3]

ترجمہ: وہ شخص جس نے کوئی مزدور رکھا اور اس مزدور نے اس کا کام پورا کر لیا مگر اس کی اُجرت ادا نہ کی۔

اس طرح نے آپ ﷺ نے مزدوروں کی مناسب مزدوری کے بارے میں اصول نافذ فرمایا کہ محنت کش سے کام کرانے سے پہلے اس کی اُجرت طے کر لی جائے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((اذا استاجرت أجیرا فاعلمہ أجرہ))[4]

ترجمہ: جب بھی تم کسی مزدور کو اُجرت پر رکھنا چاہو تو اس کو (پہلے ہی سے) اس کی اُجرت سے آگاہ کر دو۔

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

1۔ اداریہ، خبر نامہ "ورکنگ ویمن آرگنائزیشن، جولائی، اگست 2002ء، لاہور، ص3

2۔ اسلامی قانون محنت واُجرت، مولانا مجیب اللہ ندوی، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ، لاہور، ایڈیشن:2، 1989ء، ص:181

3۔ صحیح البخاری، حدیث:2125

4۔ سنن النسائی، حدیث:3857 (امام البانیؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔)

((من استاجر جیرا فلیعلمه أجره)) [1]

ترجمہ: جس شخص نے کسی مزدور کو اُجرت پر رکھا اسے چاہیئے کہ اس کی اُجرت پہلے بتائے۔

سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

((ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نهی عن استئجار الأجیر حتی یبین له أجره)) [2]

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی مزدور سے مزدوری لینے سے منع فرمایا حتی کہ اس کو اُجرت بتادی جائے۔

واضح رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعیین محنت و اُجرت پر صرف اس لئے زور دیا کہ اس سلسلے میں محنت کشوں پر بہت زیادتی ہوتی ہے کیوں کہ وہ مجبور ہوتے ہیں اور آجر ان کی اس مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نام ایک مکتوب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

((بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔ و لعنة اللہ و ملٰئکته والناس اجمعین علی من ظلم اجیرا اجره)) [3]

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔۔۔ اللہ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اس شخص پر جو مزدور کی مزدوری کے بارے میں اس پر ظلم کرے۔

اُجرت کا تعین صرف معاشی اصول "طلب و رسد کی کمی بیشی" پر نہ کیا جائے بلکہ اُجرت عادلانہ نظام پر رکھی جائے یعنی اتنی اُجرت دی جائے کہ مزدور باعزت زندگی گزار سکے۔

2۔ انجمن سازی کے حق سے محروم کرنا:

لیبر پالیسی 2010ء میں زرعی شعبے کے محنت کشوں کے مفاد کے تحفظ کے لئے بین الاقوامی کمیٹی بنانے کی تجویز پیش کی گئی ہے لیکن مزدوروں کو ٹریڈ یونین کے حق سے محروم کیا گیا ہے جبکہ ٹریڈ یونین کارکنوں کی ایک جمہوری و مستقل تنظیم ہے جو کہ کارکن رضاکارانہ طور پر خود بناتے ہیں اور خود ہی کارکنوں کی فلاح و بہبود اور ملکی پیداوار میں اضافہ کے لئے چلاتے ہیں۔ [4] اسلام کی روح دراصل ظلم کی نفی میں مضمر ہے۔ پورے اسلامی نظام میں قدم قدم پر ظلم کے خلاف جدوجہد کی ہدایت کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

1۔ المصنف فی الاحادیث والآثار، حدیث: 21109

2۔ السنن الکبریٰ، امام ابی بکر احمد بن حسین بن علی البیہقیؒ (م 458ھ)، حدیث: 11432

3۔ مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل، ص: 2/ 508

4۔ تعلیمی پراجیکٹ، بنیادی ٹریڈ یونین تعلیم، آل پاکستان فیڈریشن آف لیبر، راولپنڈی، 2002ء، ص: 6

﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ ﴾[1]

ترجمہ: آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پا کر دبا لئے گئے ہیں۔

اس طرح اسلام ایک ایسی اجتماعیت کا خواہاں ہے جس میں ہر ایک فرد دوسرے فرد کا مددگار ہو اور پورے اجماع کی فلاح و بہبود کا خواہاں ہو۔ اسلامی نقطۂ نظر سے مزدور انجمنوں پر نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کا مقصد ہی صرف یہ ہے کہ محروموں کی اشک شوئی کر کے احساسِ محرومیت کو ختم کیا جائے۔ چنانچہ لیبر یونین کے فرائض پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر سی اے قادر رقمطراز ہیں:

"لیبر یونین کی تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو اس کے دو فرائض واضح طور پر ابھرتے ہیں۔ ایک فریضہ فیکٹری کے بعض معاشی اور سماجی حالات کو بدلنا ہوتا ہے مثلاً اُجرتیں بڑھانا، اوقاتِ کار کم کرنا اور کار گزاروں کی فلاح و بہبود کے لئے لڑنا جھگڑنا۔ دوسرا فریضہ انتظامیہ کے اختیارات کو کم کرنا اور اپنے اختیارات کو بڑھانا ہے۔"[2]

اسلام تعاون اور باہمی الفت و یگانگت کا مذہب ہے چنانچہ اس نے اس بنیاد پر محنت کشوں کی انجمن سازی کا ایک انقلابی تصور پیش کیا ہے، جس کے تحت وہ ایک کنبے کی مانند ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہیں۔

3۔ اُجرت میں جنسی تفریق کے امتیاز کے خاتمے پر عملی نفاذ نہ ہونا:

اگرچہ اس پالیسی میں خواتین اور مردوں کی تنخواہوں میں تفریق ختم کرنے کی خوش آئند بات کہی گئی ہے لیکن اس کا کوئی عملی طریقۂ کار یا لائحہ عمل وضع نہیں کیا گیا، جس کی وجہ سے یہ ناقابل عمل ہے۔ ورکنگ وومن آرگنائزیشن کی ترجمان پروین عاشق لکھتی ہیں:

"اگرچہ لیبر پالیسی کا اعلان ایک قابلِ ستائش قدم ہے مگر لیبر پالیسی میں محنت کش خواتین اور خصوصاً زرعی و غیر رسمی شعبے، کمرشل اداروں اور بھٹوں پر کام کرنے والی خواتین کے حقوق کے تحفظ کے

1۔ سورۃ النساء: 4/ 75

2۔ صنعتی معاشریات، سی اے قادر (ڈاکٹر)، ادارہ تالیف و ترجمہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، 1977ء، ص: 62

بارے میں ٹھوس لائحہ عمل وضع نہیں کیا گیا۔ اسی طرح کام کی جگہ پر جنسی ہراساں کرنے کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں کی گئی۔"[1]

4۔ چائلڈ لیبر قوانین پر عملاً نفاذ نہ ہونا:

حکومت پاکستان کی موجودہ لیبر پالیسی میں چائلڈ لیبر کے خاتمے کے لئے ملازمت کی کم از کم عمر اٹھارہ (18) سال مقرر کی گئی ہے، جبکہ عملی طور پر بچوں کا پاکستان کے ہر ادارے میں ہر طرح کی مزدوری کرنا اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اس پالیسی پر عملاً نفاذ نہیں ہو رہا اور حکومت نے اس کی نگرانی کا کوئی خاص لائحہ عمل بھی وضع نہیں کیا۔ اس سے قبل 1991ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے بچوں کی ملازمت کا جو ایکٹ منظور کیا اس کے تحت عمر کا تعین پندرہ (15) سال برائے مزدوری طے کیا گیا اور ان سے سات (7) گھنٹوں سے زیادہ مزدوری لینا جرم قرار دیا گیا۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ ایسی بہت سی باتیں ہیں جو ہمارے حکمران کرتے ہیں لیکن ان کو عملی شکل دینے کے لئے مؤثر اقدامات نہیں کرتے کیونکہ ان قوانین کے باوجود بچوں کا استحصال ہو رہا ہے جبکہ صنعت کار اور آجر بچوں اور ان کے غریب والدین کی مجبوریوں سے بخوبی آگاہ ہیں اور اس کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔

اسلام بچوں کو نعمتِ خداوندی قرار دیتا ہے اور مقرر حدِ عمر تک وہ والدین اور ریاست کو مقید کرتا ہے کہ ان کے جائز حقوق ادا کئے جائیں اور ان کی تربیت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے۔

5۔ حق ہڑتال و تالہ بندی کا خاتمہ:

محنت کشوں کے پاس اپنے حقوق کی بازیابی کے لئے ہڑتال ہی وہ واحد ہتھیار ہے جس کے ذریعے وہ اپنے حقوق منوا سکتے ہیں، جبکہ مغربی مفکرین ہڑتال کے خلاف ہیں اور اس کو غیر اسلامی قرار دیتے ہیں۔ اس لیبر پالیسی میں محنت کشوں کے حقِ ہڑتال و تالہ بندی کو ختم کیا گیا ہے اور خلاف ورزی کرنے والے کو موجب سزا قرار دیا گیا ہے، جبکہ اسلام نے بے زبانوں اور مجبوروں کو نہ صرف حقِ احتجاج دیا بلکہ بے زبانوں کو زبان دی اور زور آوروں سے زبردستی مجبوروں کے حق کو چھین لیا۔

اسلام نے کہا ہے کہ مزدور کو اتنی مزدوری ملنی چاہیئے کہ جس سے اس کی تمام بنیادی ضروریات پوری ہو سکیں تاکہ نہ وہ احتجاج کریں اور نہ ہی ہڑتال کی نوبت پیش آئے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

1۔ خبرنامہ "ورکنگ ویمن آرگنائزیشن" لاہور، پروین عاشق، ستمبر، اکتوبر 2002ء، ص:6

﴿ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (42) وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴾[1]

ترجمہ: اور جو اپنے اوپر ظلم ہو چکنے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں۔ الزام صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق دُنیا میں سرکشی کرتے ہیں، تو ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اگرچہ اسلام حقِ احتجاج عطا کرتا ہے لیکن پھر بھی دوسرے لوگوں کو یہ نصیحت کرتا ہے کہ اگر آجر اور اجیر میں باہمی کشمکش اور جھگڑا ہو جائے تو دونوں جماعتوں میں صلح کرادے۔ رسول کریم ﷺ نے اس شخص کو شہید قرار دیا ہے جو اپنے اوپر کئے جانے والے ظلم کا دفاع کرتے ہوئے مارا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان))[2]

ترجمہ: تم میں سے جو کوئی ظلم ہوتا دیکھے تو اسے اپنی قوتِ بازو سے روک دے، اگر تم ایسا نہ کر سکو تو پھر زبان سے ا کے خلاف جدوجہد کرو اور اگر تم زبان سے بھی اسے نہ روک سکو تو پھر دل سے اسے برا ضرور سمجھو اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلامی حکومت کی ذمہ داری بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((لئن بقیت لیبلغن الراعی بصنعاء نصیبہ من ھذا الفیء))[3]

ترجمہ: اگر میں زندہ رہا تو اس مالِ فئی میں سے (ہر مسلمان حتیٰ کہ) صنعاء (یمن) میں بسنے والے چرواہے کو بھی اس کا حصہ پہنچے گا (یعنی لوگوں کو اپنے حقوق کے لئے سرکاری عمّال کے پیچھے نہیں بھاگنا پڑے گا)۔

الغرض یہ وہ اہم نکات ہیں جو صریح انداز میں عملاً اسلامی تعلیمات سے مکمل غیر ہم آہنگی کا ثبوت پیش کرتے ہیں اور ان ہی بنیادی باتوں کی وجہ سے آجر و اجیر کے درمیان باہمی جھگڑے اور تنازعات پیدا ہوتے ہیں۔

خلاصۃ البحث:

1۔ سورۃ الشوریٰ:42/ 42۔43

2۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر، حدیث:49

3۔ کتاب الخراج، ص:25

☆......پاکستان میں دو ہی بڑے طبقات ہین۔ حکمران طبقہ (Ruiling class) اور عام آدمی (Working class)۔ پاکستانی محنت کشوں کے طبقات میں سرکاری و نیم سرکاری ملازمین، عارضی ملازمین، نجی شعبے سے تعلق رکھنے والے مستقل وعارضی مزدور، ٹھیکے داری نظام کے مزدور، بھٹہ مزدور، زرعی مزدور اور خواتین کارکن شامل ہیں۔

☆......بازار اور تجارت ہماری معیشت کا اہم حصہ اور محنت کش اس کا سب سے سرگرم رکن ہے، اس شعبے میں محنت کے حوالے سے رسول کریم ﷺ نے جو آداب اور جامع ہدایات فرمائی ہیں، ان کو مدّ نظر رکھ کر ہم اپنی دُنیاو آخرت کو بھی سنوار سکتے ہیں اور ہمارے روزمرہ کے مالی اور کاروباری امور عین کارِ ثواب کا درجہ پا سکتے ہیں۔ ہر مسلمان محنت کش کو چاہیئے کہ ہمیشہ بابرکت چیز کا ارادہ کرے اور اس کی تلاش میں رہے۔ بابرکت چیز اگرچہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو، وہ اس زیادہ چیز سے بہتر ہے جس میں برکت نہ ہو۔

☆......دُنیا بھر کے مسلمان مغربی لیبر پالیسیوں سے مایوس اور بے زار ہیں۔ کیونکہ یہ ماڈل غیر اخلاقی مادی افزائشی فلسفہ پر مبنی ہے اور اس کی گہری جڑیں مغربی ثقافتی افکار و نظریات میں پیوست ہیں۔ نیز یہ ماڈل مسلم طرزِ حیات اور تاریخی روایات کے لئے قطعی طور پر اجنبی ہے۔

☆......حکومت پاکستان کی لیبر پالیسی کے اسلامی تعلیمات کے مخالف پہلوؤں میں کم اُجرت کا تعین، جنسی تفریق، انجمن سازی کے حق سے محرومی، حق ہڑتال و تالہ بندی کا خاتمہ اور لیبر قوانین کا عدم نفاذ شامل ہیں۔ جبکہ مماثل پہلوؤں میں محنت کشوں کے حقوق کا اعتراف، سماجی تحفظ کے پروگرام، مشقت اطفال اور جبری محنت کے خاتمے کا اعتراف شامل ہیں۔

باب پنجم: پاکستان میں محنت کشوں کو درپیش مسائل اور اُن کا حل

فصل اوّل: محنت کشوں کو درپیش بنیادی مسائل

فصل دوم: مسائل کے حل کیلئے عملی اقدامات

فصل سوم: عصر حاضر میں بہبود محنت کشاں کی منصوبہ بندی

فصل اوّل: محنت کشوں کو درپیش بنیادی مسائل

وطن عزیز پاکستان کا قیام عظیم قربانیوں سے عمل میں آیا تاکہ فرنگی دور کے غلامانہ، سرمایہ دارانہ اور جاگیر دارانہ نظام سے نجات حاصل کر کے ہم اسلامی مساوات پر مبنی ایک اسلامی فلاحی مملکت کا قیام عمل میں لا سکیں جہاں غربت، جہالت، بے روزگاری اور اُونچ نیچ کا خاتمہ ہو اور محنت کش و مزدور کو "الکاسب حبیب اللہ" کا درجہ حاصل ہو، لیکن ملک میں جاگیر دار، سرمایہ دار اور استحصالی طبقہ کی مضبوط گرفت سے یہ خواب تاحال شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکا۔ علامہ اقبالؒ نے قیام پاکستان سے قبل محنت کشوں کے کرب کو محسوس کرتے ہوئے تصوراتی انداز میں کہا تھا:

تو قادر و عادل ہے مگر تیرے جہاں میں
ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات[1]

مگر تصور اقبالؒ کی بنیاد پر وجود میں آنے والی اس مملکتِ خداداد پاکستان میں بندۂ مزدور کے صبح و شام اسی طرح تلخ ہیں۔ یہ وہی محنت کش ہے جس نے سینتیس (37) کارخانوں کے ملک (جو تقسیم کے وقت حصے میں آئے تھے) کو اڑھائی ہزار فیکٹریوں کا مالک بنایا۔ اس ملک میں سوتی کپڑے کے صرف سترہ (17) کارخانے تھے آج یہاں تین سو اکسٹھ (361) کاٹن فیکٹریاں ہیں۔ پاکستانی محنت کش ہر سال ملک کو تین ہزار دو سو چونسٹھ (3264) ملین ٹن چینی اور آٹھ ہزار پانچ سو اٹھارہ (8518) ملین ٹن سیمنٹ پیدا کر کے دیتے ہیں۔[2]

وہ تمام سہولیات جن پر سے ہمارا حکمران طبقہ، سرمایہ دار، جاگیر دار اور سرکاری مشنری لطف اندوز ہوتی ہے، ان کے پیچھے انہی محنت کشوں کا خون پسینہ ہے۔ یہ لوگ مجموعی طور پر اس ملک میں اٹھانوے فیصد ہیں، جبکہ ان کے محنت اور خون پسینے کی کمائی سے لطف اٹھانے والے صرف دو فیصد ہیں۔ وطن عزیز میں محنت کشوں کو درپیش چند بنیادی مسائل کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

پیشہ ورانہ صحت و سلامتی کے مسائل:

صنعتوں میں حادثات کی کثرت:

1۔ کلیات اقبالؒ، ص214

2 ۔ The Express Tribune, May 1, 2018, Advertising supplement, pg .4

صنعتی اداروں میں مختلف قسم کے حادثات پیش آتے ہیں۔ بعض اوقات انتہائی جان لیوا حادثات میں قیمتی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ کئی محنت کش جسمانی اعضاء سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ان حادثات کے نتیجے میں نہ صرف محنت کشوں کا ذاتی نقصان ہوتا ہے بلکہ ان کے خاندان بھی متاثر ہوتے ہیں اور معاشرے کے سماجی مسائل میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ متاثرہ کارکن کے بچے یتیم اور اس کی بیوی بیوہ ہو جاتی ہے اور یوں ہنستا بستا خاندان تباہ ہو جاتا ہے۔

یوں تو کئی قسم کے حادثات رونما ہوتے ہیں اور کئی قسم کی پیشہ ورانہ بیماریاں مزدوروں کو لاحق ہو جاتی ہیں۔ لیکن زیادہ تر حادثات اور بیماریوں میں ہاتھ یا پاؤں کا کٹ جانا، سانس بند ہو جانا، بجلی کا کرنٹ لگنا، ہڈی ٹوٹ جانا، جل جانا، بے ہوش ہو جانا، جسم میں پانی کی کمی، چکر آنا، ہیٹ سٹروک، جھلس جانا، کمر درد، قے آنا، سانس کی بیماریاں جیسے دمہ اور ٹی بی وغیرہ، الرجی، لیڈ پوائزننگ اور جان سے ہاتھ دھو بیٹھنا وغیرہ شامل ہیں۔ یہ حادثات عارضی اور مستقل دونوں قسم کی معذوری کا سبب بنتے ہیں۔

ابتدائی طبی امداد کی عدم دستیابی:

کسی حادثہ کی صورت میں مریض کو ہسپتال لے جانے سے پہلے دی جانے والی طبی امداد کو ابتدائی طبی امداد کہا جاتا ہے۔ یہ امداد انتہائی اہمیت کی حامل ہوتی ہے، لیکن اکثر صنعتوں میں ابتدائی طبی امداد کا فقدان ہے۔ اور بروقت طبی امداد نہ ملنے کی وجہ سے مریض ہسپتال پہنچتے پہنچتے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ انگریزی کا مقولہ ہے:

"A stich in time saves nine"۔

اگر کوئی فرد علاج میسر نہ ہونے کی وجہ سے لقمۂ اجل ہو جائے تو معاشرہ کے وہ تمام افراد گناہ گار ہوں گے جنہوں نے قدرت کے باوجود اس کی دیکھ بھال نہیں کی، اور یہ ذمہ داری اس شخص پر اتنی ہی زیادہ ہو گی جو اس سے جتنا قریبی تعلق رکھتا ہو گا۔ اس لئے مستاجر جن محنت کشوں سے یا کوئی مالک جن ملازمین سے کام لیتا ہے وہ ان سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے، اس لئے ان کی جملہ ضروریات کی دیکھ بھال ان کے ذمہ ہونی چاہیئے۔

جائے کار میں غیر صحتمندانہ ماحول:

مقامِ کار کے ماحول کو صحت مندانہ (Health Friendly) رکھنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔ کیمیکلز، گرد و غبار اور سخت درجہ حرارت کے ماحول میں بغیر حفاظتی سامان کے کام کرنے پر محنت کش مجبور ہیں جس کی وجہ سے ان کی ایک بڑی تعداد کینسر، ٹی بی اور دیگر موذی امراض کا شکار ہو کر موت کے منہ کی طرف بڑھتی چلی جاتی ہے۔

مسلمان ممالک میں صنعتی حادثات کی شرح زیادہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مسلمان تقدیر کے اٹل فیصلے کی وجہ سے توکل کرتے ہیں اور یہ کہہ کر کہ "اللہ مالک ہے" موت کو سینے سے لگا لیتے ہیں۔ جب کہ یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ کیونکہ فطری تقاضوں اور قدرت کے اصولوں پر چلتے ہوئے تمام حفاظتی اقدامات کرنا انسان کا فرض ہے اور یہی وجہ ہے کہ خودکشی کو اسلام میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ حفاظتی اقدامات کا انتظام آجر کی ذمہ داری ہے۔ حفاظتی تدابیر پر عمل کرتے ہوئے اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو اسے مقدر کا سانحہ سمجھا جانا چاہیئے لیکن احتیاطی تدبیر کو استعمال کیے بغیر کام کرنا اپنی ذات اور اپنے خاندان کے ساتھ ناانصافی ہے۔

سوشل سیکیورٹی ہسپتالوں میں غیر معیاری سہولیات:

سوشل سیکیورٹی کے ملک بھر میں سولہ (16) بڑے ہسپتالوں، ایک سو چھہتر (176) کے قریب ڈسپنسری و میڈیکل سنٹروں، اٹھاسی (88) ایمرجنسی مراکز کے باوجود ملازمین کی ایک کثیر تعداد علاج معالجے کی سہولت سے محروم ہے۔ حکومت کے اپنے اعداد و شمار کے مطابق ملک بھر میں تقریباً چھ ملین محنت کش صنعتوں اور کان کنی سے وابستہ ہیں۔ تعمیرات اور ٹرانسپورٹ سے وابستہ محنت کش پانچ ملین ہیں جبکہ سب سے بڑے صوبے پنجاب میں سوشل سیکیورٹی میں رجسٹرڈ مزدوروں کی تعداد تقریباً سات لاکھ ہے۔[1]

یہ اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ قلیل تعداد میں محنت کشوں کو سوشل سیکیورٹی سے علاج معالجے کی سہولت میسر ہے۔ مگر جن لوگوں کو یہ سہولت میسر ہے وہ علاج کے اس معیار سے مطمئن نہیں ہیں۔

مزدور تحریکوں اور ٹریڈ یونینز کے مسائل:

ٹریڈ یونین پر قدغن:

سرمایہ دار طبقہ ہمیشہ سے ہی ٹریڈ یونینز کے خلاف پروپیگنڈہ کرتا رہتا ہے اور اپنے وسائل کو بروئے کار لا کر عوام کے ذہنوں میں یہ بات بٹھائی جاتی ہے کہ مزدور یونینز گھیراؤ جلاؤ، توڑ پھوڑ، ہنگاموں اور ہڑتالوں کے ذریعے ملکی معیشت کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ اسی طرح ان کے بقول ٹریڈ یونین شرپسندوں اور تخریب کاروں کی منظّم جماعتیں ہوتی ہیں۔ نتیجتاً اکثر محنت کش ان افواہوں کا شکار ہو کر یونینز میں شامل ہونے سے گریز کرتے ہیں۔

1۔ روزنامہ "ایکسپریس" اسلام آباد، یکم مئی 2018ء، ص:5

ملازمین کے حقوق کے لئے آواز اٹھانے والی تنظیموں نے ٹریڈ یونینز کی آواز کو دبانے کے لئے صنعتی تعلقات کے قوانین میں من مانی ترامیم کر کے IRO 2000 کے ذریعے ان کا کردار محدود کر دیا ہے، جس کے ذریعے ملک کے تقریباً 90 فیصد محنت کشوں کو تنظیم سازی کے حق سے محروم کر دیا گیا ہے۔ لیبر کورٹس کے اختیارات محدود کر دیئے گئے ہیں بلکہ سب سے بڑھ کر Unfair Labour Practice یا عدالتی فیصلہ تسلیم نہ کرنے پر پہلے آجر کو قید کی سزا دی جا سکتی تھی، اس آرڈیننس کے ذریعے قید کی سزا کو ختم کر کے آجر کو اجیر پر مزید ظلم روا رکھنے کا پروانہ دے دیا گیا ہے۔

مزدور تحریکوں اور ٹریڈ یونینز کی ناکامی:

عصر حاضر میں نہ صرف پاکستان بلکہ دُنیا بھر کی مزدور تحریکوں کی قیادت اور سیاسی و اقتصادی حلقوں میں یہ امر زیر بحث ہے کہ دُنیا بھر کی مزدور تحریکیں اپنے مطلوبہ مقاصد حاصل نہیں کر سکیں۔ جس کی واضح مثال آمدنیوں کے فرق کا برقرار رہنا، وسائل کی تقسیم کے متبادل نظام کا نہ ہونا اور محنت کشوں کی حقیقی قوتِ خرید میں قابل ذکر اضافہ نہ ہونا ہیں۔ یہ ناکامی صرف ترقی پذیر ممالک ہی میں نہیں بلکہ ترقی یافتہ ممالک کی مزدور تحریکیں بھی اس کی زد میں ہیں۔

مختلف ممالک کے دانشوروں کے نزدیک اس ناکامی کا بنیادی سبب سرمایہ دارانہ نظام ہے جو اپنے تہذیبی اور معاشی نظریات کی بنیاد پر دولت کے ارتکاز کا علمبردار ہے۔ نیز ہماری حکومت کی مختلف پالیسیاں اس رجحان کو تقویت پہنچانے کا باعث بنتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دولت کی فراوانی کے باوجود غربت، معاشی عدم مساوات، آمدنیوں کا فرق اور محرومیاں ایک بہت بڑی آبادی کا مقدر بن کر رہ گئی ہیں۔

مزدور قائدین کے ذاتی مفادات:

پاکستان میں محنت کشوں کے دن بدن بڑھتے مسائل کے اصل ذمہ دار مزدور قائدین اور ان کے ذاتی مفادات ہیں۔ صف اوّل کے ٹریڈ یونین رہنما جو مزدوروں کی نمائندگی کے دعویدار ہیں دراصل مافیا ہے اور یہ ٹریڈ یونین کے نام پر منافع بخش کاروبار جو پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے کرتے ہیں، کبھی ٹریننگ کے نام پر اور کبھی چائلڈ لیبر کے نام پر مختلف پروجیکٹس کے ذریعے اپنا دھندہ جاری رکھتے ہیں، اس میں انٹرنیشنل اداروں ILO، FES یا مختلف NGO,s کے ذریعے اس کھیل کو کھیلا جا رہا ہے۔ ریاض عباس لکھتے ہیں:

> "بڑی بڑی فیڈریشنوں میں جعلی نمائندے اور جعلی یونین موجود ہیں۔ اکثر اداروں میں سو فیصد جعلی یونین بنائی گئی ہیں اور ان کے چارٹر آف ڈیمانڈ بھی موجود ہیں اور ان جعلی یونین کو نامی گرامی ٹریڈ

یونین لیڈر چلا رہے ہیں بلکہ انٹر نیشنل ادارے جو فنڈنگ کرتے ہیں ان کے نمائندوں کو کمپنی مالکان کی ملی بھگت سے جعلی دورے بھی کروائے جاتے ہیں۔"[1]

قوانین محنت کے نفاذ کے مسائل:

قوانین محنت پر عمل درآمد کا فقدان:

محنت کشوں کی فلاح و بہبود کے لئے آسان اور مفید قانون سازی کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے جس کو نبھاتے ہوئے لیبر پالیسیز مرتب کی جاتی ہیں۔ مگر ہمارے لیبر قوانین کتابوں تک محدود ہیں اور ان پر عمل درآمد نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے حکومتی اراکین کی اکثریت کارخانہ دار ہے اور وہ یہ نہیں چاہتے کہ پسے ہوئے طبقات کو اوپر لایا جائے۔ لہٰذا حکومت میں ہونے کی وجہ سے انتظامیہ بھی محنت کشوں کا استحصال کرنے میں آجروں کا ساتھ دیتی ہے، اس طرح قوانین پر عمل درآمد نہیں ہو پاتا۔

محنت کشوں کی اپنے حقوق سے لاعلمی:

ماضی کی طرح حال میں بھی محنت کش و مزدور کو ان کے حقوق سے لاعلم رکھا گیا ہے۔ اکثر اداروں میں حقوق مانگنے کو جرم بنا دیا گیا، قانون سے لاعلمی پر کوئی انتظامیہ سے بحث نہیں کر سکتا جبکہ لیبر قوانین مزدور کو عزت اور اس کی محنت کے نتیجے میں مکمل معاوضہ اور پانچ فی صد کی صورت میں کمپنی کے منافع میں بھی حصہ اور ان کی ملازمت کے تحفظ کی ضمانت بھی دیتے ہیں۔ اسی طرح ان کو یونین سازی اور مہنگائی کی مناسبت سے یونین ڈیمانڈ کی صورت میں تنخواہ میں اضافے کا حق بھی دیتا ہے مگر بدقسمتی سے ان سارے قوانین کی موجودگی میں محنت کش اپنی لاعلمی کی وجہ سے نقصان اٹھا رہا ہے۔ نیز محنت کش طبقہ جس کی اکثریت کم تعلیم یافتہ ہے، اس کے تحفظ کے لیے بنائے گے قوانین انگریزی زبان میں ہیں جن کو وہ پڑھنے اور سمجھنے سے ہی قاصر ہے۔

اگرچہ اس سلسلے میں حکومت پاکستان نے قانون سازی کر رکھی ہے لیکن ان قوانین پر عمل درآمد نہیں ہو رہا۔ جس میں آجر اور اجیر دونوں کی لاپرواہی شامل ہے۔ آجر پیسے دینے کے لئے تیار نہیں ہے اور دوسری جانب محنت کشوں کو بھی اپنے حقوق کا علم نہیں ہے۔ جب محنت کش کی وفات ہو جاتی ہے تو لواحقین اللہ کی مرضی سمجھ کر صبر کر لیتے ہیں۔

1۔ روزنامہ "جسارت" کراچی، اپریل 30، 2018ء، کالم نگار: ریاض عباس، محنت کشوں کے مسائل اور ان کا حل، ص: 5

معذور ہونے کی صورت میں محنت کش کو قوانین کا علم ہی نہیں ہوتا کہ اس کے حقوق کیا ہیں اور کس ادارے سے رجوع کرنا ہے۔

مہنگائی اور افراطِ زر کے مسائل:

منصفانہ اُجرت سے محرومی:

آج محنت کش کا سب سے بڑا مسئلہ منصفانہ اُجرت (تنخواہ) سے محرومی ہے۔ منصفانہ اُجرت سے اتنی تنخواہ مراد ہے جس میں ایک اوسط درجے کے کنبے کی غذا، رہائش، لباس، علاج معالجہ اور تعلیم کی ضروریات پوری ہو سکیں۔ ہمارے یہاں صورتحال یہ ہے کہ سال 2017ء میں حکومت نے کم از کم اُجرت پندرہ ہزار (15000) روپے ماہانہ مقرر کی ہے مگر عملاً صورتحال یہ ہے کہ لوگ آٹھ ہزار (8000) سے دس ہزار (10000) روپے پر بھی کام کرنے کے لئے مجبور ہیں۔ بہت کم اداروں میں کم سے کم اُجرت کے اس قانون پر عمل درآمد ہو رہا ہے، جب کہ ٹھیکے داری نظام، بھٹہ مزدوروں، دکانوں پر کام کرنے والے اور دیہاڑی دار مزدوروں وغیرہ کا تو کوئی پُرسانِ حال ہی نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ متوسط درجے کے سرکاری ملازم اور نجی اداروں میں کام کرنے والوں کی اکثریت بھی دس ہزار سے بارہ ہزار روپے تنخواہ لیتی ہے۔ اس آمدنی میں بھی ضروریاتِ زندگی پوری نہیں کر سکتے کجا کہ اس سے بھی نصف پر گزارا کیا جائے۔

اس صورتحال کا دوسرا خطرناک پہلو یہ ہے کہ جب یہ بنیادی ضروریات پوری نہیں ہوتیں تو پھر خودکشی، چوریاں، جسم فروشی اور بدامنی ہوتی ہے اور معصوم بچے سکول جانے کی بجائے مشقت پر مجبور ہوتے ہیں۔

مہنگائی اور افراطِ زر:

ہمارے حکمران جب کبھی غریبوں کے سلسلے میں لب کشائی کرتے ہیں تو اُن کا ایک محبوب جملہ ہوتا ہے کہ غریبوں کے حالات دیکھ کر ہمارا دل خون کے آنسو روتا ہے اور ہماری حکومت جلد پاکستان سے غربت کا خاتمہ کر کے خوشحالی کا دور دورہ کر دے گی۔ ایسے سبز باغ دکھانے کا سلسلہ ہر حکومت نے جاری رکھا لیکن غربت ختم ہونے کی بجائے روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔

آج صورتحال یہ ہے کہ مختلف قسم کی دالیں سو روپے سے تین سو روپے کلو تک اور سبزیاں ساٹھ روپے سے دو سو روپے فی کلو تک فروخت ہو رہی ہیں جو کہ غریب محنت کش کے لئے ایک عذاب سے کم نہیں۔ پندرہ ہزار روپے ماہانہ کمانے والا مزدور کس طرح اپنے بچوں کی روح اور جسم کا رشتہ قائم رکھے اور انہیں کونسی غذا فراہم کرے کہ وہ اس مملکت خداداد میں اپنے بچوں کی صرف غذائی ضروریات پوری کر سکیں۔

ورکرز ویلفئیر فنڈ کی عدم فراہمی:

ورکرز ویلفئیر فنڈ میں اربوں روپے موجود ہیں لیکن وفاقی ورکرز ویلفئیر فنڈ کی غیر مناسب پالیسیوں کی وجہ سے گزشتہ پانچ سالوں سے پاکستان کے محنت کشوں کی بڑی تعداد جہیز گرانٹ، ڈیتھ گرانٹ، ورکرز کے بچوں کی اسکالر شپ اور دیگر مراعات سے تقریباً محروم ہے۔

نجکاری اور تحفظِ روزگار کے مسائل:

قومی اثاثوں اور اداروں کی نجکاری:

سرمایہ داروں کی خوشحالی اور مزدوروں کی بدحالی کا ایک اور منصوبہ نجکاری ہے۔ پاکستان کے قومی اثاثوں اور وسائل پر ابھی بھی نجکاری کا عفریت منڈلا رہا ہے، اسکی رگوں میں ڈی نیشنلائز کئے گئے پاکستانی بینکوں، سیمنٹ فیکٹریوں، گھی ملوں، روٹی پلانٹ، مِلک پلانٹ، گاڑیاں بنانے والی فیکٹریاں اور ماضی میں سینکڑوں نجکاری شدہ اداروں کے وسائل دوڑ رہے ہیں۔ نجکاری کی پہلی کوشش بے نظیر بھٹو کی سربراہی میں 1988ء میں کی گئی جو بینکنگ سیکٹر کے مزدوروں کی زبردست مزاحمت کے بعد ناکام ہوئی۔ نواز شریف کی پہلی حکومت کے دوران 150 ارب روپے کے خسارے پورے کرنے کے لئے جنرل سعید قادر کی سربراہی میں 68 صنعتی اداروں، 2 بینکوں اور سوئی نادرن گیس کے 10 فیصد شیئرز کو بارہ (12) ارب روپے میں بیچا گیا۔ خسارہ تو کم نہ ہو سکا البتہ انتہائی قیمتی اثاثوں کو گنوا دیا گیا۔ ان میں مسلم کمرشل بینک کی نجکاری بھی تھی جس کے 65 ارب روپے کے اثاثوں کو اپنے فرنٹ مین اور نشاط گروپ کے سربراہ میاں منشا کو محض 87 کروڑ روپے میں دے دیا گیا تھا۔ معاشی تجزیہ نگار قمر الزمان لکھتے ہیں:

> "1977ء سے لے کر 2016ء تک کے اُنتالیس سالوں میں نجکاری کا عمل جاری رہا مگر کسی شعبے میں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ تعلیم اور صحت جیسے بنیادی اور ناگزیر شعبے درحقیقت پاکستان کے نا اہل اور نجی شعبے کے حوالے کئے جا چکے ہیں، جہاں کاروباری سکولوں، کالجز، یونیورسٹیز اور میڈیکل کالجز کی بہتات ہے۔ نجی پریکٹس کرنے والے ڈاکٹرز کی ایک بڑی تعداد کروڑ پتی بن چکی ہے مگر امراض بڑھتے جا رہے ہیں۔ پینے کا پانی صرف پچیس فیصد آبادی تک پینسٹھ سالوں میں پہنچا ہے اور وہ بھی بین الاقوامی معیار کے مطابق نہیں ہے۔"[1]

1۔ قمر الزماں، نجکاری، ماہنامہ الکاسب، مدیر: پروفیسر محمد شفیع ملک، مارچ اپریل 2017ء، ص: 8

رضاکارانہ علیحد گی کی سکیم:

اس اسکیم کا نام تو رضاکارانہ علیحد گی کی سکیم (Voluntary Separation Scheme) ہے مگر اس میں ملازمین کو جبری رخصت پر بھیجنے کے لئے ہراساں کرنے کی پالیسی پر عمل کیا جاتا ہے۔ ایسی سکیمیں مجبور اور بے بس ملازمین کی پیٹھ پر وار کرنے کے مترادف ہیں۔

روزگار کا عدم تحفظ:

اس قدر کم معاوضہ پاکر مشقت اٹھانے پر بھی محنت کش کا روزگار محفوظ نہیں ہے۔ جب صبح محنت کش گھر سے نکلتا ہے تو اس کے سر پر بے روزگاری کی تلوار لٹک رہی ہوتی ہے کہ پتہ نہیں مجھے کام پر لیا جائے گا یا نہیں۔ سڑکوں کے کناروں پر مزدوری کی تلاش میں آکر بیٹھنے والے مزدور کئی دفعہ بغیر کام ملے دن گزار دیتے ہیں۔ پرائیویٹ سیکٹر میں تو ملازمت کا عدم تحفظ تھا ہی اب تو سرکاری اداروں سے نج کاری کے ذریعے لاکھوں لوگوں کو بے روزگار کیا جارہا ہے۔ اپنے ہر شہری کو روزگار بہم پہنچانا حکومتِ وقت کی ذمہ داری ہوتی ہے، مگر یہ ذمہ داری کس طرح ادا کی جارہی ہے۔ اوریا مقبول جان اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "غریب کی روٹی اور سرمایہ دار کی صندوقچی کے درمیان ایک جنگ رہی ہے لیکن اس جنگ میں حکومت وہ واحد ادارہ تھا جو لوگوں کو بھوکا نہیں مرنے دیتا تھا۔ خواہ وہ نوشیروان عادل ہو یا تاریخ کے عظیم حکمران سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ ان کے ہاں معیار ایک ہی تھا کہ جس حکمران کے دور میں تلاشِ رزق کے باوجود لوگوں کو رزق میسر نہ آئے تو ان کی بھوک کی ذمہ دار حکومت ہے، مگر کیا عجب منطق ہے کہ لوگوں کو رزق دینے کا، انہیں بھوک سے بچانے کا، انہیں خودکشی سے روکنے کا ٹھیکہ اب حکومت نہیں لیتی بلکہ سب کچھ نجی شعبے کو کرنا چاہیئے۔ اس نجکاری کے نتیجے میں کتنے ہی لوگ ہیں جو بھیک مانگنے پر مجبور ہیں یا خودکشی کرنے پر مجبور ہیں۔"[1]

نجکاری کے علاوہ سرکاری ملازمین پر سپیشل پاورز آف ریموول فرام سروس آرڈیننس 2000ء کی تلوار لٹکا دی گئی جس کے نتیجے میں عدالتی جوابدہی کے بغیر کسی بھی ملازم کو بغیر وجہ بتائے نوکری سے نکالا جا سکتا ہے اور یہ اختیار اداروں کے اعلیٰ افسران کو دیا گیا ہے، جس کے نتیجے میں سرکاری اداروں کی کیفیت بیگار کیمپوں کی بنتی جارہی ہے۔ جس میں ہر شخص سر نیچا کر کے اپنے روزگار کا تحفظ کرنے کی کوشش میں مگن ہے۔

1۔ اوریا مقبول جان، حرفِ راز، ص:125

بین الاقوامی کمپنیوں میں محنت کشوں کا استحصال:

بعض ممالک کے قانون اور پالیسیوں میں ایسا توازن اور کشش ہوتی ہے جو بین الاقوامی سرمایہ کاری کا موقع فراہم کرتی ہے۔ چونکہ حکومت پاکستان بھی بین الاقوامی سرمایہ کاری کے مواقع بڑھانا چاہتی ہے اس لئے اپنے قانون میں لچک پیدا کر کے ایسی سہولیات اور مراعات کا اعلان کر دیتی ہے جس کے اثرات عام آدمی اور محنت کش و مزدور پر پڑتے ہیں۔ سستے مزدور کی دستیابی کی وجہ سے سرمایہ دار دوسرے ممالک کا رُخ کرتے ہیں اور ملازمت کے مواقع بڑھنے کے ساتھ ساتھ استحصال بھی بڑھ جاتا ہے۔

بعض ممالک میں بین الاقوامی کمپنیاں اس لئے آتی ہیں کہ ان کے قانون میں لچک ہوتی ہے اور اپنے قانون کی پابندیوں میں بچنے کے لئے ان کو دوستانہ ماحول مل جاتا ہے اور غربت کی وجہ سے یہاں محنت کش ان کی شرائط پر کام کرنے کو مل جاتے ہیں۔ اس کی ایک واضح مثال چائنیز کنسٹرکشن کمپنیاں ہیں جو محنت کشوں کو قواعد وضوابط کے مطابق مراعات نہیں دیتیں اور نہ ہی پاکستانی قوانین کا احترام کرتی ہیں۔ پاکستان میں موبائل سروس دینے والی بے شمار کمپنیاں حال ہی میں قائم ہوئیں مگر ان میں آزادیِ اظہار کا حق نہ ہونے کے برابر ہے۔[1]

اسی طرح یورپ سے آنے والی کمپنیاں جو انسانی حقوق کی علمبردار کہلاتی ہیں، انہوں نے مزدور یونین سازی کو محدود کیا ہے اور مزدوروں کا استحصال کرتی ہیں۔ اسی طرح غیر قانونی فیکٹریاں بھی معیارات محنت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مزدور کا استحصال کرتی ہیں۔

باوقار روزگار کا فقدان:

پاکستان کی افرادی قوت چھ کروڑ دس لاکھ افراد پر مشتمل ہے اور یہ دنیا میں نویں نمبر پر ہے۔ تاہم روزگار کے جائزے سے باوقار روزگار کا فقدان ظاہر ہوتا ہے جن میں مندرجہ ذیل شامل ہیں: کم پیداوار اور کم اجرتوں پر مبنی کام، غیر رسمی شعبہ جات کا حاوی ہونا وغیرہ۔ شہری آبادی کا تقریباً 72 فیصد غیر رسمی شعبوں میں ملازم ہے۔ دیہی علاقوں میں زراعت ملازمتوں کا بڑا ذریعہ ہے۔ روزگار کی مختلف اشکال بذات خود باوقار روزگار کے فقدان کو ظاہر کرتی ہیں جو کہ غیر پیداواری اور کم اجرتوں پر مبنی ملازمتوں سے منسلک ہیں۔ اس حوالے سے 2015 کا لیبر سروے ملاحظہ ہو[2]:

نمبر شمار	اہم صنعتوں کی تقسیم	فی صد

1۔ جمہوریت، سول سوسائٹی اور ٹریڈ یونینز، پروڈکشن ٹیم، پاکستان ورکرز فیڈریشن، راولپنڈی، سن ندارد، ص:30

2۔ پاکستان ورکرز فیڈریشن مہم سے متعلق ہدایت نامہ، ص:10

1	زراعت، جنگلات، شکار اور ماہی گیری	42.3
2	چیزیں بنانے والی صنعتیں	15.3
3	تھوک و پرچون تجارت	14.6
4	معاشرتی و انفرادی خدمات	13.2
5	تعمیرات	7.3
6	ذرائع آمد و رفت	5.4
7	دیگر شعبہ جات[1]	1.9

ملازمت پیشہ خواتین کے مسائل:

ملازمت پیشہ خواتین کا استحصال:

پیداواری عمل کا اہم عنصر محنت کش ہیں اور محنت کشوں میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں۔ عالمی ادارہ محنت کی رپورٹ کے مطابق دنیا میں ہر تین گھروں میں سے ایک کی سربراہ عورت ہے۔ دُنیا بھر کے تمام بچوں کی پرورش وہ کر رہی ہے، دُنیا کی آدھی آبادی کے لئے خوراک وہ پیدا کر رہی ہے مگر اس محنت کے باوجود کل آمدن کا صرف دس(10) فیصد معاوضہ پا رہی ہے۔[2]

اسی طرح خواتین کو مردوں کے برابر ادائیگی نہیں کی جاتی، ان سے مقرر وقت سے زیادہ کام لیا جاتا ہے، انہیں روزگار کے برابر مواقع حاصل نہیں ہیں، انہیں مردوں کے برابر علاج معالجے کی سہولیات نہیں دی جارہی ہیں، ترقی کے مساوی مواقع حاصل نہیں ہیں، قرضوں کی مساوی سہولت نہیں دی جاتی، جائے کار پر کچھ دیر ستانے کے لئے کمرہ میسر نہیں ہے، کام کی اکثر جگہوں پر ان کے چھوٹے بچوں کی مناسب دیکھ بھال کا بندوبست نہیں ہے۔ ان کے لئے علیحدہ باتھ روم اور کینٹین وغیرہ کا اہتمام نہیں ہے۔ پہلے غروب آفتاب کے بعد خواتین سے کام لینے پر پابندی تھی اب اسے ختم کر کے اسے دوسری شفٹ میں رات دس بجے تک کام کرنے پر مجبور کر دیا گیا ہے جس سے انہیں گھریلو زندگی کی تباہی کے علاوہ دیگر کئی طرح کی پیچیدگیوں سے بھی دوچار کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح معاشرے میں اور جائے کار پر ان سے غلط اور ناانصافی کا رویہ رکھا جاتا ہے۔

1۔ دیگر میں کان کنی، مالیات، انشورنس، جائیداد کی خرید و فروخت اور تجارتی خدمات کا شعبہ وغیرہ شامل ہیں۔

2۔ خواتین کے مساوی حقوق، پاکستان ورکرز فیڈریشن، راولپنڈی، نومبر 2012ء، ص:8

جنسی خوف وہراس:

بین الاقوامی طور پر خواتین کے حقوق تسلیم کئے جانے کے باوجود خواتین کو جب اپنی مالی حالت کو اچھا کرنے اور غربت کو دور کرنے کے لئے گھر سے باہر نکلنا پڑتا ہے تو ان کے لئے ایک بہت بڑا مسئلہ جنسی خوف وہراس کا ہے۔ کام کی جگہ پر اور ڈیوٹی پر آتے جاتے ان کی عزت و آبرو محفوظ نہیں۔ انہیں اکثر اوقات مردوں کو طرف سے منفی دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر غیر ضروری چھوئے جانے، جملے بازیاں اور بولیاں سننا، اپنی طرف توجہ دلانے کے لئے دعوتیں دینا، ننگی اور عریاں تصاویر دکھانا، جنسی تشدد اور ترقی وغیرہ کا لالچ دینا شامل ہیں۔ اس طرح غیر ارادی طور پر اسے کام سے روک کر نہ صرف ملکی پیداوار میں رکاوٹ بلکہ معاشرتی اور نفسیاتی مسائل بھی پیدا کئے جاتے ہیں۔

ضعیف العمر محنت کشوں کے مسائل:

ای او بی آئی میں رجسٹریشن نہ ہونا:

محنت کشوں کے سماجی تحفظ کی خاطر انہیں ملازمت سے علیحدگی کے بعد پنشن اور دیگر فوائد کی فراہمی کے لئے "ایمپلائیز اولڈ ایج بینیفٹ ایکٹ"(Employees Old Age Benefit Act) کے نام سے ایک قانون بنایا گیا تھا جو 1956ء سے پورے ملک میں نافذ العمل ہے۔ اس قانون کے تحت ایک ادارے کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا نام "ایمپلائیز اولڈ ایج بینیفٹ انسٹی ٹیوشن"(Employees Old Age Benefit Institution) رکھا گیا۔ آجروں کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے اجیروں کی رجسٹریشن ای او بی آئی میں کروالیں، کیونکہ اس میں رجسٹریشن کے بغیر ایک محنت کش کا سماجی تحفظ ناممکن ہے۔ مگر افسوس ناک بات یہ ہے کہ اکثر ادارے اپنے اجیروں کی رجسٹریشن نہیں کرواتے اور اس طرح وہ محنت کش بڑھاپہ پنشن سے محروم ہو جاتے ہیں۔ (1)

دوسری افسوس ناک بات یہ ہے کہ اس وقت اس ادارے نے ملک کے سب سے بڑے اسکینڈل زدہ ادارے کی شکل اختیار کر لی ہے۔ ادارے میں کرپشن عروج پر ہے اور ادارہ رُوبہ زوال ہے۔ ادارے کے سیٹنگ چیئرمین کو ایک ارب روپے سے زیادہ کی کرپشن میں ملوث پایا گیا۔ قانون کی دفعہ 6(2) کے مطابق ادارے کا اصل اختیار حکومت کے پاس ہے لہٰذا اتنی بڑی کرپشن حکومت کے خراب طرزِ حکمرانی کو ظاہر کرتی ہے۔ گزشتہ چالیس برس میں دو مرتبہ ایسی بد

1۔ ماہنامہ "الکاسب"، مدیر: پروفیسر محمد شفیع ملک، نیشنل لیبر فیڈریشن، پاکستان، مارچ اپریل 2018ء، ص: 22

عنوانیاں منظر عام پر آچکی ہیں۔[1] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اٹھارویں ترمیم کے بعد ای او بی آئی کو صوبائی حکومتوں کو منتقل کر دیا گیا ہے جو انتہائی نقصان کا سودا ہے۔

پنشن کے حصول میں پیچیدگیاں:

ہمارے ملک میں اس وقت پنشن یافتہ ملازمین کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ اور ہر ماہ ہزاروں پنشن یافتگان کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہ پنشن نیشنل بینک اور پوسٹ آفس کے ذریعے ادا کی جاتی ہے۔ لیکن پنشن کی ادائیگی کے فرسودہ طریقۂ کار سے پنشن یافتگان کو ماہانہ پنشن کے حصول میں رکاوٹیں حائل ہیں۔ جن میں آئے دن آن لائن سسٹم میں خرابی، عملے کی قلت، پیچیدہ طریقۂ کار، طویل قطاریں اور گھنٹوں انتظار، غرضیکہ ضعیف العمر، معذور اور بیوہ پنشن یافتگان کے لئے اس بینک اور پوسٹ آفس کی خدمات کسی طور بھی تسلی بخش نہیں ہیں۔ یہ عام مشاہدہ ہے کہ بینک اور پوسٹ آفس کے باہر ہر ماہ کی ابتدائی تاریخوں میں علی الصبح پنشن کے حصول کے لئے بوڑھے پنشن یافتگان کا جمِ غفیر جمع ہو جاتا ہے۔ جو طویل انتظار کے بعد تھک ہار کر پنشن کی آس میں زمین پر ہی بیٹھنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

درج بالا سطور میں بیان کردہ بڑے بڑے مسائل کے ساتھ ساتھ محنت کش طبقہ دیگر مسائل سے بھی دوچار ہے جو حسب ذیل ہیں:

- ڈیوٹی پر آنے جانے کے لئے بہت کم ادارے ٹرانسپورٹ فراہم کرتے ہیں۔ زیادہ تر ملازمین دور دراز پرائیویٹ بسوں پر سفر کر کے ڈیوٹی پر پہنچتے ہیں جس پر ان کی قلیل سی تنخواہ میں سے خاصا خرچ اٹھ جاتا ہے۔
- محنت کش کا ایک بڑا مسئلہ عزت نفس سے محرومی ہے۔ اسے حشرات الارض کی طرح سمجھا جاتا ہے۔ گالی گلوچ تو معمول کی بات ہے، بعض اوقات جسمانی سزا بھی دی جاتی ہے۔
- محنت کشوں کی ایک کثیر تعداد رہائشی سہولیات سے محروم ہے۔ چند ادارے محدود پیمانے پر رہائش فراہم کرتے ہیں جس کا معیار تسلی بخش نہیں۔ بعض کارخانوں سے ملحقہ رہائشی کالونیاں طبقاتی امتیاز کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

1۔ ای او بی آئی، وظائف، مسائل اور ان کا حل، ماہنامہ "الکاسب"، مدیر: پروفیسر محمد شفیع ملک، کراچی، جنوری فروری 2017ء، ص:8

- سرکاری اور نجی اداروں میں مستقل ملازمین کی بجائے کنٹریکٹ اور ڈیلی ویجز پر بھرتیاں کی جاتی ہیں۔ تقرر نامہ دیئے بغیر محنت کشوں کو بھرتی کیا جاتا ہے اور بھرتی کے ساتھ ہی سادہ کاغذ پر دستخط کروا کر پہلے دن ہی استعفیٰ لے لیا جاتا ہے۔
- چھٹی کے دن Off day wages دیئے بغیر کام لیا جاتا ہے۔اسی طرح بچوں سے جبری مشقت لی جاتی ہے اور نہایت کم معاوضہ دیا جاتا ہے۔
- لیبر ویلفئیر ڈیپارٹمنٹ، لیبر قوانین کی خلاف ورزی پر نہ صرف خاموش تماشائی بنا رہتا ہے بلکہ آجر کے مفادات کا تحفظ بھی کرتا ہے۔

بانگ درا میں علامہ محمد اقبالؒ اپنی نظم سرمایہ و محنت میں یہ پیغام دیتے ہیں:

بندۂ مزدور کو جا کر مرا پیغام دے
خضر کا پیغام کیا ہے یہ پیامِ کائنات
اے کہ تجھ کو کھا گیا سرمایہ دار حیلہ گر
شاخِ آہو پر رہی صدیوں تلک تیری برات
دستِ دولت آفریں کو مزد یوں ملتی رہی
اہلِ ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکات [1]

1۔ بانگ درا، ص43

فصل دوم: مسائل کے حل کیلئے عملی اقدامات

پاکستان عالمی ادارۂ محنت (ILO) کا ایک اہم رکن ہے جو عالمی سطح پر محنت کشوں کے حقوق کی حفاظت اور ان کے فروغ میں اپنا فعال اور مؤثر کردار ادا کر رہا ہے۔ تاہم پاکستان پر عالمی ادارۂ محنت کے اہم میثاقوں (Conventions) پر عمل درآمد کرنا لازمی ہے۔ اس وقت عالمی ادارہ محنت کے میثاقوں کی تعداد 189 ہے جو محنت کشوں سے متعلق ہیں، جن میں آٹھ (8) بنیادی میثاق انتہائی اہم ہیں۔ جنوبی ایشیاء میں سری لنکا کے بعد پاکستان دوسرا ملک ہے جس نے ان آٹھ میثاقوں کی توثیق کرتے ہوئے ان کی روشنی میں قانون سازی کی ہے۔[1] عالمی ادارۂ محنت کا 1988ء کا اعلانیہ برائے بنیادی حقوق، جائے کار کے حقوق، بنیادی لیبر معیارات جن کا تعلق ٹریڈ یونین حقوق، چائلڈ لیبر، جبری مشقت، مساوات اور امتیازی سلوک کے خاتمہ سے ہے اور جو عالمگیریت کے فوائد کی منصفانہ تقسیم کے مواقع کی فراہمی کو یقینی بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، پاکستان ان سب کو تسلیم کرتا ہے۔

ذیل میں پاکستانی محنت کشوں کے مسائل و مشکلات کے حل کے لئے چند عملی اقدامات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

پیشہ ورانہ صحت و سلامتی کے مسائل کا حل:

ابتدائی طبی امداد کو یقینی بنانا:

بہت سے حادثات ایسے ہوتے ہیں کہ جن میں ابتدائی طبّی امداد نہ دی جائے تو موت کا سبب بن جاتے ہیں۔ مثلاً چوٹ، خراشیں، آنکھوں کا زخمی ہونا، جلنا، زہریلے اثرات، بجلی کا جھٹکا وغیرہ۔ لہٰذا ہنگامی حالات سے نمٹنے کے لئے فرسٹ ایڈ بکس میں ابتدائی امداد کا سامان موجود ہونا چاہیئے اور ان کو استعمال کرنے کے لئے وہاں پر تربیت یافتہ اور ذمہ دار شخص موجود ہونا چاہیئے۔ ادویات کی فہرست آویزاں ہونی چاہیئے اور اس بات کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیئے کہ کوئی کارکن زائد المیعاد دوائی کا استعمال نہ کرے ورنہ چوٹ سے زیادہ اس دوائی کے استعمال کرنے سے نقصان ہو سکتا ہے۔ سیفٹی کمیٹی کی ذمہ داری ہے کہ وہ فرسٹ ایڈ بکس کو انسپکشن کا حصہ بنائے۔

مقامِ کار میں سہولیات کی فراہمی:

انٹر نیشنل لیبر آرگنائزیشن کے اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ بڑے پیمانے پر اموات کے ساتھ ساتھ دُنیا بھر میں مقامِ کار (Work Place) پر ہر پندرہ (15) سیکنڈز میں تقریباً ڈیڑھ سو (150) محنت کش مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتے

1۔ بلدیاتی ادارے اور لیبر قوانین، محمد اسحاق (ڈاکٹر)، پاکستان ورکرز فیڈریشن، راولپنڈی، سن ندارد، ص:15

ہیں۔ نیز غیر حفاظتی ماحول مہیا کئے جانے کے باعث ہر پندرہ(15) سیکنڈز بعد ایک محنت کش اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔[1] زیادہ تر محنت کشوں کی ملازمت مستقل نہ ہونے کی وجہ سے ان کے پاس سیفٹی و ہیلتھ انشورنس کارڈ بھی موجود نہیں ہوتے اور نہ ہی مقامِ کار پر صاف ستھرا ماحول مہیا کیا جاتا ہے۔ مقامِ کار پر مندرجہ ذیل سہولیات کی فراہمی محنت کشوں کا بنیادی حق ہے:

۱۔ کام والی جگہ کا صاف ہونا اور وہاں شور کا نہ ہونا۔

۲۔ گرد و غبار سے بچاؤ کا انتظام۔

۳۔ روشنی کا مناسب انتظام۔

۴۔ پینے کے پانی کی فراہمی۔

۵۔ ڈسپنسری کی سہولت۔

۶۔ بیت الخلاء کا انتظام۔

۷۔ خطرناک مشینری پر کام کرتے ہوئے حفاظتی اقدامات کا انتظام۔

۸۔ آگ کی صورت میں پیشگی تدابیر کی دستیابی۔

حادثات سے بچنے کے لئے تربیت کا انتظام:

محنت کش کے لواحقین کے لئے اس کی زندگی بڑی قیمتی ہوتی ہے۔ حکومت کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ مزدور کی زندگی کی حفاظت کرے۔ اس مقصد کے لئے ان کو صحت و سلامتی سے متعلق تربیت فراہم کرے اور صحت و سلامتی کے جتنے بھی قوانین موجود ہیں ان کو بہتر بنا کر ان پر عمل درآمد کو یقینی بنائے تاکہ جائے کار پر حادثات کی روک تھام ہو اور محنت کشوں کی زندگی کا تحفظ ہو سکے۔

جاں بحق یا معذور ہونے والے محنت کشوں کو معاوضہ دلوانا:

اگرچہ اس سلسلے میں حکومت پاکستان نے قانون سازی کر رکھی ہے لیکن ان قوانین پر عمل درآمد نہیں ہو رہا۔ جس مین آجر اور اجیر دونوں کی لاپرواہی شامل ہے۔ آجر پیسے دینے کے لئے تیار نہیں ہے اور دوسری جانب محنت کشوں کو بھی اپنے حقوق کا علم نہیں ہے۔ جب محنت کش کی وفات ہو جاتی ہے تو لواحقین اللہ کی مرضی سمجھ کر صبر کر لیتے ہیں۔ معذور ہونے کی صورت میں محنت کش کو قوانین کا علم ہی نہیں ہوتا کہ اس کے حقوق کیا ہیں اور کس ادارے سے رجوع

۱۔ www.ilo.org/global/topics/safety-and-health-at-work, 02 August 2021 at 07:48 AM

کرنا ہے۔ لہٰذا حکومت کی ذمہ داری ہے کہ متعلقہ اداروں کے ذریعے اس بات کی خبر رکھیں کہ کس ادارے میں محنت کشوں کا کیا حال ہے۔

محنت ومزدوری بقدر استطاعت:

محنت کش کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اُس سے بقدر استطاعت کام لیا جائے اور اُس کی مقدرت سے زیادہ کام کی ذمہ داری اُس پر نہ ڈالی جائے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((ولا یکلّف من العمل الا ما یطیق)) [1]

ترجمہ: اور کام لینے میں اسے اتنی تکلیف نہ دی جائے جو کہ وہ برداشت نہ کرسکے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ولا یکلّفہ من العمل ما یغلبہ)) [2]

ترجمہ: اور اسے اس کام کی تکلیف نہ دو جو اس سے نہ ہو سکے۔

آپ ﷺ نے سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو خادموں کے حقوق کے متعلق نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

((ولا یکلفہ من العمل ما یغلبہ فان کلفہ ما یغلبہ فلیعنہ علیہ)) [3]

ترجمہ: اور اسے ایسا کام کرنے کے لئے نہ کہے جو اس کے بس میں نہ ہو۔ اگر اسے کوئی ایسا کام کرنے کے لئے کہنا ہی پڑے تو اس کام میں اس کی مدد کرے۔

سیدنا عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ما خففت عن خادمک من عملہ کان لک أجرا فی موازینک)) [4]

ترجمہ: تم اپنے خادم کی ذمہ داریوں میں جتنی تخفیف کرو گے، اس کے بدلہ میں اتنا ہی تمہارے نامۂ اعمال کے پلڑے میں اس کا اجر ہو گا۔

امام مالک بن انسؒ نے ایک روایت نقل کی ہے:

1۔ المسند، امام ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم نیشاپوریؒ (م316ھ)، حدیث: 6073

2۔ الترغیب والترھیب، حدیث: 3445

3۔ صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما ینھی من السباب واللعن، حدیث: 6050

4۔ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، حدیث: 1204

"سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہر ہفتہ کے روز عَوَالی (مدینہ منورہ کے باہر بستی) میں جاتے اور اگر کسی غلام کو دیکھتے کہ اُس سے مقدرت سے زائد کام لیا جارہا ہے، تو زائد کام لینے سے روک دیتے تھے۔"[1]

کینٹین اور آرام گاہ کا معقول بندوبست:

محنت کشوں کی صحت و توانائی بحال رکھنے کے لئے آجر کی طرف سے محنت کشوں کے قیام و طعام اور آرام کے انتظام کو اسلام بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ ملازم کو کھلانا پلانا اپنے اہل و عیال کو کھلانے اور ان پر خرچ کرنے کے برابر ہے۔ سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

((ما أطعمت نفسک فهو صدقة وما أطعمت ولدک وزوجتک وخادمک فهو صدقة))

[2]

ترجمہ: جو تو نے خود کھایا وہ صدقہ ہے اور جو تو نے اپنی اولاد، بیوی اور خادم کو کھلایا وہ بھی صدقہ ہے۔

سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ سیدنا صفوان بن اُمیہ رضی اللہ عنہ ایک بڑا پیالہ لے کر آئے جسے چند آدمی ایک چادر میں اُٹھائے ہوئے تھے، انہوں نے اس پیالے کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مسکین اور اپنے گرد موجود لوگوں کے غلاموں کو بلایا، انہوں نے آپ کے ساتھ کھایا، پھر آپ نے فرمایا:

((فعل الله بقوم أو قال لحا الله قوما۔ يرغبون عن أرقائهم أن يأكلوا معهم)) [3]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کا برا کرے جو اپنے غلاموں کے ساتھ کھانے سے گریز کرتے ہیں۔

قوانین محنت کے نفاذ کے مسائل کا حل:

قوانین محنت پر عمل درآمد کو یقینی بنانا:

محنت کشوں کی فلاح و بہبود کے لئے آسان اور مفید قانون سازی کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے جس کو نبھاتے ہوئے لیبر پالیسیز مرتب کی جاتی ہیں۔ مگر ہمارے لیبر قوانین کتابوں تک محدود ہیں اور ان پر عمل درآمد نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے حکومتی اراکین کی اکثریت کارخانہ دار ہے اور وہ یہ نہیں چاہتے کہ پسے ہوئے طبقات کو

1۔ الموطا، ص:2/ 980

2۔ المعجم الکبیر، حدیث:268

3۔ الأدب المفرد، حدیث:201

اوپر لایا جائے۔ لہٰذا حکومت میں ہونے کی وجہ سے انتظامیہ بھی محنت کشوں کا استحصال کرنے میں آجروں کا ساتھ دیتی ہے، اس طرح قوانین پر عمل درآمد نہیں ہو پاتا۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ قوانین پر عمل درآمد نہ کرنے والوں کے خلاف کاروائی عمل میں لائے۔

یوم خندق بطور یوم مزدور:

دُنیا بھر کی دیکھا دیکھی پاکستان میں بھی ہر سال یکم مئی یوم محنت اور یوم مزدور کے عنوان سے منایا جاتا ہے۔ اس دن مزدور یونین جلسوں، جلوسوں اور ریلیوں کا اہتمام کرتی ہیں، مزدور قائدین تقاریر کرتے ہیں اور مزدور انجمنیں رنگارنگ تقاریب کا اہتمام کرتی ہیں۔ سرکاری سطح پر بھی یہ رسم ادا ہوتی ہیں اور وزیر محنت اور دیگر حکومتی اراکین کے بیانات اور تصاویر اخبارات کی زینت بنتے ہیں مگر عملی صورتحال کسی سے مخفی نہیں کہ عالم انسانیت کا سب سے زیادہ کمزور اور پسا ہوا طبقہ یہی مزدور ہے۔

اگر مزدوروں کا قومی دن منانا ہی ہے تو اس کے لئے 8 ذیقعد کو "یوم خندق" کا انتخاب زیادہ مناسب ہے کہ جس دن رسول اللہ ﷺ نے ایک حکمران ہونے کے باوجود ایک عام آدمی کی طرح مزدوری کی تھی۔ "یوم خندق" کی اصطلاح اصلاً غزوۂ خندق سے مستعار ہے جو 5 ہجری کو پیش آیا۔ "یوم خندق" ایک علامتی انتخاب ہو گا کہ اصل چیز وہ اسلامی معاشرہ ہے جو کو بچانے کے لئے یہ جنگ لڑی گئی۔

یوم خندق کو یوم مزدور منانا یعنی رسول کریم ﷺ کے طرز حکمرانی کے احیاء کا مطالبہ کرنا جس کا ایک بنیادی اصول "سید القوم خادمھم" ہے۔ یہی اصول آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے طرز حکمرانی کی بنیاد بنا رہا اور بعد کے ادوار میں جب ان راہنما اصولوں سے انحراف کیا گیا تو ملوکیت اہلِ اسلام کا مقدر بن گئی اور اسلام کے نام پر مسلمانوں کا استحصالی معاشرہ وجود میں آ گیا۔

جب ایسی عوام دوست حکومت قائم ہو گی اور جب ایسا معاشرہ قائم ہو گا تب ہی عام لوگوں کے لئے وسائل میسر آئیں گے، محنت کشوں کے مسائل حل ہوں گے، بے چینیوں کا مستقل اور مستحکم حل نکلے گا۔ اس لئے کہ مسائل اور بے چینیوں کے اسباب کارخانوں اور دفاتر میں نہیں پورے معاشرے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ عدل و انصاف پرور معاشرے کے اندر کام کرنے والے کارخانے اور تجارتی ادارے ہی محنت کشوں کے سکون اور اطمینان کے گہوارے بن سکتے ہیں۔

پاکستان ورکرز فیڈریشن کو فعال بنانا:

پاکستان میں ٹریڈ یونینز کی کثیر تعداد کے باعث کارکنوں کے حالات کار اور صنعتی تعلقات پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں جن کا حتمی نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستان کے محنت کش مرد و خواتین کو درپیش چیلنجوں کا مؤثر مقابلہ، مضبوط شفاف کردار کے بغیر نہیں کیا جا سکتا لہٰذا پاکستان کی قومی سطح کی تین بڑی فیڈریشنوں جن میں پاکستان نیشنل فیڈریشن آف ٹریڈ یونینز (PNFTU)، آل پاکستان فیڈریشن آف ٹریڈ یونینز(APFTU) اور آل پاکستان فیڈریشن آف لیبر (APFOL) نے ابتدائی طور پر پاکستان ورکرز فیڈریشن (PWF) کی بنیاد ڈالی تاکہ ایک وسیع اتحاد کے ذریعے کارکنوں کے حقوق کے فروغ اور ان کے دفاع کے لئے مل کر کام کیا جا سکے۔ پاکستان ورکرز فیڈریشن ایک آئین کے تحت اپنے تمام فرائض سر انجام دیتی ہے۔ دوسرے اقدام کے طور پر دیگر تمام یونینز کو بھی پاکستان ورکرز فیڈریشن میں شمولیت اختیار کرنی چاہیئے تاکہ تمام پاکستانی محنت کش و مزدور کی ایک متحد آواز قائم ہو سکے۔

قومی کمیشن برائے صنعتی تعلقات کی اصلاح:

قومی کمیشن برائے صنعتی تعلقات (NIRC) ایک اہم ادارہ ہے جو محنت کشوں کے مسائل پر اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ یہ ادارہ اس مقصد کے لئے قائم کیا گیا تھا کہ ملک میں ٹریڈ یونین سرگرمیوں کو فروغ دے گا لیکن یہ ادارہ اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے میں ناکام ہو گیا۔ اس کے اکثر ممبران خراب شہرت کے حامل ہیں۔ قانون کے مطابق ریفرنڈم کے انعقاد، اپنی نگرانی میں الیکشن کروانا اور یونین کی رجسٹریشن کے لئے تاخیری حربے استعمال کئے جاتے ہیں۔ ایک یقنین اور ایک عام ورکر کو ریفرنڈم، رجسٹریشن، مقدمات داخل کرنے، فیصلوں کی کاپی لینے اور نوٹس جاری کرنے کے لئے بھی پیسے دینے پڑتے ہیں جو کہ تکلیف دہ عمل ہے۔ کئی کئی سالوں سے مقدمات زیر سماعت ہیں جس سے مایوسی پھیل رہی ہے۔ ادارے کے چیئرمین کو چاہیئے کہ ہنگامی بنیادوں پر کانفرنس طلب کریں اور ملک کی معروف لیبر فیڈریشنوں سے مشاورت کے بعد اس کی بہتری کے لئے اقدامات کریں۔

محنت کشوں کے سماجی تحفظ کے مسائل کا حل:

سماجی تحفظ کے لئے اداروں کا قیام:

سماجی تحفظ کے لئے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ محنت کشوں کے حالات اور ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے قانون سازی کے ذریعے اداروں کا قیام عمل میں لائے۔ حکومت ان اداروں کو بہتر انفراسٹرکچر فراہم کرے جو کہ بنیادی ضروریات سے مزین اور جدید تقاضوں کے مطابق ہو۔ ان میں محنت کشوں کو تمام سہولیات مہیا ہوں۔

مزدور یونینز کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ممبران کو سماجی تحفظ کے اداروں کی ساخت، ان کی کارکردگی، ذمہ داریوں اور مراعات کے حصول کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کرے اور ان کو قوانین سمجھائے۔ جن اداروں کے تحت مراعات محنت کشوں کو دیئے جاتے ہیں ان سے ان کو مکمل آگاہی فراہم کریں۔

سماجی تحفظ کے ذریعے حکومت غریبوں اور محنت کشوں کو نقدر قم کی صورت میں یارعایتی قیمتوں پر غذائی سامان یا دیگر اشیاء فراہم کرتی ہے۔ مزید صنعتی و تجارتی محنت کشوں کو دورانِ ملازمت علاج معالجہ، بچوں کی تعلیم، رہائش، بچیوں کی شادی، معذوری کی صورت میں مدد اور ریٹائرمنٹ کے بعد تحفظ فراہم کرتی ہے۔ پاکستان میں سماجی تحفظ کے لئے مندرجہ ذیل ادارے قائم کئے گئے ہیں:

1۔ سوشل سیکیورٹی

2۔ ای اوبی آئی (Employees Old Age Benefit Institution)

3۔ ورکرز ویلفئیر فنڈ

4۔ قانون معاوضۂ کارکنان (Workman Compensation)

5۔ ورکرز ویلفئیر بورڈ

6۔ ورکرز چلڈرن ایجوکیشن سکیم

مندرجہ بالا ادارے ان محنت کشوں کے لئے ہیں جو کسی نہ کسی ادارے میں ملازمت کرتے ہیں لیکن پاکستان کا ایک بڑا طبقہ ان اداروں کی امداد سے محروم ہے لہٰذا ان کی براہ راست مدد کے لئے درج ذیل ادارے قائم کئے گئے تھے جو کسی حد تک سرگرم عمل ہیں:

1۔ پاکستان بیت المال

2۔ زکوٰۃ کمیٹیاں

3۔ بینظیر انکم سپورٹ پروگرام

4۔ پنجاب فوڈ سپورٹ سکیم

ضرورت اس امر کی ہے کہ سماجی تحفظ کے ان ادروں کی کارکردگی کو مزید بہتر بنایا جائے تاکہ ان سے استفادہ کر کے محنت کش خاندان بہت سے فوائد حاصل کر سکیں، جن میں ہنر مند پیشے کا حصول، بہتر روزگار کے حصول میں مدد،

غربت کی کمی، معیار زندگی کی بہتری، بنیادی حقوق کے بارے میں آگاہی اور ان کے حصول میں آسانی، ملنے والی مراعات سے استفادہ اور سماجی ناانصافی میں کمی وغیرہ شامل ہیں۔

مزدور تحریکوں کے مسائل کا حل:

مزدور یونین بنانے کی آزادی:

یہ بھی محنت کشوں کا حق ہے کہ وہ اپنی یونین بنائیں جو اُن کی اجتماعی فلاح و بہبود، اُن کے جائز مطالبات کو منوانے، جملہ فطری حقوق کے حصول، معاشی و معاشرتی خوشحالی، بہتر مستقبل اور بنیادی ضروریات کی فراہمی کے لئے کوشاں ہو۔ کیونکہ اسلام کی عظیم تعلیمات میں امداد باہمی اور تعاون بھی شامل ہیں۔ یہ اصول آپس میں محبت و الفت اور یگانگت کا علمبر دار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (1)

ترجمہ: اور نیکی اور پرہیزگاری (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

اس آیت کریمہ کے تحت ایک دوسرے کا فائدہ اور بھلائی سوچنے اور اس سلسلے میں عملی اقدامات کرنے کا سبق ملتا ہے۔ اس طرح کے اقدامات میں انجمن سازی (Unionism) کا تصور بھی ملتا ہے۔ یعنی مشترکہ بھلائی اور مفاد کے سلسلے میں نہ صرف انفرادی طور پر بلکہ اجتماعی انداز میں بھی عامۃ الناس کے لئے کام کیا جائے۔ چنانچہ معاشی میدان میں تجارتی انجمنیں (Trade Unions) بنائی جاسکتی ہیں۔ اسلام ایسی انجمنیں بنانے کی نہ صرف اجازت بلکہ ترغیب بھی دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((تری المؤمنین في تراحمهم وتوايدهم وتعاطفهم كمثل الجسد اذا اشتكى عضوا تداعى له سائر جسده بالسهر والحمى)) (2)

ترجمہ: تم مومنوں کو ان کے آپس میں رحم کرنے، آپس میں محبت کرنے اور آپس میں لطف و احسان کرنے میں ایک جسم کی مانند دیکھو گے جس کے کسی ایک عضو کو جب کبھی تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بیداری اور تکلیف میں اس کا شریک ہو جاتا ہے۔

1۔ سورۃ المائدۃ: 5 / 2

2۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تراحم المومنین وتعاطفهم وتعاضدهم، حدیث: 2586

مزدور تحریک کے ذمہ داران اور کارکنان کی تربیت:

مزدور تحریکوں اور ٹریڈ یونینز کے ذمہ داران اور کارکنان کی تربیت کا مقصد یہ ہے کہ وہ کام کرتے وقت لیبر قوانین سے آگاہی کے ساتھ ساتھ دینی، سماجی، معاشرتی اور سیاسی سطح پر پوری طرح سے ہم آہنگ ہوں اور جس فورم پر بھی انہیں موقع ملے اپنے کردار، گفتار اور اخلاق سے تمام افراد کو متاثر کرنے کی صلاحیت کے حامل بن سکیں۔ اس مقصد کے لئے مرکزی اور صوبائی تربیت گاہیں قائم کی جائیں۔

مزدور قائدین کے انتخاب کا معیار:

مزدور قائدین کے انتخاب کے حوالے سے اگر مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھا جائے تو مزدور و محنت کش کے مسائل ومشکلات کے خاتمے کو یقینی بنایا جاسکتا ہے:

- تعلیم یافتہ، بالغ النظر، باشعور اور ادراک و آگہی رکھنے والا ہو۔
- تجربہ کار ہو، سیکھنے، جاننے اور دوسروں کو اپنے تجربات سے مستفید کرنے، تربیت کرنے اور سکھانے کی شدید خواہش رکھتا ہو۔
- تحمل مزاجی، گہری سوچ، فکر، درد دل اور دوررس نگاہ کا حامل ہو۔
- بڑوں کی عزت، چھوٹوں سے شفقت اور اپنے ساتھیوں سے محبت اور ان کا احترام۔
- اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر چلنے اور مختلف معاملات پر مشاورت کرنے کی خواہش۔
- وقت کی پابندی اور اپنے فرائض سے لگن، خلوص اور دوسروں کے لئے جذبۂ قربانی۔
- ایمانداری، سچائی، صلح پسندی اور مشکلات کو مسکرا کر جھیلنے کا حوصلہ۔
- ہر قسم کے حالات میں اپنے فرائض خوش اسلوبی سے ادا کرنے کی قدرت۔
- موجودہ سرمایہ داری، جاگیرداری و طبقاتی، معاشی و سماجی نظام کے خلاف محنت کشوں کو متحد کر کے ان کے سماجی و اقتصادی اور ٹریڈ یونین حقوق کی بازیابی کی جدوجہد تیز کرنے کی لگن۔
- دین داری کو مقصد حیات سمجھتا ہو اور اپنی زندگی کو اسلامی اصولوں کا پابند بنائے۔

مزدور تحریک کو صحافت کی ترجیحات میں شامل کرنا:

میڈیا دور حاضر کا ایک اہم ہتھیار ہے۔ اس کے بنیادی مقاصد میں عوام کو ہر طرح کی معلومات بہم پہنچانا، تشہیر اور تفریح شامل ہیں۔ اس کے لئے الیکٹرونک میڈیا، پرنٹ میڈیا اور سوشل میڈیا سبھی اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ میڈیا

معاشرے کے رجحانات اور رائے کے تشکیل دینے میں اہم کردار ادا کرتا ہے لیکن پاکستان میں اس کا کردار مزدور کے حوالے سے مایوس کن نظر آتا ہے۔

عصر حاضر میں ہمارے ملک میں 424 روزنامے، 781 ہفت روزہ، 107 پندرہ روزہ، 355 ماہنامے ہیں جن میں ایک مزدوروں کا ہے۔ ملک میں 124 چینل ہیں، 36 جنرل نیوز چینل اور 17 علاقائی خبروں کے چینل جو چوبیس گھنٹے نشریات کرتے ہیں، 4 ایجوکیشن کے چینل، 3 سٹی چینل، 7 مذہبی چینل، 11 میوزک چینل اور ایک رئیل اسٹیٹ کا چینل ہے۔ مگر لیبر کلاس کا کوئی چینل نہیں ہے۔ صرف یوم مئی پر مزدوروں کو ایک بار روایتی طور پر یاد کیا جاتا ہے۔

مزدور کسی طور صحافت کی ترجیحات میں شامل نہیں ہیں۔ صرف یوم مئی ہی وہ واحد دن ہے جس دن میڈیا اور اخبارات کو مزدور کی یاد آتی ہے لیکن اس دن بھی مزدور کے حوالے سے کوئی سنجیدہ مباحثہ، مضمون، مذاکرہ یا پروگرام شاذونادر ہی دیکھنے میں آتا ہے۔

حکومت کی ذمہ داری ہے کہ پرائیویٹ اور سرکاری میڈیا کے مندرجات اور ایجنڈا میں انسانی ترقی اور سماجی بہبود کے موضوعات کو بھی اتنی ہی اہمیت دی جائے جتنی دوسرے موضوعات کو دی جاتی ہے اور حکومت ایسی میڈیا پالیسی مرتب کرے جو میڈیا کو اس بات کا پابند کرے کہ وہ پبلک براڈکاسٹنگ کو اپنے مندرجات اور ایجنڈے کا مستقل حصہ بنائیں تاکہ میڈیا کی موجودہ ترقی انسانی ترقی اور بہبود کا بھی باعث بنے۔

زوال پذیر مزدور تحریکوں کے لئے لائحہ عمل کا تعیّن:

مزدور تحریکوں کے قائدین کو چاہیئے کہ وہ ملک میں محنت کشوں کے چارٹر اور منشور کے حوالے سے نظر ثانی کریں اور اپنے اندر یکسوئی پیدا کرتے ہوئے اسلام کے نظام عدل کو قائم کرنے کے لئے منظم جدوجہد کریں۔ اس مقصد کے لئے محنت کشوں کی تعلیم و تربیت، تمام یونینز کے درمیان اتحاد فورم کا قیام اور ایسی سیاسی جماعتوں کا ساتھ دینا جو اس نظام کو قائم کر سکتی ہوں۔

اہل پاکستان کے لئے ایک متبادل راستہ ہمیشہ موجود رہا ہے۔ اگر ملک کی مزدور برادری ٹریڈ یونین تحریک کی قیادت میں اس راستے کو اختیار کرنے کا فیصلہ کرے تو بلاشبہ آج بھی یہاں کے محنت کشوں کی قسمت بدل سکتی ہے۔ یہ وہی راستہ ہے جس کی طرف قائد اعظمؒ نے واضح راہنمائی فرمائی تھی۔ انہوں نے 1948ء میں اسٹیٹ بینک میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"میں نہایت توجہ اور دلچسپی کے ساتھ آپ کے تحقیقاتی ادارے کے اس کام پر نگاہ رکھوں گا جو اسلام کے معاشی اور سماجی مقاصد کی مطابقت میں بینکنگ کے عملی کام کے حوالے سے کیا جائے گا۔ مغرب کے معاشی نظام نے انسانیت کے لئے ایسے لاینحل مسائل پیدا کر دیئے ہیں کہ ہم یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ شاید کوئی معجزہ ہی دُنیا کو پیش آمدہ تباہی سے بچا سکے۔ وہ انسان اور انسان کے درمیان عدل قائم کرنے اور بین الاقوامی سطح پر انتشار ختم کرنے میں ناکام ہو چکا ہے۔ مغربی دُنیا اپنی تمام تر صنعتی کارکردگی اور مشینی پیش رفت کے باوجود تاریخی طور پر سب سے زیادہ خراب صورتحال سے دوچار ہے۔ مغرب جن معاشی نظریات اور پروگرامز پر گامزن ہے، وہ خلقِ خدا کو اطمینان اور سکون فراہم کرنے میں ہماری کوئی مدد اور راہنمائی نہیں کر سکتا۔ ہمیں اپنا کام اپنے ہی انداز میں کرنا ہے اور دُنیا کے سامنے اس معاشی نظام کو پیش کرنا ہے جو انسانی مساوات اور سماجی انصاف کے صحیح اور سچے اسلامی اصولوں اور تصورات پر مبنی ہو۔ اسی طرح ہم بحیثیت مسلمان اپنے کام کا حق ادا کر سکیں گے اور پوری انسانیت کو امن کا پیغام دے سکیں گے جو اسے تباہی سے بچا سکے اور بنی نوع انسان کی فلاح، خوشی اور خوشحالی کو یقینی بنا سکے۔"(1)

عدل و انصاف پر قائم اسی قسم کے نظام کے ذریعے ہی ٹریڈ یونین تحریک اپنا مثبت اور تعمیری کردار ادا کر سکتی ہے اور ملک کی ترقی اور خوشحالی میں عوام اور محنت کشوں کو موثر طور پر شریک کر کے اپنا مشن پورا کر سکتی ہے۔ نیز مزدور یونینز کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے ہی اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کی ایک مثال نیشنل لیبر فیڈریشن ہے جس کے پلیٹ فارم پر چار سو یونینز موجود ہیں۔ جن میں ریلوے، پاکستان اسٹیل، پی آئی اے، شپ یارڈ اور ملک کے دوسرے بڑے اداروں کی یونینز شامل ہیں۔

بیداری مزدور تحریک کا قیام:

ملک کے تمام محنت کشوں کو بیدار اور متحد کئے بغیر تبدیلی نہیں آ سکتی۔ محنت کشوں کی پشتیبانی کے لئے بیداری مزدور تحریک کا آغاز کیا جائے۔

1۔ The Nations Vision, Edited by: Waheed Ahmed, Ph.D,VCanta Quaid-i-Azam Academy, Vol 7, 2003,Pg 428-429

اب محنت کشوں کے سامنے کھلے انداز میں نظام کی تبدیلی کے پروگرام کو رکھنے کی ضرورت ہے تا کہ محنت کشوں کی صفوں سے نئے اور تازہ دم دستے اپنے طبقے کی قیادت کے لئے تیار کئے جا سکیں۔ معاشی مطالبات کے ساتھ ساتھ سیاسی مطالبات دینے کی بھی ضرورت ہے۔ ہر فیکٹری اور ادارے میں آئی ایم ایف، عالمی مالیاتی اداروں، سامراجی عزائم اور منڈی کی معیشت کے حملوں سے مزدوروں کو نہ صرف آگاہ کرنے کی ضرورت ہے بلکہ موجودہ طبقاتی نظام کے خاتمے کی جدوجہد کو ٹریڈ یونینز کے ابتدائی مقاصد کا حصہ بنانا ضروری ہے۔

مزدور تنظیم سازی کے مسائل کا حل:

تنظیم سازی کا حق:

اگرچہ اسلامی تاریخ میں خصوصی طور پر ٹریڈ یونین کا کہیں کوئی ذکر نہیں ملتا لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ اسلام میں تنظیم سازی نہیں ہوئی۔ کیونکہ بہت سے ایسے ادارے قائم ہوئے جو محبت اور بھائی چارے کی فضا قائم کرنے اور محنت کش و مزدور کی مشکلات میں انکی مدد کرتے نظر آتے ہیں۔ پاکستان ورکرز فیڈریشن کے تجزیہ نگار محمد فاضل لکھتے ہیں:

"اگر ہم بین الاقوامی سطح پر مزدور تنظیموں کا جائزہ لیں تو یہ ہمیں بہت مضبوط دکھائی دیتی ہیں۔ یہ تنظیمیں بڑے بڑے بینکوں کی مالک ہیں اور سیاست میں ان کا بے انتہا عمل دخل ہے۔ اگر ہم سنگاپور کو لے لیں تو وہاں کا پورے کا پورا نظام ہی مزدور تنظیموں کا مرہونِ منت ہے۔ اس کے برعکس اگر ہم اسلامی دُنیا پر نظر دوڑائیں تو ہمیں ایک بھی ایسا ملک نظر نہیں آئے گا جہاں ہم یہ کہہ سکیں کہ یہاں کی مزدور تنظیم مغرب کی مزدور تنظیموں کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ خاص طور پر عرب ممالک میں تو مزدور تنظیمیں گویا اسلام دشمن تصور کی جاتی ہیں۔"[1]

دراصل ٹریڈ یونین کا مقصد اپنے کارکنان کے حالات زندگی کو بہتر بنانا ہوتا ہے۔ یونین سازی اسلامی اصولوں کے خلاف نہیں۔ بلکہ یہ انسانیت اور انسانوں کے پسے ہوئے طبقات کی خدمت ہے اور بحیثیت مسلمان اسلام ہم کر خدمتِ انسانیت کا جو درس دیتا ہے یہ اس کی بہترین شکل ہے۔

1۔ اسلام اور محنت، یوسف زئی، محمد فاضل ولآخرون، پاکستان ورکرز فیڈریشن، راولپنڈی، سن ندارد، ص:20

ٹریڈیونینز کا قیام:

ٹریڈیونین محنت کشوں کی ایک ایسی جمہوری و مستقل تنظیم ہے جسے محنت کش خود بناتے اور مزدوروں کی فلاح و بہبود اور ملکی پیداوار میں اضافے کے لئے خود ہی چلاتے ہیں۔ ٹریڈیونین کی ضرورت سرمایہ داری نظام میں پیش آتی ہے۔، کیونکہ اس نظام میں وسائلِ معاش سرمایہ داروں اور افسر شاہی کے قبضے میں ہوتے ہیں، ملازم یا مزدور جب ملازمت کرنے آتا ہے تو اپنے بیوی بچوں کو فاقوں سے بچانے کے لئے کم اُجرت اور سخت شرائط کو بھی مجبوراً قبول کرلیتا ہے، لیکن سودی نظام تجارت و معیشت کا لازمی خاصہ یہ ہے کہ مہنگائی بڑھتی جاتی اور کرنسی کی قوّت خرید کم ہوتی جاتی ہے جس کا ایک سبب من جملہ دوسرے اسباب کے یہ ہے کہ اس نظام میں بڑے سے بڑے سرمایہ دار (الاماشااللہ) اپنے کارخانوں اور تجارتی منصوبوں کے لئے بنک سے (جو سب سے بڑا سرمایہ دار ہے) سودی قرضے لیتے رہتے ہیں اور جتنا سود وہ بنک کو ادا کرتے ہیں اسے بھی اپنی مصنوعات اور مالِ تجارت کی لاگت پر ڈال کر ان کی قیمتیں اسی تناسب سے بڑھاتے رہتے ہیں، اس طرح قرض لینے والے سرمایہ دار بھی منافع کماتے ہیں اور بنک بھی۔ سود کا سارا بوجھ مہنگائی کی صورت میں عوام کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ چنانچہ مہنگائی میں یہ اضافہ صرف غریب ملکوں ہی میں نہیں بلکہ انتہائی مالدار ممالک میں بھی تسلسل کے ساتھ کم و بیش جاری رہتا ہے۔

امریکا، جاپان اور یورپی ممالک کی مثالیں سامنے ہیں۔ ان ملکوں میں دس سال پہلے کی اور آج کی قیمتوں کا موازنہ کرکے دیکھ لیا جائے، حقیقت واضح ہوجائے گی۔ چنانچہ مزدور یا ملازم نے جس تنخواہ پر کام کرنا شروع کیا تھا، کچھ ہی مدّت بعد وہ اس کی بنیادی ضروریات اور بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے ناکافی ہوجاتی ہے۔ ادھر سرمایہ دار اگر سنگدل اور خوف آخرت سے محروم ہو تو وہ نہ صرف تنخواہ میں مناسب اضافہ نہیں کرتا بلکہ مزدور کی کمزوری (متبادل ذریعہ معاش کی عدم دستیابی) سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے پہلے سے طے شدہ جائز حقوق میں بھی گھپلا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس سرمایہ دارانہ ظلم و ستم سے بچنے کے لئے محنت کشوں کی ٹریڈیونین وجود میں آتی ہے، تاکہ اجتماعی قوّت کا دباؤ ان کے مطالبات منوا سکے۔

سرمایہ دار طبقے کے غلط پروپیگنڈے کے خاتمے کے لئے کارکنوں کو ٹریڈیونینز سے متعلق بنیادی معلومات حاصل ہونی چاہئیں تاکہ وہ ٹریڈیونین کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے اور دیگر محنت کشوں اور ان کے خاندانوں کی فلاح و بہبود کے لئے ٹریڈیونین کو مضبوط اور فعال بنانے میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔

نوجوان محنت کشوں کی تنظیم سازی:

ہر زندہ قوم اپنے نوجوانوں پر خصوصی توجہ دیتی ہے۔ بلاشبہ نوجوان محنت کش ہی وہ طبقہ ہے جو بہترین معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں۔ ملت کو کامیابی کی طرف لے جانے، تحریکات کو فعال رکھنے اور درست نظریات و افکار کو پھیلانے میں نوجوانوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس حوالے سے ہمارے ملک میں ایک ادارہ بنام نیشنل یوتھ اسمبلی بنایا گیا ہے۔ یہ ادارے کا مقصد نوجوان کو روشن مستقبل دینے اور ان کی ترقی کے لئے مواقع فراہم کرنا ہے۔ یہ دراصل ہماری قومی اسمبلی کا عکس ہے جس میں نوجوانوں کی تربیت ہوتی ہے۔ اس میں ملک بھر کے تقریباً ایک سو بیس اضلاع سے نوجوان حصہ لیتے ہیں۔ اس فورم پر نوجوانوں کو سیاست، جمہوریت، سوشل ورک اور پارلیمنٹری سسٹم سے متعلق آگاہی دی جاتی ہے۔ ہر ممبر کو موقع دیا جاتا ہے کہ وہ ماڈل قانون سازی کرے اور اجلاسوں کے دوران اپنی رائے کا اظہار کرے۔ سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں:

"اُمت کے نوجوانوں اور تعلیم یافتہ طبقہ میں اسلام کے اساسیات اور اس کے نظام و حقائق اور نظام محمدی (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) کا وہ اعتماد واپس لایا جائے جس کا رشتہ اس طبقہ کے ہاتھ سے چھوٹ چکا ہے۔ آج کی سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ اس فکری اضطراب اور نفسیاتی الجھنوں کا علاج بہم پہنچایا جائے جس میں آج کا تعلیم یافتہ نوجوان بری طرح گرفتار ہے اور اس کی عقل و ذہن کو اسلام پر پوری مطمئن کر دیا جائے۔"

ضرورت اس امر کی ہے کہ اس تنظیم سازی کی اہمیت سے نوجوانوں کو آگاہ کیا جائے اور ان کی زیادہ سے زیادہ شرکت کو یقینی بنایا جائے۔

محنت کشوں کی ٹریڈ یونین میں شمولیت:

ٹریڈ یونین محنت کشوں کی مسلسل جدوجہد کرنے والی ایک مستقل، قانونی، دستوری، جمہوری، رضاکار، مستند اور آئینی تنظیم ہے جو کارکنوں کی فلاح و بہبود اور معیار زندگی میں بہتری لانے اور جائے کار پر تحفظ دینے کی غرض سے تشکیل دی جاتی ہے۔ مگر ہمارے ملک میں ٹریڈ یونین کا تصور اور تاثر وہ نہیں ہے جو ہونا چاہیئے تھا۔ اس کی بنیادی وجہ محنت کشوں میں شعور کی کمی ہے جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سرمایہ دار محنت کشوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

محنت کشوں میں یہ شعور بیدار کیا جائے کہ ٹریڈ یونین میں شمولیت اُن کی اجتماعی فلاح و بہبود، اُن کے جائز مطالبات کو منوانے، جملہ فطری حقوق کے حصول، معاشی و معاشرتی خوشحالی، بہتر مستقبل اور بنیادی ضروریات کی فراہمی کے لئے بے حد ضروری ہے۔

مہنگائی اور افراط زر کے مسائل کا حل:

ورکرز ویلفئیر فنڈز کی فراہمی:

ورکرز ویلفئیر فنڈ میں اربوں روپے موجود ہیں لیکن پاکستان کے محنت کشوں کی بڑی تعداد جہیز گرانٹ، ڈیتھ گرانٹ، ورکرز کے بچوں کی اسکالر شپ اور دیگر مراعات سے تقریباً محروم ہیں لیکن وفاقی ورکرز ویلفئیر فنڈ کی غیر مناسب پالیسیوں کی وجہ سے گزشتہ پانچ سالوں سے محنت کشوں کی بڑی تعداد ان مراعات سے محروم ہے۔ اس حوالے سے ایسی حقیقت پسندانہ پالیسی بنائی جائے جس سے محنت کش جہیز گرانٹ، ڈیتھ گرانٹ اور ورکرز کے بچوں کی اسکالر شپ کے حصول میں آسانی ہو، نیز ملک میں جاری لیبر کالونیوں کو مکمل کیا جائے۔

محنت کش کی کم از کم تنخواہ کا تعیّن:

گزشتہ بجٹ میں بھی تنخواہوں میں دس سے پندرہ فیصد اضافہ کیا گیا جس کی مثال اونٹ کے منہ میں زیرے کی طرح ہے۔ بجٹ 2018ء میں مزدور کی کم از کم تنخواہ تیس ہزار روپے مقرر کی جانی چاہیئے تھی اور ساتھ ہی اس تنخواہ کی ادائیگی کو یقینی بنانے کے انتظامات بھی کئے جاتے لیکن موجودہ بجٹ سے مزدور کو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ یہ بجٹ بھی گزشتہ سالوں کے بجٹ کی طرح محنت کش کو ریلیف نہیں دے سکا۔ اس وقت کم از کم تنخواہ پندرہ ہزار روپے مقرر کی گئی ہے لیکن کئی مقامات پر تو بارہ ہزار روپے بھی نہیں مل رہے۔ اور اس کم سے کم تنخواہ کی یقینی ادائیگی کا بھی کوئی انتظام نہیں کیا گیا لہٰذا مزدور کے حالات نہ تو پہلے بدلے تھے اور نہ ہی اب بدلیں گے۔

منافع میں محنت کش کا حصہ:

محنت کش کی محنت کے نتیجے میں آجر کو جو منافع حاصل ہو اُس میں سے اجیر کو بھ بونس کی شکل میں صلہ دینا چاہیئے جیسا کہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((أعطوا العامل من عمله)) [1]

ترجمہ: مزدور کو اس کی محنت (کے ثمر) میں سے بھی کچھ دو۔

اسی طرح سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

1۔ الادب المفرد، حدیث: 191

((اذا أتى أحدكم خادمه بطعامه فان لم يجلسه معه فلينا وله لقمة أو لقمتين أو أكلة أو أكلتين فانه ولي علاجه)) [1]

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کا خادم اُس کا کھانا لے کر آئے اور وہ اُسے اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرنے کے لئے بٹھا بھی نہ سکے تو ایک لقمہ یا دو لقمے یا ایک نوالہ یا دو نوالے ہی دے دے کیونکہ اس نے بھی تو اس (کھانے) کو تیار کرنے کے لئے زحمت اُٹھائی ہے۔

اس طرح آپ ﷺ نے آجر کو اس امر کی بھی ترغیب دلائی ہے کہ وہ محنت کش کو اپنے منافع میں بھی شریک کرے۔ یہ شرکت بہتر کام کرنے کے سلسلے میں بذریعہ حوصلہ افزائی اور انعام کی صورت میں بھی ہو سکتی ہے۔ محولہ بالا حدیث مبارکہ میں اس امر کی بھی نشاندہی کی گئی ہے کہ آجر اگر محنت کش کو اس کے کام کی منفعت میں شریک کرلے تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس سے محبت وعزت اور باہمی تعاون کے جذبات پیدا ہوں گے جو آجر، اجیر اور کام کے ضمن میں سود مند ہوں گے۔

تحفظ روزگار کے مسائل کا حل:

تقرری میں صلاحیت کو معیار بنانا:

اگر محنت کش اہلیت و صلاحیت رکھتا ہے اور ملازمت کے مواقع بھی موجود ہیں تو یہ اُس کا حق ہے۔ آج کل جو کوٹہ سسٹم بعض علاقوں میں رائج اور نافذ ہے کہ مختلف علاقوں کے لئے ملازمتوں کے کوٹے مقرر ہیں، ایک علاقے کے کوٹے میں دوسرے علاقے کا آدمی نہیں رکھا جاسکتا اگرچہ وہ کتنا ہی قابل اور امین کیوں نہ ہو اور اس علاقے کا آدمی کتنا ہی غلط کار اور نااہل ہو۔ اسلام میں اس کا کوئی تصور نہیں۔ تقرر کرنے والے حکام اور افسران کا دینی فریضہ ہے کہ وہ مقامی اور غیر مقامی کے امتیاز کے بغیر ساری تقرریوں میں اہلیت و امانتداری کو معیار بنائیں۔ ذاتی مفادات، ذاتی پسند یا کسی قسم کے تعصبات یا کسی سفارش کو اس اہم فریضے کی ادائیگی میں حائل نہ ہونے دیں۔ تقرر کرنے کا یہ اختیار بھی ایک امانت ہے۔ اس میں خیانت کرنا اور باصلاحیت لوگوں کے ہوتے ہوئے نااہلوں کو مسلط کر دینا تمام لوگوں پر ظلم ہے جن کے حقوق اس ادارے سے وابستہ ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا﴾ [2]

1۔ صحیح البخاری، کتاب الخصومات، باب کلام الخصوم بعضھم فی بعض، حدیث:2418

2۔ سورۃ النساء:4/ 58

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کو ان کی امانت پہنچادو۔

اس میں عہدوں کی امانت، اموال کی امانت، بھید اور رازوں کی امانت اور ان ماموارت کی امانت جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا سب شامل ہیں۔ فقہائے عظامؒ فرماتے ہیں کہ جس کسی کے پاس امانت رکھی جائے اس پر اس کی حفاظت کرنا واجب ہے نیز امانت صرف اُسی شخص کو لوٹائی جائے جو اس کا مالک ہو۔ اس آیت کریمہ کا نزول ایک اہم عہدہ سپرد کرنے ہی کے واقعے میں ہوا ہے۔ سیدنا عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے بُلا کر بیت اللہ کی کنجی طلب فرمائی۔ آپ ﷺ بیت اللہ میں تشریف لے گئے اور وہاں نماز پڑھ کر باہر تشریف لائے تو کنجی مجھے واپس کرتے ہوئے فرمایا:

"لو۔۔ اب یہ کنجی ہمیشہ تمہارے ہی خاندان کے پاس رہے گی، جو شخص یہ کنجی واپس لے گا وہ ظالم ہو گا۔ (اور ساتھ ہی یہ ہدایت بھی فرمائی کہ) بیت اللہ کی اس خدمت کے صلے میں تمہیں جو مال مل جائے اسے شرعی قاعدے کے موافق استعمال کرنا۔"

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس روز جب آپ ﷺ بیت اللہ سے باہر تشریف لائے تو یہ مندرجہ بالا آیت کریمہ آپ ﷺ کی زبان مبارک پر تھی۔[1] اسی طرح وہ مشہور واقعہ ہے جب سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے بھی کسی جگہ کا حاکم مقرر فرمالیں، تو آپ ﷺ نے یہ کہہ کر انکار فرمادیا کہ:

((یا ابا ذر! انک ضعیف و انھا امانۃ، و انھا یوم القیامۃ خزی و ندامۃ الا من اخذھا بحقھا و ادی الذی علیہ فیھا)) [2]

ترجمہ: اے ابو ذر (رضی اللہ عنہ)! تم ضعیف آدمی ہو اور منصب ایک امانت ہے جس کی وجہ سے قیامت کے دن ذلت و رسوائی ہو گی، سوائے اس شخص کے جس نے امانت کا حق پورا کر دیا ہو۔

محنت کش کی اہلیت و صلاحیت کے مطابق اس کو عہدہ دیا جانا اُس کا حق ہے۔ عصر حاضر میں تعلقات، سفارش اور رشوت سے عہدے تقسیم کئے جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں قابل اور محنتی لوگ مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں اور نا اہل لوگ عہدوں پر قابض ہو کر اللہ کی مخلوق کو پریشان کرتے ہیں۔ اس طرح معاشرہ ظلم و فساد سے بھر جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

1۔ تفسیر معارف القرآن، ص:2/444۔447

2۔ صحیح مسلم، حدیث:4684

((من استعمل رجلا من عصابة وفیھم من ھو ارضی اللہ منہ فقد خان اللہ و رسولہ والمومنین)) (1)

ترجمہ: جس نے کچھ لوگوں میں سے کسی ایسے شخص کو کوئی عہدہ سپرد کر دیا جس سے بہتر آدمی ان میں موجود تھا تو اس نے اللہ، اس کے رسول (ﷺ) اور سب اہل ایمان سے خیانت کی۔

تحفظِ ملازمت:

محنت کش خادم اور نوکر کا یہ بھی حق ہے کہ اسے تحفظِ ملازمت ہو۔ اسلام کسی آجر کو خواہ وہ فرد ہو یا حکومت یہ حق نہیں دیتا کہ وہ اپنی مرضی سے محنت کش سے معاہدہ ملازمت توڑ کر اسے بے روزگار بنا دے یا اپنی معاشی اغراض کے لئے کارخانہ بند کر کے محنت کشوں کو بے کار کر دے یا ان کو اخراج کی دھمکی دے کر ان سے ناجائز فائدہ اُٹھائے۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام زندگی کسی ایک خادم کو بھی خدمت سے الگ نہیں فرمایا۔ آپ خادموں کی کوتاہیوں کو نظر انداز فرما دیا کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کے نزدیک معاہدہ اُجرت صرف مندرجہ ذیل صورتوں میں فسخ کیا جا سکتا ہے:

ا۔ مالک اتنا بیمار پڑ جائے کہ کام کی نگرانی نہ کر سکے۔

۲۔ کارخانہ پر کوئی ناگہانی افتاد پڑ جائے مثلاً آگ لگ جائے یا مشینری ایسی خراب ہو جائے کہ اس کو فوراً چلایا نہ جا سکے۔ (2)

لہٰذا کوئی بھی آجر بلاوجہ محنت کش کو بے روزگار نہیں کر سکتا۔

قابلیت کے مطابق ذمہ داری سونپنا:

محنت کش کا یہ بھی حق ہے کہ اُسے وہی کام سونپا جائے جس میں وہ مہارت رکھتا ہو۔ اس طرح اُن کا نظم و ضبط بھی قائم رہے گا اور کام میں ٹال مٹول بھی نہیں ہو گی۔ سیدنا طلق بن علی یمامی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ مسجد نبوی کی تعمیر میں حصہ لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((قربوا الیمامی من الطین، فانہ احسنکم لہ مسیسا)) (3)

1۔ الترغیب والترہیب، ص:3/ 123

2۔ اسلام کا قانون محنت، ص:11

3۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ص:2/ 9

ترجمہ: یمامی کو گارے کے قریب کرو۔ یہ تم لوگوں سے اچھا گارا بناتا ہے۔

ابن حبانؒ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا: "یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں بھی ان کی طرح پتھر ڈھوؤں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں! تم گارے کا کام سنبھالو کیونکہ تم اس کے ماہر ہو۔"[1]

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے فرزند سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں:

((واجعل لکل انسان من خدمک عملا تاخذہ بہ فانہ احری ان لا یتوا کلوا فی خدمتک))[2]

ترجمہ: اپنے ہر کارکن کے ذمے ایک مخصوص کام لگاؤ جسے فقط وہی انجام دے کیونکہ اس صورت میں وہ کام ایک دوسرے پر نہیں ٹالیں گے۔

ملازمت پیشہ خواتین کے مسائل کا حل:

ہمارے معاشرے میں ابھی تک ملازمت پیشہ خواتین کے تصور کو قبول نہیں کیا گیا حالانکہ پاکستان کا قانون عورت کو مساوی مقام دیتا ہے۔ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ہے کہ معاشرتی رویوں کی وجہ سے عورت کو مرد کے مقابلے میں زیادہ مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر ملازمت پیشہ خواتین کا سب سے بڑا مسئلہ ٹرانسپورٹ ہے۔ ہماری حکومت ابھی تک عوام کے لئے ایک معیاری ٹرانسپورٹ کا نظام نہیں بنا سکی۔ اسی طرح جائے کار پر مرد ملازمین کے ذو معنی جملے اور فضول لطیفے اور اس سے بڑھ کر جنسی تشدد کے واقعات بڑھتے جا رہے ہیں۔

خواتین کو چاہیئے کہ ذاتی طور پر جنسی تشدد وغیرہ کے خلاف خاموش نہ رہیں۔ اس سلسلے میں دی جانے والی رعایتوں کا اعتبار نہیں کرنا چاہیئے۔ انہیں اس ڈر سے ملازمت بھی ترک نہیں کرنی چاہیئے وگرنہ وہ مالی مشکلات کا شکار ہو جائیں گی۔ خواتین کو چاہیئے کہ ایسے موقع پر بلند آواز سے مخالف کو روکیں تاکہ دوسروں کو خبر ہو جانے کے ڈر سے یا بے عزتی کے ڈر سے اس کی حوصلہ شکنی ہو۔ اگر وہ مرد شادی شدہ ہو تو اس کو دھمکی دیں کہ اس کے گھر والوں کو مطلع کر دیا جائے گا۔ نیز اپنی یونین کو فوری اطلاع دینی چاہیئے۔

ایسے معاملات کی روک تھام کے لئے یونین کو چاہیئے کہ شکایات کے لئے ٹیلیفون نمبر سب کو بتائے۔ تمام کارکن مرد و خواتین کو اطلاع کرے کہ ایسے واقعات کے سلسلے میں کسی سے رعایت نہیں برتی جائے گی اور اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ انتظامیہ کے ساتھ مل کر ایسی شکایات کو ختم کرنے میں تعاون کیا جائے، کام کی بنیاد پر مساوی

1۔ صحیح ابن حبان، حدیث: 1122

2۔ نہج البلاغۃ، ص: 930

مراعات پر سختی سے عمل درآمد کروایا جائے تاکہ کسی ملازمت کے حصول یا ترقی کے لئے کسی کی مدد کی ضرورت نہ پڑے، نیز متاثرہ ممبر کی قانونی واخلاقی مدد کی جائے۔

ضعیف العمر محنت کشوں کے مسائل کا حل:

ای او بی آئی میں رجسٹریشن کو یقینی بنانا:

محنت کشوں کے سماجی تحفظ کی خاطر انہیں ملازمت سے علیحدگی کے بعد پنشن اور دیگر فوائد کی فراہمی کے لئے "ایمپلائیز اولڈ ایج بینیفٹ ایکٹ"(Employees Old Age Benefit Act) کے نام سے جو قانون بنایا گیا ہے وہ 1956ء سے پورے ملک میں نافذ العمل ہے۔ اس قانون کے تحت ایک ادارے کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا نام "ایمپلائیز اولڈ ایج بینیفٹ انسٹی ٹیوشن"(Employees Old Age Benefit Institution) رکھا گیا۔ آجروں کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے اجیروں کی رجسٹریشن ای او بی آئی میں کروالیں، کیونکہ اس میں رجسٹریشن کے بغیر ایک محنت کش کا سماجی تحفظ ناممکن ہے۔ اجیروں کی رجسٹریشن کے بعد اہم کام ان کا کنٹری بیوشن جمع کرانا ہے۔ آجروں کو چاہیئے کہ اس بات کو یقینی بنائیں تاکہ محنت کشوں کو مراعات کے حصول میں دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اسی طرح تمام محنت کشوں کی سوشل سیکیورٹی کے اداروں میں رجسٹریشن بھی ضروری ہے۔

کرپشن فری ای او بی آئی(EOBI):

وفاقی حکومت اس بات کو یقینی بنائے کہ محکمہ ای او بی آئی کے وہ تمام فنڈز جو پاکستان بیت المال اور موسمیاتی تبدیلی کی وزارت کو زلزلہ اور سیلاب زدگان کی مدد کے لئے منتقل کئے گئے تھے، واپس کر دے گی۔ کیونکہ یہ ضعیف العمر محنت کشوں کی شب و روز کی کمائی ہے اور اس پر وفاقی حکومت کا کوئی حق نہیں۔

اپریل 2018ء میں شائع ہونے والی یہ خبر خوش آئند ہے کہ عارف احمد خان سیکریٹری فائنانس نے تین ججوں پر مشتمل بینچ کو جو شیخ عظمت سعید کی قیادت میں کام کر رہے ہیں، یقین دلایا کہ اس رقم میں سے اڑھائی ارب فوری طور پر ای او بی آئی کو فوری طور پر منتقل کر دیئے جائیں گے، نیز ایک ارب کی قہ رقم بھی واپس کر دی جائے گی جو زلزلہ زدگان کی مدد کے لئے دی گئی تھی۔[1]

وظیفہ اور پنشن کی فراہمی:

1۔ ماہنامہ "الکاسب"، مدیر: پروفیسر محمد شفیع ملک، نیشنل لیبر فیڈریشن، پاکستان، مارچ اپریل 2018ء، ص:22

وہ افراد جو معاش کے لئے جدوجہد نہ کر سکتے ہوں چاہے مسلم ہوں یا غیر مسلم، اُن کی کفالت کا بندوبست کرنا حکومت اور معاشرے کی ذمہ داری ہے۔ رسول کریم ﷺ کی مبارک زندگی اسی طرزِ عمل سے عبارت ہے۔ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے ابتدائے وحی میں یہی بات کہہ کر آپ ﷺ کو تسلی دی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں فرمائے گا کیونکہ:

((تحمل الكل وتكسب المعدوم)) [1]

ترجمہ: آپ ﷺ بے سہاروں کا بوجھ اُٹھاتے اور ناداروں کو کما کر عنایت فرماتے ہیں۔

آپ ﷺ کے اسی معمولِ مبارکہ کی جانب جناب ابو طالب نے یوں اشارہ کیا:

وابيض يستسقى الغمام بوجهه

ثمال اليتامى عصمة للأرامل [2]

ترجمہ: وہ گورے مکھڑے والا جس کے رُوئے زیبا کے واسطے سے ابرِ رحمت کی دُعائیں مانگی جاتی ہیں۔ وہ یتیموں کا ماویٰ اور فریادرس، وہ بیواؤں اور مساکین کا سرپرست اور حامی و محافظ۔

عہد نبوی میں آزاد شدہ غلاموں کا ایک لاوارث اور بیکس گروہ تھا۔ اس لئے جب کہیں سے مال آتا تو آپ ﷺ سب سے پہلے اسی کسمپرس گروہ کو حصہ دیتے تھے۔ بعد کے ادوار میں جب باقاعدہ دفتر قائم ہوا اور تمام وظیفہ خواروں کے نام لکھے گئے تو یہ گروہ سہواً نظر انداز کر دیا گیا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کے حقوق کا مطالبہ کیا اور حکومتِ وقت سے ان کے وظائف طلب کئے۔[3] اُسوہءِ فاروقی سے بھی اس امر کی رہنمائی ملتی ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا گزر کسی دروازہ پر ہوا جہاں ایک سائل بھیک مانگ رہا تھا۔ وہ ایک بوڑھا یہودی آدمی تھا جس کی بصارت زائل ہو چکی تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا: تمہیں کس چیز نے بھیک مانگنے پر مجبور کیا؟ اس نے جواب دیا کہ میں بڑھاپے، ضرورت مندی اور جزیہ کی وجہ سے بھیک مانگ رہا ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور گھر میں سے اسے کچھ لا کر دیا۔ پھر آپ نے بیت المال کے نگران کو بلایا اور فرمایا:

((انظر هذا وضربأه فوالله ما انصفناه ان اكلنا شبيبة ثم نخذله عند الهرم)) [4]

1۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، حدیث:160

2۔ صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب الخطبۃ بعد العید، حدیث:963

3۔ اُسوہ صحابہ رضی اللہ عنہم، ص:35/2

4۔ کتاب الخراج، ص:136

ترجمہ: اس کا اور اس جیسے دوسرے افراد کا خیال رکھو کیونکہ اللہ کی قسم! یہ بات انصاف سے بعید ہے کہ ہم ان کی جوانی میں ان سے (جزیہ) کھائیں اور بڑھاپے میں انہیں بے سہارا چھوڑ دیں۔

پنشن کا حصول بذریعہ اے ٹی ایم کارڈ:

ہمارے ملک میں اس وقت پنشن یافتہ ملازمین کی تعداد لاکھوں میں ہے جس میں ہر ماہ ہزاروں پنشن یافتگان کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ نیشنل بینک اور پوسٹ آفس کے باہر ہر ماہ کی ابتدائی تاریخوں میں علی الصبح پنشن کے حصول کے لئے بوڑھے پنشن یافتگان کا جم غفیر جمع ہو جاتا ہے۔ پنشن کی تقسیم کے نظام میں بنیادی اصلاحات کی ضرورت ہے۔ اگر تمام پنشنرز کی بائیو میٹرک رجسٹریشن اور اے ٹی ایم کارڈز کے اجرا کا عمل انجام دیا جائے تو وہ قطار اور انتظار کی صعوبت سے نجات پا جائیں گے اور ان کے لئے پنشن کا حصول باآسانی ممکن ہو سکے گا۔

محنت کشوں کے دیگر مسائل کا حل:

باوقار روزگار کے لئے اقدامات:

آئی ایل او کی جانب سے "باوقار روزگار" کی اصطلاحی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

" Promoting opportunities for women and men to obtain decent and productive work in conditions of freedom, equity, security and human dignity."

ترجمہ: عورتوں اور مردوں کو روزگار حاصل کرنے کے لئے ایسی سہولتوں کو فروغ دینا جہاں عمدہ اور پیداواری کام آزادی، مساوات، تحفظ اور انسانی وقار کے ساتھ سرانجام دے سکیں۔

باوقار روزگار میں وہ تمام سہولیات شامل ہیں جو پیداواری ہوں اور ان میں درج ذیل باتیں پائی جاتی ہوں:

1۔ مناسب آمدنی

2۔ کام کی جگہ پر تحفظ اور سلامتی

3۔ خاندانوں کے لئے معاشی تحفظ

4۔ ذاتی ترقی کے لئے بہتر اقدامات

5۔ سوشل انٹیگریشن (سماجی انضمام)

یعنی لوگوں کو اپنے مسائل پر اظہار رائے کی آزادی ہو اور وہ اپنی زندگی سے متعلق فیصلوں میں شرکت کر سکیں۔ ان کے ساتھ برابر کا سلوک یا برتاؤ ہو چاہے عورتیں ہوں یا مرد۔ ملازمت کی جگہ پر کارکنان کے بنیادی حقوق کو تسلیم کیا

جائے، کام کی جگہ پر جنسی تفریق اور خوف و ہراس والی صورتحال نہ ہو، محنت کشوں کو اتنی اُجرت دی جائے کہ اس کی معاشی، سماجی اور خاندانی ضروریات پوری ہو جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مناسب سطح پر سماجی اور قانونی تحفظ بھی فراہم کیا جائے۔

محنت کشوں کے مطالبات کی پذیرائی:

ہر مزدور کو تقرر نامہ جاری کیا جائے۔ لیبر ڈیپارٹمنٹ کو لیبر دوست محکمہ بنایا جائے۔ کنٹریکٹ اور ٹھیکیداروں کے مزدوروں کو بھی حقوق دیئے جائیں۔ تمام فیکٹریوں میں ہر قسم کی لیبر کا انشورنس، سوشل سیکیورٹی اور ای او بی آئی میں رجسٹر کروایا جائے۔ ہیلتھ اینڈ سیفٹی ایکٹ پر عمل کرایا جائے۔ ویلفئیر بورڈز کی سکیموں کا اعلان کیا جائے۔ ٹریڈ یونین کی آزادی کے حق کو تسلیم کیا جائے۔ رجسٹریشن میں سرمایہ داروں کی مداخلت ختم کی جائے۔ لیبر ڈیپارٹمنٹ کے تحت چلنے والے مقدمات کے فیصلے جلد کروائے جائیں۔ محنت کشوں کی بستیوں اور کالونیوں میں بنیادی سہولیات کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔

یہ مطالبات قانونی بھی ہیں اور انتہائی اہمیت کے حامل بھی۔ محنت کشوں کی تمام فیڈریشنز متحد ہوں اور ٹریڈ یونینز کے عہدیداران یہ سب مل کر حکومت پر دباؤ بڑھائیں گے تو یہ مطالبات تسلیم ہو سکیں گے۔

اوقاتِ کار کا تعیّن:

اسلام کا موقف یہ ہے کہ اوقات کار کا تعین آجر اور محنت کش کے درمیان باہمی رضامندی سے ہونا چاہیئے۔ اس بارے میں رسول ﷺ نے صرف یہ حد نافذ فرمائی کہ اوقات کار اتنے زیادہ نہ ہوں جن سے اوسط طاقت کا مزدور تھک کر چُور ہو جائے اور اس کی صحت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ امام زین العابدینؒ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ولا تکلّفوھم مایغلبھم فان کلّفتموھم فاعینوھم)) (1)

ترجمہ: اور ان پر اتنا کام نہ لادو جو ان کو مغلوب کر دے اور اگر ان پر بار ڈالو تو ان کی اعانت بھی کرو۔

آپ ﷺ نے سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کو خادموں کے حقوق کے متعلق نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اور اسے ایسا کام کرنے کے لئے نہ کہو جو اس کے بس میں نہ ہو۔ اگر اسے کوئی ایسا کام کرنے کے لئے کہنا ہی پڑے تو اس کام میں اس

1۔ رسالۃ الحقوق، امام علی بن حسین زین العابدینؒ، ص: 125

کی مدد کرو۔[1] جنگ کے موقع پر جبکہ غیر معمولی کام کی ضرورت ہوتی ہے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے کارکنانِ حکومت کو جو عام ہدایات دی تھیں اُن میں ایک یہ بھی تھی کہ:

"ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو، جب وہ تھک جائیں تو رُک جاؤ۔"[2]

اس اصول کے تحت اسلامی حکومت اس بات کی پابند ہے کہ ہر کام کی نوعیت اور عام مزدور کی جسمانی حالت کا لحاظ کرتے ہوئے اوقاتِ کار کا ایک معیار مقرر کر دے جس کی پابندی آجر اور محنت کش دونوں کے لئے لازمی ہو گی اور اگر آجر اس معاملے میں زیادتی کا مرتکب پایا جائے گا تو سزا کا مستوجب ہو گا۔

تعطیلات کے مناسب قواعد وضوابط:

محنت کشوں کے آرام و آسائش کے لئے اسلام باقاعدہ تعطیلات کی اجازت دیتا ہے۔ ہفتے میں ایک پورا دن (یا دکانوں میں اوقاتِ جمعہ کے درمیان وقفہ) کے علاوہ عیدین، مذہبی تہوار اور جغرافیائی اور موسمی حالات کی بنا پر تعطیلات کو اسلام جائز قرار دیتا ہے۔ چونکہ اسلام رواداری کا علمبردار ہے، اس لئے دوسرے مذاہب کے ماننے والے محنت کشوں کو مروجہ تعطیلات کے علاوہ اُن کے مذہبی دنوں میں بھی تعطیلات دی جا سکتی ہیں مثلاً عیسائیوں کے لئے اتوار کو یا کرسمس کے دوران چھٹیاں۔[3] آجر ہر صنعت اور کاروبار نیز جغرافیائی اور موسمی حالات کا جائزہ لے کر تعطیلات کے مناسب قواعد و ضوابط وضع کرنے کا پابند ہے۔

ظلم کے خلاف احتجاج کا حق:

محنت کش کو یہ حق حاصل ہے کہ ظلم پر خاموشی اختیار کرنے کی بجائے ظالم کے خلاف زبردست جدوجہد کرے یہاں تک کہ ظالم ظلم سے باز آ جائے۔ اسلامی معاشرت انسان کی پائمالی کی قطعی طور پر نہ تو اجازت دیتی ہے اور نہ ہی اسے برداشت کرتی ہے۔ قرآن کریم میں سیدنا شعیب علیہ السلام کے وہ الفاظ نقل کئے گئے جو انہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ملازم رکھتے وقت استعمال فرمائے:

﴿وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾[4]

1۔ صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ماینھی من السباب واللعن حدیث:6050

2۔ کتاب الخراج، ص:67

3۔ اسلام کا قانون محنت، ص:41

4۔ سورۃ القصص:28/ 27

ترجمہ: میں یہ ہر گز نہیں چاہتا کہ آپ کو کسی مشقت میں ڈالوں۔ آپ ان شاءاللہ مجھے نیک آدمی پائیں گے۔

نیک ہونے کے ساتھ آپ علیہ السلام نے سختی کی بھی نفی فرمائی۔ اور یقین دلایا کہ نہ جھگڑا کروں گا، نہ اذیت پہنچاؤں گا اور نہ ہی سختی سے کام لوں گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ دراصل وہی مالک ہونے کا حقدار ہو سکتا ہے جو نیک ہو اور ملازمین کی تمام ضروریات اور ان کے احساسات و جذبات کا خیال رکھنے والا ہو۔ محنت کشوں پر کسی بھی حوالے سے ظلم کیا جارہا ہو اور ان کی مدد اور دادرسی نہ کی جائے تو پھر دُنیا میں زور آور کمزوروں کو اور باوسائل بے وسیلہ لوگوں کو جینے ہی نہ دیں جس سے زمین میں فساد بھر جائے۔ ایسی صورت میں محنت کشوں کو احتجاج کا حق حاصل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾ [1]

ترجمہ: اجازت دے دی گئی اُن لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جارہی ہے، کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔

﴿وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ (41) إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (42)﴾ [2]

ترجمہ: اور جو لوگ ظلم ہونے کے بعد بدلہ لیں اُن کو ملامت نہیں کی جاسکتی۔ ملامت کے مستحق تو وہ ہیں جو دوسروں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق زیادتیاں کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لوگ جب ظلم دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر عذابِ عام نازل کر دے۔" [3]

تبدیلیءِ ملازمت کا حق:

ساری زمین اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔ ہر انسان کو یہ حق حاصل ہے کہ اللہ کی اس وسیع دُنیا میں اپنی روزی کی تلاش میں کہیں بھی جائے۔ اس کی اس ہجرت کو روکنے کا حق کسی کو بھی حاصل نہیں۔ انسان جہاں چاہے عارضی یا مستقل ہجرت کر کے اپنی روزی حاصل کر سکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

1۔ سورۃ الحج: 22 / 39

2۔ سورۃ الشوریٰ: 42 / 41۔42

3۔ نہج الفصاحۃ، ص: 2 / 116

"یہ پوری دُنیا اور تمام ممالک اللہ تعالیٰ کی مِلک ہیں۔ انسان کو اللہ نے تخلیق کیا ہے، اس لئے جہاں تمہیں بہتری نظر آئے جاؤ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اللہ کی زمین پر پھیل جاؤ اور اپنا رزق تلاش کرو۔"[1]

اظہارِ رائے کی آزادی:

اسلامی معاشرے میں مسلمانوں کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنی رائے کا اظہار بلاخوف و خطر کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ اگر فرماں رواحق سے ذرا سا بھی ہٹے تو اسے فوراً ٹوک دو، پھر زور دے کر قرآن کریم میں بنی اسرائیل کی تنزلی کا یہ سبب بیان کیا گیا:

﴿كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾[2]

ترجمہ: انہوں نے ایک دوسرے کو برے افعال کے ارتکاب سے روکنا چھوڑ دیا تھا۔

قرآن کریم نے متعدد مقامات پر اظہار رائے کے حق کو استعمال نہ کرنے پر سخت تنبیہ کی نوید دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾[3]

ترجمہ: اور اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔

ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ فلاں فلاں مقام پر قیام کرو۔ ایک صحابی نے کھڑے ہو کر دریافت کیا: یارسول اللہ ﷺ! یہ ارشاد وحی ہے یا آپ ﷺ کی ذاتی رائے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ میری ذاتی رائے ہے۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: پھر تو یہ منزل مناسب نہیں، اس کی بجائے فلاں فلاں منزل مناسب ہو گی۔ چنانچہ اس رائے پر عمل کیا گیا۔"[4]

اُجرت کے مسائل کا حل:

1۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ص:1/133

2۔ سورۃ المائدۃ:5/ 79

3۔ سورۃ النساء:4/ 135

4۔ دلائل النبوۃ، امام ابی بکر احمد بن حسین بن علی البیہقیؒ، ص:5/117

اُجرت وہ معاوضہ ہے جو محنت کش اپنی جسمانی یا ذہنی کاوش یا دیئے گئے وقت کے صلہ میں وصول کرتا ہے۔ اسے حق خدمت، مشاہرہ یا تنخواہ بھی کہا جاتا ہے۔ اسلامی نظریہ کے مطابق یہ معاوضہ وصول کرنا اس کا حق ہے۔ حق از خود کسی نسبت سے جنم لیتا ہے اور یہاں یہ حق استعمال شدہ وقت کے متبادل ہے۔ اس لئے اس کا حصول اور ادائیگی شرعی لحاظ سے ضروری ہے۔

اسلام اعتدال کا مذہب ہے۔ اس کی تعلیمات الہامی ہونے کے ساتھ ساتھ فطری بھی ہیں۔ اُجرت کے تعیّن کے بارے میں اس کا پیش کردہ نظریہ جداگانہ حیثیت کا حامل ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ آجر اور اجیر میں باہمی یگانگت اور تعاون کے جذبات پیدا ہوں اور معاملہ کرتے وقت فریقین صرف اپنے فائدہ ہی کا پہلو پیش نظر نہ رکھیں بلکہ ایسا رویّہ اختیار کریں کہ دونوں فریق ایک دوسرے کے لئے ممد و معاون اور خیر اندیش ثابت ہوں چنانچہ اسلام اُجرت کے ضمن میں عادلانہ اُجرت کا نظام روشناس کرتا ہے۔

اُجرت کی تعیین:

اُجرت ایک فرد کی جسمانی یا ذہنی کاوش کا صلہ، بدلہ یا دیئے گئے وقت کا متبادل ہے جو ایک محنت کش، آجر سے عام طور پر زر کی شکل میں وصول کرتا ہے۔ اسے حق خدمت، مشاہرہ یا تنخواہ بھی کہا جاتا ہے۔ اسلامی نظریہ کے مطابق یہ معاوضہ حاصل کرنا اس کا حق ہے۔ حق از خود کسی نسبت سے جنم لیتا ہے اور یہاں یہ حق استعمال شدہ وقت کے متبادل ہے۔ اس لئے اس کا حصول اور ادائیگی شرعی لحاظ سے ضروری ہے۔

اسلامی قانون میں معاہدہ اجرت کے لئے شرط یہ ہے کہ اُجرت، منفعت اور کام سب معلوم ہونا چاہیئے اور خاص طور پر اجرت کی تعیین کے بغیر تو یہ معاہدہ مکمل ہو ہی نہیں سکتا۔ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((من استاجر اجیر افلیعلمہ اجرہ)) [1]

ترجمہ: جو شخص کسی کو اجرت پر رکھے تو آجر کو چاہیئے کہ اس کو مزدوری بتادے۔

ایک دوسری حدیث مبارکہ میں ہے:

((ان رسول اللہ ﷺ نھی عن استجارۃ الاٴجر حتی یبین لہ اجرہ)) [2]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے مزدور کی مزدوری بتائے بغیر اس سے کام لینے کو منع فرمایا ہے۔

1۔ ہدایہ، مطبوعہ اصح المطابع، لکھنؤ، ص: 291/3

2۔ سنن النبی ﷺ، ص: 200

معاہدۂ محنت اور اس کی قانونی شرائط:

انسانی تاریخ میں پہلی بار رسول کریم ﷺ نے آجر اور اجیر کے درمیان تعلق کو باقاعدہ قانونی شکل دی ہے۔ اسلام میں آجر اور اجیر کی حیثیت دو معاہدہ کرنے والوں کی ہے۔ جس طرح ایک خریدار، دوکاندار سے خرید و فروخت کا معاملہ کرتا ہے۔ خریدار قیمت دیتا ہے اور دوکاندار مال۔ ان میں سے کوئی کسی پر احسان نہیں کرتا۔ اسی طرح ایک آجر (صنعتکار، سرمایہ دار، مالک وغیرہ) اجیر (مزدور و محنت کش) سے اُجرت کا معاملہ کرتا ہے۔ محنت کش اپنی محنت پیش کرتا ہے اور اس کے بدلے میں مالک محنت کش کو محنت کا عوض دیتا ہے۔ اس معاہدہ میں دونوں کی قانونی اور اخلاقی حیثیت برابر ہے اور کسی طرف ممنونیت کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی فریق کو دوسرے پر کسی قسم کی زیادتی کا حق پہنچتا ہے۔

عام طور پر دُنیا میں اجیر و مستاجر کے درمیان جو معاملہ طے ہوتا ہے اُس کی بنیاد صرف مادی فوائد پر ہوتی ہے۔ یعنی عام طور پر اجیر کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ مستاجر اور آجر سے ہمارا تعلق صرف یہ ہے کہ اس سے ہمیں زیادہ سے زیادہ اُجرت وصول ہونی چاہیئے، خواہ اُس کا فائدہ ہو یا نقصان۔ اسی طرح مستاجر اور آجر یہ سوچتا ہے کہ اجیروں کی محنت سے ہمیں اسی وقت تک سروکار ہے جب تک کہ اُن کی محنت ہمارے لئے مفید ہے، لیکن جب ان کی محنت ہمارے لئے بارآور نہ ہو تو پھر ہم سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے، یعنی جس طرح یہ مشین بے کار ہونے کے بعد پھینک دی جاتی ہے اسی طرح وہ بھی پھینک دینے کے قابل ہیں۔ وہ یہ بھی سوچتا ہے کہ اصل فائدہ اس کو محنت کشوں کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے سرمائے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لئے فائدہ کا اصل حق اس کو ہے اور ضمنی فائدے کے مستحق محنت کش ہیں۔

اسلامی نظام اُجرت میں بھی قانونی اعتبار سے اصل چیز منفعت ہی ہے مگر ہر قدم اور ہر ہر موقع پر یہ بات پیش نظر رکھی گئی ہے کہ دونوں کا تعلق محض ایک مشین اور مشین کے چلانے والے کا نہ ہو، بلکہ ایسا تعلق ہو جو ایک انسان کو دوسرے انسان کے ساتھ اور ایک بھائی کو دوسرے بھائی کے ساتھ ہونا چاہیئے۔

جس طرح مستاجر کے سینے میں دل ہے اسی طرح محنت کش کے سینے میں بھی دل ہوتا ہے۔ جس طرح اس کے دل میں احساسات پیدا ہوتے ہیں اسی طرح محنت کش کے دل میں بھی احساسات و جذبات پیدا ہوتے ہیں، اس لئے دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اسی حیثیت سے تعلق رکھنا چاہیئے اور معاملہ کرنا چاہیئے۔ ذیل میں معاہدہ کے صحیح ہونے کے بنیادی شرائط پیش کیے جاتے ہیں

معاہدہ کرنے والے محنت کش اور مستاجر دونوں عاقل ہوں۔ دونوں کا بالغ ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس کے بعد دونوں کی رضامندی ضروری ہے۔ یعنی نہ تو سرمایہ دار اپنے سرمایہ کا دباؤ ڈال کر ان سے کم اُجرت پر کام لینے کی کوشش

کرے اور نہ محنت کش اپنی محنت کے ذریعے کوئی دباؤڈال کر مستاجر سے زیادہ اُجرت حاصل کرنے کی کوشش کرے، مثلاً مظاہرہ یا اسٹرائیک کی دھمکی وغیرہ کے ذریعے۔ معاہدہ محنت میں تین شقوں کا پایا جانا ضروری ہے:

(ا)محنت کی میعاد:

محنت کش کے ساتھ معاہدہ کرتے وقت واضح کر دیا جائے کہ کام کتنے گھنٹوں، دنوں یا مہینوں کے لئے ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

"رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بنی الدیل کے ایک شخص عبد اللہ بن اریقط کو ہوشیار رستہ بتانے والا مقرر کیا مزدوری پر، وہ قریش کے کافروں کا دین رکھتا تھا۔ دونوں نے اپنی اُونٹنیاں اس کے حوالے کر دیں اور کہہ دیا تین راتوں کے بعد یعنی تیسری رات کی صبح کو یہ اُونٹنیاں لے کر غار ثور پر آجانا۔"[1]

(ب)محنت کی نوعیت:

معاہدہ کے وقت کام کی نوعیت بتانا ضروری ہے کہ کام کس قسم کا ہے۔ مثلاً لیکچرر شپ، انتظامیہ، مکان تعمیر کرنا، کپڑا بننا، رنگ سازی، ٹائپسٹ، کلرک، چپڑاسی کا کام ہے۔ پھر محنت کش کا دل چاہے تو معاہدہ کر لے نہ چاہے تو نہ کرے۔ اسی طرح جگہ اور وقت بھی معلوم ہونا چاہیئے۔

(ج)محنت کی اُجرت:

اُجرت متعین و معلوم ہونی چاہیئے۔ یعنی یہ طے ہو جانا چاہیئے کہ روزانہ یا ماہانہ کتنی اُجرت ملے گی۔ اس طرح طے کرنا صحیح نہیں ہے کہ مناسب اُجرت دے دی جائے گی۔ اگر بغیر طے کئے ہوئے کسی سے کام کرالیا تو یہ معاہدہ اُجرت صحیح نہیں ہے اور اس کو اُجرت مثل دینی پڑے گی۔ رسول کریم ﷺ نے معاہدہ کرتے وقت اُجرت کا تعین ضروری قرار دیا ہے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں کہ:

((نهی عن الاستجارة الاجر حتی یبین له اجره))[2]

ترجمہ: (رسول اللہ ﷺ نے) مزدور کی مزدوری بتائے بغیر اس سے کام لینے کو منع فرمایا۔

1۔ المستفاد من قصص القرآن للدعوة والدعاة، ص:2/11

2۔ بحار الانوار، ص:78/ 78

تعیین اُجرت کی اقسام:

رسول کریم ﷺ نے تعیّن اُجرت کا اصول طے فرما کر رسم بیگاری کو جو صدیوں سے رائج تھی خلاف قانون قرار ددے دیا۔ عصر حاضر میں بھی رسم بیگاری کئی علاقوں اور ملکوں میں قائم ہے۔ صنعت اور کاروبار کے کئی شعبوں میں اُجرت کے تعیّن اور کام کی نوعیت و مقدار کی وضاحت نہ ہونے کی وجہ سے محنت کشوں پر بہت زیادتی ہوتی ہے کیونکہ روزگار حاصل کرنا ان کی مجبوری ہے اور آجر ان کی اس مجبوری سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اسلامی ریاست آجر اور اجیر کے درمیان معاہدہ محنت کی تمام شقوں کی تکمیل کرانے کی پابند ہے۔ تعیین کے لحاظ سے اُجرت کی تین اقسام ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

طریق ادائیگی کی بناپر اُجرت:

طریق ادائیگی کی بناپر اُجرت کی مندرجہ ذیل دواقسام ہیں۔

(ا) اُجرت بلحاظ وقت:

اس سے مراد وہ اُجرت ہے جو محنت کش کو کام کرنے کے وقت کے لحاظ سے دی جاتی ہے۔ یعنی محنت کش جتنے دن اور جتنے گھنٹے کام کرے انہیں شمار کر کے اسے معاوضہ دیا جائے مثلاً یومیہ، ہفتہ وار یاماہوار اُجرت۔

(ب) اُجرت بلحاظ کام:

جب محنت کش کو اُجرت اس کے کام کی مقدار کو مد نظر رکھ کر دی جائے تو اسے اُجرت بلحاظ کام کہتے ہیں۔ اگر کام زیادہ ہو تو زیادہ اُجرت دی جاتی ہے اور اگر کام کم ہو تو کم اُجرت دی جاتی ہے۔

عام اصولوں کی بناپر اُجرت:

اس کی بھی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں

(ا) اوسط اُجرت:

اس سے مراد ایسی اُجرت ہے جو اوسط شرح سے کسی کاروبار یا کارخانہ میں محنت کشوں کو ادا کی جاتی ہے۔ اس کا اصول یہ ہے کہ کل اُجرت کو محنت کشوں کی کل تعداد سے تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

(ب) نسبتی اُجرت:

اگر کسی پیشہ سے منسلک محنت کشوں کو ان کی تعلیم و تربیت، فنی مہارت اور استعداد کار کی بنا پر مختلف اُجرت ادا کی جائے تو اسے نسبتی اُجرت کہتے ہیں۔

شکل و صورت کی بنا پر اُجرت:

شکل و صورت کے لحاظ سے اُجرت کی حسب ذیل دو قسمیں ہیں۔

(ا) ظاہری اُجرت:

وہ ادائیگی ہے جو ایک محنت کش کو اس کی محنت کے عوض روپے پیسے کی صورت میں ملتی ہے۔

(ب) حقیقی اُجرت:

اس سے مراد اشیاء و خدمات کی وہ مجموعی مقدار ہے جو کسی مزدور کو اس کی خدمات کے صلہ میں حاصل ہوتی ہے۔ اس میں عموماً تنخواہ کے علاوہ دوسری مراعات بھی شامل ہوتی ہیں۔ مثلاً مفت طبّی امداد، رہائشی مکان وغیرہ۔

اسلام کے نقطہءِ نظر سے مزدوروں کی اُجرت کا معیار ظاہری اُجرت نہیں بلکہ اُجرت حقیقی ہے یعنی ہر مزدور کو کم از کم اتنی اُجرت ملے کہ جس سے ایک کنبہ کی بنیادی ضروریات مثلاً خوراک، لباس، مکان اور اضافی احتیاجات (علاج، تعلیم اور تفریح وغیرہ) پوری ہو سکیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> "ابن آدم کا بنیادی حق یہ ہے کہ اس کے لئے ایک گھر ہو جس میں وہ رہ سکے، کپڑا ہو جس سے وہ اپنے جسم کو ڈھانپ سکے اور کھانے کے لئے روٹی اور پینے کے لئے پانی ہو۔"[1]

اس سے ثابت ہوا کہ تنخواہ اتنی ہو کہ جس سے اس کی بنیادی ضروریات اور اضافی احتیاجات پوری ہو سکیں۔ محنت کشوں سے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا:

((اخوانکم خولکم جعلھم اللہ تحت أیدیکم)) [2]

ترجمہ: تمہارے ہاتھ کے نیچے کام کرنے والے تمہارے بھائی ہی ہیں جنہیں اللہ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا:

((أعطوا العامل من عمله)) [3]

1۔ سنن النبی ﷺ، ص 76

2۔ صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المعاصی من امر الجاھلیۃ، حدیث:30

3۔ الأدب المفرد، حدیث:191

ترجمہ: مزدور کو اس کی محنت (کے ثمر) میں سے بھی کچھ دو۔

نیز آپ ﷺ کا فرمان عالیشان ہے:

"جن سے تم کام لیتے ہو اُن کی غذا اور لباس کی ذمہ داری تم پر ہے۔"[1]

اس سے ثابت ہوا کہ محنت کش کا حق آجر کے مال پر اُجرت کے علاوہ بھی ہے۔ مثلاً اسے منافع میں حصہ، بونس، رہائش، رعایتی نرخوں پر خورد و نوش کا سامان، علاج معالجہ، بچوں کی تعلیم وغیرہ کی سہولیات مہیا کی جائیں۔ گویا اس طرح ان کا مع findیار زندگی بلند کیا جائے۔

اسلامی نظام اُجرت کے نفاذ کے لئے تجاویز:

گزشتہ صفحات میں منصفانہ اُجرت کے اسلامی تصور کے حوالے سے اصولی بحث کے بعد احترام انسانیت اور جذبۂ اخوت پر مبنی اس جامع اور وسیع تصور اُجرت کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

باضابطہ معین شدہ اُجرت:

معین شدہ اُجرت کو حسب ذیل شرائط کی پابندی سے منصفانہ معیار پر لایا جاسکتا ہے:

- کم از کم اُجرت اتنی ضرور ہونی چاہیئے کہ وہ محنت کش اور اس کے کنبے کی معروف ضروریات (غذا، لباس، رہائش، علاج معالجہ، تعلیم وغیرہ) کو پورا کر سکے۔
- ہر پانچ سال بعد اس کفالتی معیار کو ایک اوسط درجے کے کنبے (مثلاً پانچ افراد) کو معیار بنا کر مختلف صنعتی شہروں کے معیارِ زندگی اور ضروریات کی قیمتوں میں تبدیلی کے مطابق قانونی طور پر متعین کر دینا چاہیئے۔
- کم از کم اُجرت کے تعین کے بعد محنت کش کی فنی مہارت، کام کی نوعیت، اوقاتِ کار، پیداواری معیار و مقدار کے تناسب کو اُجرت میں مزید اضافہ کا معیار بنایا جائے۔
- اُجرت کا تعین آجر اور محنت کش کی آزاد مرضی سے ہونا چاہیئے۔ موجودہ حالات میں سرمایہ دارانہ غلبے کی وجہ سے محنت کش کو آزاد مرضی سے فیصلہ کرنے سے محروم کر دیا گیا ہے۔ ان اسباب کا ازالہ کرنا ضروری ہے تا کہ محنت کش کو آزاد مرضی سے فیصلہ کرنے کے لئے تحفظ اور اعتماد حاصل ہو سکے۔

تقاضائے بِر (حسن سلوک):

1۔ بحارالانوار، ص:78/ 81

محنت کش کو برادرانہ فضا فراہم کرنے کے لئے منصفانہ اُجرت کے تصور کی تکمیل حسن سلوک کی حسب ذیل تدابیر سے کرنی چاہیئے۔

- محنت کش کے ہاتھوں سے جو مال تیار ہوتا ہے اس کا کچھ حصہ مفت یا ارزاں قیمت پر اسے فراہم کیا جائے۔
- محنت کش اور اس کے اہل وعیال کو اقامتی، طبّی، تعلیمی، تفریحی اور دوسری سہولیات و مراعات دی جائیں۔
- سرمایہ دار کے منافع میں سے محنت کش کو بھی بونس دیا جائے۔
- منافع میں حصہ کے طور پر محنت کش کو ہر سا کاروبار (خصوصاً جائنٹ سٹاک کمپنیوں میں) کے ایک یا زائد حصص دیئے جائیں اور مدّت کار کے ساتھ تدریجاً کاروبار میں اس کا حصہ بڑھتا جائے، اس طرح وہ کاروبار کے لئے زیادہ خیر خواہ ہو گا اور زیادہ شوق اور لگن کا مظاہرہ کرے گا۔
- مصائب اور مشکلات کے مواقع پر محنت کش کو سرمایہ دار کی طرف سے خصوصی فنڈز کے تحت مالی اعانت اور قرضِ حسنہ دیا جائے۔
- سرمایہ دار اور اس کے انتظامی افسران اور اہل کاروں (سپروائزری سٹاف وغیرہ) کو محنت کشوں سے میل جول، بات چیت اور نشست وبرخاست میں ایسا طرز عمل ختیار کرنا چاہیئے جو اسلامی اخوت کے مطابق ہو۔ خصوصاً موت، بیماری یا دیگر حوادث میں بنفس نفیس ہمدردی اور معاونت کا وہی رویّہ اختیار کرنا چاہیئے جس کی تعلیم قرآن وسنت نے دی ہے۔
- ہر بڑے ادارے میں سرمایہ دار اور محنت کش کے باہمی تعاون کی مشترکہ انجمنیں قائم کی جائیں۔

محنت کش کا بھی فرض ہے کہ اپنے مالک کے ساتھ امانت اور دیانت داری کا مظاہرہ کرے۔ کام میں انہاک، لگن، دلجمعی اور دلچسپی لازمی ہے۔ تمام اخلاقی برائیوں سے اجتناب کرتے ہوئے سچائی، دیانت داری اور ذمہ داری کو اپنانا ضروری ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے مدین کی طرف سفر کرنے کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ دورانِ سفر جب انہوں نے سیدنا شعیب علیہ السلام کی بکریوں کو پانی پلایا تو سیدنا شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں میں سے ایک نے اپنے والد محترم کو یہ مشورہ دیا:

﴿يَآبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ﴾ (1)

ترجمہ: اے (میرے) والد گرامی! انہیں اپنے پاس اُجرت پر رکھ لیں بے شک بہترین شخص جسے آپ مزدوری پر رکھیں وہی ہے جو طاقت ور، امانت دار ہو۔

1۔ سورۃ القصص 28 : 26

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((من استعملناه علی عمل فرزقناه رزقا فما أخذ بعد ذلک فھو غلول)) [1]

ترجمہ: جس کسی کو ہم کسی کام کے لئے مقررہ تنخواہ (اُجرت) پر متعین کریں اور وہ اپنی اُجرت سے زیادہ (کسی بھی ذریعہ سے) لے گا تو وہ غبن ہو گا۔

اسی طرح کسی محنت کش کو یہ روا نہیں کہ وہ بلا کسی حقیقی یا شرعی عذر کے کام کو ادھورا چھوڑ دے یا معاہدہ کے بعد اس میں غلو کرے اور بلاوجہ مشاہرہ، مزدوری یا اُجرت میں اضافہ کا مطالبہ کرنا شروع کر دے اور اگر مطالبہ پورا نہ ہو تو کام چھوڑ کر بھاگ جائے۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک درزی کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اے درزی! پسر مردہ مائیں تیرے سوگ میں بیٹھیں۔ مضبوط سلو، ٹانکے اچھے لو اور گھنی سلائی کرو کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: اللہ سبحانہ و تعالیٰ قیامت کے دن خیانت کرنے والے درزی کو اس عالم میں اٹھائے گا کہ وہ لباس جو اس نے دنیا میں سلا ہے اور اس میں خیانت کی ہے اس کے تن پر ہو گا۔ باقی بچے ہوئے ٹکڑوں سے پرہیز کرو کہ لباس کا مالک اس کا زیادہ حق دار ہے۔ انہیں اپنے لئے محفوظ نہ رکھو۔" [2]

1۔ المستدرک، حدیث: 147

2۔ تذکرۃ الخواص، امام جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن بن جوزی البغدادیؒ (م 597ھ)، المکتبۃ الحیدریہ، نجف اشرف، 1383ھ، ص: 116-117

فصل سوم: عصر حاضر میں بہبود محنت کشاں کی منصوبہ بندی

عصر حاضر میں مختلف این.جی اوز بہبود محنت کشاں کے وسیع منصوبوں پر کام کر رہی ہیں۔ مغربی اقوام کے فلاح و بہبود کے منصوبوں کے پیچھے ہمیشہ طلبِ جاہ، شہرت، پروپیگنڈہ اور نام و نمود کے جذبات کام کرتے رہے ہیں جنہوں نے انہیں محنت کشوں کی فلاح کی طرف مائل کیا۔ لیکن اُمت اسلامی کے پیش نظر فلاح و بہبود کے تمام کاموں میں صرف رضائے الٰہی ہی مقصود رہا ہے۔ اسی حوالے سے سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی زندگی ایک بہترین نمونہ ہے جس نے اپنی تمام دولت کو فلاح و بہبود کے کاموں میں خرچ کر دیا اور موجودہ مصر اور شام کے علاقوں کو رفاہِ عامہ کے اداروں، مساجد، مدارس اور سراؤں سے بھر دیا تھا لیکن ان میں سے کسی ایک کو بھی اپنے نام سے موسوم نہ کیا۔[1] اسی نقطۂ نظر کی وضاحت اسلامی تاریخ میں قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے اپنے کردار سے کی۔ منصوری ہسپتال کا وقف نامہ ایک تاریخی دستاویز ہے جو بہبود کے پس پردہ محرکات کی وضاحت کرتا ہے۔ کارہائے خیر کے سلسلے میں خالص رضائے الٰہی کا یہ وہ اونچا معیار ہے جس میں حظِ نفس کا شائبہ تک نہیں ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی لکھتے ہیں:

> "موجودہ دور میں مغربی اقوام، اجتماعی اداروں کے ذریعے اجتماعی ضروریات پوری کرنے کے معاملے میں بلندیوں تک جا پہنچی ہیں لیکن وہ خالص رضائے الٰہی کی خاطر انسانی ہمدردی کے اس اونچے مقام تک نہیں پہنچ سکیں جس تک اپنے دور عروج اور شوکت میں اُمت مسلمہ جا پہنچی تھی۔ بلکہ مغربی اقوام تو انسانی ہمدردی کا وہ مقام بھی حاصل نہیں کر سکیں جو اپنے دور اضمحلال و انحطاط میں اُمت مسلمہ کو حاصل تھا۔"[2]

بہبود محنت کشاں میں جائز ذرائع کا استعمال:

اسلام یہ قطعاً پسند نہیں کرتا کہ انسانی خدمت کے لئے ایسے ذرائع استعمال کئے جائیں جو باطل ہوں۔ ایسی خدمت اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا﴾[3]

1۔ حیات صلاح الدین ایوبیؒ، سراج دین احمد، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، 2009ء، ص:77

2۔ اسلامی تہذیب کے درخشاں پہلو، ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ص:188

3۔ سورۃ البقرۃ:2/ 219

ترجمہ: پوچھتے ہیں: شرب اور جوئے کا کیا حکم ہے؟ کہو: "ان دونوں چیزوں میں بڑی خرابی ہے۔ اگرچہ ان میں لوگوں کے لئے کچھ منافع بھی ہیں، مگر ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔

اس آیت کریمہ نے اسلامی شریعت کا یہ مزاج واضح کر دیا کہ جو چیزیں اخلاقی اعتبار سے مضر ہیں اگر ان سے کوئی فائدہ بظاہر بنی نوع انسان کو پہنچنا بھی ہو یا پہنچایا بھی جا سکتا ہو جب بھی ان کے ضرر کے پہلو کے غلبہ کے سبب اسلام میں ان سے احتراز ہی واجب ہے۔[1] مثال کے طور پر کسی جگہ لوگ لاٹری ڈالیں تاکہ اس سے ایک شاندار مسجد تعمیر کریں یا فلم اسٹاروں کا ایک امدادی شو منعقد کریں تاکہ اس کے ٹکٹ فروخت کر کے مصیبت زدہ محنت کشوں کی مدد کریں۔ بظاہر یہ نیکی کے کام ہیں لیکن اسلام نے اس نیکی کو جائز قرار نہیں دیا کیونکہ اس نیکی کے پردے میں جو بدی پرورش پاتی ہے وہ اس نیکی سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

بہبودِ محنت کشاں دین کا ایک شعبہ ہے، کُل دین نہیں:

اسلام اعتدال پسند دین ہے۔ افراط و تفریط سے یہ فرد اور معاشرہ دونوں کو پاک دیکھنا چاہتا ہے۔ اُمت وسط اعتقادی اور عملی دونوں جہتوں سے میانہ رو ہے۔ اسی تناظر میں یہ بات بھی درست ہو گی کہ محنت کشوں کی فلاح و بہبود دین اسلام کے مختلف شعبہ جات میں سے ایک شعبہ ہے کُل دین نہیں۔ بلاشبہ اس کا مقام اور اجر بہت زیادہ ہے لیکن دین کے دوسرے تقاضوں کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ اس حوالے سے جلال الدین عمری لکھتے ہیں:

> "اسلام کی بنیاد عقائد کی بنیاد اعمال صالحہ پر ہے لیکن تمام اعمال صالحہ ایک ہی درجہ اور ایک ہی حیثیت کے نہیں ہیں۔ ان میں سے بعض زیادہ اہمیت کے حامل ہیں اور بعض کی اہمیت نسبتاً کم ہے۔ بعض ارکانِ دین ہیں، بعض ضروری اور بعض پسندیدہ سمجھے گئے ہیں، بعض کو صرف جواز کا درجہ حاصل ہے۔ مگر بعض لوگوں نے اس معاملے میں غیر متوازن رویہ اپنایا ہے اور ان کے نزدیک خدمت ہی مذہب کی روح اور اس کی اصل غرض و غایت ہے۔"[2]

حقیقت یہ ہے کہ دین کے بہت سے تقاضے ہیں ان میں سے ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ محنت کش و مزدور کی فلاح و بہبود کے لئے جدوجہد کی جائے لیکن اسے انجام دے کر کوئی شخص دین کے دوسرے تقاضوں سے سبک دوش نہیں ہو جاتا۔ دین اس سے جس وقت جس تقاضے کو پورا کرنے کا مطالبہ کرے اسے پورا کرنا ہو گا۔

1۔ تدبر قرآن، ص:1 / 471

2۔ اسلام میں خدمت خلق کا تصور، سید جلال الدین عمری، ادارہ تحقیق و تصنیف، علی گڑھ، ص:158

پاکستان میں محنت کش کے اوقات روز اوّل ہی سے تلخ رہے ہیں۔ اس کی ساری زندگی دو وقت کی روٹی کے حصول کے لئے سر گرداں رہنے ہی میں بسر ہو جاتی ہے۔ یوں زندگی کی دیگر سر گرمیوں میں اس کا حصہ نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ ہر دور کی حکومت نے محنت کشوں کی فلاح و بہبود کے لئے بلند بانگ دعوے کئے لیکن عملاً کچھ نہیں کیا۔ محنت کش کے شب و روز وہی رہے اور سرمایہ دار کی بنائی ہوئی پالیسیاں اس پر مسلط رہیں۔ گو کہ حکومت نے انٹر نیشنل لیبر آرگنائزیشن (ILO) کے چارٹر پر بھی دستخط کر رکھے ہیں لیکن توحید و رسالت کا اقرار آئی ایل او کے چارٹر پر دستخط کرنے سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے جس کے بعد اسلام کے احکامات کو بجالاتے ہوئے کمزور کی مدد کرنا ہم پر لازم ہو چکا ہے۔ چنانچہ محنت کش کی اُجرت میں اضافہ، اس کے اوقاتِ کار کا منصفانہ تعیّن، اسے بہتر ماحول کی فراہمی اور اس کے خاندان کو تعلیم و صحت کی سہولیات فراہم کرنے سمیت بہت سی مراعات کے ہم پابند بھی ہو چکے ہیں لیکن اس کے باوجود ہمارے محنت کش بدحالی کا شکار ہیں۔ دوسری طرف حکومت اور آجر، محنت کش کی کارکردگی اور ان کے رویے کے حوالے سے تحفظات کا شکار ہیں۔

بہبود محنت کشاں کے مختلف منصوبے:

محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہم نے کتب احادیث میں مختلف ابواب کے تحت احادیث کو جمع کیا، ان میں بعض ابواب ایسے ہیں جو محنت کش اور مفلوک الحال طبقات کی فلاح و بہبود کے مختلف منصوبوں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ درج ذیل عنوانات انسانی معاشرے میں مختلف رشتوں کی پاسداری کا پیغام دینے کے ساتھ ساتھ باہمی پیار و محبت کے فروغ کے لئے کام کرنے کا درس دیتے ہیں۔ اس طرح کے یہ عناوین بھی قابل غور ہیں:

1۔ باب الاصلاح بین الناس
2۔ باب التحذیر من ایذاء الصالحین والضعفۃ والمساکین
3۔ اعانۃ الولد علی البر، النھی عن السباب
4۔ باب رحمۃ الناس
5۔ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق
6۔ باب ماجاء فی البر وحق الوالدین
7۔ بر الوالدین وصلۃ الرحم
8۔ الوصیۃ بالجار

9۔ الاحسان الی الیتیم والارملۃ والمسکین

10۔ مدارۃ الناس

11۔ ملاطفۃ الصغار

12۔ باب اعن اخاک ظالماً او مظلوماً

13۔ باب تحریم الظلم والامر برد المظالم

14۔ کتاب دعوۃ المظلوم

15۔ باب فضل المنیحۃ

16۔ باب تکثیر الایدی علی الطعام

17۔ عزل الاذی عن الطریق

18۔ باب الشفاعۃ

19۔ کتاب اللقطۃ

20۔ باب احیاء الموات والشرب

21۔ باب اوقاف اصحاب النبی ﷺ

22۔ الرفق بالحیوان

یہ صرف چند عنوانات ہیں۔ معاشرے کی ضروریات کا بنظر غائر جائزہ لے کر اور کتب احادیث کی مراجعت سے سینکڑوں دیگر منصوبہ جات کی طرف اشارے بھی مل سکتے ہیں۔ ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی نے اسلامی تہذیب کے زمانۂ عروج میں اسلامی معاشروں میں حکومت اور دیگر اداروں کی طرف سے فلاح و بہبود کے لئے کئے گئے کم و بیش تیس (30) اداروں کی نشاندہی کی ہے۔ زمانۂ قدیم کی طرح ایسے اداروں کے قیام کی آج بھی ضرورت ویسے ہی ہے، اس لئے ان اداروں کی فہرست دی جا رہی ہے۔

- رفاہ عامہ کے اداروں میں پہلا ادارہ مسجد ہے۔ لوگ حصول رضائے الٰہی کے لئے مساجد کی تعمیر میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، یہاں تک کہ سلاطین بھی اس سلسلے میں مساجد کی وسعت اور عظمت میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے تھے۔
- تعلیم و تربیت کے لئے مدارس کا قیام۔

- علاج معالجہ کی سہولیات کے لئے شفاخانوں کی تعمیر۔
- مسافروں کے لئے سرائے اور طعام گاہوں کا اہتمام۔
- نادار محنت کش جو اپنا گھر نہیں بنا سکتے اُن کے لئے مکانات تعمیر کرا دینا۔
- راستوں پر عام لوگوں کو پانی پلانے کی سبیلیں لگانا۔
- بے روزگاروں کے لئے طعام گاہیں بنانا جہاں کھانے کا وسیع اہتمام ہو۔ دمشق مِن تکیہ سلطان سلیم اور تکیہ شیخ محی الدین کی طعام گاہوں کے نمونے اب بھی موجود ہیں۔
- گھاٹیوں میں کنویں کھودنا تاکہ مویشیوں، زراعت اور مسافروں کے کام آسکیں۔ یہ کنویں مکہ اور بغداد کے درمیان اور دمشق اور مدینہ منورہ کے درمیان کثیر تعداد میں تھے۔ ان کے علاوہ اسلامی حکومتوں کے صدر مقامات اور دوسرے شہروں میں بھی اس کثرت سے موجود تھے کہ ان دنوں کسی مسافر کے لئے حالت سفر میں تشنگی سے دوچار ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔
- سرکاری ملازمین بالخصوص سرحدوں کے محافظین کے لئے ایسے ادارے ہوتے تھے جہاں وہ پوری فارغ البالی کے ساتھ رہا کرتے اور تمام ضروریاتِ زندگی بہ سہولت پاتے تھے۔ مثلاً کھانا، کپڑا، اسلحہ کا ذخیرہ اور دوسری ضروریات زندگی۔
- راستوں، پلوں اور گزر گاہوں کی حفاظت اور تعمیر و مرمت۔
- قبرستان کے لئے زمین وقف کرنا۔
- مفلوک الحال لوگوں کی تجہیز و تکفین کے لئے اخراجات کا اہتمام۔
- لاوارث بچوں اور یتیموں کی کفالت کے ادارے۔
- ناکارہ، اندھوں اور عاجزوں کی نگہداشت کے لئے اقامتی ادارے جن میں ان کی تمام ضروریات فراہم کی گئی تھیں مثلاً خوراک، لباس، تعلیم و تربیت وغیرہ۔
- نوجوانوں کے شادی بیاہ کا بندوبست کرنا جن کے لئے اخراجات اور مہر کی رقم ادا کرنا مشکل ہو۔
- ماؤں کو شکر اور دودھ فراہم کرنے والے ادارے۔ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے ایسا ادارہ قائم کیا تھا کہ مائیں ہفتے میں دو بار آتیں اور اپنے بچوں کے لئے بقدر ضرورت دودھ اور شکر لے جاتیں۔

- بعض ادارے صرف اس مقصد کے لئے بنائے گئے جو ان بچوں اور غلاموں کو مٹی کے برتن فراہم کرتے تھے جو ان سے گھر جاتے وقت راستوں میں ٹوٹ جاتے تھے۔ یہ لوگ ایسے اداروں میں آتے اور ٹوٹے برتنوں کے بدلے نئے لے جاتے اور گھر والوں کو معلوم ہی نہ ہو تا کہ انہوں نے کوئی غلطی کی ہے۔
- بیمار حیوانات کے لئے علاج اوران کو چارے کی فراہمی کے لئے اقدامات۔

پالیسی ساز ادارے اور بہبود محنت کشاں:

اسلامی اقتصاد کی اہم ترین بنیادوں میں سے ایک پالیسی ساز ادارے ہیں۔ ذیل میں مزدور لیڈر شپ اور ٹریڈ یونینز کے لئے لائحہ عمل پیش کیا جاتا ہے جو مزدور پالیسی کو اسلامی بنانا چاہتی ہیں۔

- مزدور قیادت کے لئے ایسے افراد کا انتخاب کیا جائے جو حکومت اور بیورو کریسی کے سامنے اور سرمایہ داروں کے روبرو مزدوروں کی صحیح ترجمانی کر سکیں۔ مزدور قائدین کو ترجیحاً درج ذیل اقدامات کرنے ہوں گے:
- پاکستان میں جتنے لیبر قوانین ہیں ان پر حقیقی معنی میں عمل درآمد کروانا۔
- سوشل سیکیورٹی کے ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں کی حالت اور ادویات کی فراہمی اور علاج معالجے کے نظام کو درست کرانااور جعلی ادویات کی فراہمی کو رکوانا۔
- ویلفئیر بورڈ کی اسکیموں کا کماحقہ اجرا کرانا۔
- بیواؤں اور یتیموں کے واجبات فوری ادائیگی کا اہتمام کرانا۔
- محنت کشوں کے لئے مجوزہ فلیٹوں کی اسکیم کی فوری تعمیر اور ان کو محنت کشوں کے حوالے کرنا۔
- لیبر ڈیپارٹمنٹ کو کرپشن نے پاک کرنااور ای اوبی آئی کی پنشن کا تعیّن اور نیافارمولا تشکیل دینا۔

اگر محنت کشوں کے یہ نمائندگان درج بالا تمام مسائل میں بہتری لائیں گے تو آج اگر ان پر تنقید کی جارہی ہے تو کل انہیں خراج تحسین بھی پیش کیا جائے گا۔

مزدور لیڈر شپ اور بہبود محنت کشاں:

☆......لیبر قوانین اور پالیسیوں کی مسلسل اصلاح اور نبی کریم ﷺ کی عطا کردہ مزدور پالیسی کے مطابق ان کی تشکیل نو کے لئے منظم جدوجہد کریں تاکہ محنت کش ومزدور کی زندگی میں آسودگی آئے۔

☆......مزدور لیڈر شپ کو بالعموم جس قسم کے چیلنجز اور مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، ان کا مقابلہ صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو مستقل مزاجی کے ساتھ راہِ راست پر چلنے والا، دیانت، امانت اور حق گوئی کا پیکر ہو۔ اگر مزدور قائدین صحیح سوچ اور

فکر، اچھی منصوبہ بندی اور وقت کے درست استعمال اور ہر قسم کے بخل سے نجات حاصل کر کے اپنی ذمہ داریوں کو نبھائیں گے تو ملک کا تمام محنت کش طبقہ ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو سکتا ہے۔

☆...... شدت پسندی کی بجائے اعتدال پسندی کا رحجان اپنائیں، تا کہ ملک سے ہڑتالوں کا کلچر ختم ہو اور باہمی مذاکرات کے ذریعے تمام مسائل حل کیے جائیں، اس طرح مثبت اور تعمیری رول ادا کرنے پر توجہ دی جائے۔

☆...... نظریاتی اعتبار سے ملک کی اکثر ٹریڈ یونینز تحریک اشتراکیت کے نرغے میں ہیں۔ مزدور لیڈرشپ اور ٹریڈ یونین قائدین کی سوچ اور مثبت طرزِ عمل حکومت، آجروں، معاشرے کے رویوں میں اور پورے نظام میں خوشگوار تبدیلی کا باعث بنے گا۔

☆......ملک کے اندر ایسی سیاسی جماعتوں کی حمایت کریں جو رائج سرمایہ دارانہ نظام کے مقابلے میں عدل و انصاف اور احسان پر مبنی اسلامی نظام کے لئے اخلاص کے ساتھ جدوجہد کر رہی ہوں۔

☆......تنازعات کے حل کے لئے باہمی مذاکرات کو ترجیح دی جائے اور ہمیشہ حق کا ساتھ دیا جائے۔ اگر حق مزدور کے ساتھ ہے تو اس کی حمایت کی جائے اور اگر آجر کے ساتھ ہے تو اس کا ساتھ دیا جائے۔

☆......اکثر محنت کشوں کا علمی معیار مطلوبہ سطح سے نیچے ہے، اُن کے علمی معیار اور استعداد کار کو بہتر بنانے کی کوشش کی جائے، معیاری تربیتی پروگرام ترتیب دیئے جائیں، ہر سطح پر اچھی لائبریریاں قائم کی جائیں اور تمام محنت کشوں میں بالعموم اور مزدور قائدین میں بالخصوص کتب بینی کا ذوق پیدا کیا جائے۔

☆......اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ مقامی آجر ملک میں انسانی وسائل کی ترقی پر خصوصی توجہ دیں اور اس مقصد کے لئے اپنی آمدنی کا ایک مناسب حصہ اس کام کے لئے مختص کریں۔

☆......روزافزوں گلوبلائزیشن کے نتیجے میں چونکہ حکومتوں کا کردار کم ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ مقامی طور پر کام کرنے والے سماجی اداروں اور ان کے اقداری نظاموں کو پوری طرح کام کرنے کا موقع ملے تا کہ وہ معاشرے کے اجتماعی مفادات کا کماحقہ تحفظ کر سکیں۔

☆...... خواتین اور نوجوان بھی چونکہ یونین کے ممبران ہوتے ہیں لہٰذا ان کے مسائل کو زیادہ اہمیت اور توجہ دینے کی ضرورت ہے اور ان کو مردوں کے مقابلے میں

سرمایہ دار اور بہبود محنت کشاں:

☆...... امیر لوگ اپنی طاقت و قدرت کے مطابق سکول، کالج اور فنی تعلیم کے ادارے مفت کھولیں تا کہ غریب اور متوسط لوگوں کے بچوں کو مفت تعلیم حاصل کرنے کے مواقع میسر آسکیں اور اس اقدام سے علمی میدان میں پائی جانے والی خرابیوں کو ختم کرکے اس کی حفاظت کی جاسکتی ہے۔

☆...... امیر لوگوں کو فقیر اور متوسط طبقے کے لئے ایسے مفت ہسپتال بنانے چاہئیں جن میں تمام جدید طبّی سہولیات کے مطابق علاج ہو۔

☆...... امیر طبقے کو رہائشی مکانات بنانے چاہئیں اور ان کو متوسط اور غریب لوگوں کر آسان قسطوں پر بیچ دینا چاہیئے یا ان رہائشی مکانات کو سستے کرایوں پر دینا چاہیئے تا کہ ان کے رہائشی مسائل حل ہوں اور ان کے لئے زندگی گزارنا آسان ہو جائے۔

☆......امیر طبقہ کو ایسی امدادی سوسائٹیز تشکیل دینی چاہئیں جو مستحق لوگوں کو قرضِ حسنہ فراہم کریں تا کہ ان کی معاشرتی ضروریات پوری ہو سکیں، اسی طرح ان کو چھوٹی صنعتیں قائم کرنی چاہئیں جو عاشی لحاظ سے پسماندہ، غریب اور بے روزگار لوگوں کی آمدنی کا ذریعہ بن جائیں۔

اس وقت وطن عزیز پاکستان میں سرمایہ دار اور محنت کش طبقات افراط و تفریط کی ناہمواری کے مظہر ہیں۔ ایک طرف بڑے زمیندار، جاگیر دار، بیورو کریٹس، صنعت کار کی آمدنیاں اوجِ ثریا تک پہنچی ہوئی ہیں، جس میں مزید کی خواہش رہتی ہے۔ دوسری طرف محنت کش و مزدور کی آمدنی نہایت حقیر ہے لیکن صنعت کاروں کے نزدیک یہ بھی زیادہ ہے کہ اس سے ان کے منافع میں کمی آتی ہے۔

مفکرِ پاکستان علامہ محمد اقبالؒ اس نظام کو سرابِ رنگ و بو اور قفس سے مشابہ قرار دیتے ہیں۔1926ء میں پنجاب لیجسلیٹو کونسل میں منتخب ہونے پر انہوں نے اسمبلی میں پرزور انداز سے واضح کیا کہ:

> "امیر و غریب کی آمدنیوں میں فرق کم کرنا معاشرے کے استحکام اور ملکی ترقی کے لئے بے حد ضروری ہے۔ اگر اربابِ علم و اختیار نے جلدی توجہ نہ کی تو لینن کی طرح کا کوئی شخص معاشی ظلم اور ناانصافی کے روزِ مکافات کے لئے ظہور پذیر ہو جائے گا۔"

اہلِ خرد کی آگہی کے لئے اقبالؒ کا یہ شعر پیشگی اطلاع کا حامل ہے:

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملّت کے گناہوں کو معاف

حکومت اسلامی اور بہبود محنت کشاں:

اسلامی اقتصاد کی اہم ترین بنیادوں اور اصلی ستونوں میں سے ایک قومی نگرانی و حکومت اسلامی ہے۔ تمام اقتصادی و غیر اقتصادی قوانین اس قومی نگرانی اور اسلامی حکومت کے بغیر ناقص ہیں۔ ذیل میں حکومت کے لئے بہبود محنت کشاں کے لائحہ عمل کا مختصر تذکرہ پیش کیا جاتا ہے:

☆...... معاشی طبقاتی تفاوت جو حکومتی کارکنوں کے مابین پائی جاتی ہے، اس کو ختم کیا جائے اور معاشرے کے تمام افراد کی عزت و تکریم کا خیال رکھا جائے اور یہ کام زندگی کے تمام شعبہ جات میں ہونا چاہیئے۔

☆...... صوبوں میں محنت کشوں سے تعلق رکھنے والے اداروں کی گورننگ باڈیز باصلاحیت اور حقیقتاً نمائندہ افراد پر مشتمل ہونی چاہئیں۔

☆...... صنعتی و زرعی سیکٹرز اور حکومتی و پرائیویٹ دفاتر سے حاصل ہونے والے منافعوں کو تقسیم کیا جائے تاکہ ہر کام کرنے والا اپنے خاندان کے حقوق اچھے طریقے سے ادا کر سکے اور کام کرنے والا محنتی طبقہ اقتصادی مصائب کی چکی میں نہ پستا رہے۔

☆...... ٹیکس کے نظام میں منصفانہ تبدیلی لائی جائے تاکہ ہر شخص ٹیکس ادا کرے اور کوئی شخص ناجائز سرمایہ اکٹھا نہ کر سکے۔ اس کے علاوہ جو چیز اقتصادی تباہی کا سبب بنتی ہے وہ یہ ہے کہ جب لوگوں پر ٹیکس لاگو کیا جاتا ہے تو اس وقت وہ ٹیکس سے بچنے کے لئے ناجائز طریقے استعمال کرتے ہیں جس کی وجہ سے حکومتی خزانہ خالی رہتا ہے۔ اس رویے کا سدّباب کیا جائے۔

☆...... حکومتی دفاتر میں غیر ضروری اخراجات کو کم کیا جائے اور کارکنوں کے حقوق کی ادائیگی کے لئے سہولیات دی جائیں تاکہ حرام مال کھانے اور رشوت کے مواقع کم ہو جائیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جب قومی سطح پر کارکنوں کے احوال کی اصلاح ہو جاتی ہے تو چھوٹے کارکنوں کے احوال کی اصلاح خود بخود ہو جاتی ہے۔ جب اس طرز پر کام کیا جائے گا تو عوام کے لئے اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے بہت زیادہ مال بچ جائے گا اور خسارے کے امکانات کم ہو جائیں گے۔

☆...... ایسے قوانین بنائے جائیں جن کے ذریعے ایسے عناصر کو سخت سزا دی جائے جو سمگلنگ، جوا، سٹہ بازی اور ڈرگ مافیا وغیرہ میں ملوّث ہیں اور یہ قوانین اقتصادی حالت کو مزید بہتر کریں گے۔

☆...... حکومت وقت کا فرض ہے کہ وہ ایسے قوانین وضع کرے جو محنت و اُجرت میں توازن پیدا کریں تا کہ ملک میں معاشی ترقی و خوشحالی ہو اور محنت کش طبقہ بھی امن و سکون کی زندگی بسر کر سکے۔ اس سلسلے میں درج ذیل اقدامات مستحسن ہوں گے:

- ملوں اور کاروبار کے منافع میں مزدوروں کا حصہ
- سالانہ ایک یا دو بونس
- بہترین کارکردگی پر انعام و اکرام
- ہر شعبۂ زندگی مثلاً صحت، رہائش، تعلیم اور اکتساب ہنر وغیرہ میں محنت کش کی کفالت

محنت کشوں کے اخلاقی و قانونی حقوق کا خیال رکھا جائے جو حقیقت، عقل و دانش، انصاف اور صداقت پر مبنی ہیں۔ اس ضمن میں درج ذیل اقدامات مستحسن ہوں گے:

- رعایتی قیمتوں پر اشیائے خوردنی و دیگر ضروری اشیائے صرف فراہم کرنے کے لئے خصوصی سٹورز کا قیام۔
- سستی رہائش کی فراہمی یا ادارے کی طرف سے مفت رہائش کی سہولت۔
- مزدور طبقہ کے معیارِ زندگی کو بہتر بنانے اور غربت کے خاتمے کے لئے غور و فکر اور عملی اقدامات کرنا۔
- ورکرز سیکورٹی منسٹری (وزارت برائے تحفظِ محنت کشاں) کا قیام۔
- محنت کشوں کے بچوں کی تعلیم کا انتظام و انصرام۔
- صحت کے مراکز، ہسپتال اور ان میں ادویات کی فراہمی۔

☆...... محنت کش و مزدور کو جتنے حقوق اسلام نے دیئے ہیں کسی اور مذہب نے نہیں دیئے۔ عصر حاضر میں ضرورت اس بات کی ہے کہ محنت کشوں کے لئے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں قانون سازی کو ممکن بنایا جائے۔

☆...... حکوت بین الاقوامی سطح پر ایک ایسی مزدور تحریک کی داغ بیل ڈالے اور اسے فروغ دے، جو دُنیا میں نبی کریم ﷺ کی مزدور پالیسی کو کماحقہ متعارف کرا سکے، اور اس تنظیم کا ہیڈ کوارٹر پاکستان میں قائم کیا جائے۔

☆...... مختلف ممالک میں اس مزدور تحریک کے اجلاس منعقد ہوں جہاں اساتذہ، ماہرین معاشیات اور دیگر دانشور شرکاء معاشرتی، معاشی اور لیبر مسائل جیسے موضوعات پر اپنا نقطۂ نظر پیش کریں۔ نیز طے شدہ موضوعات پر ضروری لٹریچر تیار کیا جائے۔

☆...... محنت کشوں کی مختلف بین الاقوامی تنظیموں کے ساتھ روابط رکھے جائیں۔ مکمل مشاورت کے بعد اور اپنے تہذیبی اقدار کے تحفظ سے مشروط آئی ایل او کنونشنز کی توثیق کے سلسلے میں آگاہی بہم پہنچائی جائے۔

☆...... پیداوار میں اضافے، محنت کشوں کی تعلیم وتربیت اور اسی قسم کے دوسرے ترقیاتی مقاصد کے حصول کے لئے ٹریڈ یونینز کو مؤثر مدد کی ضرورت ہے اور ہر حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کا اہتمام کرے۔

☆...... محنت کشوں کی عصری تعلیم وتربیت کے لئے تعلیمی اداروں کی بنیاد رکھی جائے۔ نیز حکومت کی ذمہ داری ہے کہ پیداوار میں اضافے اور محنت کشوں کی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے ٹریننگ بورڈز قائم کرے اور ان کے کام کی باقاعدہ نگرانی کا انتظام بھی کیا جائے۔

☆...... حکومت اسلامی کو چاہیئے کہ اس بات کو یقینی بنائے کہ ملک میں سرمایہ کاری کرنے والی بین الاقوامی کمپنیاں مقامی قوانین کا پورا احترام کریں اور مقامی محنت کشوں کو حقیقی معنوں میں اپنے وسائل میں شامل کریں۔ نیز زراعت اور انفارمل سیکٹر کے محنت کشوں کی تنظیم سازی کے لئے مطلوبہ افرادی قوت اور وسائل مہیا کئے جائیں۔

☆...... بیرون ملک کام کرنے والے محنت کش بدترین استحصال کا شکار ہیں، اُن کے حقوق کے تحفظ کے لئے کوئی بین الاقوامی فورم نہیں۔ ان کے حقوق کے تحفظ، استحصال کے خاتمے اور عدل کے قیام کے لئے حکومت کو ترجیحی بنیادوں پر اپنی پالیسی مرتب کرنا ہوگی۔

☆...... محنت کشوں میں اخلاقی اقدار بیدار کی جائیں۔ موجودہ دور میں محنت کش اخلاقی قوت سے محروم ہوگئے ہیں، کیونکہ سرمایہ دارانہ اور سوشلسٹ نظام کی بنیاد مادہ پرستی پر ہے۔ لہٰذا اُن کی دینی تعلیم وتربیت کا فوری انتظام کیا جائے، تاکہ ان میں اسلامی فکر اور سوچ پیدا ہو اور وہ قرآن اور احادیث کے مطالب سے آگاہ ہوں۔ نیز اُنہیں فروعی اختلافات سے بچا کر دین کی بنیادی باتیں سکھائی جائیں۔

☆...... حکومتِ اسلامی کا فریضہ ہے کہ وہ معاشرے میں بالعموم اور مالک و مزدور کے درمیان بالخصوص عدالت اجتماعی قائم کرے، سُوءِ استفادہ کی روک تھام کرے، محنت کشوں کو اُجرت کا تحفظ فراہم کرے، نرخ پر نگاہ رکھے، عمر رسیدہ اور نادار محنت کشوں کی کفالت کرے اور ان کی سطح زندگی کو دیگر لوگوں کی سطح زندگی کے برابر لانے اور اس توازن کو بحال کرنے کی کوشش کرے۔

☆...... حکومتِ اسلامی ہر اس شخص کو مستغنی سمجھے جو محنت مزدوری کرنے پر قادر ہو، اور ایسے شخص کو بیت المال سے استفادہ کرنے کی اجازت ہرگز نہ دی جائے۔ اگر وہ اس کے باوجود بیت المال سے فائدہ اٹھائے تو غبن کنندہ شمار ہو گا۔ بنا بریں سست پروری اور بیکاری کے خلاف ملک گیر مہم کا آغاز کیا جائے۔

☆...... نبی کریم ﷺ کی مزدور پالیسی کے نفاذ کے لئے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس بات کی نگرانی کرے کہ نافذ کردہ قوانین پر عمل درآمد ہو رہا ہے یا نہیں۔ اس مقصد کے لئے "مزدور نگران" محکمہ بھی قائم کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی حکومت تمام طبقات اور معاشرے کے کاروبار اور مصروفیات پر نگاہ رکھے اور ہر ایسی کارروائی کا مقابلہ کرے جس سے قوم کے اقتصاد کو نقصان پہنچتا ہو۔

☆...... ہمارے مسائل کا حل اس طرزِ حکمرانی میں پوشیدہ ہے جس کا نمونہ نبی کریم ﷺ نے پیش فرمایا تھا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ لیبر قوانین کی ضرورت کا احساس کیا جائے اور تعلیمات نبوی کی روشنی میں انہیں عام فہم، سادہ اور مؤثر بنایا جائے تاکہ آجر اور مزدور کے مابین اعتماد کی فضا بحال ہو اور ملکی معیشت ترقی کرے۔

☆...... آج کل عہدوں اور ملازمتوں کے لئے دوسری صلاحیتوں اور ڈگریوں کو تو دیکھا جاتا ہے مگر دیانت وامانت کی طرف توجہ نہیں کی جاتی، اسی کا نتیجہ ہے کہ رشوت خوری، اقرباپروری، کام چوری، احساسِ ذمہ داری کے فقدان اور طرح طرح کی بدعنوانیوں کے باعث ہماری صنعت و تجارت اور سرکاری اداروں میں کارکردگی کا کوئی معیار باقی نہیں رہا۔ پاکستانی تجارت دُنیا بھر میں ناکامی کا سامنا کر رہی ہے۔

اس طرح غریب محنت کشوں کو امیر طبقہ کے اموال میں شریک کیا جا سکتا ہے اور اس سے اموال صرف ایک طبقہ کے ہاتھ میں مرتکز نہیں ہوں گے بلکہ زیر دستوں کی ضروریات بھی پوری ہوتی رہیں گی۔ یہ تمام امور اسلامی احکام کے مطابق ہیں جن سے معاشی اور معاشرتی ترقی یقینی ہے۔

☆...... محنت کشوں کی فلاح و بہبود کے لئے اگر حکومت، مزدور انجمنیں اور این جی اوز واقعی مخلص ہیں تو عملی بنیادوں پر ان قوانین کو نافذ کرنے کے لئے جدوجہد کریں جو کہ مزدور پالیسیوں میں مرقوم ہیں۔ قانون کی روح اس کا نفاذ ہے۔ قانون جب تک نافذ نہیں ہو جاتا اس وقت تک وہ بے جان جسم کی مانند ہوتا ہے۔

محنت کشوں کی فلاح و بہبود کے سلسلے میں اپنے اصولوں، اقدار اور اہداف کے اعتبار سے اسلام آج بھی مکمل طور پر قابلِ عمل ہے بشرطیکہ مسلمان ان جامع اور ہمہ گیر اصولوں اور اہداف کی پابندی کریں۔ انہیں اسلام کے دورِ اوّل سے متعلق اپنے فہم کو از سرِ نو مرتب کرنا اور اس کے مطابق مربوط طریقہ پر اسلام کے نظام بہبود محنت کشاں کا تجربی اسلامی

مطالعہ (Empirical Islamic Study) کرنا چاہیئے۔ اسی صورت میں اسلامی حکومت، مزدور لیڈر شپ، ٹریڈ یونینز، آجر اور اجیر، اپنی اُمّت، بحیثیت مجموعی انسانیت اور اسلام کی خدمت کے لئے متبادل کامیاب روشِ عمل کا حقیقی تعین کر سکیں گے اور معاشرہ ان برکات کا مظہر بن سکے گا جو اللہ تعالیٰ کے عطا کئے گئے نظام کا لازمی نتیجہ ہیں۔ اشاد رباری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾[1]

ترجمہ: اور اگر ان بستیوں کے باشندے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے (حق کو) جھٹلایا، سو ہم نے انہیں ان اعمال (بد) کے باعث جو وہ انجام دیتے تھے (عذاب کی) گرفت میں لے لیا۔

سرمایہ دار محنت کش تعلقات کی اسلامی بنیادیں

سرمایہ دار اور محنت کش صنعتی گاڑی کے دو پہیے ہیں جن کے خوشگوار ربط و تعلق پر معاشی زندگی کا انحصار ہے۔ ان کے تعلقات صنعتی معاشیات کا اہم موضوع ہیں۔ اس وقت دُنیا میں سرمایہ دارانہ نظام پوری انسانیت کو شکنجۂ جبر و استبداد میں گرفتار کر چکا ہے۔ اس کے ظلم کی وجہ سے صنعتی تعلقات کی ناخوشگواری ایک تنازعہ کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ یہ آویزش جس نے سرمایہ دار اور محنت کش کو ایک دوسرے کے مقابلے میں لا کھڑا کیا ہے دُنیا میں بڑے بڑے انقلابات کو جنم دے چکی ہے، مگر آج دُنیا ایسے نظام کی راہ دیکھ رہی ہے جو صنعتی گاڑی کے ان دونوں پہیوں کو متحارب ہونے کی بجائے معاون بنادے اور انسانیت کا تحفظ کر سکے۔ وہ نظام رسول کریم ﷺ کا متعین کردہ نظام بہبودِ محنت کشاں ہے۔ زندگی کی آخری سانسوں میں بھی جن کو محنت کشوں کے حقوق کا کس قدر احساس تھا۔ اس کا اندازہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ہوتا ہے کہ وفات سے قبل آپ ﷺ کی زبان اطہر پر یہ الفاظ تھے:

((الصلوۃ الصلوۃ وما ملکت ایمانکم))[2]

ترجمہ: نماز کا خیال رکھو، نماز کا خیال رکھو اور ان لوگوں (کے حقوق) کا جو تمہارے زیر دست ہیں۔

1۔ سورۃ الاعراف: 96/7

2۔ صحیح سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی ذکر مرض رسول اللہ ﷺ، حدیث: 1625

قرآن کریم اور اُسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں سرمایہ دار اور محنت کش میں تعلقات کا ایسا جامع اور مثالی نمونہ تشکیل دیا جا سکتا ہے جو صنعتی دُنیا کو امن و سکون سے ہمکنار کر دے۔ عصر حاضر میں سرمایہ دار اور محنت کشوں میں تنازعات کا گہری نظر سے جائزہ لیا جائے تو چند اہم وجوہات سامنے آتی ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ سرمایہ دار کا احساسِ برتری

2۔ محنت کش کا کم تر درجہ

3۔ خیر خواہی سے عاری ذہنیت

4۔ خود غرضی پر مبنی ذہنیت

5۔ حقوق کا مطالبہ اور فرائض سے رُوگردانی

6۔ غیر منصفانہ اُجرت وغیرہ

سرمایہ دار اور محنت کش کے تعلقات کی حیثیت بنیادی طور پر باہمی انسانی تعلقات کی ہے اور باہمی انسانی تعلقات کو اسلام اخلاقی بنیادوں پر استوار کر کے ایک دوسرے کے حقوق و فرائض کی ادائیگی کا شعور دیتا ہے۔ ذیل میں سرمایہ دار اور محنت کش میں تعلقات کا اسلامی تصور پیش کیا جاتا ہے:

ا۔ اخلاص:

محنت کشوں کی خدمت جاہ طلبی کے لئے نہ ہو بلکہ مقصود و مطلوب رضائے الٰہی ہو۔ اس خدمت کے بعد نہ احسان جتلایا جائے اور نہ ہی ضرورت مند کو ذلیل و رسوا کیا جائے۔ خرچ کرنے والوں کی یہ خوبی قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان کی ہے:

﴿ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾[1]

ترجمہ: جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر اُس کے بعد نہ تو احسان جتاتے ہیں نہ ایذا دیتے ہیں، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے ان پر نہ تو کچھ خوف ہے نہ وہ اُداس ہوں گے۔

1۔ سورۃ البقرۃ:2/ 262

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کا مقصد صرف یہ نہیں کہ انفاق ادب و احترام سے اور احسان جتلائے بغیر ہو بلکہ بعد ازاں بھی احسان نہیں جتلایا جانا چاہیئے۔ یہ امر اسلام کی انتہائی عمیق نظری اور انسانی خدمات میں خلوص کا پتہ دیتا ہے۔ امام جعفر بن محمد الصادقؒ سے مروی حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

((من اسدٰی الیٰ مومن معروفاثم اذاہ بالکلام او من علیہ ابطل اللہ صدقتہ))[1]

ترجمہ: جو بھی کسی بندہءِ مومن پر احسان کرے پھر اپنی باتوں سے اُسے اذیت پہنچائے یا احسان جتلا تا رہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے صدقے کو باطل قرار دیتے ہیں۔

توجہ رکھنی چاہیئے کہ احسان جتلانا اور اذیت پہنچانا جو انفاق کی عدم قبولیت کا سبب ہیں فقرا اور مساکین سے مخصوص نہیں بلکہ عمومی اور اجتماعی کاموں مثلاً اللہ کی راہ میں جہاد کرنا یا فلاح و بہبود کے کام جن میں مال خرچ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، کے بجالانے میں بھی اس امر کو ملحوظِ نظر رکھنا چاہیئے۔

۲۔ اخوت:

اسلام مسلم آجر اور مسلم اجیر کو بھائی بھائی قرار دیتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَةٌ﴾[2]

ترجمہ: مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اسی طرح رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((اخوانکم خولکم جعلھم اللہ تحت أیدیکم))[3]

ترجمہ: تمہارے ماتحت کام کرنے والے تمہارے بھائی ہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔

اسی اخوت کی بنیادوں کو مضبوط کرتے ہوئے آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

((المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدیہ))[4]

ترجمہ: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

1۔ مجمع البیان، ص: 1 / 377

2۔ سورۃ الحجرات: 54 / 10

3۔ صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المعاصی من امر الجاھلیۃ، حدیث: 30

4۔ تجرید الجامع الصحیح البخاری، کتاب الایمان، ص: 71

((لا یو من احد کم حتی یحب لا خیہ مایحب لنفسہ))[1]

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

اسلامی معاشرے کی بنیاد ایمان اور جذبہ ءاخوت ہے۔ اسی جذبہ ءِاخوت کو آجر اور اجیر کے تعلقات میں تعاون کی شکل دینی چاہیئے۔ سرمایہ و محنت کو تصادم کے مقام سے ہٹانے کے لئے ضروری ہے کہ محنت کش سے اس طرح معاملہ کیا جائے کہ وہ دلی طور پر مطمئن ہو۔ کام سے اس کی دلچسپی بڑھے۔ اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اسے استعمال نہ کیا جائے۔ آجر اگر محنت کش کو بھائی سمجھتے ہوئے اس کی ضروریات کا اس طرح خیال رکھے گا جس طرح اپنی ضروریات کے لئے فکر مند ہوتا ہے تو لازماً اجیر بھی اسی طرح آجر کے مفادات کا خیال رکھے گا اور نتیجتاً باہم متحارب آجر اور اجیر ایک دوسرے کے معاون اور دست وبازو بن جائیں گے۔

۳۔ خیر خواہی:

اسلام خیر خواہی کا دین ہے اور ایک مومن کے لئے دوسرے مومن کا حق ہے کہ وہ اس کی خیر خواہی چاہے وہ موجود ہو یا غائب۔ اگر آجر اور اجیر کے تعلقات خیر خواہی کی بنیاد پر قائم ہو جائیں تو محنت کش کی فلاح و بہبود کے لئے ایک مضبوط بنیاد فراہم ہو گی۔ جب آجر محنت کش کا بھلا چاہے گا تو محنت کش، آجر کے مفادات کا نگران ہو گا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ))[2]

ترجمہ: مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ مخلوق میں سے اللہ کا زیادہ پیارا وہ ہے جو کنبہ سے اچھا سلوک کرے۔

۴۔ محنت کا احترام:

محنت کا احترام بہبود محنت کشاں میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ جدید صنعتی معاشرے میں سرمایہ کے مقابلے میں محنت کو جو کم تر درجہ حاصل ہے وہ محنت کشوں میں بے چینی کا بڑا سبب ہے۔ ہمارے معاشرے میں بھی یہ تصور موجود ہے کہ محنت کش حقیر ہے اور آجر باعزت۔ در حقیقت یہ تصور ہندو رسم و رواج کا حصہ ہے۔ ان کے ہاں طبقات ہیں۔ جوتے گانٹھنے والا موچی اور بیت الخلاء صاف کرنے والا بھنگی کہلاتا ہے۔ اسلام میں یہ تصورات نہیں ہیں۔ اسلام محنت کی عظمت

1۔ صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیہ مایحب لنفسہ، حدیث:13

2۔ مشکوۃ النبوۃ، ص:1/22

کا علمبر دار ہے۔ آجر محنت کش سے وقت خرید تا ہے اور محنت کش اپنا وقت اور توانائی فروخت کر تا ہے۔ خرید و فروخت کرنے والوں میں کوئی بڑا چھوٹا نہیں ہو تا۔ اس لئے سرمایہ دار اپنا احساس برتری ختم کر کے محنت کش کو باعزت مقام دے تاکہ اس کا احساس کم تری ختم ہو سکے۔

۵۔عدل واحسان:

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾[1]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ تم کو عدل اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔

عدل کا سادہ مفہوم ہے عین انصاف کے ساتھ پورا پورا کسی کا حق ادا کرنا اور ذرہ بھر بھی کمی بیشی نہ کرنا۔ احسان اس سے اگلی منزل ہے۔ اس کا مفہوم ہے اپنا حق وصول کرتے ہوئے تھوڑے کم پر راضی ہو جانا اور دوسرے کا حق دیتے وقت تھوڑا زیادہ دے دینا۔ آجر اور اجیر کے تعلقات میں عدل و احسان کے رویے کو اپنا لیا جائے تو سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

٦۔معیارِ برتری، تقویٰ:

اسلام کی نظر میں مالک و غلام، آجر و اجیر، سرمایہ دار اور محنت کش انسانی اور معاشرتی اعتبار سے برابر ہیں۔ کوئی شخص سرمائے یا اختیارات کی بنیاد پر بڑا نہیں ہو سکتا۔ اسلام میں برتری کا معیار قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾[2]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے عزت والا وہ ہے جو متقی ہے۔

اسلام میں فرق مراتب انتظامی امور کی انجام دہی کے لئے ہے نہ کہ فخر و غرور اور کم تری و برتری کے لئے۔ اسلام طبقاتی نظام کا مخالف ہے۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ برتر اور کم تر کی تمیز مٹا کر آجر اور اجیر میں اخوت اور محبت کو پروان چڑھایا جائے اور نفرتوں اور کدورتوں کو ختم کیا جائے۔

۷۔معاہدۂ ملازمت:

1۔ سورۃ النحل:16/ 90

2۔ سورۃ الحجرات:49/ 13

آجر اور اجیر کے درمیان تعلقات کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب اجیر کو ملازم رکھ لیا جاتا ہے۔ اس بارے میں قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ ملازمت کا ایک معاہدہ طے پانا چاہیئے جس میں کام کی نوعیت، وقت کی مقدار، تنخواہ اور تنخواہ کے علاوہ جو سہولتیں آجر دینے کے لئے تیار ہے ان کی وضاحت، تعطیلات، اوقات کار، مدت ملازمت، عزل و نصب کے اختیارات، معائدہ کو فسخ کرنے کی تفصیلات طے ہونا ضروری ہیں۔ آجر اور اجیر کے درمیان اس طرح کے معاہدے کو اجارہ کہتے ہیں۔ اگر یہ امور طے نہ ہوں تو فقہ کے نزدی ایسا اجارہ فاسد ہے۔ اس کو فسخ کرنا شرعاً واجب ہے اور ایسا اجارہ کرنے والے دونوں گناہگار ہیں۔[1] ان معاہدات کی پابندی ہی آجر اور اجیر کے تعلقات کو خوشگوار بنا سکتی ہے۔

۸۔ ادائے حق:

آجر اور اجیر کے تعلقات کی ایک اور اہم بنیاد ادائے حق ہے۔ حق کی ادائیگی سے روگردانی ہی تنازعات کا سبب بنتی ہے۔ اپنے حق کے حصول کے لئے جدوجہد کی بھی اجازت ہے مگر اولیت دوسروں کے حقوق ادا کرنے کو دی گئی ہے۔ قرآن کریم اور اُسوۂ رسول ﷺ میں دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا﴾[2]

ترجمہ: اللہ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پہنچاؤ!

اس حکم پر عمل ہو جائے تو دوسرے پر خود بخود عمل ہو جاتا ہے، کیونکہ ایک کا حق دوسرے کا فریضہ ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کی ایک بڑی خامی یہ ہے کہ حقوق مانگنے میں تو سب ایک دوسرے سے آگے ہیں اور ادائے حق کا کہیں کوئی ذکر بھی نہیں ہوتا۔ مندرجہ بالا آیت کریمہ میں آجر اور اجیر دونوں کے لئے حکم ہے کہ وہ اپنے ذمے جو حقوق ہیں انہیں ادا کریں۔

۹۔ یکساں جواب دہی کا احساس:

سرمایہ داری اور سوشلزم دونوں کی اصل یہ ہے کہ انسان بھی ایک جانور ہے اور جب یہ مر جائے گا تو فنا ہو جائے گا۔ مرنے کے بعد کسی عمل کی جزا اور سزا نہیں ہے۔ جبکہ اسلام میں آخرت کی جواب دہی کا احساس ہی وہ چیز ہے جو انسان کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر کاربند رکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ہر عمل کی جزا اور سزا آخرت میں ملنے والی

1۔ ماہنامہ "ترجمان القرآن"، خرم مرادؒ، لاہور، مئی 1995ء، ص: 53

2۔ سورۃ النساء: 4/ 58

ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے دنیا میں جد وجہد کرتا ہے۔ مال و دولت کمانا۔ صنعت لگانا اور تجارت کرنا، مزدوری و ملازمت کرنا یہ کو یہ دنیاداری نہیں ہے بلکہ دین داری ہے اور دو شرائط کے ساتھ عبادت ہے۔ پہلی شرط یہ کہ نیت درست ہو اور دوسری یہ کہ عمل شرعی حدود میں رہتے ہوئے سرانجام دیا جائے۔

یہ وہ بنیادی بات ہے جو مسلمان محنت کش، صنعت کار اور تاجر کے رگ وپے میں اچھی طرح سما جائے تو آجر اور اجیر کے تعلقات میں وہ انقلاب رونما ہو گا کہ نہ کسی ٹریڈ یونین کی ضرورت باقی رہے گی اور نہ آجر اور اجیر کے درمیان جھگڑے پیش آئیں گے۔ اس حوالے سے ہمیں قرآن کریم سے ایک اور رہنمائی ملتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾[1]

ترجمہ: بلاشبہ اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔

یہاں اللہ تعالیٰ آجر ہے اور تمام مومنین اجیر ہیں جنہوں نے جنت کے عوض اللہ تعالیٰ کو اپنی جانیں اور مال فروخت کیا ہے۔ یہاں آجر اور اجیر کی تفریق مٹ جاتی ہے، یہاں دونوں اجیر ہیں اور یہ دونوں اللہ رب العالمین کے سامنے جواب دہ ہیں۔ جب دونوں کا مقصدِ زندگی اپنے خالق حقیقی کی رضا کا حصول ہو گا تو پھر سرمایہ دار کیسے محنت کش کا حق مارے گا اور محنت کش کیونکر اپنی ڈیوٹی میں ڈنڈی مارے گا۔ یہ جواب دہی کا نظریہ وہ بنیادی نقطہ ہے جو انسان کو اور اسلامی معاشرے کو جور و ظلم سے بچانے کی واحد ضمانت ہے۔

10۔ تعاون و ہمدردی:

اسلام محنت کش طبقات کو ایسے تعاون و تناصر کا سبق دیتا ہے جس میں وہ ایک دوسرے کے مددگار بنیں اور باہمی الفت و یگانگت میں اضافہ ہو۔ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں تعاون اور برائی اور زیادتی کے کاموں میں عدم تعاون کے بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾[2]

ترجمہ: بھلائی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔

1۔ سورۃالتوبۃ:9/ 111

2۔ سورۃالمائدۃ:5/ 2

یہ ایک نہایت اہم اصول ہے جو مسلمان محنت کش کو قدم قدم پر رہنمائی مہیا کر سکتا ہے۔ عہد حاضر میں سرمایہ داروں کے ظلم و ستم سے بچنے کے لئے ٹریڈ یونین بنائی جاتی ہیں جو محنت کشوں کے حقوق کے لئے جدوجہد کرتی ہیں۔ آجروں کو چاہیئے کہ وہ ٹریڈ یونین کو اپنے لئے متحارب نہ سمجھیں بلکہ اپنا معاون سمجھیں اور ان کے ساتھ مشاورت کر کے محنت کشوں کی فلاح و بہبود کے لئے اقدامات اٹھائیں۔

11۔صلاحیت کا معیار:

ملازم دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک انتظامیہ سے تعلق رکھنے والے یعنی جن کا کام ذہنی محنت، تنظیم اور منصوبہ بندی ہے۔ دوسرے جسمانی محنت کرنے والے جنہیں عرفِ عام میں مزدور کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم نے ان دونوں طرح کے کارکنوں کی صلاحیت کا معیار اصولی طور پر بتا دیا ہے۔ قسم اوّل کا معیار سورۂ یوسف میں سامنے آتا ہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کو جب عزیزِ مصر (ریان بن ولید) نے اپنے خواب کی تعبیر کی خوشی میں جیل خانہ سے نکالا اور ان سے گفتگو کی تو ان کی دماغی صلاحیتوں کو بھانپ کر کہنے لگا:

﴿إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِين ﴾[1]

ترجمہ: یقیناً آج کے دن سے آپ ہمارے نزدیک ذی عزت اور امانت دار ہیں۔

گویا عزیزِ مصر، سیدنا یوسف علیہ السلام کو اپنا مصاحب اور مشیر خاص بنانا چاہتا تھا۔ آپ علیہ السلام نے یہ خیال فرمایا کہ اگر عہدہ قبول کرنا ہی ہے تو پھر کیوں نہ ایسا عہدہ لیں جس میں ملک اور قوم کی خدمت کا پہلو نمایاں ہو۔ لہٰذا آپ علیہ السلام نے وزیر خزانہ و خوراک کا منصب پسند فرمایا۔ جیسا کہ قرآن کریم اُن کی زبانی فرماتا ہے:

﴿اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيم ﴾[2]

ترجمہ: آپ مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے، یقیناً میں حفاظت کرنے والا اور باخبر ہوں۔

یہاں قرآن کریم نے تین لفظوں (1) امین (2) حفیظ اور (3) علیم میں ان تمام اوصاف کو جمع کر دیا ہے جو ایک انتظامی عہدیدار خصوصاً مالیاتی امور کے منتظم میں ہونے چاہئیں۔

اسی طرح قسم دوم کے کارکنوں یعنی جسمانی محنت کرنے والوں کا معیارِ صلاحیت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں آیا ہے، جب سیدنا شعیب علیہ السلام کی ایک صاحبزادی نے اپنے والد کو شورہ دیا کہ:

1۔ سورۃ یوسف: 12/ 55

2۔ سورۃ یوسف: 12/ 54

﴿يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِين ﴾[1]

ترجمہ: اے (میرے) والد گرامی! انہیں اپنے پاس اُجرت پر رکھ لیں بیشک بہترین شخص جسے آپ مزدوری پر رکھیں وہی ہے جو طاقتور اور امانتدار ہو۔

ان صاحبزادی کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے بڑی حکمت کی بات جاری فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ "بہتر اجیر" وہ ہے جس میں دو صفات ہوں۔ ایک کام کی قوّت و صلاحیت، دوسرے امانت داری۔ معلوم ہوا کہ مطلوبہ جسمانی قوّت اور امانت داری کے بغیر کوئی اجیر "اچھا اجیر" نہیں ہو سکتا۔

دونوں قسم کے کارکنوں کی باقی مطلوبہ صفات تو مختلف ہیں لیکن امانت داری کی صفت کو دونوں جگہ معیار کے طور پر ذکر فرمایا گیا ہے۔ گویا امانت داری ہر قسم کے کارکن، عہدے دار، ملازم اور مزدور میں ہونی ضروری ہے۔ آج کل عہدوں اور ملازمتوں کے لئے دوسری صلاحیتوں اور ڈگریوں کو تو دیکھا جاتا ہے مگر دیانت و امانت کی طرف توجہ نہیں کی جاتی، اسی کا نتیجہ ہے کہ رشوت خوری، اقربا پروری، کام چوری، احساسِ ذمہ داری کے فقدان اور طرح طرح کی بدعنوانیوں کے باعث ہماری صنعت و تجارت اور سرکاری اداروں میں کارکردگی کا کوئی معیار باقی نہیں رہا۔ پاکستانی تجارت دُنیا بھر میں ناکامی کا سامنا کر رہی ہے۔ دراصل محنت ہی حیثیت رکھتی ہے۔ سرمایہ بذات خود کسی افادیت کا حامل نہیں۔ سرمایے کی افادیت محنت کی مرہون منت ہے۔ دُنیا میں انسانی معاشرے کی گاڑی چل رہی ہے، سرمایہ محنت پیدا نہیں کر سکتا، محنت سرمایے کے ڈھیر لگا سکتی ہے۔

خلاصۃ البحث:

☆...... وطن عزیز میں محنت کش و مزدور متنوع مسائل کا شکار ہیں۔ موجودہ مسائل میں صنعتوں میں حادثات کی کثرت، ابتدائی طبی امداد کی عدم دستیابی، غیر صحتمندانہ جائے کار، روزگار کا عدم تحفظ، تعلیم و تربیت کا فقدا، ضعیف العمر مزدوروں کی پنشن کے مسائل، ملازمت پیشہ خواتین کا عدم تحفظ اور مزدوروں کی اپنے حقوق سے لاعلمی وغیرہ شامل ہیں۔

☆...... حکومت پاکستان کی لیبر پالیسی کسی حد تک اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہے لیکن اس میں کچھ نکات ایسے ہیں جو اسلامی تعلیمات کے عین مطابق نہیں ہیں، انہی کی وجہ سے آجر و اجیر کے درمیان باہمی جھگڑے اور تنازعات پیدا ہوتے ہیں۔

1۔ سورۃ القصص:28/ 26

☆......سرمائے کی افادیت محنت کی مرہونِ منت ہے۔ سرمایہ دار اور محنت کش میں تعلقات کی اسلامی بنیادوں میں اخلاص، اخوت، امانت داری، خیر خواہی، محنت کا احترام، عدل و احسان، معائدہ ملازمت، ادائے حق، یکساں جواب دہی کا احساس، تعاون و ہمدردی وغیرہ شامل ہیں۔

☆......اسلام کا نظام بہبود محنت کشاں ایسا توازن قائم کرتا ہے کہ اربابِ سرمایہ مذموم سرمایہ کاری تک نہ پہنچ سکیں اور اجیر و مزدور حیوانوں اور غلاموں کی طرح نہیں بلکہ باہمی اشتراک و تعاون کے ساتھ اپنی معاشی زندگی کو باحسن وجوہ حاصل کر سکیں۔ کیونکہ یہ اگر حاصل ہو جائے تو پھر مزدور اور سرمایہ دار کی جنگ کے امکانات خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔

نتائج (Findings)

☆...... محنت کے اساسی ارکان میں سے ایک اہم رکن محنت کش ہے جس کی جد وجہد، جفاکشی اور سعی کا ثمر قوم کی بہتری اور مجموعی مفاد کے لئے ہوتا ہے۔ محنت کی اقسام میں جسمانی، دماغی، استقلالی اور اُجرتی محنت شامل ہیں۔ محنت کش کی اقسام میں اجیر خاص اور اجیر عام شامل ہیں۔ محنت کش کی استعداد کار کی بنیاد دو باتوں پر ہے: محنت کش جسمانی طور پر طاقت ور اور توانا ہونا چاہیئے۔ دماغی محنت کرنے والے کو ذہنی طور پر لائق اور قابل ہونا چاہیئے۔

☆...... محنت کشی سنت انبیائے کرام علیہم السلام، اعلیٰ ترین انسانی صفت، عبادت گزاروں پر فضیلت، صدقہ جاریہ اور گناہوں کے کفارے کا باعث ہے۔ بہبودِ محنت کشاں کی فضیلت یہ ہے کہ اسے رضائے الٰہی کا ذریعہ اور عمل خیر قرار دیا گیا۔ حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی آخری وصیت میں غلاموں کے حقوق کی پاسداری کی تلقین فرمائی۔

☆...... نظامِ بہبود محنت کشاں، لوگوں کو خدمت بہم پہنچانے کا ایک ذریعہ ہے جو اُن کی شخصیت اور اُن کے ذاتی مسائل و وسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے اُن کی انفرادی اور اجتماعی سطح پر مدد کرتا ہے۔ اس کی غرض وغایت یہ ہے کہ وہ ایک کار آمد شہری بن کر اپنے کنبے، جماعت، ملک و قوم اور انسانیت کے لئے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں۔

☆...... نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں محنت ومشقت اور سعی پیہم کا بہترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کے اُسوۂ محنت کے مختلف پہلوؤں میں گلہ بانی، تجارت، زراعت و باغبانی، اونٹوں اور گھوڑوں کی پرورش، تعمیراتی کام، گھریلو اموراور جنگی محنت و مشقت شامل ہیں۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر خندق کھودنے میں آپ بھی مٹی اُٹھاتے تھے، یہاں تک کہ شکم مبارک پر گرد اَٹ گئی تھی۔ آپ ﷺ دُنیا کے عظیم ترین محنت کش تھے۔

☆...... عہد نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف پیشوں سے منسلک تھے جن میں تجارت، اسلحہ سازی، نجار، خیاط، خریت، کھیتی باڑی، چرواہا، لکڑہارا، بڑھئی، خبّاز، حلاق، پارچہ بافی، عطر فروش، رنگ ساز، پنیر فروش، زرگر، حمال، حداد، جزّار، لحام، حجامہ، طبابت اور سرکاری ملازمتیں وغیرہ شامل تھیں۔

☆......ریاست مدینہ کے بنیادی اصولوں میں محنت کشوں کی فلاح و بہبود کے تمام ضروری پہلو رکھے گئے۔ محنت اور بہبود محنت کشاں کے قوانین مرتب کئے گئے اور محنت کشوں کو تمام آئینی تحفظات فراہم کئے گئے۔ خلافت راشدہ میں بھی نبی کریم ﷺ کے نظام بہبود محنت کشاں کے اصولوں کو آگے بڑھایا گیا۔ محنت کش و مزدور کے معیارِ زندگی کو بلند کرنے کیلئے عملی اقدامات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی اوّلین ترجیح تھے۔

☆......عہد نبوی میں بہبود محنت کشاں کے نمایاں پہلوؤں میں محنت کشوں کی عزت و تکریم، محنت کشوں کی آباد کاری، قدرتی آفات میں مالی امدا د، محنت کشوں کی دینی تعلیم و تربیت، محنت کشوں میں تقسیم وظائف، محنت کشوں میں اراضی کی تقسیم، باغات اور چراگاہیں وقف ہونا، محنت کی ترغیب / روز گار کی فراہمی، محنت کش کے اہل و عیال کا تحفظ ، غلاموں کی کفالت ، قرض حسنہ کی فراہمی، حقوق و فرائض کی نگرانی، محنت کش جانوروں کے حقوق، مفت علاج معالجہ کی سہولت اور دفاع حقوق کے لئے تنظیم سازی شامل ہیں۔

☆...... محنت کشوں کے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ وہ اپنے کام میں مکمل مہارت رکھتے ہوں۔ فرائض کی ادائیگی میں اپنی نیت خالص رکھیں۔ ذمہ داریوں کی ادائیگی میں انہاک، لگن، دلجمعی کا مظاہرہ کرے۔ تمام اخلاقی برائیوں سے اجتناب کرتے ہوئے، ایفائے عہد، سچائی، دیانت داری اور ذمہ داری کو اپنا وطیرہ بنائیں۔

☆......پاکستان میں دو ہی بڑے طبقات ہین۔ حکمران طبقہ (Ruiling class) اور عام آدمی (Working class)۔ پاکستانی محنت کشوں کے طبقات میں سرکاری و نیم سرکاری ملازمین، عارضی ملازمین، نجی شعبے سے تعلق رکھنے والے مستقل وعارضی مزدور، ٹھیکے داری نظام کے مزدور، بھٹہ مزدور، زرعی مزدور اور خواتین کارکن شامل ہیں۔

☆...... حکومت پاکستان کی لیبر پالیسی کسی حد تک اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہے لیکن اس میں کچھ نکات ایسے ہیں جو اسلامی تعلیمات کے عین مطابق نہیں ہیں۔ ان میں کم اُجرت کا تعین، انجمن سازی کے حق سے محرومی، حق ہڑتال و تالہ بندی کا خاتمہ، اُجرت میں جنسی تفریق کے امتیاز اور چائلڈ لیبر قوانین کا عملاً نفاذ نہ ہونا شامل ہیں۔ انہی بنیادی باتوں کی وجہ سے آجر واجیر کے درمیان باہمی جھگڑے اور تنازعات پیدا ہوتے ہیں۔

☆...... وطن عزیز میں محنت کش و مزدور متنوع مسائل کا شکار ہیں۔ موجودہ مسائل میں صنعتوں میں حادثات کی کثرت، ابتدائی طبی امداد کی عدم دستیابی، غیر صحتمندانہ جائے کار، روز گار کا عدم تحفظ، تعلیم و تربیت کا فقدان اور مزدوروں کی اپنے حقوق سے لاعلمی وغیرہ شامل ہیں۔

☆...... اسلام کے نظام بہبودِ محنت کشاں سے جہاں بہبود مزدور کے میدان و اطراف کا پتہ چلتا ہے، وہاں اُن کار فرما عوامل اور عناصر ترکیبی کا بھی ادراک ہوتا ہے جن کو اگر پیش نظر نہ رکھا جائے تو انسانی خدمت کا یہ عمل بے معنی ہو کر رہ جائے۔ معاشرے میں اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لئے قرآن کریم کو عملی کتاب کے طور پر اور تعلیماتِ قرآن کی وضاحت کے لئے سنت رسول ﷺ کو حکومتی منصوبہ بندیوں کا محور قرار دینا ضروری ہے۔ اسلام کے نظام بہبودِ محنت کشاں پر عمل درآمد ہی معاشرتی اور معاشی خوشحالی کا ضامن ہو سکتا ہے۔

سفارشات(Recommendations)

سفارشات کے دو حصے کئے گئے ہی۔پہلے حصے میں حکومت اسلامی کے لئے سفارشات ہیں جبکہ دوسرے حصے میں مزدور لیڈرشپ اور ٹریڈیونینز کے لئے لائحہ عمل ہے۔

حکومت پاکستان کیلئے سفارشات

☆...... قومی سطح پر ایک ایسے ادارے کی داغ بیل ڈالی جائے اور اسے فروغ دیا جائے، جو اسلام کے نظامِ بہبودِ محنت کشاں کو کماحقہ متعارف کراسکے ۔ قوانینِ محنت کی اسلامائزیشن کی جائے۔ماہرین معاشیات اور دیگر دانشور محنت کش کے مسائل پر اپنانقطۂ نظر پیش کریں۔ نیز طے شدہ موضوعات پر لٹریچر تیار کر کے اسے ذرائع ابلاغ کے ذریعے بھی عام کیا جائے۔

☆...... علماء، وکلاء اور ماہرین پر مشتمل تحقیقی بورڈز قائم کئے جائیں جو محنت کشوں کے عصری مسائل کا اسلامی حل پیش کریں۔

☆...... محنت کشوں میں اخلاقی اقدار بیدار کی جائیں۔اُن کی دینی تعلیم وتربیت کا فوری انتظام کیا جائے، تاکہ ان میں اسلامی فکر اور سوچ پیدا ہو اور وہ قرآن و حدیث کے مطالب سے آگاہ ہوں۔ نیز اُنہیں فروعی اختلافات سے بچا کر دین کی بنیادی باتیں سکھائی جائیں۔

☆...... چائلڈ لیبر کی لعنت کو ختم کیا جائے اور نادار اور یتیم بچوں کو اقتصادی، علمی اور تربیتی پروگراموں کے ذریعے کارآمد بنایا جائے ۔

☆...... نادرا(NADRA) کے اشتراک سے تمام محنت کشوں کا قومی ڈیٹا بیس تیار کیا جائے۔ تاکہ ایک منظم طریقے سے انہیں ہر قسم کا سماجی تحفظ فراہم کیا جاسکے۔ذرائع ابلاغ کے ذریعے تمام محنت کشوں کو بہبود محنت کی اس منصوبہ بندی سے متعارف بھی کرایا جائے۔

☆...... محنت کشوں کی عصری تعلیم وتربیت کے لئے تعلیمی اداروں کی بنیاد رکھی جائے۔ نیز حکومت کی ذمہ داری ہے کہ پیداوار میں اضافے اور محنت کشوں کی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے ٹریننگ بورڈز قائم کرے اور ان کے کام کی باقاعدہ نگرانی کا انتظام بھی کیا جائے۔

☆......اکثر محنت کشوں کا علمی معیار مطلوبہ سطح سے نیچے ہے، اُن کے علمی معیار اور استعداد کار کو بہتر بنانے کی کوشش کی جائے، معیاری تربیتی پروگرام ترتیب دیئے جائیں، ہر سطح پر اچھی لائبریریاں قائم کی جائیں اور تمام محنت کشوں میں بالعموم اور مزدور قائدین میں بالخصوص کتب بینی کا ذوق پیدا کیا جائے۔

☆...... حکومتِ پاکستان کا فریضہ ہے کہ وہ معاشرے میں بالعموم اور مالک و مزدور کے درمیان بالخصوص عدالت اجتماعی قائم کرے، سُوءِ استفادہ کی روک تھام کرے، محنت کشوں کو اُجرت کا تحفظ فراہم کرے، نرخ پر نگاہ رکھے، عمر رسیدہ اور نادار محنت کشوں کی کفالت کرے اور ان کی سطح زندگی کو دیگر لوگوں کی سطح زندگی کے برابر لانے اور اس توازن کو بحال کرنے کی کوشش کرے۔

☆...... ملک میں سرمایہ کاری کرنے والی بین الاقوامی کمپنیوں کو پاکستان کے قوانینِ محنت کا پابند بنایا جائے۔ اسی طرح بیرون ملک کام کرنے والے وہ محنت کش جو استحصال کا شکار ہیں، اُن کے حقوق کے تحفظ کے لئے بھی بین الاقوامی فورم تشکیل دیا جائے۔

☆...... حکومت کا فرض ہے کہ وہ ایسے قوانین وضع کرے جو محنت واُجرت میں توازن پیدا کریں تاکہ ملک میں معاشی ترقی وخوشحالی ہو اور محنت کش طبقہ بھی امن وسکون کی زندگی بسر کر سکے۔ اس سلسلے میں درج ذیل اقدامات مستحسن ہوں گے:

- کاروبار کے منافع میں محنت کش کا حصہ مقرر کیا جائے۔ سالانہ ایک یا دو بونس دیئے جائیں۔
- بہترین کارکردگی پر انعام واکرام سے نوازا جائے۔
- مختلف گرانٹس کا اجراء مثلاً ڈیتھ گرانٹ، میرج گرانٹ، اسکالرشپ وغیرہ کا اہتمام کیا جائے۔
- ہر شعبۂ زندگی مثلاً صحت، رہائش، تعلیم اور اکتساب ہنر وغیرہ میں محنت کش کی کفالت کی جائے۔
- ضعیف العمر محنت کشوں کے لئے ای او بی آئی پنشن میں اضافہ کیا جائے۔

☆...... محنت کش کے تمام اخلاقی و قانونی حقوق جو اسلام نے متعین کیے ہیں اُن کا خیال رکھا جائے جو حقیقت، عقل و دانش، انصاف اور صداقت پر مبنی ہیں۔ اس ضمن میں درج ذیل اقدامات مستحسن ہوں گے:

- رعایتی قیمت پر اشیائے صَرف فراہم کرنے کے لئے خصوصی سٹورز کا قیام عمل میں لایا جائے۔
- سستی رہائش کی فراہمی یا ادارے کی طرف سے مفت رہائش کی سہولت مہیا کی جائے۔
- محنت کشوں کے بچوں کی مفت تعلیم وتربیت کا انتظام کیا جائے۔
- ہسپتال میں مفت علاج معالجہ کی سہولیات ادویات کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے ۔

مزدور لیڈرشپ اور ٹریڈیونینز کیلئے سفارشات

☆......لیبر قوانین اور پالیسیوں کی مسلسل اصلاح اور اسلام کے عطا کردہ نظامِ بہبودِ محنت کشاں کے مطابق ان کی تشکیل نو کے لئے منظم جدوجہد کریں تاکہ محنت کش و مزدور کی زندگی میں آسودگی آئے۔

☆...... مزدور قائدین شدت پسندی کی بجائے اعتدال پسندی کا رجحان اپنائیں، تاکہ ملک سے ہڑتالوں کی روایت ختم ہو اور باہمی مذاکرات کے ذریعے تمام مسائل حل کیے جائیں، اس طرح مثبت اور تعمیری کردار ادا کرنے پر توجہ دی جائے۔

☆......ملک کے اندر ایسی سیاسی جماعتوں کی حمایت کریں جو رائج سرمایہ دارانہ نظام کے مقابلے میں عدل و انصاف اور احسان پر مبنی اسلامی نظام کے لئے اخلاص کے ساتھ جدوجہد کر رہی ہوں۔

☆......تنازعات کے حل کے لئے باہمی مذاکرات کو ترجیح دی جائے اور ہمیشہ حق کا ساتھ دیا جائے۔ اگر حق مزدور کے ساتھ ہے تو اس کی حمایت کی جائے اور اگر آجر کے ساتھ ہے تو اس کا ساتھ دیا جائے۔

☆......اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ مقامی آجر ملک میں انسانی وسائل کی ترقی پر خصوصی توجہ دیں اور اس مقصد کے لئے اپنی آمدنی کا ایک مناسب حصہ اس کام کے لئے مختص کریں۔

☆......احترام انسانیت اور جذبۂ اخوت پر مبنی اسلامی نظام اُجرت کے نفاذ کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کی پابندی کو یقینی بنایا جائے:

- اُجرت محنت کش اور اس کے کنبے کی معروف ضروریات کو پورا کر سکے۔
- اُجرت کا تعین آجر اور محنت کش کی آزاد مرضی سے ہونا چاہیئے۔
- اُجرت کے تعین کے بعد محنت کش کی فنی مہارت، کام کی نوعیت، اوقاتِ کار، پیداواری معیار و مقدار کے تناسب کو اُجرت میں مزید اضافہ کا معیار بنایا جائے۔
- محنت کش کے ہاتھوں جو مال تیار ہوتا ہے اس کا کچھ حصہ مفت یا ارزاں قیمت پر اسے فراہم کیا جائے۔
- محنت کش اور اس کے اہل و عیال کو اقامتی، طبّی، تعلیمی، تفریحی فراہم کی جائیں۔
- سرمایہ دار کے منافع میں سے محنت کش کو بھی بونس دیا جائے۔
- مصائب کے مواقع پر محنت کش کو سرمایہ دار کی طرف سے مالی اعانت یا قرضِ حسنہ دیا جائے۔

محققین کیلئے سفارشات

☆...... عہد رسالت ﷺ میں دماغی محنت کے حوالے سے تحقیقی کام کیا جا سکتا ہے۔ نیز عہد بنو اُمیہ اور عہد بنو عباس میں بہبود محنت کشاں کی منصوبہ بندی اور عملی اقدامات کا پہلو تا حال تشنۂ تحقیق ہے۔

☆...... کس قسم کے حالات میں دماغی محنت کشوں کی صلاحیتیں عروج پر ہوتی ہیں اور کن حالات میں وہ محنت کشی سے جی چُراتے ہیں۔ نیز ان کی صلاحیتوں کو نکھارنے اور مزید کارگر بنانے کیلئے کیا اقدامات کئے جاسکتے ہیں؟ یہ موضوع بھی تحقیق طلب ہے۔

☆...... محنت کش اور سرمایہ دار میں اخلاقی اقدار کی بیداری، اُن کی دینی تعلیم و تربیت اور ان میں اسلامی فکر اور سوچ پیدا کرنے کیلئے عصر حاضر میں حکومتی سطح پر کیا عملی اقدامات کئے جاسکتے ہیں۔ اس موضوع پر تحقیق کی جا سکتی ہے۔

محنت کشوں کی فلاح و بہبود کے سلسلے میں اپنے اصولوں، اقدار اور اہداف کے اعتبار سے اسلام آج بھی مکمل طور پر قابلِ عمل ہے بشرطیکہ مسلمان ان جامع اور ہمہ گیر اصولوں اور اہداف کی پابندی کریں۔ رَبِّ حَیٌّ وَقَیُّوُم سے عاجزانہ التجا ہے کہ وہ مجھے اور لیبر فیلڈ سے وابستہ تمام افراد کو قرآن و سنت کے مطابق چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اِنَّهٗ سَمِیعٌ مُجِیبٌ

و صلی اللہ تعالیٰ علی نبینا محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ و اتباعہ و بارک و سلم۔
و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

فہارس

فہرست آیات

.23	وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا	〃	135	352،252
.24	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ...	المائدة	1	273
.25	وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ	〃	2	334،380
.26	كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا ...	〃	79	252،352
.27	اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا	〃	114	155
.28	وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ...	الانعام	38	261،260
.29	وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ...	〃	52	22
.30	لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا...	〃	152	44
.31	وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى...	〃	164	11
.32	وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا...	الاعراف	42	45
.33	وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا...	〃	96	373
.34	وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ	〃	157	158
.35	وَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى إِذِ اسْتَسْقَاهُ قَوْمُهُ أَنِ اضْرِبْ...	〃	160	154
.36	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا	الانفال	27	272
.37	وَاَعِدُّوْالَهُمْمَّااسْتَطَعْتُمْمِّنْقُوَّةٍ...	〃	60	207
.38	الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي ...	التوبة	79	21
.39	لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ ...	〃	108	100
.40	إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ ...	〃	111	379
.41	هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ ...	يونس	67	46
.42	قَالُوا أَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ...	〃	78	70
.43	وَيَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ	هود	29	71
.44	وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا ...	〃	37	60
.45	يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ ...	يوسف	54	380،364
.46	قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ	〃	55	380،270،7
.47	وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ...	النحل	5	258
.48	وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ...	〃	6	74،258

نمبر	آیت	سورة	آیت نمبر	صفحہ
.49	وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَى بَلَدٍ لَمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ...	〃	7	258
.50	وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا...	〃	8	258
.51	إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ ...	〃	90	377
.52	فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ ...	الكهف	77	6
.53	أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا	مريم	77-78	114
.54	الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَسَلَكَ لَكُمْ فِيهَا ...	طٰہٰ	53	19
.55	وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِنْ ...	الانبيا	80	62
.56	فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا ...	〃	79	157
.57	أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى ...	الحج	39	351،251
.58	وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ ...	النور	32	49
.59	وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ...	〃	33	236،50،،49
.60	رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ...	〃	37	39،29
.61	إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ...	〃	62	210
.62	وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى ...	الشعراء	109	71،59
.63	فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ ...	النمل	60	91
.64	قَالَ رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا ...	القصص	17	153
.65	فَسَقَى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّى إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا ...	〃	24	154،9
.66	قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ ...	〃	26	381،359،271،10،8
.67	قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ ...	〃	27	350،250،67،11،5
.68	ذَلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا ...	〃	28	269،68،6
.69	وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ ...	العنكبوت	6	42
.70	فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ...	〃	17	43
.71	ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ فَإِنْ لَمْ ...	الاحزاب	5	50
.72	وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ - أَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ	سبا	10-11	63
.73	وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْر ...	〃	12	64
.74	وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ...	〃	21	64

.75	أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا ...	یس	72	259
.76	وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَاب	ص	20	62
.77	وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ	〃	23-21	156
.78	لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَاب	المومن	17	243
.79	وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِلسَّائِلِين	حم السجدۃ	10	41
.80	وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ	الشوریٰ	42-41	351،251
.81	إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ	〃	43-42	311
.82	سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ...	الزخرف	14-13	259
.83	نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ...	〃	32	43
.84	وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوا وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ ...	الاحقاف	19	5
.85	فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُل ...	〃	35	67
.86	اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَة...	الحجرات	10	375
.87	إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ...	〃	13	377
.88	وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوم...	الذاریات	19	170،47
.89	وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُون...	〃	56	4
.90	وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى...	النجم	40-39	42
.91	وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ ...	الحشر	9	178
.92	أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا ...	لقمان	20	40
.93	أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ...	الواقعہ	65-63	91
.94	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ ...	الجمعۃ	9	46
.95	فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا	〃	10	42
.96	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا	التحریم	6	206
.97	الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ ...	الملک	2	43،4
.98	هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي ...	〃	15	181
.99	يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ	الحاقۃ	18	274
.100	وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ ...	المزمل	20	18

.101	وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا	الدھر	8	47
.102	وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ...	النبا	11	46
.103	فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ...	عبس	27-24	91
.104	لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَد ...	البلد	4	41
.105	وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ...	؍	16-12	48
.106	ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ...	؍	18-17	48
.107	فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ...	الم نشرح	7	41
.108	فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ...	الزلزال	7	44
.109	وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا . فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا...	العادیات	2-1	96
.110	لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ ...	القریش	4-1	80

فہرست احادیث

26	کنز العمال	ان اللہ یحب ان یری عبده تعبا فی طلب الحلال	.24
272	صحیح مسلم	ان المقسطین عند اللہ علی منابر من نور	.25
32	صحیح بخاری	ان رجلا من اهل الجنة استاذن ربه فی الزرع، فقال له	.26
132	سنن ابی داؤد	ان طبیبا سال النبی ﷺ عن ضفدع یجعلها فی دواء	.27
54	المعجم الکبیر	ان للہ عزوجل خلقا خلقهم لحوائج الناس، یفزع الیه	.28
29	صحیح مسلم	انا اولیٰ بکل مومن من نفسه؛ من ترک مالا فلاهله،	.29
132	سنن ابی داؤد	انت الحارث بن کلدة اخا ثقیف فانه رجل یتطبب	.30
31	مسند احمد	انما ترزقون و تنصرون بضعفائکم	.31
31	سنن نسائی	انما ینصرالله هذه الأُمة بضعیفها بدعوتهم و صلاتهم ...	.32
54	مسند احمد	انی دخلت الکعبة وودت انی لم اکن فعلت انی ...	.33
192	سنن ابی داؤد	أو أخذ منه شیئا بغیر طیب نفس، فانا حجیجه یوم القیامة	.34
120	صحیح بخاری	بارک الله لک فی اهلک و مالک دلونی علی السوق	.35
132	سنن ابی داؤد	بعث النبی ﷺ الی ابی طبیبا فقطع منه عرقا	.36
77	جامع ترمذی	التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشهداء	.37
347	صحیح مسلم	تحمل الکل و تکسب المعدوم	.38
134	سنن ابی داؤد	تداووا فان الله عزوجل لم یضع داء الا وضع له دواء	.39
253	صحیح مسلم	تری المؤمنین في تراحمهم وتوایدهم وتعاطفهم	.40
244	مکارم الاخلاق	ثلاث من کن فیه یسّر الله کنفه وادخله الجنة رفق ...	.41
22	الآدب المفرد	ثلاثة لهم اجران: رجل من اهل الکتاب آمن بنبیه وآمن	.42
133	سنن ابی داؤد	جعلوه فی خیمة رفیدة حتیٰ اعوده من قریب	.43
247	ً	حسن الملکة نماء وسوء الخلق یشؤم	.44
237	صحیح بخاری	خبزا و مرقا، فیه دبا و قدید	.45
276	مشکوٰۃ النبوۃ	الخلق عیال الله فاحب الخلق الی الله من احسن الی عیاله	.46
243	صحیح بخاری	رجل استاجر أجیرا فاستو فی منه ولم یعطه أجره	.47
55	بحارالانوار	الساعی علی الارملة والمسکین کالمجاهد فی سبیل الله	.48
87	المستدرک	سفرتین الی جُرَش، کل سفرة بقلوص	.49

374،219	صحیح سنن ابن ماجہ	الصلوۃ الصلوۃ وما ملکت ایمانکم	.50
111	سنن ابن ماجہ	صنعتهن، اتزين لک يا رسول الله ﷺ	.51
23	المصنف فی الاحادیث	عرض علی اوّل ثلاثة يدخلون الجنة شهيد وعفيف	.52
76	صحیح بخاری	عليكم بالاسود منه فانه اطيبه، قالوا أكنت ترعى الغنم	.53
78	مسند احمد	عمل الرجل بيده وكل بيع مبرور	.54
241	سنن الکبریٰ	عن استئجار الأجير حتى يبين له أجره	.55
169	مسند أحمد	غير ذلک اخوف عندی من ذلک ان تصب عليكم ...	.56
32	مسند ابی عوانہ	فاعني علیٰ نفسک بكثرة السجود	.57
107	صحیح بخاری	فاغفر للانصار والمهاجره	.58
134	صحیح بخاری	فامر له بصاع من تمر، وامر اهله ان يخففوا من راجه	.59
102	؍	فانصر الانصار والمهاجره	.60
330	الآدب المفرد	فعل الله بقوم أو قال لحا الله قوما	.61
37	مسند أحمد	فما زال الله عزوجل يرزقنا حتى ما اعلم فی الانصار	.62
250	مسند امام اعظم	فی منزله فقال لبيک قد اجبتک فخرج اليه	.63
115	صحیح مسلم	فيدخل البيت وانه ليدخن وكان ظئره قينا، فياخذه، فيقبله	.64
247	صحیح ابن حبان	قربوا اليمامی من الطين، فانه احسنكم له مسيسا	.65
128	صحیح بخاری	قصرت عن رسول الله ﷺ بمشقص	.66
184	مسند احمد	قلت علیٰ حين ساعتی هذه من كبر السن	.67
301	سنن ابن ماجہ	كان ابن عمر لا ياكل حتى يؤتى بمسكين ياكل معه	.68
236	کتاب الخراج	كان ابی يقسم للحرّو العبد	.69
90	الجواہر السنیۃ	كان آدم حراثا	.70
125	سنن ابی داوٗد	كان تنور رسول الله ﷺ و تنورنا واحد	.71
25	صحیح مسلم	كان رسول الله ﷺ اذا صلى الغداة جاء خدم المدينة ...	.72
68	؍	كان زكرياعليه السلام نجارا	.73
245	؍	كفیٰ بالمرء اثما، أن يحبس، عمن يملک قوته	.74
35	صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ	كل امرء في ظل صدقة حتى يقضى بين الناس	.75

.76	كل شاة بقيراط	سنن ابن ماجہ	75
.77	كل شيء من أمر الجاهلية تحت قدمي موضوع	صحیح مسلم	218
.78	كل يوم سبعين مرة	سنن ابی داؤد	247
.79	كم من جار متعلق بجاره يوم القيامة	الآدب المفرد	249
.80	كنا نحامل على ظهورنا	صحیح مسلم	138
.81	كنت ارعاها على قراريط لاهل مكة	صحیح بخاری	256
.82	كنت مع النبى ﷺ على حمار و عليه بردعة او قطيفة	مسند أحمد	35
.83	كيتين من ورق ثم ضفرتهما بزعفران كانتا حسنتين	سنن نسائی	111
.84	لا اله الا الله وحده لا شريک له، له الملک وله الحمد	جامع ترمذی	30
.85	لا حظ فيها لغنى ولا لقوى مكتسب	سنن ابی داؤد	185
.86	لا يدخل الجنة سيّء الملكة	جامع ترمذی	245
.87	لا يظلم الفلاحون بحضرتک	وسائل الشیعہ	219
.88	لا يفتح عبد باب مسئلة الا فتح الله عليه باب فقر	مسند أحمد	185
.89	لا يقل أحدكم أطعم ربّک وضيئ ربّک اسق ربّک وليقل	صحیح بخاری	246
.90	لا يومن احدكم حتى يحب لاخيه ما يحب لنفسه	صحیح بخاری	377
.91	لان ياخذ احدكم حبله فياتي بحزمة الحطب	سنن ابن ماجہ	19
.92	لقد علم قومى ان حرفتي، لم تكن يعجز عن مؤونة أهلي	صحیح بخاری	121
.93	للملوک طعامه و كسوته ولا يكلف من العمل الا مايطيق	صحیح مسلم	53
.94	الله الله، الصلاة وما ملكت ايمانكم	صحیح سنن ابن ماجہ	56
.95	اللهم لا خير الا خير الآخرة	صحیح بخاری	13
.96	اللهم لولا أنت ما اهتدينا	؍	106
.97	لو تعلمون ما فى المسئلة ما مشى احد الى احد يساله	سنن النسائی	185
.98	لو خرجتم إلى الحبشة فإن بها ملكا لا يظلم عنده أحد	ابن ہشام	168
.99	ليس لابن آدم حق فى سوى هذا الخصال	جامع ترمذی	302
.100	ليس منّا من لم يرحم صغيرنا ولم يؤقر كبيرنا	مشکوٰۃ المصابیح	305
.101	ما أطعمت نفسک فهو صدقة وما أطعمت ولدک ...	المعجم الکبیر	330

31	کتاب الزھد	هل تنصرون وترزقون الا بضعفائكم	.128
186	صحیح بخاری	هم اخوانكم، جعلهم الله تحت ايديكم	.129
347	صحیح بخاری	وابيض يستسقى الغمام بوجهه	.130
135	صحیح بخاری	واعطى الذى حجمه ولو كان حراما لم يعطه	.131
19	؍	والذى نفسي بيده! لان ياخذ احدكم حبله فيحتطب ...	.132
138	؍	وأن يقسم بدنه كلها لحومها و جلودها و جلالها، ولا ...	.133
129	؍	وانا اوقد تحت القدر فقال ايوذيک هوام راسک قلت نعم	.134
243	صحیح مسلم	وانها يوم القيامة خزى وندامة الا من اخذها	.135
135	صحیح بخاری	وقال لا تعذبوا صبيانكم بالغمز من العذرة وعليكم ...	.136
117	؍	وكان يشغل اخواتى من الانصار عمل اموالهم	.137
218	؍	ولا تكلفوهم ما يغلبهم فان كلفتموهم فاعينوهم	.138
329	مسند ابی عوانہ	ولا يكلّف من العمل الا ما يطيق	.139
240	صحیح بخاری	ولا يكلفه من العمل ما يغلبه فان كلفه ما يغلبه فليعنه	.140
87	سنن ابی داؤد	يا فتى لقد شققت لى، انا ههنا منذ ثلاث انتظرک	.141
201	جامع ترمذی	يا معشر التجار! فاستجابوا لرسول اللهﷺو رفعوا اعناقهم	.142
216	صحیح ابن حبان	ياخذنى فيقعدنى علىٰ فخذه ويقعد الحسن علىٰ فخذه	.143
52	صحیح بخاری	يمسک عن الشر فانها له صدقة	.144

فہرست اعلام

فہرست اماکن

فہرست مصادر و مراجع

عربی کتب:

1. القرآن الکریم
2. ابن ابی حاتمؒ، عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس الرازی ، تفسیر ابن ابی حاتم، مکتبۃ نزار مصطفی الباز، مکۃ المکرمۃ، 1417ھ
3. ابن ابی الدنیاؒ، عبداللہ بن محمد قرشی بغدادی، م 281ھ، رسائل فی الزھد والرقائق والورع، جمعھا و ضبطھا، ابو بکر بن عبداللہ سعداوی، المرکز العربی للکتاب
4. ابن ابی الدنیاؒ، ابی بکر عبداللہ بن محمد قرشی بغدادی، م 281ھ، کتابُ الجُوع، بیت العلوم، لاہور، 2013ء
5. ابن ابی شیبہؒ، ابو بکر عبداللہ بن محمد، م 235ھ، المصنف فی الاحادیث والآثار، تحقیق، حبیب الرحمٰن الاعظمی، المکتب الاسلامی، بیروت، 1983ء
6. ابن الاثیرؒ، عزّالدین ابی الحسن علی بن محمد الجزری، م 630ھ، اُسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، سن ندارد
7. ابن الاثیرؒ، عزّالدین ابی الحسن علی بن محمد الجزری، م 630ھ، الکامل فی التاریخ، مطبوعہ المنیریہ، مصر، سن ندارد
8. ابن اسحاقؒ، ابوعبید اللہ محمد بن یسار المطلبی، م ۱۵۱ھ، السیرۃ النبویۃ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1424ھ
9. ابن تیمیہؒ، ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم، م 728ھ، الاستقامۃ، دار ابن الجوزی، القاھرۃ
10. ابن جوزیؒ، جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن البغدادی، م 597ھ، صفۃ الصفوۃ، تحقیق، محمود خوري ورواس قلعجی، دار المعرفۃ، بیروت، 1399ھ
11. ابن جوزیؒ، جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمٰن البغدادی، م 597ھ، المنتظم فی تاریخ الامم والملوک، دار المعرفۃ، بیروت، 1385ھ
12. ابن جوزیؒ، جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمٰن البغدادی، م 597ھ، الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ، فرید بک سٹال، لاہور، ایڈیشن: ۲، جون ۲۰۰۲ء
13. ابن حبانؒ، محمد بن احمد البستی، م 354ھ، صحیح ابن حبان، مؤسسہ الرسالۃ، بیروت، 1993ء
14. ابن حنبلؒ، ابی عبداللہ احمد بن محمد الشیبانی، م 241ھ، مسند اَحمد، بیت الافکار الدولیۃ، الریاض، 1998ء

15. ابن حنبلؒ، ابی عبد اللہ احمد بن محمد الشیبانی، م 241ھ، کتاب الزھد، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1399ھ

16. ابن خلدونؒ، عبد الرحمٰن بن خلدون، م۸۰۸ھ، مقدمہ کتاب العبر ودیوان المبتدا والخبر فی العرب والبربر ومن عاصرھم من ذوی الشأن الاکبر، دار الفکر، بیروت، 2003ء

17. ابن خلکانؒ، احمد بن محمد بن ابی بکر، م 681ھ، ووفیات الاعیان، دار صادر، بیروت

18. ابن زنجویہؒ، حمید، م 251ھ، کتاب الاموال، مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیۃ، الریاض، 1406ھ

19. ابن رجبؒ، زین الدین ابی الفرج عبد الرحمٰن بن احمد الحنبلی الدمشقی، م 795ھ، لطائفُ المَعَارِف، مکتبۃ العلم، لاہور، 1423ھ

20. ابن سعدؒ، ابو عبد اللہ محمد البصری، م 230ھ، طبقات الکبریٰ، دار صادر، بیروت، 1388ھ

21. ابن سید الناسؒ، فتح الدین ابو الفتح محمد بن محمد اشبیلی، م 734ھ، عیون الاثر فی فنون المغازي والشمائل والسیر، مکتبہ دار التراث، مدینہ منورہ، 1992ء

22. ابن عبد البرؒ، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ الاندلسی، م 463ھ، جامع بیان العلم وفضلہ وماینبغی فی روایت وحملہ، تحقیق، ابی الاشبال الزھري، دار الکتب الحدیثۃ، قاھرہ، سن ندارد

23. ابن عبد البرؒ، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ الاندلسی، م 463ھ، الدرر في اختصار المغازي والسیر، وزارت الاوقاف بمصر، لجنۃ احیاء التراث، القاھرۃ، 1414ھ

24. ابن عساکرؒ، علی بن حسن بن ھبۃ اللہ، م 571ھ، تاریخ مدینۃ دمشق، دار الفکر، بیروت، 1984ء

25. ابن قیمؒ، ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الزرعي الدمشقی، م 751ھ، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1986ء

26. ابن قیمؒ، ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الزرعي الدمشقی، م 751ھ، مدارج السالکین فی شرح منازل السائرین، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1414ھ

27. ابن کثیرؒ، عماد الدین اسمٰعیل بن عمر، ابو الفداء، م 774ھ، المصباحُ المنیر فی تفسیر ابن کثیر، ترجمہ مولانا محمد خالد سیف، دار السلام لاہور، 2007ء

28. ابن کثیرؒ، عماد الدین اسمٰعیل بن عمر، ابو الفداء، م 774ھ، البدایۃ والنھایۃ، دار الریان للتراث، القاھرۃ، 1988ء

29. ابن ماجہؒ، ابی عبد اللہ محمد بن یزید الربعی القزوینی، م 273ھ، سنن ابن ماجہ، دارالسلام، الریاض، 1999ء

30. ابن مبارکؒ، ابوعبدالرحمٰن عبد اللہ الحنظلی التمیمی المروزی، کتاب الزھد، دارالکتاب العربی، بیروت، 1425ھ،

31. ابن منظورؒ، محمد بن مکرم، افریقیؒ م 711ھ، لسان العرب، دار صادر، بیروت، 1374ھ

32. ابن ہشامؒ ابو محمد جمال الدین عبد الملک بن محمد، م 213ھ، السیرۃ النبویہ، مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر

33. ابو شھبۃ، محمد، السیرۃ النبویۃ فی ضوء القرآن والسنۃ، دارالقلم، دمشق، ایڈیشن: ۳، 1417ھ

34. ابو عوانہؒ، یعقوب بن اسحاق بن ابراھیم نیشاپوری، م 316ھ، المسند، دارالمعرفۃ، بیروت، 1419ھ

35. ابو فارس، محمد، السیرۃ النبویۃ دراسۃ وتحلیل، دارالفرقان، عمان، ایڈیشن: ا، 1418ھ

36. ابو یعلیؒ، احمد بن علی بن المثنی الموصلی، م 307ھ، مسند ابی یعلی الموصلی، موسسہ علوم القرآن، بیروت، سن ندارد

37. ابی داؤدؒ، الحافظ سلیمان بن الاشعث السجستانی، م 275ھ، سنن ابی داؤد، دارالسلام، الریاض، 1999ء

38. ابوعبیدؒ، قاسم بن سلام، م 224ھ، کتاب الاموال، دارالفکر، بیروت، 1408ھ

39. ابویوسفؒ، یعقوب بن ابراہیم، م 162ھ، کتاب الخراج، دارالاصلاح، 1981ء

40. اصفہانیؒ، ابو الفرج، م 356ھ، مقاتل الطالبیین، تحقیق، سید احمد صقر، منشورات الشریف الرضی، سن ندارد

41. اصفہانیؒ، ابو نعیم احمد بن عبد اللہ شافعی، 430ھ، دلائل النبوّۃ، تحقیق، الدکتور محمد رواس قلعجی و عبد البر عباس، دارالنفائس، بیروت، ایڈیشن: ۲، 1986ء

42. اصفہانیؒ، ابو نعیم احمد بن عبد اللہ شافعی، 430ھ، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1997ء

43. اصلاحیؒ، امین احسن، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، 2009ء

44. اعظمی، محمد، مغازی رسول اللہ ﷺ لعروۃ بن الزبیر، مکتبۃ التربیۃ العربي لدول الخلیج، الریاض، ایڈیشن: ا، 1401ھ

45. الاندلسیؒ، ابی عمر احمد بن محمد ابن عبد ربہ، م 328ھ، العقد الفرید، دار الکتاب العربی، بیروت

46. البانیؒ، محمد ناصر الدین، م 1999ء، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، مکتبہ المعارف للنشر والتوزیع، الریاض

47. البانیؒ، محمد ناصر الدین، م 1999ء، صحیح الترغیب والترھیب، مکتبہ المعارف للنشر والتوزیع، الریاض

48. البانیؒ، محمد ناصر الدین، م 1999ء، صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت

49. البانیؒ، محمد ناصر الدین، م 1999ء، صحیح وضعیف الجامع الصغیر، مرکز نور الاسلام لابحاث القرآن والسنۃ، اسکندریہ

50. البانیؒ، محمد ناصر الدین، م1999ء، صحیح سنن ابن ماجہ، مکتب التربیۃ العربی لدول الخلیج، الریاض

51. البخاریؒ، ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل الجعفی، م256ھ، صحیح البخاری، دارالسلام، الریاض، 1999ء

52. البخاریؒ، ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل الجعفی، م256ھ، الأدب المفرد، المکتبۃالاسلامیہ، الاردن، 2003ء

53. بزارؒ، ابو بکر احمد بن عمرو بصری، م292ھ، المسند، مکتبۃ العلوم والحکم، مدینہ منورہ، سن ندارد

54. برہانپوریؒ، علاؤ الدین علی المتقی بن حسام الدین الھندی، م 975ھ، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، حیدر آباد، دکن، سن ندارد

55. البغدادیؒ، صفی الدین عبد المومن بن عبد الحق، م739ھ، مراصد الاطلاع علی اسما الامکنۃ والبقاع، دارالجیل، بیروت

56. البغویؒ، ابو محمد حسین بن مسعود، م516ھ، الانوار فی شمائل النبی المختار ﷺ، تحقیق، ابراہیم یعقوبی، دارالمکتبی، دمشق، 1999ء

57. البغویؒ، ابو محمد حسین بن مسعود، م516ھ، شرح السنۃ، تحقیق: شعیب الارناؤوط وزھیر الشاویش، المکتب الاسلامی، بیروت، 1400ھ

58. البغویؒ، ابو محمد حسین بن مسعود، م516ھ، معالم التنزیل، دار طیبہ للنشر والتوزیع، الریاض

59. البلاذریؒ، احمد بن یحییٰ بن جابر البغدادی، م279ھ، انساب الاشراف، دار المعارف، القاھرۃ، ایڈیشن: 3

60. البلاذریؒ، احمد بن یحییٰ بن جابر البغدادی، م279ھ، فتوح البلدان، ازھر پریس، قاھرۃ، 1932ء

61. البوصیریؒ، شھاب الدین احمد بن ابی بکر بن اسماعیل، اتحاف الخیرۃ المھرۃ بزوائد المسانید العشرۃ، دار الوطن للصحافۃ والطباعۃ والنشر

62. البوطی، محمد سعید رمضان، فقہ السیرۃ النبویۃ، دار الفکر، دمشق، سوریہ، 1991ء

63. بیضاویؒ، تفسیر بیضاوی المسمی انوار التنزیل واسرار التاویل، نول کشور پریس، لکھنوء، سن ندارد

64. البیہقیؒ، ابی بکر احمد بن حسین، م 458ھ، دلائل النبوۃ، تحقیق، عبد المعطی قلعجی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1405ھ

65. البیہقیؒ، ابی بکر احمد بن حسین بن علی، م458ھ، السنن الکبریٰ، مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ، 1994ء

66. البیہقیؒ، ابی بکر احمد بن حسین بن علی، م458ھ، شعب الایمان، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1410ھ

67. ترمذیؒ، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ،م279ھ، جامع الترمذی، دارالسلام، الریاض،1420ھ

68. ترمذیؒ، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ،م279ھ، الشمائل المحمدیہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، سن ندارد

69. التمیمیؒ، ابی حنیفہ نعمان بن محمد المغربی، دعائم الاسلام وذکر الحلال والحرام والقضایاوالاحکام، دارالمعارف، مصر

70. الجاحظؒ، ابی عثمان عمرو بن بحر الکنانی البصری، البیان والتبیین، دار و مکتبۃ الھلال

71. جزیری، عبدالرحمٰن الجزیری، کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ، داراحیاالتراث العربی، بیروت

72. الجیلانیؒ، محی الدین ابو محمد عبدالقادر الحسنی الحسینی،م 561ھ، الفتح الربانی والفیض الرحمانی، دارالکتاب العلمیہ، بیروت

73. الحاکمؒ، ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ النیسابوری،م405ھ، المستدرک، مکتبۃ نزار مصطفی الباز، مکۃ المکرمۃ، 2000ء

74. الحر العاملیؒ، محمد بن حسن،م1104ھ، الجواہر السنیۃ فی الاحادیث القدسیۃ، انتشارات دہقان، تہران

75. الحر العاملیؒ، محمد بن حسن ،م1104ھ، وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، موسسہ الاعلمی للمطبوعات، بیروت

76. الحرانیؒ، ابو محمد حسن بن علی بن شعبہ، تُحفُ العقُول عن آل الرسولؐ، جامعہ مدرسین قم، ایڈیشن:۲، 1404ھ

77. الحلبیؒ، علی بن ابراہیم بن احمد بن علی عرف نورالدین بن برہان الدین الشافعی،م1044ھ، انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون، دارالمعرفہ، بیروت

78. الحمیدی، عبدالعزیز، التاریخ الاسلامی مواقف وعبر، دارالدعوۃ، الاسکندریہ، ایڈیشن:۱، 1418ھ

79. الحمیریؒ، ابی العباس عبداللہ بن جعفر قمی، قرب الاسناد، موسسہ اہل البیت لاحیاء التراث

80. الخطابیؒ، ابو سلیمان حمد بن محمد البستی،م388ھ، معالم السنن شرح سنن ابی داؤد، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، سن ندارد

81. الخطیبؒ، ولی الدین محمد بن عبداللہ التبریزی،م743ھ، مشکوٰۃ المصابیح، تحقیق، محمد ناصر الدین البانیؒ، المکتب الاسلامی، دمشق، ایڈیشن:۱، 1961ء

82. الدارقطنیؒ، ابوالحسن علی بن عمر بن احمد،م385ھ، سنن الدارقطنی، دارالمعرفۃ، بیروت، 1386ھ

83. الدّارمیؒ، ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن التمیمی،م255ھ، سُنَن دَارمی، مطبعۃ الاعتدال، دمشق، 1349ھ

84. دیلمیؒ، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن سیرویہ بن فناخسرو ہمذانی،م509ھ، الفردوس بماثور الخطاب، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1986ء

85. الذھبیؒ، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، م748ھ، تاریخ الاسلام، دارالکتب العلمیہ، بیروت

86. الذھبیؒ، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، م748ھ، سیر اعلام النبلاء، موسسہ الرسالۃ، بیروت، سن ندارد

87. الرازیؒ، محمد بن عمر فخر الدین، التفسیر الکبیر او مفاتیح الغیب، دارالکتب العلمیہ تہران، ایڈیشن:۳، سن ندارد

88. راغب اصفہانیؒ حسین بن محمد بن مفضل بن محمد،، محاضرات الادباء و محاورات الشعراء والبلغاء، منشورات دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت

89. الرشید، عبد الرشید محمد، القیادۃ العسکریۃ فی عھد الرسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم، دارالقلم، دمشق، ایڈیشن:۱، 1410ھ

90. ری شہری، محمدی، والآخرون، میزان الحکمۃ، دارالحدیث، قم المقدسۃ، 1422ھ

91. الزبیدیؒ، محمد بن محمد المرتضیٰ الحسینی، م1205ء، تاج العروس من جواھر القاموس، مطبعۃ حکومت الکویت، 1965ء

92. الزبیدیؒ، سید محمد بن محمد المرتضیٰ الحسینی، م1205ھ، اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1971ء

93. زرقانیؒ محمد بن عبد الباقی، شرح المواھب اللدنیہ، دارالمعرفۃ، بیروت، 1993ء

94. الزمخشریؒ، ابوالقاسم محمود بن عمر، م538ھ، ربیع الابرار و نصوص الاخبار، موسسہ الاعلمی للمطبوعات، بیروت

95. الزمخشریؒ، ابوالقاسم محمود بن عمر، م538ھ، تفسیر الکشاف، بیروت

96. زیدانؒ، عبد الکریم، المستفاد من قصص القرآن للدعوۃ والدعاۃ، مؤسسۃ الرسالۃ، ایڈیشن:1، 1418ھ

97. السرخسیؒ، ابی بکر محمد بن احمد الحنفی، م483ھ، المبسوط، دارالکتب العلمیہ، بیروت

98. السمہودیؒ، ابوالحسن بن عبد اللہ، وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ، دار المصطفیٰ، القاھرۃ، ایڈیشن:۱، 1326ھ

99. السھیلیؒ، ابوالقاسم عبد الرحمٰن، م580ھ، الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، تحقیق، عبد اللہ منشاوی، دارالحدیث، القاھرۃ

100. السیوطیؒ، ابوالفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین، م911ھ، تفسیر الدّرالمنثور فی التفسیر الماثور، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1421ھ

101. السیوطیؒ، ابوالفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین، م911ھ، الجامع الصغیر، مکتبہ اسلامیہ، لائل پور، سن ندارد

102. الشامیؒ، محمد بن یوسف الصالحی، سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، تحقیق، مصطفی عبد الواحد، لجنۃ الاحیالتراث الاسلامی، القاھرۃ، 1392ھ

103. الشامیؒ، صالح احمد، مواعظ الصحابۃ رضی اللہ عنہم، المکتب الاسلامی للطباعۃ والنشر، بیروت، 1426ھ

104. شیبانیؒ، ابو عبد اللہ محمد بن حسن بن فرقد، م189ھ، کتاب الحجۃ علی أھل المدینۃ، عالم الکتب، بیروت، 1403ھ

105. الصفّارؒ، ابو جعفر محمد بن الحسن بن فروخ، م290ھ، بصائر الدرجات، منشورات الشریف الرضی، 1398ھ

106. صنعانیؒ، ابو بکر عبد الرزاق بن ھمام، مصنف عبد الرزاق، تحقیق، حبیب الرحمٰن اعظمی، ایڈیشن:۱

107. الطبریؒ، ابی جعفر محمد بن جریر، م310ھ، جامع البیان فی تفسیر آی القرآن، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، سن ندارد

108. الطبریؒ، ابی جعفر محمد بن جریر، م310ھ، تاریخ الامم والملوک، دارالقاموس الحدیث، بیروت

109. الطبریؒ، محمد بن ابو القاسم بن محمد عمادالدین، م553ھ، بشارۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لشیعۃ المرتضیٰ، موسسۃ النشر الاسلامی، قم، 1378ھ

110. طرطوشیؒ، سراج الملوک، المطبعہ الازھریہ، مصر، ایڈیشن:۱، 1319ھ

111. الطنطاویؒ، علی بن مصطفی الدمشقی، م1420ھ، أخبار عمر رضی اللہ عنہ، دارالمنارۃ، دمشق، سن ندارد

112. طوسیؒ، ابو جعفر محمد بن حسن، م460ھ، تہذیب الاحکام، دار المعارف للمطبوعات، بیروت، 1414ھ

113. عاملی، جعفر مرتضیٰ، الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم، دارالھادی، دارالسیرۃ، بیروت، ایڈیشن:۴، 1995ء

114. الغزالی، محمد، فقہ السیرۃ، منشورات عالم المعرفۃ، القاھرۃ، سن ندارد

115. الغضبان، منیر احمد، فقہ السیرۃ النبویۃ، معھد البحوث العلمیۃ واحیاء التراث، مکۃ المکرمۃ، سن ندارد

116. الغضبان، منیر احمد، الرتبیۃ القیادۃ، دارالوفا، المنصورۃ، ایڈیشن:۱، 1418ھ

117. عرجون، محمد صادق ابراھیم، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منھج الرسالۃ، دارالقلم، بیروت، ایڈیشن:۲، 1415ھ

118. العسقلانیؒ، الحافظ احمد بن علی بن حجر، م852ھ، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، تحقیق علی محمد البجاوی دارالنھضۃ، مصر

119. العسقلانیؒ، الحافظ احمد بن علی بن حجر، م852ھ، فتح الباری، دارالفکر، بیروت، 1415ھ

120. العسقلانیؒ، الحافظ احمد بن علی بن حجر، م852ھ، مختصر الترغیب والترھیب، دارالحدیث، القاھرۃ، 1407ھ

121. علی، جواد، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، دارالکتاب العربی، بیروت، 1970ء

122. عمر، احمد عمر، رسالۃ الانبیاء علیہم السلام، دارالحکمۃ، دمشق، ایڈیشن:۱، 1418ھ

123. عمر، السید، الدور السیاسی للصفوۃ فی صدر الاسلام، دار السلام للطباعۃ والنشر والتوزیع والترجمۃ، الریاض

124. العمری، اکرم، السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ، مکتبۃ المعارف والحکم، مدینۃ المنورۃ، ایڈیشن:۱، 1412ھ

125. العودۃ، سلمان، صفۃ الغرباء، دار ابن الجوزی، ایڈیشن:2، 1412ھ

126. عوض، بدوی عبد اللطیف، النظام المالی الاسلامی المقارن، طبع قاھرۃ، 1392ھ

127. عیاضؒ، قاضی ابو الفضل بن موسیٰ الیحصبي، الشفا في التعریف بحقوق المصطفیٰ ﷺ، دار الکتب العلمیہ، بیروت

128. القاسمی، الظافر، نظام الحکم فی الشریعہ والتاریخ الاسلامی، دار النفائس، بیروت، 1407ھ

129. القرطبیؒ، ابی عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری، م 671ھ، الاعلام بما في دین النصاری من الفساد والاوھام، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سن ندارد

130. القرطبیؒ، ابی عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری، م 671ھ، مختصر تذکرہ قرطبی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1413ھ

131. القشیریؒ، ابو الحسین مسلم بن الحجاج النیشاپوری، م 261ھ، صحیح مسلم، دار السلام، الریاض، 1998ء

132. القمیؒ، حاج شیخ عباس، م 1941ء، سفینۃ البحار و مدینۃ الحکم والآثار، مجمع جہانی اہلبیت، قم

133. القمیؒ، حاج شیخ عباس، م 1941ء، کحل البصر فی سیرۃ سید البشر ﷺ، موسسۃ البلاغ، 1988ء

134. کاشانیؒ، محمد بن مرتضیٰ المعروف فیض، کتاب الوافی، مکتبۃ الامام امیر المومنین علی علیہ السلام العامۃ، اصفہان، سن ندارد

135. الکتانیؒ، محمد عبد الحي بن عبد الکبیر بن محمد الحسنی الادریسی، ، نظام الحکومۃ النبویۃ المسمی التراتیب الاداریۃ، دار الکتاب العلمیۃ، بیروت

136. الکراجکیؒ، محمد بن علی بن عثمان، 449ھ، کنز الفوائد، منشورات دار الذخاء، قم، 1399ھ

137. کلینیؒ، ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق الرازی، م 329ھ، الکافی، مرکز بحوث دار الحدیث، قم، 1401ھ

138. مالکؒ، ابو عبد اللہ بن انس الاصبحی، م 179ھ، المؤطا، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1985ء

139. الماوردیؒ، ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب، م 450ھ، البغیۃ العلیا فی ادب الدنیا والدین، بیت العلوم، لاہور

140. مجلسیؒ، محمد باقر بن محمد تقی، م ۱۱۱۱ھ، بحار الانوار، مؤسسہ مطالعات و تحقیقات فرہنگی، تہران، سن ندارد

141. المسعودیؒ، ابو الحسن علی بن حسین بن علی، م 345ھ، مروج الذہب و معادن الجواھر، دار الکتب العلمیہ، بیروت

142. المغربیؒ، محمد بن سلیمان، م 1094ھ، جمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد، دار ابن حزم، 1402ھ

143. المقدسیؒ، ابو عبد اللہ ضیاء الدین محمد الحنبلی، الاحادیث المختارۃ، مکتبہ النہضہ، مکۃ المکرمۃ

144. المنذریؒ، ذکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی الشامی المصری، م ۶۵۶ھ، الترغیب والترھیب، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1416ھ

145. النراقیؒ، محمد مھدی، جامع السعادات، دار المرتضیٰ، لبنان، 1992ء

146. النسائیؒ، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی، م ۳۰۳ھ، سنن النسائی، دار السلام، الریاض، 1999ء

147. النوویؒ، ابوزکریا یحییٰ بن شرف الدمشقی، م ۶۷۶ھ، تھذیب الاسما واللغات، دار الکتب العلمیہ، بیروت

148. النوویؒ، ابوزکریا یحییٰ بن شرف الدمشقی، م ۶۷۶ھ، ریاض الصالحین، دار السلام لاہور، سن ندارد

149. الواقدیؒ، ابی عبد اللہ محمد بن عمر بن واقد اسلمی، م207ھ، کتاب المغازی، تحقیق، مارسدن جونس، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1984ء

150. الھیثمیؒ، نور الدین علی بن ابی بکر، م807ھ، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، دار الکتاب، بیروت، 1994ء

151. الھیثمیؒ، نور الدین علی بن ابی بکر، م807ھ، موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، دار الکتب العلمیہ، بیروت

152. الیعقوبیؒ، احمد بن ابی یعقوب بن واضح اصفہانی، تاریخ الیعقوبی، دار صادر، بیروت، سن ندارد

اُردو کتب:

153. آل پاکستان فیڈریشن آف لیبر، تعلیمی پراجیکٹ، بنیادی ٹریڈ یونین تعلیم، راولپنڈی، 2002ء

154. آل پاکستان فیڈریشن آف لیبر، قوانین محنت، راولپنڈی، 2003ء

155. آل پاکستان فیڈریشن آف لیبر، ٹریڈ یونین ودیگر انسانی حقوق، (دوروزہ سیمینار رپورٹ)، راولپنڈی، 2013ء

156. ابن حبانؒ، محمد بن احمد البستی، م354ھ، روضۃ العقلاء، اردو ترجمہ: ثناء اللہ محمود، بیت العلوم، لاہور، 2006ء

157. احمد، مہدی رزق اللہ، سیرت نبوی، اردو ترجمہ، شیخ الحدیث حافظ محمد امین، دار السلام، الریاض، 1430ھ

158. الازہریؒ، محمد کرم شاہ، ضیاء النبی ﷺ، ضیاُ القرآن پبلیکیشنز، لاہور، 1420ھ

159. افغانی، شمس الحق، سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کا اسلام سے موازنہ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، سن ندارد

160. اقبالؒ، محمد، م1938ء، علم الاقتصاد، اقبال اکادمی، لاہور، 1977ء

161. اکبر آبادیؒ، سعید احمد، اسلام میں غلامی کی حقیقت، ندوۃ المصنفین، اردو بازار، دہلی، سن ندار

162. بدخشانیؒ، فاضل، تاریخِ ایران، مؤسسہ الکوثر، قم، سن ندارد

163. برقعیؒ، علی اکبر قمی، درج گہر، نشر ولایت، قم المقدسہ، ایڈیشن:۲، 1992ء

164. بلگرامیؒ، اولاد حیدر فوق، اُسوۃ الرسول ﷺ، مطبوعہ کواتھ، ہندوستان، 1942ء

165. پٹیل، رشیدہ، پاکستانی عورت کی سماجی و قانونی حیثیت، کل پاکستان انجمن پاکستان، 1981ء

166. پرویزؒ، غلام احمد،، انسانیت کا آخری سہارا، طلوع اسلام کنونشن، نومبر 1967ء

167. پلوٹارک (Plutarch)، مشاہیر یونان وروما، اردو ترجمہ، سید ہاشمیؒ، مبطبوعہ دکن، 1916ء

168. پنڈت دیا شنکر دوبے، الہٰ آباد یونیورسٹی، آسان علم معاشیات، لالہ رام نرائن لعل بکسیلر، الہٰ آباد، 1941ء

169. جالبی، جمیل، قومی انگریزی اُردو لغت، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۲ء

170. جیورجیو، کونسٹن، ورجل، نظرۃ جدیدۃ فی سیرت رسول اللہ ﷺ، ترجمہ، مشتاق حسین، ادارہ ترقی فکر، لاہور،

171. حامد علی خانؒ، اُردو جامع انسائیکلوپیڈیا، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، 1987ء

172. حسینی، غلام علی، احلیٰ من العسل، پایگاہ جامع اطلاعات کتاب، ایران، 9آبان 1384ھ

173. حمید اللہؒ، محمد، م 2001ء، رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی، مولوی مسافر خانہ، بندر روڈ، کراچی، سن ندارد

174. حمید اللہؒ، محمد، م 2001ء، محمد رسول اللہ ﷺ، ترجمہ، نذیر حق، نقوش رسول ﷺ نمبر، 1982ء

175. حنفیہ رضی، عبد اللہ بن مسعودؓ اور اُن کی فقہ، ندوۃ المصنفین، لاہور، ایڈیشن:۱، فروری 1971ء

176. خان، حسین، سوشلزم اور معاشی ترقی، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 1975ء

177. خویشگیؒ، محمد عبد اللہ خان، فرہنگ عامرہ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1989ء

178. دہلویؒ، شاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم بن وجیہہ الدین، م 1176ھ، حجۃ اللہ البالغۃ، اردو ترجمہ، مولانا عبد الحق حقانی، دارالاشاعت، کراچی

179. دہلویؒ، شیخ عبد الحق،، مدارج النبوۃ، اردو ترجمہ، مفتی سید غلام معین الدین نعیمیؒ، مطبوعہ دہلی، سن ندارد

180. راغب اصفہانیؒ، حسین بن محمد بن مفضل بن محمد، مُفردات القرآن، ترجمہ: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدُہٗ فیروز پوریؒ، اسلامی اکادمی، لاہور، 1390ھ

181. ریاض حسین، اسلام کا قانون محنت، اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، لاہور، ایڈیشن:۱، مئی 1990ء

182. الزبیدیؒ، حسین بن مبارک،، تجرید الجامع الصحیح البخاری (اردو)، دارالاشاعت، کراچی، سن ندارد

183. السعدیؒ، عبد الرحمٰن بن ناصر، تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، ترجمہ: طیب شاہین لودھیؒ، دارالسلام پبلشرز، لاہور، سن ندارد

184. سعید پور، کاظم، داستانہائے معنوی، ترجمہ: اقبال مقصودپوری، نشر سید الشہداء، قم، 1402ھ

185. السمرقندیؒ، ابو للیث نصر بن محمد بن ابراہیم، تنبیہ الغافلین، اردو ترجمہ، عبد النصیر علوی، مکتبۃ العلم، لاہور

186. سید قطبؒ، م1966ء، العدالت الاجتماعیہ فی الاسلام، ترجمہ، نجات اللہ صدیقی، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، 1969ء

187. سیوہارویؒ، حفظ الرحمٰن، اسلام کا اقتصادی نظام، ادارہ فروغ اسلام، لاہور، 1974ء

188. شبلی نعمانیؒ، م1332ھ، وسلیمان ندویؒ، م1373ھ، سیرۃ النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، ادارہ اسلامیات، لاہور، ستمبر ۲۰۰۲ء

189. شبلی نعمانیؒ، م1332ھ، الفاروق رضی اللہ عنہ، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، 1975ء

190. الشریف الرضیؒ، ابو الحسن محمد بن حسین بن موسیٰ (سید) م406ھ، نہج البلاغۃ، ترجمہ سید رئیس احمد امروہویؒ و الآخرون، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، نومبر 1981ء

191. شفیع ملک، اسلامی مزدور تحریک کی سفر کہانی، منشورات، لاہور، ایڈیشن: ا، نومبر 2016ء

192. صدیقی، یٰسین مظہر، عہد نبوی میں تمدن، دارالنوادر، لاہور، ایڈیشن: ا، 2011ء

193. صدیقی، یٰسین مظہر، معاش نبوی، کتب خانہ سیرت، کراچی، ایڈیشن: ا، 2015ء

194. الصلابی، علی محمد، السیرۃ النبویۃ، اردو ترجمہ، مولانا محمد یونس والآخرون، دارالسلام، لاہور، 1433ھ

195. عاملی، جعفر مرتضیٰ، بازار اسلامی، ترجمہ، سید احتشام عباس زیدی، معراج کمپنی، لاہور، سن ندارد

196. عثمانی، محمد فہیم، اسلامی معیشت کے چند نمایاں پہلو، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 1975ء

197. عثمانی، محمد تقی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ادارہ اسلامیات، لاہور، 2003ء

198. الغزالیؒ، ابو حامد محمد بن احمد، م۵۰۵ھ، احیاء العلوم الدین، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، 1970ء

199. غفاریؒ، نور محمد، اسلام کا معاشی نظام، شیخ الھند اکیڈمی کراچی، 1992ء

200. غفاریؒ، نور محمد، اسلام کا قانون محاصل، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، ایڈیشن: ۲، 1989ء

201. غوری، عبد المالک والآخرون، اُردو لغت، اُردو لغت بورڈ (udb.gov.pk) کراچی

202. غیور، صبور، صوبائی صنعتی تعلقات کے قانون میں کام سے متعلق حقوق، پاکستان ورکرز فیڈریشن، راولپنڈی، 2018ء

203. فضل الرحمٰن، معیشت نبوی ﷺ، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی، ایڈیشن:۱، 2013ء

204. فیروزالدینؒ، الحاج، فیروز اللغات، فیروز سنز، لاہور، سن ندارد

205. قادر، سی اے، صنعتی معاشریات، ادارہ تالیف و ترجمہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، 1977ء

206. قلعہ جی، محمد رواس، فقہ حضرت علیؓ، ترجمہ، مولانا عبد القیوم، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، ایڈیشن:۲، 1998ء

207. قلعہ جی، محمد رواس، فقہ حضرت عمرؓ، ترجمہ، ساجد الرحمٰن، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، ایڈیشن:۲، 1994ء

208. القرضاوی، یوسف، مشکلۃ الفقر و کیف عالجھا الاسلام، ترجمہ، نصیر احمد ملی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2004ء

209. القفطیؒ، جمال الدین ابو الحسن علی بن یوسف، م ۶۴۶ھ، تاریخ الحکماء، ترجمہ، ڈاکٹر غلام جیلانی برقؒ، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، اکتوبر 2014ء

210. کارل مارکس و فریڈرک اینگلز، کمیونسٹ مینی فیسٹو (اُردو ترجمہ)، جمہوری پبلیکیشنز، لاہور، 2016ء

211. کاشانیؒ، محمد بن مرتضیٰ المعروف فیض، تفسیر صافی، ترجمہ، سید تلمیذ حسنین رضوی، ادارہ نشر دانش، نیو جرسی، امریکہ، ایڈیشن:۱، 2010ء

212. کاکورویؒ، نور الحسن نیر، نور اللغات، جنرل پبلشنگ ہاؤس، کراچی، 1959ء

213. لنگرودی، محمد مہدی تاج، گفتارِ انبیاء علیہم السلام، ترجمہ، سید رضی جعفر نقوی، کریم پبلیکیشنز، لاہور، سن ندارد

214. مجلسیؒ، محمد باقر بن محمد تقی، م ۱۱۱۱ھ، حیات القلوب، ترجمہ، بشارت حسین کامل مرزا پوریؒ، مجلس علمی اسلامی، پاکستان، 1966ء

215. محمد شفیعؒ، م1396ھ، تفسیر معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، 1976ء

216. مظاہری، حسین، اقتصادی نظاموں کا تقابلی جائزہ، ترجمہ: تقی نقوی، امامیہ پبلیکیشنز، لاہور، سن ندارد

217. المروذیؒ، ابو بکر احمد بن محمد بن الحجاج، کتاب الورع، تحقیق، سمیر امین الزھیری، ترجمہ، اختر فتح پوری، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 2004ء

218. معلوف، لوئیس، المنجد، ترجمہ، ابو الفضل مولانا عبد الحفیظ بلیلاویؒ، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، 2009ء

219. مودودیؒ، ابو الاعلیٰ، اسلام، سرمایہ داری اور اشتراکیت، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ایڈیشن:10، 2000ء

220. ندویؒ، مجیب اللہ، اسلامی قانون محنت و اُجرت، مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری ٹرسٹ، لاہور، 1989ء

221. ہاشمی، سید ازکیا، اسلامی فلاحی ریاست اور اس کے تقاضے، مقالات سیرت، قومی سیرت کانفرنس، وزارت مذہبی امور، حکومت پاکستان، 1412ھ

222. ہیکل، محمد حسین، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1993ء

223. یوسف الدین، اسلام کے معاشی نظریے، الائیڈ بک کمپنی، کراچی، 1984ء

224. یحییٰ، یحییٰ بن ابراہیم، نفحۃ عبیر من سیرۃ البشیر النذیر، ترجمہ، خدا بخش کلیار ایڈووکیٹ، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ایڈیشن: ا، 2012ء

English Bibliography (Reports & Articles)

1. GoP (2016) Pakistan Economic Survey, 2015-16, Economic Advisor's Wing, Ministry of Finance, Government of Pakistan, Islamabad.
2. GoP , Labour policy 2010, (English), Kausar Brothers Law book publishers, Lahore, 2010
3. GoPB(2015) Punjab Labour Policy, Employment and Human Resource Department, Government of Punjab, Lahore.
4. Ghayur, Sabur (2014), Decent Work for All – Labour Law Reforms in Pakistan: Agenda for Trade Unions, A study conducted for the Pakistan worker's Federation and LO-FTF, Rawalpindi.
5. Ghayur, Sabur (2010), Alternative Dispute Resolution Mechanism in Pakistan: The way Forward, Discussion Paper Prepared for Stake holders, consultations on Alternate Dispute Resolution Mechanism organized by Workers Employers Bilateral Council of Pakistan (WEBCOP) in Collaboration with Solidarity Center, Karachi.
6. ILO (2013), Labour Dispute System: Guidelines for improved performance, International Training Centre of the ILO, Turin, Italy.

7. ILO (2016), Report of the Committee of Experts on the Application of Conventions and Recommendations, REPORT III (Part 1A). General Report and observations concerning particular countries, Geneva.
8. ILO (2017), World Social Protection Report,ILO Publications.
9. Imad-u-Din Asad, Syed, Gender Equality in Islam, Daily "Dawn", Rawalpindi, April 5, 2002
10. Javed, Syed Hasnat (2016), Analysis of the newly adapted provincial labour laws in the context of labour rights as protected under International obligations and the Constitution of Pakistan , Pakistan Bureau of Statistics, Government of Pakistan, Islamabad. Edition:1995
11. The Express Tribune, May 1, 2018, Advertising supplement

Websites Visited

1. www.bmmanhum1115.blogspot.com
2. www.britannica.com
3. www. ilo.org/global/topics/decent-work/lang—en/index.htm
4. www.ontheissues.org/House/Bill_Cassidy
5. www.sustainabledevelopment.un.org/post2015/transforminourworld for SDGs
6. www.samaa.tv/pakistan/2016/05/pakistan-ilo-sign-mou-to-explore-job-avenues-for-youth
7. www.undp.org/content/undp/en/home/sustainable-development-goals.html
8. www.yourarticlelibrary.com/management/labour-welfare